

تذکرہ

پروفیسر ایف۔ اے۔ گیلانی
پروفیسر ایف۔ اے۔ گیلانی

جلد سوم

پروفیسر ایف۔ اے۔ گیلانی

اقبال اکادمی پاکستان



یاد بود

جشن فرخنده تاجگذاری

محمد رضا پهلوی آریامهر

شاهنشاه ایران

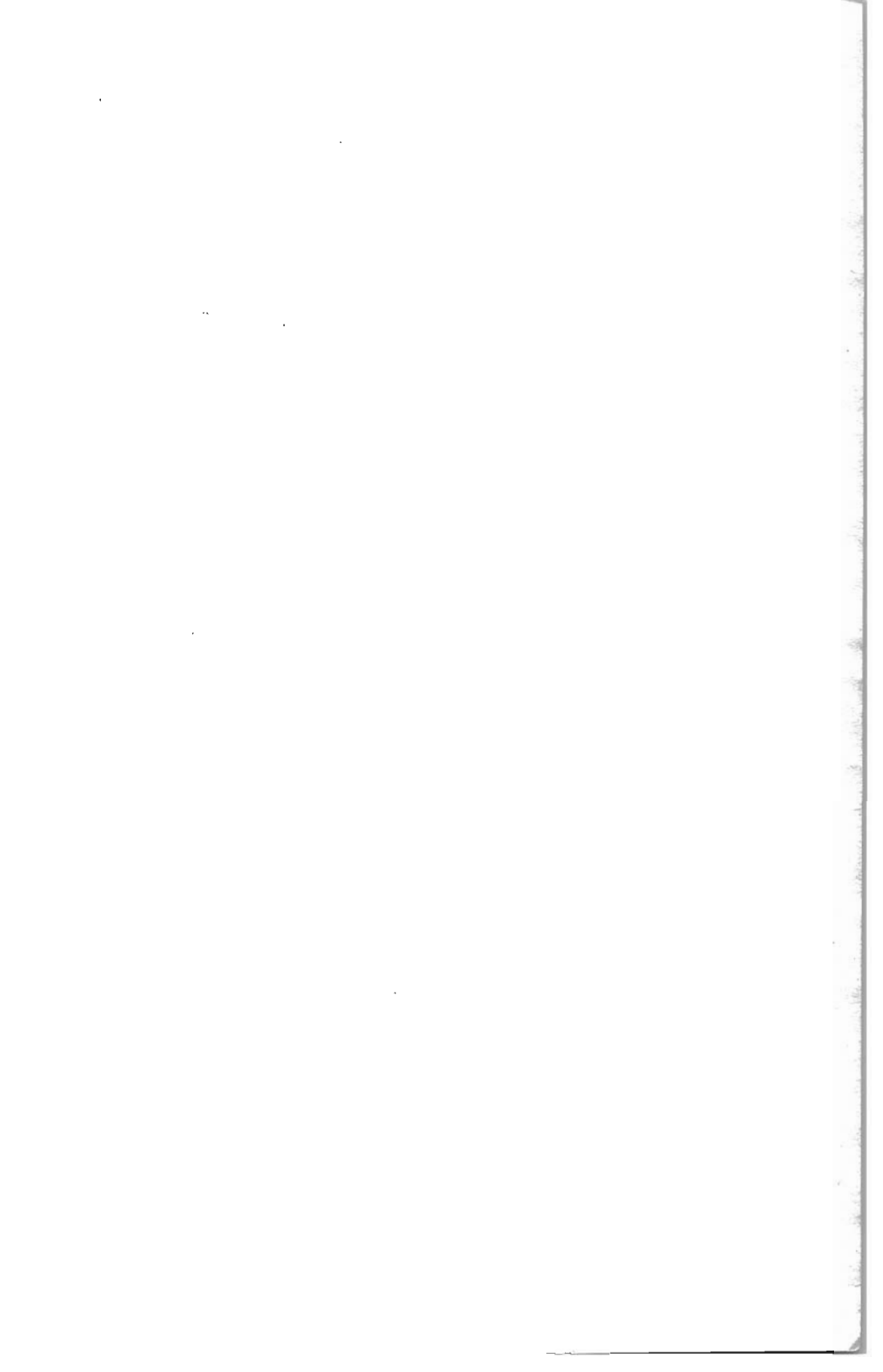
و

علیاحضرت فرح پهلوی

شهبانوی ایران

آبانماه ۱۳۴۶

تذکره شعرائی کهن



تذکرہ

شعرا کی کتابیں

(عملہ تذکرہ شعراء کشمیر مترجمہ اصح تہذیب)

— گرد آورده —

سید صام الدین لوشدی

بخش سوم
(قافی تا میمنت)

آبانہ ۱۳۲۶ خ

اقبال اکادمی پاکستان

۱۱۶ میکلوڈ روڈ - لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

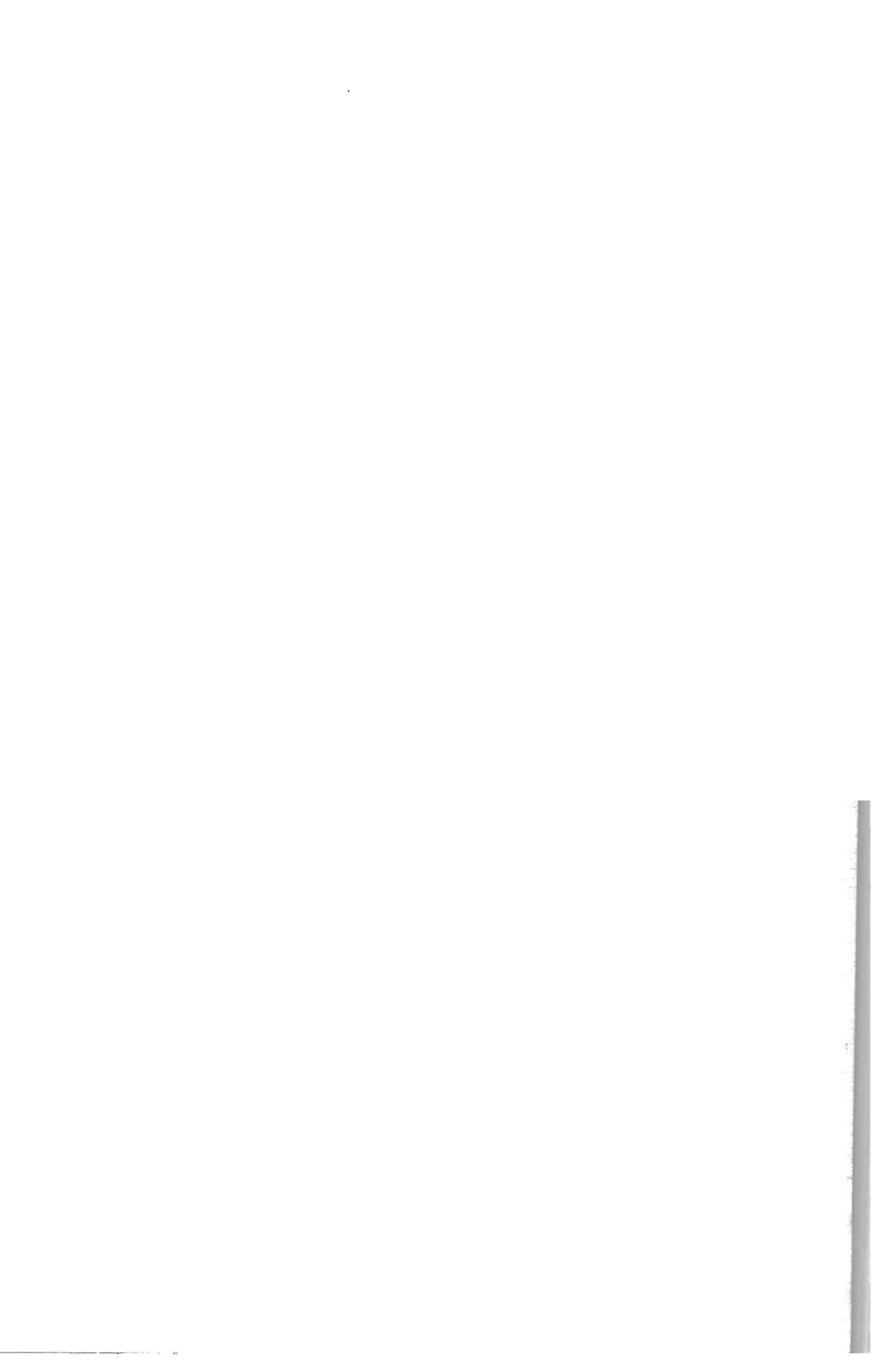
- ناشر : دکتر محمد معزالدین
دائرکترا اقبال اکادمی پاکستان
۱۱۶ - میکلود روڈ ، لاہور
- طابع : محمد زرین خاں
- مطبع : زرین آرت ہریس ، ۶۱ ریلوے روڈ لاہور
- تعداد : ۱۰۰۰
- طبع اول : ۱۹۶۸ع
- طبع دوم : ۱۹۸۲ع
- قیمت : ۵۱ روپے

فدرستاده ام گل ، بدست نگاهی
ز بهر کله گوشه ، کج کلاهی



کشمیر !

- خوشاکشمیر ! و خاک پاک کشمیر
که ، سر بر زد بهشت ، از خاک کشمیر
- نبود ، اهل جنان را ، سیر گاهی
به کشمیر ، از جنان کردند راهی
- بخوبی ، آنچنان کشمیر طاق است
که معشوق خراسان و عراق است
- ز هرسو ، چون خراسان صد ندیمش
عراق ، از خاکساران قدیمش
- خروشان زنده رود ، از آرزویش
عرق ریزان عراق ، از جستجویش
- صفاهان راست ، سنگ سرمه تدبیر
چو بی صلوات گوید ، نام کشمیر
- ز شوقش ، ملک دارالمرز یکسر
چو آذر بانیجان ، دایم در آذر
- سزد کشمیر را در جلوه ناز
هزار ، الله اکبر ! گو چو شیراز
- صفای شام را ، اینجا مبر نام
چه نسبت ، صبح صادق راست ، با شام
- عبث مصر ، این دکان خویش چیده
چه خواهد بود ، جنس زر خریده
- نباشد شرم بیطحا ، گر عنانگیر
حجاز آید ، بطوف کوه کشمیر



فہرست مطالب

			سید حسام الدین راشدی	گزارش
۱۰۲۵	(ف - ۸۱۰۸۲)	کشمیری	شیخ محسن	۱۷۵- فانی ،
۱۰۷۳	(ز- عہدہ شاہی)	دہلوی	نواب صدرالدین	۱۷۶- فائز ،
۱۰۸۰	(ز- عہدہ عالمگیری)	لاہوری	میرزا احمد	۱۷۷- فائق ،
۱۰۸۱	(ز- عہدہ شاہی)	کشمیری	حسین خان	۱۷۸- فتوت ،
۱۰۸۲	(ز- عہدہ شاہی)	کشمیری	حبیب اللہ	۱۷۹- فتوت ،
۱۰۸۲	(ف - ۸۱۱۹۷)	کشمیری	معتشم خان	۱۸۰- فدا ،
۱۰۸۳	(ف - ۸۱۱۳۸)	کشمیری	مولوی محمد میران	۱۸۱- فرحت ،
۱۰۸۵	(ز - ۸۱۲۶۲)	کشمیری	پندت راج کاک	۱۸۲- فرخ ،
۱۰۸۷	(ف - ۸۱۰۷۷)	کشمیری	ملا حسن	۱۸۳- فروغی ،
۱۰۹۱	(ز - ۸۱۰۲۸)	کشمیری	میر عبداللہ مڑہ	۱۸۴- فریبی ،
۱۰۹۲	(ز - ۸۱۰۲۵)	استرآبادی	ہاشم بیگ	۱۸۵- فزونی ،
۱۰۹۳	(ز - ۸۱۰۷۹)	کشمیری		۱۸۶- فصیحی ،
۱۰۹۳	(ز - ۸۱۰۷۹)	کشمیری		۱۸۷- فطرتی ،
۱۰۹۴	(ز - ۸۱۰۱۴)	کشمیری	مولانا	۱۸۸- فطرتی ،
۱۰۹۷	(ف ۱۸۵۵ بکرمی)	کشمیری	پندت گوپال در	۱۸۹- فقیر ،
۱۰۹۷	(ز - ۸۱۰۷۹)	کشمیری	حاج حیدر علی	۱۹۰- فنا ،
۱۰۹۸	(ز - ۸۱۰۷۹)	کشمیری		۱۹۱- فہمی ،
۱۰۹۸	(ف - ۸۱۰۰۲)	اکبرآبادی	ملک الشعرا ابوالفیض فیضی	۱۹۲- فیضی ،
۱۲۲۲	(ز- عہدہ شاہی)	کشمیری	محمد پناہ	۱۹۳- قابل ،
۱۲۲۶	(ز - ۸۱۰۴۶)	کشمیری	خواجہ مومن جیل	۱۹۴- قاری ،
۱۲۲۷	(ز- عہدہ فرخ سیر)	کشمیری	مولانا عزیز اللہ	۱۹۵- قانع ،

۱۲۲۷	(ف - ۸۱۰۵۶)	مشهدی	حاجی جان محمد	قدسی ،	۱۹۶ -
۱۲۰۸	(ز - ۸۱۰۲۸)	دماوندی	ملا	قربسی ،	۱۹۷ -
۱۳۱۰	(ف - ۸۷۹۶)	کشمیری	سلطان قطب الدین	قطب ،	۱۹۸ -
۱۳۱۲	(ف - ۸۷۷۵)	کشمیری	سلطان زین العابدین	قطبی ،	۱۹۹ -
۱۳۳۷	(ز - عهد محمدشاهی)	کشمیری	میرزا	قلندر ،	۲۰۰ -
۱۳۳۷	(؟)	کشمیری	پندت سدا سکھ	کامل ،	۲۰۱ -
۱۳۳۷	(ف - ۸۱۰۲۸)	جهرمی	مولانا قوام الدین	کامل ،	۲۰۲ -
۱۳۳۳	(ف - ۸۱۲۳۵)	کشمیری	میرزا احمد	کامل ،	۲۰۳ -
۱۳۳۳	(ف - ۸۱۰۶۱)	همدانی	ملک الشعرا ابو طالب	کلیم ،	۲۰۴ -
۱۲۱۹	(ف - ۸۱۱۳۱)	کشمیری	میر کمال الدین	کمال ،	۲۰۵ -
۱۲۲۱	(ز - عالمگیری)	کشمیری	عبدالرحیم	کمگور ،	۲۰۶ -
۱۲۲۳	(ف - ۸۱۲۷۶)	کشمیری	خواجه اسدالدین	کوکب ،	۲۰۷ -
۱۲۲۳	(ز - گلاب سنگ)	کشمیری	پندت شنکر جیو آخون	گرامی ،	۲۰۸ -
۱۲۲۳	(ز - عهد عالمگیر)	کشمیری	میرزا کامران بیگ	گویا ،	۲۰۹ -
۱۲۲۶	(ز - عهد عالمگیر)	کشمیری	ملک شہید	لالہ ،	۲۱۰ -
۱۲۲۶	(؟)	کشمیری	پندت جی گوپال	لایق ،	۲۱۱ -
۱۲۲۶	(ز - گلاب سنگ)	کشمیری	پندت کاشکاری	لچمن ،	۲۱۲ -
۱۲۲۷	(ف - ۸۱۰۰۵)	کشمیری	ملا مهدی علی	لذتی ،	۲۱۳ -
۱۲۲۸	(ز - عهد عالمگیری)	کشمیری	خواجه	لطف الله ،	۲۱۴ -
۱۲۲۸	(؟)	کشمیری	پرکاش داس	لطفی ،	۲۱۵ -
۱۲۲۹	(سده دوازدهم)	کشمیری		لکنتی ،	۲۱۶ -
۱۲۲۹	(؟)	کشمیری	پندت لکھی رام	لکھی ،	۲۱۷ -
۱۲۲۹	(ف - ۸۱۰۸۹)	اکبرآبادی	میر محمد علی	ماهر ،	۲۱۸ -
۱۲۲۶	(ز - ۸۱۰۰۴)	کشمیری	مولانا	ماهری ،	۲۱۹ -
۱۲۲۸	(ز - سیزدهم)	کشمیری	میرزا احمد	مجرم ،	۲۲۰ -
۱۲۲۸	(ف - ۸۱۲۷۳)	کشمیری	میر مهدی	مجرم ،	۲۲۱ -

۱۴۴۹	(ز - سده دوازدهم)	کشمیری	محمد محترم ، محترم	-۲۲۴
۱۴۵۰	(ز - ۸۹۳۹)	کشمیری	بیگ ، محرم	-۲۲۳
۱۴۵۱	(فوت بعد ۸۸۰۰)	همدانی	سید میر محمد ، محمد	-۲۲۴
۱۴۵۲	(ف - ۸۱۰۸۳)	کشمیری	ملا محمد ، محمد	-۲۲۵
۱۴۵۵	(ز - سده سیزدهم)	کشمیری	میر علی شاه ، مداح	-۲۲۶
۱۴۵۶	(ز - ۸۱۱۶۳)	کشمیری	میرزا ، مشتاق	-۲۲۷
۱۴۵۶	(ز - ۸۱۲۲۹)	کشمیری	پندت مادهورام ، مشتاق	-۲۲۸
۱۴۵۷	(ز - عهد جهانگیر)	کشمیری	مشرقی ،	-۲۲۹
۱۴۵۷	(ف - ۸۱۱۲۷)	اصفهان	حکیم عبدالرزاق ، مشرب	-۲۳۰
۱۴۵۹	(ز - سده دوازدهم)	کشمیری	پندت مصاحب رام ، مصاحب	-۲۳۱
۱۴۵۹	(ز - سده سیزدهم)	کشمیری	محمد مصطفی ، مصطفی	-۲۳۲
۱۴۶۰	(ز - سده دوازدهم)	کشمیری	میرزا مظفر ، مظفر	-۲۳۳
۱۴۶۰	(ز - سده دوازدهم)	کشمیری	حاجی حیدر علی ، معنی	-۲۳۴
۱۴۶۰	(ز - ۸۱۰۹۳)	کشمیری	ملا معین ، معنی	-۲۳۵
۱۴۶۱	(ز - قبل ۸۱۱۲۸)	کشمیری	حاجی بابا ، معنی	-۲۳۶
۱۴۶۲	(ز - سده سیزدهم)	کشمیری	مقبل ،	-۲۳۷
۱۴۶۳	(ف - ۸۱۰۵۲)	لاهوری	منیر ،	-۲۳۸
۱۵۲۶	(ز - ۸۱۱۱۸)	دهکنی	مرتضی قلی خان ، موالی	-۲۳۹
۱۵۲۶	(ز - سده سیزدهم)	کشمیری	محمد موسی ، موسی	-۲۴۰
۱۵۲۷	(ف - ۸۱۳۱۳)	کشمیری	میرزا ، مهدی	-۲۴۱
۱۵۲۷	(ف - ۸۱۱۶۰)	شیرازی	ابوالحسن قابل خان ، میرزا	-۲۴۲
۱۵۵۱	(ف - ۸۱۱۴۰)	کشمیری	خان ، میمنت	-۲۴۳

تعلیقات

۱۵۵۵	فتحپوری	شیدا ،	-۱۲۰
۱۵۵۵	آگره	ابوالفیض ، فیضی	-۱۹۲

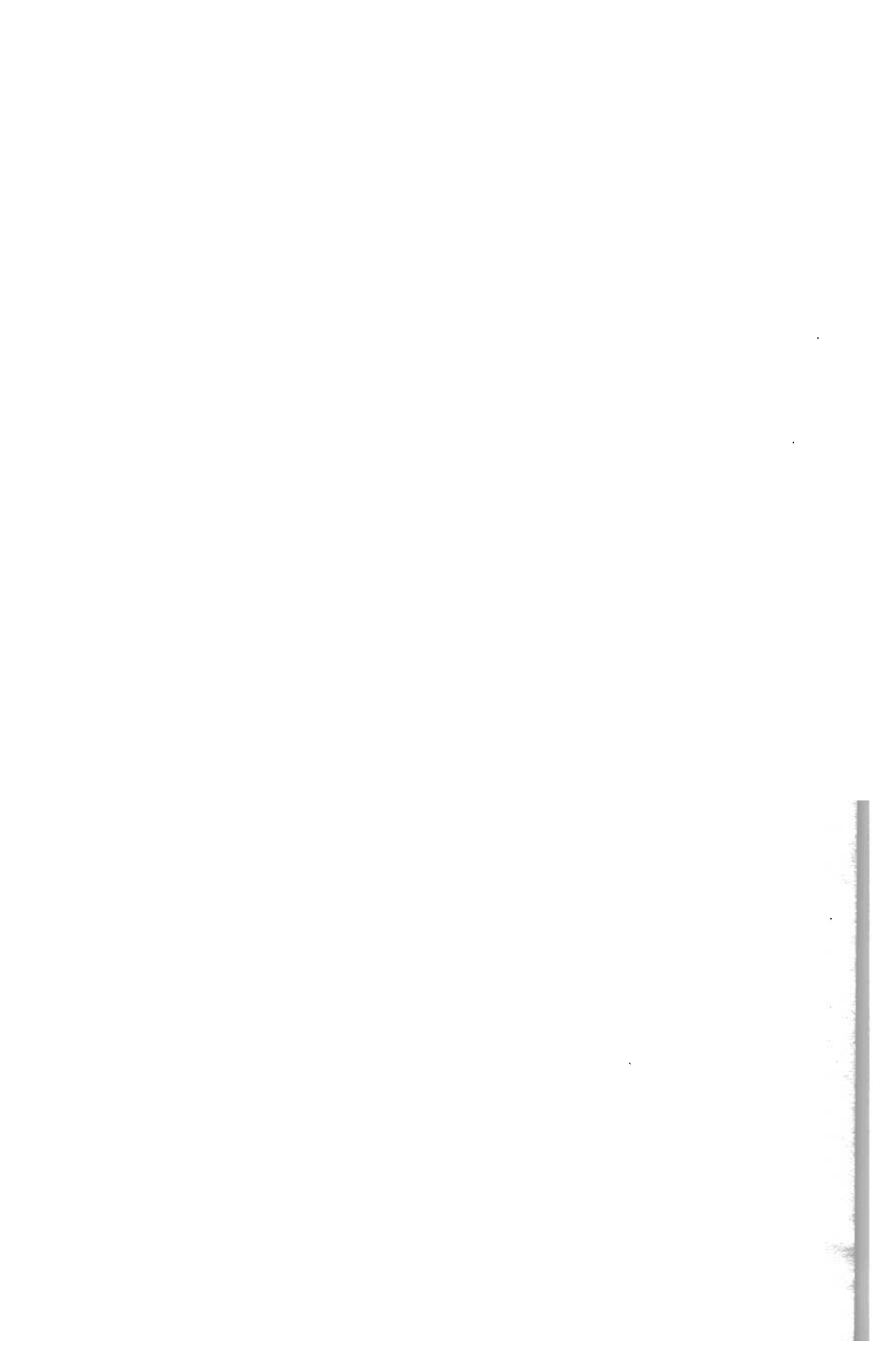
نسب نامه ها

- ۱- نسب نامه : فیضی
 ۲- نسب نامه : شاهان شاهمیریان
 ۳- نسب نامه : شاهان چک

عکس

- ۱- مزار الشعرا
 ۲- آرامگاه ملا محسن فافی
 ۳- خط و مهر و امضاء فیضی
 ۴- مهر فیضی
 ۵- امضاء فیضی
 ۶- نمونه خط محمد حسین کشمیری (زرین قلم)
 ۷- شبیه قدسی مشهدی
 ۸- آثار عبارت زینه لنگ
 ۹- آرامگاه سلطان زین العابدین
 ۱۰- مزار کلیم کاشی
 ۱۱- کتیبه مزار جهان آرا
 ۱۲- نمای آرامگاه جهان آرا
 ۱۳- نمونه خط جهان آرا
 ۱۴- نمونه خط جهان آرا
 ۱۵- مهر جهان آرا بیگم
 ۱۶- نقشه سرینگر
 ۱۷- منظره آب دل
 ۱۸- نسیم باغ
 ۱۹- چنار باغ
 ۲۰- نقشه شالیهار باغ
 ۲۱- نقشه شالیهار باغ
- کشیر صوفی
 »
 دانشگاه علیگره
 »
 »
 کشیر صوفی
 آرت گیلری کلکته
 کشیز صوفی
 Indian Architicture Brown
 حیات کلیم
 Martin Hurlimaun
 ذخیره محمود بیگ
 کتابخانه رامپور
 دانشگاه هندو بنارس
 J. G. Barthomew
 R. Cameran
 ذخیره محمود بیگ
 »
 W. H, Nichollas
 C, M, V, Stuart

R, Cameran	دیوان عام شالیهار	-۲۲
C, M, V, Stuart	دیوان عام شالیهار	-۲۳
R, Kak	دیوان عام شالیهار	-۲۴
W, H, Nichollas	نقشه نشاط باغ	-۲۵
R, Cameran	نشاط باغ	-۲۶
Percey Brown	نشاط باغ	-۲۷
ذخیره محمود بیگ	نشاط باغ	-۲۸
R, Kak	نشاط باغ	-۲۹
C, M, V, Stuart	نشاط باغ	-۳۰
ذخیره محمود بیگ	نشاط باغ	-۳۱
R, Cameran	نشاط باغ	-۳۲
C, M, V, Stuart	نشاط باغ	-۳۳
W, H, Nichollas	نقشه چشمه شاهی	-۳۴
ذخیره محمود بیگ	چشمه شاهی	-۳۵
R, Cameran	چشمه شاهی	-۳۶
R, Cameran	چشمه شاهی	-۳۷
W, H, Nichollas	نقشه اچها بل	-۳۸
C, M, V, Stuart	نقشه اچها بل	-۳۹
ذخیره محمود بیگ	اچها بل	-۴۰
کشیر صوفی	اچها بل	-۴۱
کشیر صوفی	اچها بل	-۴۲
R, Kak	ویر ناگ	-۴۳
کشیر صوفی	کتیبه جهانگیر اچها بل	-۴۴
۱۶	کتیبه جهانگیر اچها بل	-۴۵



گزارش

میرے تالیف کردہ — تذکرہ شعرائے کشمیر — کی یہ تیسری جلد قارئین کی خدمت میں بار حاصل کر رہی ہے : یہ جلد حرف (ف) سے لیکر (م) تک کے (۶۹) شعرا کے کوائف اور کلام پر حاوی ہے :

* * * * *

فانی ، فیضی ، قدسی ، کلیم ، گویا ، ماہر اور منیر جیسے اہم شعرا کے حالات اس جلد کی زینت ہیں . پہلی دو جلدوں کی طرح ، اس حصے میں بھی حالات اور منظومات کی کئی ایک نئی اور اہم چیزیں سامنے لائی جا رہی ہیں . مثلاً :

(۱) فائز کی مثنوی ، باغ علی آباد کی تعریف میں ، پہلی مرتبہ چھاپی گئی ہے .

(۲) شیخ مبارک کا خط اپنے خاندانی حالات سے متعلق — میری دانست میں — پہلی بار شایع ہو رہا ہے :

(۳) علی نقی کمرہ کا قصیدہ ، فیضی کی توصیف میں ، کاملاً کبھی سامنے نہیں آیا . فقط اس کا ذکر ، نمونے کے دو تین اشعار دے کر ، سید آزاد نے کیا ہے . دوست عزیزم آقای گلچین معانی کی مہربانی سے ، یہ پورا قصیدہ پہلی دفعہ یہاں شایع کیا جا رہا ہے .

(۴) اسی طرح فیضی کی وفات پر کہا ہوا ، سید ابو طالب کاشی کا قطعہ تاریخ بھی بالکل نئی چیز ہے :

(۵) قدسی مشہدی کی مثنوی کا کامل متن ، اور منیر لاہوری کی مثنوی — بہار جاوید — پہلے کبھی شایع نہیں ہوئی :

(۶) شعرا کے حالات کے ضمن میں غیر مطبوعہ تذکروں کے کئی ایک اقتباس پہلی بار سامنے آ رہے ہیں : منیر لاہوری کے حال میں کئی اقتباس نہایت اہم ہیں : منشآت منیر اگرچہ نصف صدی پہلے چھپ چکی ہے ، لیکن اس سے منیر کا سوانحی مواد — میری دانست کے مطابق — پہلی مرتبہ لیا گیا ہے : اسی طرح مجمع النفائس ، ریاض الشعرا ، مرآت آفتاب نما ، گل رعنا اور صحف ابراہیم وغیرہ تذکرے ، چونکہ خطی ہونے کی وجہ سے ، عام دسترس سے باہر رہے ہیں ، اس لئے ان تذکروں سے اقتباس کردہ مواد ، پڑھنے والوں کے لئے بالکل تازہ اور نئی اطلاعات کا حامل ہے :

* * * * *

اس جلد کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ، کشمیر سے متعلق اور کشمیر کے باغات یا نرہنگاہوں پر شعری خواہ نثری مواد ، زیادہ سے زیادہ یکجا ہو گیا ہے : باغات کے سلسلے میں ، آج سے نصف صدی پیشتر مرتب کردہ نقشے ، شامل کیے گئے ہیں : جو نہ فقط اہم ہیں ، بلکہ باغات کی صورت حال کو واضح طور پر ذہن نشین کر دیتے ہیں : اسی طرح باغات کے مختلف فوٹو دئے ہیں ، تا کہ جنہوں نے کشمیر کو نہیں دیکھا ، وہ ان تصاویر کے پس منظر میں ، شعرا کے منظومات سے پورا استفادہ کر سکیں :

خاص کشمیر پر کہے ہوئے اشعار کا ذخیرہ ، پہلی جلدوں میں اگرچہ بہت کچھ جمع ہو گیا ہے ، لیکن اس جلد میں جو کچھ درج ہے ، وہ نہ فقط وسعت ذخیرہ کے لحاظ سے اگلے مواد سے کہیں زیادہ ہے ، بلکہ

ایک لحاظ سے بہت اہم بھی ہے ، کیونکہ فارسی کے تین بڑے شعرا کی تخلیقات بیک وقت سامنے آگئی ہیں . قدسی ، کلیم اور منیر نے کشمیر پر طویل مثنویاں کہی ہیں ، جن میں ہر ایک نے اپنے اپنے کمالات ، قوت مشاہدہ کے جوہر ، اور ساتھ ساتھ قوت بیانیہ کے انداز دکھائے ہیں . ناظرین کو ایک ہی وقت میں ان شعرا کے فن اور کشمیر سے متعلق ان کے احساسات دیکھنے اور پرکھنے کا موقع مل رہا ہے .

* * * * *

خاص کشمیر پر کہی ہوئی منظومات ، جو گذشتہ جلدوں میں درج کی جاچکی ہیں ، یا اس جلد میں جمع کی گئی ہیں ، ان کے حجم کو دیکھ کر واضح ہو جاتا ہے کہ ، فارسی ادب میں اس خوش قسمت خطے سے متعلق ، جتنا کچھ کہا گیا ہے اور جتنا کچھ اس کو سراہا گیا ہے — جہاں تک راقم کی معلومات ہے — کسی اور سر زمین یا ملک کے لئے نہیں کہا گیا : کم از کم فارسی ادب میں یہ مرتبہ اور مقام کسی اور ملک کو حاصل نہیں ہو سکا ہے : مشرق کی دوسری زبانوں کے ذخیرہ ادب میں بھی ، یقین ہے کہ ، کسی ایک خطے سے متعلق ، اس افراط کے ساتھ منظومات ، کہاں تصنیف ہوئی ہونگی !

کشمیر پر کہی ہوئی تمام منظومات کو اگر یکجا کیا جائے تو ، یہ ذخیرہ حجم کے لحاظ سے ، حضرت شیخ سعدی کے پوری ادبی تخلیق اور اثاثے سے ، یقیناً دوگنا ہو جائیگا . ظاہر ہے کہ یہ افتخار دوسرے کسی مقام اور منزل کو ، کہاں نصیب ہے !

* * * * *

راقم کے اس تذکرے کی آخری جلد ، جو سلسلہ شعراء کشمیر کی پانچویں

جلد ، اور حرف (ن) سے (ی) تک کے شعرا پر جاوی ہے ، عنقریب شائع ہو رہی ہے . تاریخی جدول ، پہلی جلد سے متعلق تصاویر ، فہرست مصادر ، اور مختلف قسم کے مفصل انڈکس ، اسی آخری جلد میں شامل کئے گئے ہیں .

* * * * *

فارسی گو شعراء کشمیر کی جمع آوری کا کام ، جو راقم نے گذشتہ سال شروع کیا تھا ، خدا کا شکر ہے کہ اس سلسلے کی یہ چوتھی کڑی ، اور میرے اپنے تالیف کردہ تذکرے کی یہ تیسری جلد ، بخیر و خوبی اتمام کو پہنچ رہی ہے . مجھے خوشی اور اسپر افتخار ہے کہ کتاب کا یہ حصہ بھی ، اعلیٰ حضرت محمد رضا شاہ پہلوی شاہنشاہ آریا مہر اور علیا حضرت فرح پہلوی شہبانوی ایران کی تاجگذاری کے عظیم اور تاریخی موقعے پر بطور یادگار ، شایع کیا جا رہا ہے . موقع اگرچہ عظیم اور یادگار حقیر ہے ، لیکن کیا کیا جائے ، اپنی جھولی میں یہی کچھ پونجی تھی .

ز مدح شاہ ، بود خامہ را زباں کوتاہ

فغان کہ ، قصر بلند است و ریسمان کوتاہ

ز کنگر شرف و پیش طاق اجلالش

کمند دانش ما سست و ریسمان کوتاہ

— سید حسام الدین راشدی

کراچی

۵ اپریل ۱۹۶۸ ع

تذکره شاعران کهن



۱۷۵- فانی، شیخ محسن کشمیری

● عمل صالح : فانی، شیخ محسن کشمیری، جلوه سنج حسن کلام است و مانند دهم در کشمیر صاحب مقام . شاهدان معانی را با حسن وجوه بر صفحه بیان جلوه میدهد، و سر انگشت قلمش عقده از سر رشته معانی به نیکو ترین وضعی میکشاید . فکرش آرائش ده دیوان سخن است، و کلکش چهره آرائی بتان معنی . فیض اندوز کمالات طبعی و الهی بوده، اوج گرای جمیع علوم است .

و شاعری دون مرتبه آن والا فطرت است، چون بعض اوقات بفکر شعر میپردازد و طره اشعار را بشانه قلم میطرزاد، لاجرم نام آن عالی مرتبت، در جرگه شاعران بقلم آورد . از دیوانش این ابیات — که دیوان دستور سخن اند — درین دفتر ایراد نموده میآید . و چون غنی نام از شاگردان مولانای مذکور خالی از نشاء فیض نبود، و گفتارش کیفیت خاص داشت، چند بیت از زادهای طبع او، نیز درین صحیفه پذیرای نگارش میگردد (۱) . از جمله اشعار ملا محسن . ابیات :

آب میشد، اگر این آئینه، جوهر میداشت (۲)	تاب دیدار تو آورد دل، و منفعلم
پیش ارباب صفا، اظهار جوهر میکند	مصحف روی تراء، آئینه از بر میکند
خط کتون بر روی او، عرض مکر میکند	گرچه خوبیهای حشش، گفت کاکل، درقفا
معنی این نکته، حل شد، از کف دریا ترا (۳)	دست ارباب کرم، چون کیسه مفلس، تهی است
یعنی، از صومعه محراب، جدا نتوان کرد (۳)	نقش ابروی تو، محو از دل ما، نتوان کرد
دعوی همدی اهل صفا، نتوان کرد	دل آئینه، چو آئینه نگردد، روشن

۱- اینجا ده بیت از غنی دارد .

۲- همیشه بهار و مجمع النفائس و گل رعنا دارد .

۳- همیشه بهار دارد .

همه بردند آرزو، در خاک خاک، دیگر چه آرزو دارد (۱)
 در امل سرگرم بودن بی نیازان را تب است بدنها تر، بر لب از تبخاله، حرف مطلب است (۲)
 (ص ۴۱۶)

● تذکره نصرآبادی : فانی کشمیری ، خوش طبیعت است . این بیت

ازوست :

ما خود از ضعف ، بکویش نتوانیم رسید یاد ما گر نکند کس ، ز فراموشی نیست
 (ص ۴۲۷)

● کلمات الشعرا : شیخ محسن فانی ، استاد غنی. از اکابر کشمیر صوفی مشرف بود . و از مصاحبان دارا شکوه . دیوان ترتیب داده و مثنوی نیز فکر کرده . دو بیت ازو بخاطر است :

(ص ۱۴۲)

● تذکره شعرای متقدمین : شیخ محسن فانی ، استاد غنی بود . از اکابر کشمیر، صوفی مشرب و از مصاحبان دارا شکوه . دیوانها و مثنویها خوب دارد .
 (دو بیت دارد ۲)

● مرآة الغیال : شیخ محسن فانی ، اصلش از کشمیر است . فاضل متبحر و صاحب جاه و پاکیزه روزگار و خوش گو و خوش صحبت بوده . و حکام کشمیر بخانه اش میرفتند .

چند روز در صوبه اله آباد خدمت صدارت داشت و مرجع خاص و عام آن دیار بود . صاحبقران ثانی توجه تمام بحالش مرعی میفرمودند ، اما چون فتح بلخ بر دست سلطان مراد بخش اتفاق افتاد ، و نذر محمد خان

۱- مجمع النفائس دارد .

۲- صبح گلشن دارد .

تخت نشین آنجا جریده بگریخت، و اموال وی ضبط شد، در کتابخانه اش — دیوان شیخ محسن — مشتمل بر مدح خان مذکور، یافتند. ازان روز از نظر پادشاه افتاد و بی منصب شد، و از خدمت صدارت معزول گردید. اما سالیانه فراخور حالش مقرر گشت.

بعد ازان تا آخر عمر از کشمیر بر نیامد همواره بدریس و افاده اشتغال داشتی، و اکثری از شاگردانش ساده رو بودند. در میان باغچه حویلی نشیمنی مربع با حوض سنگین ساخته — حوض خانه — نام کرده بود، و هنگام نصف النهار در آنجا مینشست، و یک یک شاگرد بنوبت بجهت سبق میرفت.

گویند: شیخ را نا یکی از لولیهای کشمیر که — نجی — نام داشت و در غایت رعنائی و نهایت حسن و جمال بوده است، دلبستگی تمام بود. از اتفاقات هم دران ایام ظفر خان ناظم کشمیر نیز تعلق پیدا کرد، و هر چند او را بنقد و جنس فریب داد، خاطر بجانب خود مایل نیافت. آخر از واسوختنهای غزلی در هجو نجی (۱) و شیخ محسن گفته، شهرت داد. این دو بیت ازان جمله است:

خفته را بیدار سازد یاد دامان نجی مرده را در جنبش آرد بوی انبان نجی
لثه حیض نجی، شد شمله و دستار شیخ رشته تسبیح او، شد بند تنبان نجی

در ابیات دیگر نیز فحش صریح آورده، چنانچه ایراد تمامی ابیات در اینجا مناسب ننمود. چون این غزل بشیخ رسید، بنا بر ملاحظه حکومت ظفرخان،

۱- بقول مفتاح التواریخ (۲۷۵) و صوفی (۲) (بجی نام داشت. این حکایت درست معلوم نمیشود زیرا که محسن فانی اگر ب سمر خان بهم خوردگی داشت، چرا در غزل توصیفش میکرد. رک: تحت فانی و معاصران او در صفحات آینده.

ناشنیده انگاشت و خاطر بجواب آن فرود نیاورد .

رحلت شیخ در سنه هزار و هشتاد و یک (۱۰۸۱ هـ) اتفاق افتاد . این چند بیت از قصیده وی = که در مدح شاهجهان پادشاه گفته — خالی از لطفی نیست . اکثر الفاظ هندی در آن درج نموده ، و بطریقی آورده که زبینه و خوشنما ست :

زیبیدار طوطی ، بجای پر ، بر آرد برگ بان
کو نیارد کس ، متاع سرمه را ، از اصفهان
نیست طوطی را بجز کلیان ، چو بلبل در زبان
زیبیدار ، قمری ز طوق خویش ، بنده آشیان
لاله می بنده حنا ، چون گل ، بیای باغبان
قا تواند شد ، حریف شاهد هندوستان
شد همه ، صحن زمین ، همرنگ بام آسمان
گلستان لاله را ، از سرمه پر شد ، سرمه دان
لیک نبود در چمن ، چون سبزه ، کس رطلب اللسان
دور نبود ، گرز حیرت غنچه را ، و اشد زبان
جدول زنگار دارد ، صفحه آب روان
نرگس ، از بهر نثار ، ثانی صاحبقران
گوشه باغ جهان ، شد رشک گلزار چنان
بر سرش ، تا سایه بال هما ، شد سائبان
بسته ، گردون هم کمر ، در خدمت از کبکشان
همت از حاتم گرفت و عدل از نوشیروان
شد ز دود مطبخش ، آباد چندین دودمان
میکشد در چشم دشمن ، سرمه از میل ستان (۱)
(ص ۱۶۶-۱۶۸)

نوبهار آمد ، بسیر گلشن هندوستان
چشم مردم ، از سواد هند ، روشن میشود
در چمن ، هر صبح مینا بر کند ، راگ بستت
بسکه دارد در چمن ، میل گرفتاری بسرو
چینه میگیرد چو نرگس ، دست گلچین را بزر
شب ز شبنم هار چنبیلی ، بگردن آفگند
باغ و صحرا ، سبز شد ، از فیض ابر نوبهار
چشم نرگس ، از سواد هند ، روشن میشود
گرچه گلها ، هم غزلها خوانده ، در وصف بهار
بسکه سوسن میکند ، با ده زبان ، وصف چمن
تالاب جو ، سبز شد از فیض ابر نوبهار
سیم و زر را ، وام میگیرد ، ز چنبیلی و بیل
پادشاه قدردان ، شاه جهان ، کز فیض او
از هوای گرم ، در هندوستان خود بک نیست
نیست تنها ، بار بردار وقار او ، زمین
جزیه از کافر گرفتن ، پیش او ، چون فرض بود
هیچکس ، از سفره احسان او ، بی بهره نیست
در زمان دولتش ، نبود عدو هم بی نصیب

● همیشه بهار : عارف معارف ربانی ملا محسن فانی از اکابر کشمیر بود . مصاحب پادشاه زاده بلند اقبال دارا شکوه خلف شاهجهان پادشاه بود و

چندی بخدمت صدارت صوبهٔ اله آباد مامور بود . به سببی از اسباب ، بی منصب شد و سالیانه در خور معاش او مقرر گشت . و باز تا آخر عمر از کشمیر بر نیامد .

در عالم شعر ، فکر بلند و طبع رسا داشت . اکثر غنچه‌گیان عرائس مضامین را ، به نسائم شمائم زبان معجز بیان ، رنگین و شاداب تر ، بشگفتن می‌آورد ، و دامن گل‌های سخن ، بسمع سامعان می افشاند . جامع کمالات طبعی و الهی و منطوق و معانی بوده . شاعری نقصان آن والا گوهریست ، چون بخیال شعر سر می‌پرداخت و صاحب دیوان است ، لاجرم نام آن برگزیدهٔ الهی را ، در زمرهٔ این فرقه بقلم آورده . این چند بیت از اشعار آن معنی نگار است :

سرنوشت ما ، چو کلک تیغ آن دلبر ، نوشت	بر بیاض گردن ما ، حرف ترک سرنوشت
در بیاض حسنت ، ابرو مطلع برجسته ، بود	خط پشت لب ، برابر مطلع دیگر نوشت
موی مفید ، خندهٔ صبح اجابت است	گشتیم پیر ، بر در او ، تا دها رسیده
با دهانت ، چنان کنم ، نسبت	دهن فنچه را ، که بو دارد
وصف موی میسان او (فانی)	چه نویسد قلم ، که مو دارد

(خطی - چهار بیت دیگر دارد)

● تاریخ اعظمی : شیخ محمد محسن فانی ، از اکابر کشمیر است . از بنی اخوان حضرت جامع‌الکمالات شیخ یعقوب صرفیست . فن شعرش غالب آمد و بشهرت علمی ، باریاب مجلس پادشاهزاده دارا شکوه شد . و صدارت کشمیر یافت (۱) . مرجع اصابت و اکابر بوده . شاگردان بکمال داشت . چون رحلت فرمود — در صحن بیرون خانهٔ خود در جوار سید (۲) — در سال

۱- صدارت اله آباد یافت نه صدارت کشمیر .

۲- در نزدیکی خانقاه دارا شکوه (ملا شاه) مدفون است . (دیوان محسن از تیکو ص ح)

هزار و هشتاد و دو (۱۰۸۲ھ) آسود .

از اشعار آبدارش این چند بیت است که مرقوم میشود فانی تخلص (۱) میکرد : (۲)

تاریخ وفات شیخ محمد محسن را چنین یافته اند :

رفته فانی بمالم بانی (۳)

۱۱۸۲ھ

در مرض موت بتوبه و استغفار برفت و ندامت بسیار توفیق یافت .

(۱۷۰۰)

● **رباعی الشعراء :** شیخ محسن فانی ، از فضیلتی کشمیر بوده . غنی از تلامذه اوست . دیوانش قریب به پنج هزار بیت است ، اما شعر بلند به ندرت دارد . این بیت ازوست :

● **مجمع النفايس :** شیخ محسن فانی ، از اکابر کشمیر و در فضل و کمال شاگرد ملا صرفی کشمیری است . خیلی اهل کمال از دامن تربیت او برخاسته اند . مثل طاهر غنی و حاجی اسلم سالم .
 جمیع امرای عهد شاهجهانی تعظیم و تکریم او داشتند . مصاحب سلطان دارا شکوه بود ، و خرقه درویشی از جناب شیخ محب الله اله آبادی (۴)

۱- شاهی و سلطانی نیز تخلص کرده است :


بسکه مدح پادشاه و شاهزاده گفته اہم گاه (شاهی) شد تخلص گاه (سلطانی) مرا

۲- بعد ازین ده شعر ثبت است .

۳- این بیت از فانی است که ازان تاریخ یافته اند .

۴- دانشمند متبحر از مشاهیر علمای صوفیه . در علوم ظاهر و باطن سرخیل امثال و اقربان خود

بود . وطن اصل او قصبه سیدپور توابع خیرآباد من مضافات اوده است . نسبتش بحضرت

عمر فاروق (رضی الله عنه) بوساطت شیخ فرید شکرگنج میپیوند و دست ارادت بشیخ 

— که ثانی شیخ ابن عربیست — گرفته . چنانکه در یکی از مثنویات خود موزون نموده .

بسبب برهمزدگی ظفرخان. — که صوبه دار کشمیر بود — بندهلی آمده فروکش کرده . شعر بسیار خوب میگفت . دیوانی دارد قریب شش یا هفت هزار بیت که هر غزل کم و بیش از هفت بیت نیست . با مفید بلخی (۱)

ابو سعید گنگرهی داده ، خرقة خلافت حاصل فرمود . تحقیقات و تدقیقاتش در علم تصوف برتبه اجتهاد رسیده ، بلکه میزد که شیخ عی الدین ابن عربی را شیخ اکبر و ویرا شیخ کبیر گویند .

او را تصانیف عمده در حقایق و توحید بسیار اند که آنرا خزینه دقائق و گنجینه حقائق اسرار الهی توان شمرد . از جمله تصانیف او — که مشهوراند — بدلیل مذکور میشوند :

- | | |
|----------------------|-----------------------|
| (۱) شرح فصوص عربی | (۲) شرح فصوص فارسی |
| (۳) رساله هفت احکام | (۴) غایة الغایات |
| (۵) مقالات عامه | (۶) سرالخواص |
| (۷) عبادة الخواص | (۸) طرق الخواص |
| (۹) عبادة اخص الخواص | (۱۰) مناظر اخص الخواص |
| (۱۱) رساله تسویه | (۱۲) رساله سه رکنی |
| (۱۳) رساله وجود مطلق | |

نهم رجب سال هزار پنجاه و هشت (۱۰۵۸ هـ) مجری، قریب غروب آفتاب، آن آفتاب عالمتاب در پرده عدم متواری گشت . مزار شریفش در اله آباد زیارتگاه ارباب بصیرت است . (زحمان علی ص ۱۷۵)

۱- ملا مفید بلخی وفات (۱۰۹۰ یا ۱۰۸۵ هـ) رک : نصرآبادی ۴۴۱ صدیق حسن خان ۴۱۲ صبا ۶۴۳ - قدرت ۶۴۴ بمهد شاهجهان وارد هند شد و در ملتان وفات یافت . تاریخ وفات او بطریق تمهیه گفته اند :

مرد مسلا مفید، در ملتان
برکشید — آه — و سال تاریخش

این سخن چون بگوش (سرخوش) خورد
گفت : مسلا مفید بلخی مرد

$$۱۰۹۱ = ۶ - ۱۰۸۵$$

۶

(مفتاح التواریخ ص ۲۷۷)

معاصر بود. صحبت هم نابرابر شده، لهذا مفید هجو شیخ نموده، هر چند رتبه شاگردان شیخ بالاتر از مفید است. الغرض شیخ در فن شعر سرآمد است. ازوست:

چو شمع سوخت درون، وز برون گذاخت مرا	اگر چه، آتش عشق تو، زنده ساخت مرا
که هر که تازه رسید از عدم، شناخت مرا (۱)	چنان بفکر دهان تو، روشناس شدم
شد زهر سو جمع، اسباب پریشانی مرا	زلف، بر رخسار و کاکل بر قفا، افکنده است
دوخت برتن جامه، از پاکدامانی مرا	از گریبان هوس، کوتاه بود دستم، که عشق

فقیر آرزو مصرع اول را چنین بهتر میداند:

از گریبانم، بود دست هوس کوتاه، که عشق

در چمن لاله، نگهبارد اگر، جای مرا	داغ سودای تو، از شهر بصحرا، ببرم
لیک و همت میکند یک خواب را، تعبیرها	غافل از حق بودن و غافل ز خود بودن، یکی است
اگر گناه نوید کسی، بگردن ما (۲)	بقتل عام، بر آر از نیام، تیغ ستم
که یوسف، سرمه از خط میکشد، چشم زلیخا را	چنان در آخر حسن تو، عشق من شود زائل
که: فیض شنبه مستان بود آدینه ما را	بهم از خوشدلی، طفلان زمکعب رفته میگویند
بیهوده زهد خشک کسی شد فرو چرا	تسبیح و شانه، نیز خریدار نیستند
میتوان ارزان خریدن جنس واپس داده را (۲)	دل به پیش من فگنده، گفت در گوش رقیب:
بی بهره نیست هیچکس از فیض عام ما	دشمن بطن و دوست بتعریف ما، خوش است
آبله پسا رواج قبله نما را (۳)	در نظر رهروان کوی تو بشکست
بسکه نشان کس نداد راه خدا را	خود بخود افتاده ایم، در طلب خود
که بعد مرگ، نه بیند کسی بخواب مرا	چنان بزندگی، از چشم مردم، افتادم
کس نه بیند از در نکشوده، فتح الباب را	همچو زاهد، چند داری در نظر محراب را
شانه، در کار نبود، طره دستار را	حسن مرد، از تهمت اسباب آرائش پری است
چون فسونگر، کس نمی فهمد زبان مار را	معنی پیچیده را، (فانی) که در یابد، چو ما
گر صد هزار عیب بود، یک هنر بس است (۳)	در شست و شوی دامن تر، چشم تر بس است

۱- گل رعنا و نتایج الافکار و صبح گلشن دارد.

۲- گل رعنا و صبح گلشن دارو.

۳- گل رعنا دارد.

دستم مگر، به بند قبای، رسیده است (۱)
 کز گرد راه آبله پسای، رسیده است
 مصحف روی بتان: خم حاجت تفسیر داشت
 ببساخت آنه جاری جز آب آهن نیست
 آب و هوای دیده و دل، هم بها نساخت
 یک دل متاع داری و یک دلستان بس است (۲)
 یعنی بیک گزیده، دل من، دو کار ساخت (۲)
 این پیرهن، چو جامه یوسف، در پند نیست
 بیکر ما، کم ز چینی خانه فغفور نیست
 خواهد دید سبز، ز خاکم، شتاب چیست
 کرد نام خود سلیمان مور و در خاتم نوشت
 آرزوهای که، شبها در دل مجنون گذشت
 سابقی که، درین مجلس، و پیمانہ کدام است
 میگ، برای صید روبه، کم ز شیر بیشه نیست
 واجب العرضی، بزلف یار میباید نوشت
 شکوه اهل زمین، با آسمان، باید نوشت
 مضمونش آنکه، راه هوس را نهایی است
 نکته دانی، سهل باشد، قدر دانی مشکل است (۱)
 یک پای ما، بگردش و یک پای، در گل است
 تا بنای گنبدی، بر تربت مجنون کند
 ماه نو، دیوانه را، شور جنون افزون کند (۳)
 می پرستانیم، وقت سجده ما، دیر شد
 خوبان، باعتقاد خود از ما بریده اند (۱)
 یا همین محض، گفستگسو دارد
 دامن ما، هر که میگیرد، بجای میرسد
 برنگ سایه، برگرد سر دیوار میگردد
 بخون بلبل و پروانه متهم باشد

آید همیشه، بوی گل، از آستین مرا
 اشک مرا بهادیه، مجنون چو دیده، گفیت:
 شهرت دیوان (فانی) در جهان بیسود نیست
 صفای اهل دل، از فیض آجوه ذاتیست
 (فانی) ز اشک و آه، فزون گشت، درد عشق
 (فانی) دکان عشق، بهر کوچه، و ما مکن
 بیگانه گشت از من و بسا دوست آفینا
 بر تن، لباس کهنه ناموس، تا یکی
 بسکه طاق دل، پر است از کاسه های آبله
 از تیغ خط، بکشتن من، اضطراب چیست
 از لبش خط سر کشید و سر کشی از سر نهاد
 بساعت بیداری لیلی شد، از تاثیر عشق
 از نشأ چشم تو، شدم مست، و ندانم
 نفس هم، بر عقل غالب میتواند شد، چو عشق
 بر جبین سدی، ز بخت تیره مپاید کشید
 قاصدان آه و حسرت، صبح راهی میشوند
 خطی، بدور عارض خوبان، نوشته اند
 پیش ما تعظیم دانشور، به از دانشوری است
 (فانی) سلسوک راه چو پرکار میکنیم
 گرد باد آمد که، جا در گوشه هامون کند
 زخم تیغ، کی تواند برد سودا، از سرم
 آفتاب باده، کرد از مشرق مینا، طلوع
 از دیده رفته اند، و بدل، جا گرفته اند
 معنی هست، شور بلبل را
 خار هم، از دولت ما، در گلستان راه یافت
 سیه روزی، که شبها گرد کوی پار، میگردد
 کسی که عارض گل شست و روی شمع افروخت

۱- گل رعنا و صبح گلشن دارد .

۲- گل رعنا دارد .

۳- گل رعنا و نتایج الافکار و صبح گلشن دارد .

مسگر، بر من دل دریا بسوزد
 بسید را غیر سایه، بر نسبوسد
 ورزه، تنهای ما، بیشتر از عنقا بود
 طمع باده، کس از شیشه ساعت نکند (۱)
 هر کرا نامه سیه نیست، شفاعت نکند
 همچو آتش، تا دم مردن، جوانی میکند
 چشم او را، باده در خراب ابرو، داده‌اند
 از خیالش، درو دیوار، مصور میشد
 زنده میگشت، گراین حرف، مکرر میشد
 خواهد همین فسانه، جهان را بخواب کرد
 مارا، همان پیاله اول، خراب کرد
 گوید که: از تو میشوم! اما نمیشود
 که کار جوهری، از شیشه گمر، نمی آید (۲)
 نردبان عالم بالا، جز این بالا نبود
 آخر درین بهار، بگل، هم هوا رسید
 که ناز میفروشان را، دل ما، بر نمیدارد (۳)
 روی او را، هر که میبیند، قلندر میشود
 جز شیشه می، در شب مهتاب نباشد (۴)
 که آتش، هم پس از مردن، ز خاکستر کفن پوشد
 که در خاکستر، اشگر رنگ خاکستر، نمیگیرد
 باد فنا، چو میوزد، آب بقا چه میکند
 تا شمع شیشه، روشن در انجمن نگرده
 تا رشته حیاتم، تبار کفن نگرده
 که: نخل دار، هم در موسم خود، بار میآرد (۱)
 مشک را بخت سیه، باز بتاتار برد

فقیر آرزو در مطلع تصرف کرده شاید پسند صاحب طبعان افتد:

مشک را طماع برگشته بتاتار برد
 برای او، قفسی به ز آشیان نبود (۱)

ز همچشان، نسدارم چشم یاری
 عمر مجنون، بخت تیره گذشت
 شهرت بیمده، مارا بزبانها افگندند
 آسمان، تیره درونست، ازومهر، مجو
 زلف او، روز قیامت زاسیران (فانی)
 هر که (فانی)، در لباس خاکساری، پیر شد
 تا تواند، شیشه ناموس اهل دین شکست
 عشق آرزو که، تعمیر دل ها، بنمود
 (فانی) از لعل تو، یک حرف، شنید و جان داد
 مردیم، و قصه سر زلفت، نشد تمام
 اهل نشاط، دور باخر، رسانده اند
 (فانی) همیشه آن بت بیگانه خوی من
 بیک دو آبله، همچشم دیده، دل نشود
 از غم بالای خوبان، کار ما، بالا گرفت
 از آه عندلیب، بر افرورخت چهره اش
 بفصل لاله، باید سرخوش از خون جگر، بودن
 از نم پوشی، نه تنها میزند آئینه ام
 شمع که، شود روشن ازو، مجلس مستان
 لباس آن جهان، جز خاکساری نیست، مردان را
 دل روشن ز خاک تن، غباری بر نمیگیرد
 در پی آب زندگی، هر تلف مکن چو خضر
 شبهای ماه، مستان دیدار هم نه بینند
 از جامه خانه عشق، پیراهنی نپوشم
 سر منصور، میگوید باواز رسا، هر دم
 بوی زلف تو، اگر باد، ببازار برد

باد اگر، نکبت زلف تو، ببازار برد
 ز دام منت صیباد، میرمد (فانی)

۱- گل رعنا و نتایج الافکار و صبح گاشن دارد .

۲- گل رعنا دارد .

چشمه خضر شد و آب بقا پیدا کرد
 میکشان آئینه از خشت سر خم میکنند (۱)
 در حریم عافیت، بر پشت خوابیدن بود (۱)
 شعر گفتن پیش شاعر، به ز فهمیدن بود
 دل، ز ما بردن، چراغ کعبه دزدیدن بود
 شیشه‌های باده، خالی کرد، و سوی خم دویده
 یعنی از شوق، زدم بوسه به پیغامی چند
 نماز صبح و شام من، قضا شد
 که بوی گل، مرا از گوشه دستار می آید
 چون غنچه، تا بهار دگر، فکر در کنیم
 گدای می‌کند بودیم، میفروش شدیم (۱)
 چوشم، آخر شب عاقبت خموش شدیم
 بر زمین، چرن سایه بال هما، افتاده ایم (۱)
 چو صبح صادق از آئینه گیتی نما کردی
 تا جانشین سایه دیوار خود شوی
 بود در گوشه آن بزم، ترا هم جای (۱)
 (۲۸۰ الف - ۲۸۱ الف)

خوض آئینه، ز عکس لب شیرین دهنان
 از صفای باده، گردد جوهر هرکس، عیان
 رو نیاوردن بکس، از بهر این دنیای دون
 بسکه نافهمیده، نتوان یک سخن فهمیده، گفت
 چشم مستش را بگو (فانی) ز روی احتساب :
 زاهد از بس دشمنی دارد بها، در بزم می
 نامه از تو رسیده، و بهوس بوسیدم
 نه کاری کرده ام، اول نه آخر
 هوای باغ حسنت، آنچنان در خاطرم، جا کرده
 کردیم صرف باده، چو گل، هر چه داشتم
 چه دولتست که، یکباره رو هما آورد
 فسانه های ترا، چون ز ما کسی نشنیده
 بسکه در عالم، سری شایسته دولت نبود
 نباید از صفای سینه، کز پیش کسی، دم زد
 افتاده باش، و پای بهر سو، دراز کن
 از جهان، گوشه گرفتند عزیزان، (فانی)

● گل رعنا: فانی، شیخ محسن از اکابر کشمیر است، و در فضل و کمال
 و شاعری عدیم النظیر. کسب فنون از ملا یعقوب صرّفی کشمیری — که در
 حرف الصاد گذشت — نمود، و بعد تکمیل تحصیل، بدرگاه صاحبقران ثانی
 شاهجهان رفت، و بخدمت صدارت صوبه اله آباد امتیاز یافته به اله آباد
 شتافت، و مرجع خاص و عام آن دیار شد. و خسرقة ارادت، از شیخ
 محب الله اله آبادی صاحب — رساله تسویه — پوشید.

چون صاحبقران ثانی افواج قاهره را فرستاده بلخ را تسخیر کردند، و
 نذر محمد خان والی بلخ گریخت و اموال او بضبط درآمد، از کتابخانه اش،

— دیوان شیخ محسن — مشتمل بر مدح خان مذکور بر آمد ، بنا بر آن از نظر پادشاه افتاده ، بی منصب و از صدارت معزول گردید ؛ اما مراحم پادشاهی بسالیانه فراخور حال او را کامیاب ساخت ؛

و او بکشمیر رفته در کمال اعتبار بسر میبرد ، حکام کشمیر بخانه اش میرفتند . شیخ همواره اوقات را ، بتدریس معمور میداشت . صاحب کمالان بسیاری از حاشیهٔ محفل او برخاستند ، مثل مجد طاهر غنی و حاجی اسلم سالم (۱) . شاعری دون مرتبه اوست . رحلت او در سنه احدی و ثمانین

۱- رک : سالم در تذکرهٔ شعرای کشمیر اصلاح چاپ نگارنده ص ۱۵۵ صاحب گل رعنا گوید که آقا ابراهیم فیضان شاگرد اسلم بود . شرح حال است :

آقا ابراهیم دهلوی پسر آقا مجد حسین ناجی — که در حرف النون خواهد آمد — فیضان الهی داشت و جولان لامتناهی . نظم و نثر دلاویز بکرسی مینشاند و خط نستعلیق در نهایت خوبی مینوشت ، و اصلاح سخن از اسلم سالم کشمیری میگرفت . دیوان مختصری دارد و او را در علم موسیقی ذوق خاص بود و خود هم بسیار خوب میخواند .

وفات او در سنه اربع و عشرين و مائه و الف (۱۱۲۴هـ) بمرض سل و دق واقع شده ازوست :

میان ما و نازش، قرحمان، تیغ دو دم باشد
 مرا پردل رسد زخم و ترا چین جبین افتد
 از گرانجانی خود، چند خورد سنگ کسی
 هر جا، فتاد سایهٔ من، شد قفس مرا
 برون از سنگ، آتش دشمن سنگ آمده است اینجا
 جام می را، چشم پر آشوب، میدانیم ما
 سیاه گوش شود، آهسوی بیابانها
 چون موج، بود جادهٔ ما، همسفر ما
 هست تخت چتر، سنگ آسیا این دانه را
 خضر هم، در سفر عمر دراز است اینجا
 کم تفاوت، دارد از دوران سر، دوران ما
 چوسوزن میشود صدجاده طی در هر ضراغ اینجا

ستم، فهمد زبان غمزه خونریز، قاتل را
 نبود از شیوهٔ ظلم، این قدرها، چشم یکرنگی
 بی تو تا چند بسازد، بدل تنگ کسی
 شد چاک بسکه سینه، ز زخم هوس مرا
 کند قصد پدر، ظالم چو یابد دست قدرت را
 بزم عشرت، تیره بی محبوب، میدانیم ما
 ز تیره بختی ما، گسر حکایتی شنود
 دیگر نوان یافت درین دشت، اثر ما
 بشکند آن سر، که خواهد افسر شاهانه را
 از که پرسم، ره منزل گه آسایش را
 بی دماغی، فرصت آسودن خاطر نداد
 شما را، نقش پا در وادی الفت، نمیباشد

و الف (۵۱۰۸۱) واقع شد: دیوانش قریب شش هفت هزار بیت باشد؛
خان آرزو انتخابی زده در تذکره خود درج کرده، این اشعار از آنجا بر چیده
شد:

(۲۶ بیت دارد ۹۰۵-۹۰۶)

غرور برق، در هردانه باشد، چون سپند اینجا
عینک چشم دل است آئینه زانوها
بر گرد شمع گل، شده پروانه ایسم ما
یا گلاب افشانی بر فتنه خوابیده است
خاک نتوان کرد در چشمی که او را دیده است
رشته کوتاه بآب سبحة و زنار نیست
گردش چشمی که، امشب در خیال ما گذشت
تا گل ما، رفت بر دستارها، افسرده شد
نهان چون جوهر آئینه چینی، در جبین دارد
موج همچون جوهر آئینه زیر آب ماند
جهانی، شمع ره، از آتش این کاروان دارد
که چون گرداب راه در میان کاروان گم شد
چون نار سبحة، در دامگاه، کار نه کرد
صبیر از ملک خدا برداشتند
رفته است رنگ چهره، مبادا خیر دهد
گر خورد سنگی بمن سنگ ترازو میشود
شیشه ما را، ز سنگ سرمه، پیدا کرده اند
درد از می بیشتر دلچسپ مینا میشود
همچو دریا، از کف خود، پنبه در گوشم گزار
که گردد باز، چون گنبد، صدای لیل از گوشم
فرصت نمیدهند که، دل را خیر کنم
زمجنون سنگ پنهان کرده است این طفل حیرانم
حباب آسا، درای بسی صدا، در کاروان دارم
تهی از خویش باش و آستین دست قدرت شو
(۹۲۱-۹۲۲)

توانای نباشد شرط، در جولانگه همت
شمع فیض است، بفانوس تفکر، روشن
وقت بهار رفته و دیوانه ایسم ما
این عرق از گرمی مجلس، ز رویت میچکد
در محبت صیقل آئینه بیدری بود
نقص همت را، در اهل کفر و ایمان، باریست
گرد باد سرمه خواهد کرد مشت خاک ما
سرفراز دهر گسردیدیم و دل افسرده شد
بقتام کینه در دل، ساده روی نازنین دارد
بسکه بحر از حیرت رویش ز پیچ و تاب ماند
چو صبح، از سینه صافان بعد رفتن فیض میماند
چه جام بیخودی، دور فلک کرده است، در کارم
کسی که، صد دل بیگانه را، شکار نه کرد
پرده از روی تو تا برداشتند
میتروسم، از شکایت اظهار درد دل
بسکه او را در جنون با عشق خود سنجیده ام
در ازل وضع خموشی، پیش ما، کرده اند
گرمی اهل نفاق از سینه صافان است بیش
ای خدا جوشی که، دل غافل شود از طعن خلق
من آن مجنون، بر گردیده بختم، این بیابان را
آید چو حکم عشق که، از خود سفر کنم
پرا دزدیده پار از من، دل خود را، نمیدانم
دل خالی ز فیض و عمر، چون آب روان دارم
ازین میخانه پا بیرون نه و سرمست قدرت شو

● **صحنه ابراهیم :** فانی ، مرزا محسن فانی تخلص : شاگرد ملا صرفی کشمیری است ، که در صحیفه صاد گذشته . بالجمله مردی درویش سیرت صاحب دل و در علم حکمت سند و کامل بود . در عهد جهانگیر شاه (۱) منصب صدارت صوبه اله آباد بری مفوض بوده . و بعد ازان بسبب مناسبت علم تصوف ، با شاهزاده دارا شکوه ، ربط خاص بهم رسانید : و شاهزاده مذکور کتب تصوف را ، از وی استفاده نمود .

هنگام اورنگزیب عالمگیر در سنه خمس و سبعین و الف (۱۰۶۵) فرج کنان بکشمیر رفت . ملا را بحضور خود خوانده ، بعطای خلعت خاص و دو هزار روپیه نقد مراعات کرد . و وظیفه درخور معاش وی مقرر ساخت .

ملا طاهر غنی کشمیری و حاجی اسلم سالم — اگرچه شاگرد به از استاد اند — اما از دامن تربیت او برخواسته اند . دیوانش دو هزار بیت خواهد بود . (۲۶۲ الف)

● **نتایج الالکار :** فانی ، گنجینه فنون نکته دانی ، شیخ محسن فانی ، که از اعیان کشمیر است ، و در فضل و کمال بی نظیر . تحصیل علوم و فنون از ملا یعقوب صرفی کشمیری نمود ، و طریق اصناف نظم ، بخوش تلاشی میپیمود .

و بجوهر ذاتی و صفاتی ، مستعد بارگاه شاهجهان گشته ، بخدمت صدارت صوبه اله آباد چهره اعتبار افروخت ، و بحسن خلق و سجیه رضیه ، در آن دیار مرجع خاص و علم گردیده . و خرقه خلافت از مولانا شیخ محب الله اله آبادی پوشید .

آخر به سببی ، از منصب و خدمت پایه عزل در آمده و از مراحم پادشاهی بتقرر سالانه معقول کامیاب شده بکشمیر رفت ، و در آنجا بنهایت عزت و احترام بسر میبرد : حاکم صوبه و اکابر شهر بملاقاتش میرفتند . اوقات گرامی پیوسته بشغل درس و تدریس مامور میداشت ، و از حلقه تدریس او اکثری از اهل کمال مثل ، ملا محمد طاهر غنی و حاجی اسلم سالم ، علم شهرت بر افراشتند . آخر الامر در احدی و ثمانین و الف (۵۱۰۸۱) از دار فانی بعالم جاودانی شتافت ؛ این چند بیت از کلام اوست .
(پنج شعر دارد ۵۴۱ - ۵۴۲)

● صبح گشن : فانی ، مجد محسن از خوش نوایان خطه دلپذیر کشمیر و در تلامذه ملا یعقوب صرفی کشمیری فاقد النظیر بود . ملا طاهر غنی و حاجی مجد اسلم سالم کشمیری کلام خودها پیش نظر اصلاحش میکشیدند ، و بتطفیل شاگردی وی ، در سخن سرائی برتبه استادی رسیدند .

و وی در اکثر علوم علم یکتائی می افراشت ، و بمنادمت و مصاحبت شاهزاده دارا شکوه ثروتی و عظمتی داشت ، تا آنکه از حضور شاهجهان پادشاه بمنصب صدارت اله آباد سرفرازی یافت . و در آنجا دست به بیعت شیخ محب الله اله آبادی (قدس سره) داده ، دل را بنور تصوف و معرفت تافت . چون بمشغولی امور صدارت و تصفیه دل ، دنیا بدین می آمیخت ، مسبب الاسباب برای صرف او از ظاهر سوی باطن ، سبب یکسوئی بر انگیخت ، که بعد تسخیر ملک بلخ و بخارا بر دست اولیاء دولت شاهجهانی و ضبط اموال و اجناس نذر مجد خان والی بخارا — دیوان فانی — متضمن قصائد مدحش ، از کتب خانه مضبوطه اش ، بنظر شاهی گذشت . و فانی بجرم مداحی مخالف ، از صدارت اله آباد معزول گشت . مگر بمراحم سلطانی بکفایت رعایت یافته .

در وطن از ترددات دنیه پاشکست و بمجاهده و ریاضت عزلت گزیده، در انزوا بر روی خلایق بست : لکن اکابر و اعظم کشمیر التزام کاشانه اش نمی گذاشته، و بکمال احترام بزمش گرم داشتند. آخر در سنه احدی و ثمانین و الف (۸۱۰۸۱) بسفر عالم جاودانی کمر بست : مثنوی لطافت بار — مصدر الاثار — و دیوان شش هزار بیت از وی یادگارست :

(۱۲ بیت دارد ص ۳۰۸)

● مفتاح التواریخ : شیخ محمد محسن فانی، از اکابر کشمیر و عالم و فاضل و صاحب جاه و پاکیزه روزگار و خوش طبع بود.

چند روز در صوبه اله آباد خدمت صدارت داشت : و صاحب قرآن ثانی توجه تمام بحالش مرعی میفرمود : هرگاه فتح بلخ بر دست سلطان مراد بخش اتفاق افتاد و نذر محمد خان تخت نشین آنجا جریده بگریخت و اموال وی ضبط شد، در کتب خانه اش — دیوان شیخ محسن — مشتملبر مدح خان مذکور یافتند. ازان روز از نظر پادشاه افتاده، بی منصب شد. و از خدمت صدارت معزول گردید. اما سالیانه فراخور حالش مقرر گشت :

بعد ازان تا آخر عمر از کشمیر بر نیامد، همواره بدرس و افاده اشتغال داشتی. دیوانی ترتیب داده، مثنویها خوب گفته.

گویند: شیخ را بایکی از لولیهائی کشمیر که — بچی — نام داشت، و در غایت رعنائی و نهایت حسن و جمال بوده است، دل بستگی تمام بود. اتفاقاً همدران ایام، ظفرخان ناظم صوبه کشمیر، نیز باوی تعلق خاطر پیدا کرد، و هر چند او را بنقد و جنس فریب داد، بخاطرش بجانب خود مایل نیافت. آخر غزلی در هجو بچی و شیخ محسن گفته شهرت داد. این دو بیت از آنجمله است :

خفته را بیدار سازد باد دامان بچی مرده را در جنبش آرد بسوی انبان بچی
لثه حیضی بچی، شد شمله دستار شیخ رشته تسبیح او، شد بند تنبان بچی
در ابیات دیگر، نام او صریح آورده. چون غزل بسمع شیخ رسید، بنا بر
ملاحظه حکومت ظفر خان، ناشنیده انگاشته خاموش ماند.

رحلت شیخ در سنه هزار و هشتاد و یک هجری (۱۰۸۱ هـ) اتفاق افتاده؛
چون تاریخ فوتش در نسخه بدست نیامده بود، مؤلف این دو تاریخ در
وفاتش گفته:

بیای سال فوتش را، چو خوانی محمد محسن مخدوم فسانی

چو نامش با تخلص همه مخدوم بر خوانی شود تاریخ فوت او: محمد محسن فسانی

۱۰۸۱-۳۹۱

۶۹۰

(۲۷۵)

● صوفی: ملا محمد محسن فسانی پسر شیخ حسن بن شیخ محمد. از
خویشاوندان شیخ یعقوب صرفی بود.
بعد فراغت یافتن از علوم متداوله، بمهند و ازانجا ببلخ رفت. و آنجا
خود را بدر بار حاکم آندبار نذر محمد خان رسانید، و قصائد غرا در وصف
خان مذکور سرود. بعد از چندی ازانجا باز گشت، و مقرب پادشاهزاده
داراشکوه گردیده بصدارت اله آباد فائز شد، و در آنجا از دست شیخ محب الله
اله آبادی خرقه پوشیده.

در سال (۱۶۴۵ع) کتابی — دبستان المذاهب — تالیف کرد. و بران
کتاب علمای آن وقت مخالف شدند و ویرا مرتکب ارتداد گردانیدند.
ولی بر نام مصنف کتاب اختلافی هم است. یک عده هست که محسن
فانی را مصنف — کتاب دبستان المذاهب — نمیپندارند. (۱)

پیر حسن شاه در — تاریخ حسن — نوشته است که :

— ملا محسن فانی . . . بعد تحصیل کمالات علوم عقلی و نقلی، اطراف و اکناف هندوستان را سیاحت نمود، و نیک و بد زمانه بسیار آزمود، و با هر ملت آشنائی کرده، تحقیقات حالات مذاهب و ملل بخوبی ساخته، کتاب — دبستان مذاهب — تصنیف فرمود . . . می آرند که در اوائل بمذهب آزاد بود و با هر ملت صلح کل میداشت، و مذهب حکما را وثوق میداد؛ اما در آخر عمر بخدمت حضرت میان مجد امین دار مشرف شده و دست انابت بدامن عاطفت ایشان زده، از خیالات باطل در گذشت و عقیده کامل بهممرسانید و معلوم معنوی و تعلیم و تلقین آنجناب بهره مند گشت. آنگاه تاحین حیات در گریه و زار و توبه و استغفار اوقات بسر میبرد — تاریخ فوتش است :

رفت فانی به عالم باقی

۱۰۸۲ هـ

علاوه دیوان، مثنوی — مصدر الاسرار — نیز تصنیف کرده است. و مقدمه بر مثنوی ملاشاه بدخشی هم دارد که به بیت زیر شروع شده است :

حامداً للذی هوالموجود که جز او نیست حامد و محمود
هو من لیس فی الوجود سواه انه لا اله الا الله

(۲ : ۳۶۵-۳۷۳)

● فانی و معاصرین : فانی با معاصرین خود روابط مودت و دوستی میداشت با عرفای وقت نیز عقیدت داشت. در شعر ستایش آنها بدین قرار کرده است :

شاه محب الله اله آبادی

پیریم و رید حضرت الله ایم یعنی که محب خاص ملا شاهیم
محبوب و محب و حب ما گشت بلی در سلسله شاه محب الله ایم

ملا شاه بدخشی

راهی بمیان بود میان من و شاه ره قطع نمودم و شدم بر درگاه
 دروا نشد از درگه شه، بر رخ من وا گردیدم بخویش و دیدم الله
 از بسکه زهر سلسله دلگیر شدم سر سلسله حلقه زنجیر شدم
 برپا کردم سلسله پیر و مرید هم ملا شاه و هم میان میر (۱) شدم

از رباعی زیر ملا شاه پیدا است که پدر فانی شیخ حسن نیز با ملا شاه رابطه نزدیکی داشت :

شیخ حسن ماند از وجه حسن شیخ مومن مانده را با نصف آن
 ۱۰۶۸ ۹۹۶=۱۳۲ (=۲/۲۳۶) ۱۰۶۴-۶۸
 گو بگیرد تا دو تاریخی شود از برای رحلت شیخ کلان

از این رباعی تاریخ فوت شیخ حسن برمیآید .

دارا شکوه

فانی با دارا شکوه رابطه خصوصی داشت، و از همین رابطه بود که در اله آباد مقام قاضی القضاات را بدست آورد . در ستایش دارا شکوه میگوید:

(فانی) که سجدۀ در دارا شکوه کرد دیگر سرش فرود بهر در نمیشود

و نیز غزلی دیگر هم دارد که این چند شعر از آنست :

مایۀ دیوانگی، در دهر هم، تاثیر کرد کو، بجرم عاقل، در پای من زنجیر کرد
 بر دم تیغ قلم هم قهمت خون میکند حرف رنگین بعد ازین کی میتوان تحریر کرد
 داغ شو یوسف! که مارا از غم دارا شکوه عشق، برعکس زلیخا، در جوانی پیر کرد
 قاضی ار دیباچه بر نسخه (فانی) نوشت فتوی خونین رقم زد زهر را در شیر کرد

صمصام الدوله حاکم کشمیر

فانی در یک غزل ستایش صمصام الدوله کرده است :

در هیچ زمینی نتوان یافت نشانش بیتی که درو مدح امیرالامرا نیست
 در گوشه فقر از دگری چشم نداریم مارا بجز ابروی تو محراب دعا نیست

ظفر خان حاکم کشمیر

از — مراة الخيال — چنین برمیآید که میانه ظفر خان حکمران کشمیر با محسن فانی بعلت وجود یک زن بنام نجی (بچی) بهم خورد ، ولی این نکته درست بنظر نمیرسد ، زیرا فانی در آثار خود دوبار به ظفر خان اشاره کرده است و از او توصیف نموده است (۱) وقتیکه ظفر خان اجسن بار دوم بحکومت کشمیر رسید ، فانی غزلی زیر سرود که کیفیت و سروری خاص دارد :

وزید بساد بهار و نوید یار آمد	بیار باده ! که یار آمد و بهار آمد.
بدشت لاله شگفت و بباغ سبزه دمید	نهال شیشه و ساغر بهرگ و بار آمد
چو روی یار ببینی لب پیاله بهوس	که فصل توبه شکن وصل آن نگار آمد
بهار گلشن کشمیر باز رنگین شد	که ابر فیض ظفر خان کامگار آمد
چرا بباغ نبالد صنوبر و شمشاد	که آب رفته در آغوش جوئبار آمد
هزار شکر که در چارباغ دولت و شکر	دوباره نخل تمنای ما بیار آمد
درین بهار ز تائید بخت ، (فانی) را	عروس دولت و اقبال درکنار آمد

فانی وقتیکه در اله آباد میبود ، غزلی زیر در آنجا سروده است که دران نیز ظفر خان را یاد میکند ، ولی به انداز دیگر :

شانه از ما ، در قفا ، رمزی بکا کل گفته است	ورنه آن زاف پریشان از چه رو ، آشفته است
قدر اشک ما نداند کس ، بغیر از چشم تر	کین گهر را هر دم از الماس مژگان سفته است
از نگاه نیم مست ، چون توان ایمن نشست	فتنه بیدار ، در چشم سیاهت خفته است
تا هوای سیرگل ، در سر فتاد ، آن سرو را	سبزه از مژگان تر ، گرد گلستان رفته است
بسکه هر دم میوزد باد امل در باغ دهر	تا ندید است از چمن گل روی زر نشگفته است
خط لب ، هم از دهان تنگ او ، آگاه نیست	چشمه آب حیات از خضر هم بنهفته است
گو ظفر خان داغ شوامشب که (فانی) این غزل	در اله آباد ، پیش قدردانی گفته است

● آثار فانی : از فانی آثار زیر در دست داریم .

میشوی :

(۱) مصدرالانثار (در مدح شیخ محب‌الله نیز مطالبی آورده است) .

(۲) ناز و نیاز

(۳) ماه و مهر

(۴) هفت اختر (۱)

(۵) دیوان فانی

تازگی در تهران (زیر انشارات انجمن و ایراف و هند) باهتام دکتر تیکو
 — دیوان فانی — چاپ شده است . پیشتر ازین نیز بچاپ رسیده است .
 در ذخیره نگارنده نسخه است که در سال (۱۳۱۱ هـ) در مطبع محبوب شاهسی
 حیدرآباد دکن باهتام مولوی محمد رحیم الدین و مولوی موئیدالدین خوشنویس
 قصبه مدهول ضلع اندور از نسخ خطی — که بتاریخ ۲۵ محرم (۱۰۸۶ هـ)
 استنساخ شده بود — چاپ شده است . و محمد رحیم و محمد مویدالدین وفا
 مینویسند که : این نسخه دستنویس در ذخیره خانواده ایشان بوده .

(۶) دبستان‌المذاهب : نیز تالیف محسن فانی گفته میشود (۲) و سرویلیام
 جیمز W. James اولین کسی بود که این کتاب را بدنیای غرب معرفی کرد
 و در سال (۱۸۴۳ع) ترجمه انگلیسی بوسیله D. Shea & A. Troyar در پاریس
 چاپ شده . نسخهای چاپی دیگر بدین قرار هست :

(۱) کتاب دبستان‌المذاهب : بمبئی ۱۲۶۲ - ۱۸۴۶ع ص ۳۳۲ .

(۲) " " " " " " ۱۲۴۴ - ۱۸۶۱ع ص ۳۲۴ .

(۳) " " " " " " ۱۲۹۲ - ۱۸۴۵ع ص ۳۲۴ .

۱- این مثنویها باهتام دکتر هابدی در هند چاپ شده است .
 ۲- درباره مؤلف این کتاب دانشمندان عقائد مختلف دارند ، رک : ایوانوف ، فهرست
 مجلس آسیای بنگال کلکته ۱۹۲۲ع ص ۵۴۴ و J. R. A. S. By H. Beveridge ۱۹۰۸ع

- (۴) دبستان مذاهب : لکھنؤ ۱۲۹۲ھ - ۱۸۷۷ع ص ۳۹۶ .
- (۵) ,, ,, ,, ,, ۱۸۸۱ع ,,
- (۶) ,, ,, ,, ,, ۱۹۰۴ع ,,
- (۷) ترجمہ انگلیسی از نذیر اشرف و W. B. Bayley
کلکتہ ۱۲۲۲ھ - ۱۸۰۹ع ص ۵۲۵ .
- (۸) ,, ,, By D. Shea & A. Troyer سه جلد در پاریس ۱۸۲۳ع
- (۹) ترجمہ الہامی (مختصر) By F. Gladwin بمبئی ۱۸۱۷ع (۱)
- (۱۰) ترجمہ انگلیسی از ابراہیم ابن نور محمد بمبئی ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ع
ص ۳۲۷ (۲)

- (۷) نجات المومنین : رسالہ در نثر .
- (۸) شرح عین العلم : رسالہ در نثر .
- (۹) دیباچہ بر مثنوی ملا شاہ : (۳)

● انتخاب کلام :

<p>کو غنچہ خموش ، کہ فہمہ زبان ما کافی بود شکنجہ فضل و ہنر مرا باید بشہر آئینہ کردن سفر مرا وگر نہ میل پریشان شدن ، نبود مرا بر روی کس نیاریم عیب نہان کسی را خوشم کہ مطرب عشق تو خوش نواخت مرا من ہم از عالم گرفتم گوشہ کشمیر را</p>	<p>چون برگ سوسن است زبان ، در دہان ما واعظ! مگیر کار من از روی جہل ، تنگ چون خود نیافتم بجہان ، صاف طینتی ہوای زلف تو ، آورد در وجود مرا ہر چند سادہ لوحیم چون آئینہ ، ولیکن خموش ماندہ چو قانون بینوا بسودم ہر کہ ہست از اہل دین ، گیرد زدنیا گوشہ</p>
---	---

- ۱- فہرست کتب چاپی فارسی موزہ برطانیہ 1922 E. Edwards
- ۲- فہرست کتب چاپی فارسی دیوان ہند 1937 A. J. Arberry ص ۱۸۴-۱۸۵ .
- ۳- دیوان محسن دیباچہ از تیکو ص ۹۳ .

بر کف گمرفته است چراغ ایام را
 چون برد کس از حلب در زنگبار آئینه را
 تا زلف و روی او شده لیل و نهار ما
 دزد من، میدزدد از روزن، متاع خانه را
 بی بهره نیست هیچکس از فیض عام ما
 کلک قضا، چگونه رقم زد، بنام ما
 بیا! بصورت یوسف بین زلیخا را
 دانسند خدای نساخدا را
 کلیدی کو، که بکشاید در گنجینه ما را
 چو خشت خم، نتوان بود بار خاطرها
 در کار خیسر، زود نکوشد کسی چسرا
 بیک جان آفرید ایزد، تن ما و تن مینا
 کس، قبله طاعت نکند، قبله نما را
 از رنگ حنا، سرخ مکن، آدکف پا را
 گو بخوان دیگر بهر نامی که میخوانی مرا
 که دلربای من آخر، ز من ره بود مرا
 پسک کس، نگذاشت نقش پارا
 (فانی) بکشا در این اسرار را
 افتاده است بخت سیه، در قسفای ما
 که هر که دیده بیدار داشت، رفت بخواب
 چون نگین، از نامها کردیم یک نام انتخاب
 آواره، خوشتر آنکه بود، در وطن غریب
 یعنی، به بیستون نبود، کوهکن غریب
 باشد همان بمجلس زاغ و زغن غریب
 دست ما در زلف او برتر زدست شانه است
 بر جمال شاهد معنی مگر دیوانه است
 این کاسه را شکست، ولی بی صدا نساخت
 این آئینه را، پاک ز زنگار، توان داشت
 گر دست بر زمین نرسد، آسمان بس است
 نان درست گر فرسد نیم نان بس است

ساقی، برای روشنی راه بسی خودی
 کی ز کشمیرم توان تکلیف سرهنگد کرد
 از رفت و آمد سحر و شام فارغیم
 میبرد بازار ره چشم دل دیوانه را
 دشمن بطن و دوست بتحسین ما خوش است
 (فانی) کتاب عشق، گر از ما نشد تمام
 کمال عشق همین بس که عین دوست شدم
 این بیخبران قسمر دریا
 دل من مخزن اسرار عرفان است ای (فانی)
 بیزم می، چو قدح، دل کشاده باید داشت
 مینا پر است، و جام تهی، همدرد گذر
 ضمیر ماست روشن چون ضمیر روشن مینا
 بر حسن مجازی، نتوان کرد قساعت
 خواهی که، بود دامن از تهمت خون، پاک
 نام من پرسید آن زلف از تو شب، گفתי: اسیر
 مگر نبود، متاعی بدست من، جز من
 صد قافله رفت در ره عشق
 صد قافله آرزوست در دل
 این سایه نیست در پی ما، هر طرف روان
 تمیز عیب و هنر، کس نمیکند (فانی)
 بر لب ما بسی زبانان نگردد جز نام دوست
 ای از هوای کوئی توجان در بدن غریب
 در سنگ دید صورت شیرین و عشق باخت
 بیگانه اند، اهل هنر پیش جاهلان
 عشق هم در حسن آرائی کم از مشاطه نیست
 بی سبب هر لحظه (فانی) خود بخود در گفتگوست
 عشق تو، نالها ز دل خسته ام، شنید
 دل را تهی، از صورت اغیار، توان داشت
 در گرد باد حادثه یک مهربان بس است
 برخوان خود نشین و چو مهمان عزیز باش

زاهد، از پیرمغان گرچه، نکونام تراست
 عشق تو، شیخ صومعه را، بقرار ساخت
 نیک و بد زمانه، بیک چشم دیده ایم
 دلبری را بکیه، بر حسن خداداد است و بس
 سخن ز عشق، بهر جا، نمیتوان گفتن
 در آزمودن شمشیر غمزه اش، ای دل
 بیزم ما و تو، جام شراب مطلوب است
 در گلستان، نامه با دوستان باید نوشت
 در دورماکه، بزم می از آبرو، تهی است
 سوز و گداز، در نفس عندلیب، نیست
 (فانی) دکان عشق، بهر کوچه، وا مکن
 شادم که، عشق درد دل ویرانه، خانه ساخت
 جز خون خود نخورد و بجز خال او نجست
 (فانی) مگر، نوید وصالی، ازو شنید
 تا سخن زان خال مشکین و لب میگون گذشت
 باعث بیداری ایلی شد از تاثیر عشق
 در خیال کا کلس، امشب پریشان بود دل
 بسنگ شیشه می توبه ام بهار شکست
 بهسار آمد و بسوی گل نمیآید
 هزار هاله و مه، در نظر هویدا شد
 نفس هم بر عقل غالب میتواند شد چو عشق
 نیست در بازار گیتی امتیاز علم و جهل
 یک نفس غافل مشوا ز حال خود (فانی) چوما
 چشم (فانی) برمی ناصاف این میخانه نیست
 هر که احوال دل خویش، گماهی دانست
 خوشتر است از کاججوی پاس عصمت داشتن
 ما نه تنها کسب فیض از شیشه می کرده ایم
 ایاز شکوه محمود غیر ازین نشنیده
 در کنج فقر، خاک نشینی، که جا گرفت
 بسکه در طرح غزل چون ما کسی استاد نیست

فیض میخانه، ز مسجد، بجهان عام تراست
 گمنام را، بشهر جنون، نامدار ساخت
 مارا بسان آئینه با کس خلاف نیست
 دانه خال ایاز، از خرمن محمود نیست
 بیان ناز و نیاز است، قصه خوانی نیست
 بهوش باش که، این تیغ امتحانی نیست
 نزول آیت رفع حجاب مطلوب است
 چند بیتی از کتاب بوستان، باید نوشت
 ساغر تهی و شیشه تهی و سبو تهی است
 یعنی درین بهار گل از رنگ و بو تهی است
 یک دل متاع داری و یک دلستان بس است
 یعنی درین خرابه، هما آشیانه ساخت
 بیچاره مرغ دل بهمین آب و دانه ساخت
 کز راه دیده، قاصد دل را، روانه ساخت
 مستی از طبع شراب و نشأ از افیون گذشت
 آرزوهای که شبها در دل مجنون گذشت
 حال جان، در بند زلف او، ندانم چون گذشت
 خوش آن بهار که، هم توبه هم خمار شکست
 مگر پسی نسیم بهسار خمار شکست
 چومار، بر رخ خود، زلف تابدار شکست
 سگ، برای صید روبه، کم ز شیریشه نیست
 بوعل بیهموده از دانش دکانی چیده است
 هر که، با خود آشنا شد، از خدا بیگانه است
 نشأ ارباب معنی، از شراب دیگر است
 سینه را، مخزن اسرار الهی دانست
 کار گلچین سهل باشد باغبانی مشکل است
 بوعل سینا هم این تعلیم از مینا گرفت
 که پادشاهی ما هم کم از گدائی نیست
 روی زمین تمام، بیک پشت ها گرفت
 در زمین شعر ما، یک بیت بی بنیاد نیست

بسکه همچون، تاک دایم می پرستی میکنم
 شکست، رونق بازار کج کلاهان شد
 ای خوش آن عهد که در خانه و صحرا دل ما
 مرا در سر، هوای سرفراز پست
 نامه، از تو رسید و بهوس بوسیدم
 ز آه سرد متاهد لبها بسوزد
 ز هزلت در بروی خلق بستم تا چه پیش آید
 کنم نام ترا تکرار، هر جا حلقه ذکر است
 بکوی محنت شبام و سحر از روی بیباکی
 تالاب خشک و چشم تر نبود
 هر که (فانی) در لباس خاکساری پیر شد
 بطاق ابرو او، هر که در سجود آید
 خبر ز عالم دل، کس بما نیگوید
 بیاد آن دهن تنگ دلکشا (فانی)
 ز آه سرد، دلها بسوزد
 (فانی) بیمن عشق تو، ملک بقا گرفت
 خسوشم در گوشه میخانه عشق
 بهار آمد و زاهد شراب ناب کشید
 دوش از داغ جنون، بر سر ما گلها بود
 مایه دیوانگی، در دهرم، تاثر کرد
 بر دم تیغ قلم هم تهمت خون میکنند
 در جهان بوی پیاز بلخ مشهور است لیک
 آسمان تیره درون است، از مهر مجوی
 عشق، آن روز که، تعمیر دل ما میکرد
 (فانی) از لعل تو یک حرف شنید و جان داد
 مردیم، و قصه سر زلفت، نشد تمام
 اهل نشاط، دور باختر، رسانده اند
 امان ز موج حوادث بدست کس نبود
 خوشم که، ترکش تیر دغای پیر تهی است

سجه ای در دست ما، جز خوشه انگور نیست
 کلاه گوشه خود را چو آن نگار شکست
 هر دم از توبه ناکرده، پشیمان میشد
 که دار عشق، منصوری ندارد
 یعنی از شوق، زدم بوسه به پیفامی چند
 چو آن گلها که، از سرما بسوزد
 بخلوت از همه یگرو نشستم تا چه پیش آید
 میان حق پرستان بت پرستم تا چه پیش آید
 صراحی در پرو ساغر بدستم تا چه پیش آید
 خبیر از راز بحر و بر نبود
 همچو آتش، تا دم مردن، جوانی میکند
 سرش بسجده محراب، کی فرود آید
 ز راه دیده، مگر پیک اشک زود آید
 ره عدم نبود هر که در وجود آید
 چو آن گلها که، از سرما بسوزد
 از سایه های، گدا پادشا شود
 که جز چشم تو، مضموری ندارد
 گلیم بخت سیه را، چو ما، ز آب کشید
 موسم حسن بتان، فصل بهار ما بود
 کو بجرم عاقل در پای من زنجیر کرد
 حرف رنگین بعد از این کی میتوان تحریر کرد
 مدهی این تهمت آخر بر گل کشمیر کرد
 طمع باده، کس از شیشه ساعت نکند
 از حیاتش در و دیوار تصور میشد
 زنده میگشت گر این حرف مکرر میشد
 خواهد همین فسانه جهان را بن خواب کرد
 مارا همین پیاله اول خراب کرد
 و گرنه کار خدا نیز ناخدا میکرد
 و گرنه جانب من، فاوکی رها میکرد

در چین زلف دوست بسودا نمیرود
 مکتوب برگ گل، چو بدست صبا رسید
 آخر درین بهار، بگل هم هوا رسید
 درگوش او، حکایت گل، از کجا رسید
 دختر رزرا، چو مستان میتوان در بر کشید
 بدست قاصد باد صبا، دعا فرسید
 بکس چو لاله و گل در چین هوا فرسید
 بغیر صفحه داغی بدست ما فرسید
 بگوش کس زنی بو ریا، صدا فرسید
 کزین دو بادیه، گردی به پشت ما فرسید
 این راه، جز بپای جنون سر نمیشود
 کعبه چو در نظر بود قبله نما چه میکند
 تیغ بلا اگر زند بر سر ما چه میکند
 قدح لبریز و ساقی مست و دل هشیار میباید
 نسیم و نو بهار کابل و کشمیر میباید
 کاسهان درس نظربازی به نرگس گفته بود
 سینه ام رازی که در دل از چمن بنهفته بود
 نیستی از بال عنقا گرد هستی رفته بود
 پای او را بر سر خود دیده مینا نهاد
 زاهد از در تا درآمد سر بجای پا نهاد
 مشک را بخت سیه باز به قاتار برد
 هر زمین شعر، خاک گلشن کشمیر بود
 خضرم کشته، لب آب بقا، خواهد بود
 سایه دیوار ما، روشن تر از محتاب بود
 خامه ما، همچو مژگان در کنار آب بود
 این مرض ساریست در هر کس سرایت میکند
 در اقلیم سخن شاه جهان شد
 مجنون درین بهار بصحرا نمیرود
 بوی می از دهن باده کشان می آید
 آب و هوای عشق، مکرر نمی شود

فقد حیات صرف شد و کاروان شکست
 بلبل در آشیانه ننگبید، از نشاط
 از آه هندلیب، بر افروخت چهره اش
 بلبل، اگر کتاب گلستان، نخوانده است
 شاهد گل، بر سر از ابر سیه، چادر کشید
 بهار آمد و از گل خبر بما فرسید
 اگر چه باد محبت بهر دیار وزید
 چو لاله کرد پریشان کتاب گلشن راز
 مقام خاک نشینان بجز خموشی نیست
 گذشته ایم ز کونین آنچنان (فانی)
 کس راه خرد بعشق تو، رهبر نمیشود
 قافله ره چو کرد طی بانگ درآ چه میکند
 (فانی) و من براه عشق هردوز سر گذشته ایم
 هوای ابر و بزم عیش و روی یار میباید
 هوای برشکال دهند خوش آید مرا، لیکن
 گل هنوز از شوق بلبل بر زمین نشگفته بود
 لاله از داغ درون در چشم نرگس فاش کرد
 یاد آن مجلس، که هر کس بود آنجا، بیخبر
 هر که در راه نظربازی قدم بر جان نهاد
 بزم می خوش نشسته دارد که بهر احتساب
 بوی زلف تو اگر، باد بازار برد
 تا نهال کلک (فانی) گلفشانی میکند
 (فانی) آن دم که درین باغ وزد باد فنا
 تا چراغ بزم ما، جام شراب ناب بوز
 هر کجا بودیم در عالم، ز فیض چشم تر
 هر که با عاشق نشیند عاقبت عاشق شود
 چو فتح ملک معنی کسزد (فانی)
 فصل گل است و کس بتماشای نمیرود
 کی غم لعل تو، ماند بدل ما، پنهان
 هرگز ز اشک و آه ننگرد ملول دل

خانه کعبه، نشان میدهد از، خانه دوست
 داشت آن پرده نشین جا بسرا پرده غیب
 عاشق خود شو، اگر از حال دل غافل نه ای
 داد معنی، که دهد جز تو بعالم (فانی)
 تو صاف گرد و بهر مشرب بی گوارا باش
 معاشران چو بیزم شراب، جمع شدند
 رباعی خط و ابرو خوشست، لیکن هست
 میرسد، از در و دیوار، ندائی معشوق
 (فانی) از فیض جنون هر سال در فصل بهار
 کار این بی جوهران از بسکه دائم پیش رفت
 از کمال فصل و دانش بینوا افتاده ایم
 بسکه ما مقبول درگاهیم (فانی) در جهان
 چگونه گوش ندادیم پند واعظ را
 عیب ما را کرد تا آئینه بر ما آشکار
 در بحر وجود، خسویشتن را
 از بسکه شدیم زود بیدار
 دیوانه ایم، و گوشه صحرائی ماست، دل
 باغ حسن و عشق ما، محتاج آب کس نبود
 دولت دنیا، ندارد یک پرکام اعتبار
 بهر بلبل تحفه دیگر، بدست ما نبود
 یاد آن شبها! که در ساغر، شرابی داهتم
 از ادب دوراست، زیر تیغ شاهان، دم زدن
 بر بیاض عارض او تا سواد زلف بسود
 تا فلاتون داشت (فانی) خویش را در رخ نهان
 هر سحر کز شبنم می همچو گل خندیده ایم
 در سبک روحی با کس در جهان هم سنگ نیست
 (فانی) بدر کعبه مقصود رسیدیم
 چون کلید رزق ما جز در کف رزاق نیست
 از سخن در باغ دل روزی که آئین بسته ایم
 قانهای ترا، چسبون زما، کسی نشنید
 که خیال آن رخ و گه یاد کامل میکنیم

قبله هم، خاصیت قبله نما پیدا کرد
 خواست خود را کیند اظهار، ترا پیدا کرد
 لیلی ار بیند جمال خویشتن، مجنون شود
 کس بفریاد سخن جز بسخندان نرسد
 به بزم هر که در آئی چو جام صهبا باش
 مرا، چو شیشه گرفتند، در میانه خویش
 هزار معنی پیچیده، در قصیده زلف
 تا بکی گوش به آهنگ رباب اندازم
 میروم از خانه بیرون، رو بصحرا میکنم
 ما هم آخر، در کمر شمشیر چوبین بسته ایم
 در جهان چون کاسه پر از صدا افتاده ایم
 بر زبان اهل عالم چون دعا افتاده ایم
 که گرم جوش محبت ازین خروش شدیم
 هر چه می بینیم در عالم تغافل میکنم
 چون موج، در اضطراب دیدیم
 (فانی!) همه را بخواب دیدیم
 از شهر رخت خویش بهامون نمی کشیم
 چون گل و بلبل ز خود برگ و نوای داشتیم
 عمرها ما هم بسر، بال های داشتیم
 بوی گل، در دامن باد صبا، پیچیده ایم
 در بیاض صبح، نور آفتابی داشتیم
 ورنه از تیر دعا، ما هم جوابی داشتیم
 در شب تاریک پنهان، آفتابی داشتیم
 ما بزم میکشان از خود حسابی داشتیم
 از بهار خوشدل تا شام گلها چیده ایم
 خویش را با این گران جانان بسی سنجیده ایم
 چون مرغ حرم، باک ز صیاد، نداریم
 در بروی خلق، از روی توکل بسته ایم
 دسته های گل ز معنی های رنگین بسته ایم
 چو شمع، آخر شب عاقبت خموش شدیم
 هم تماشای گل و هم گشت سنبلی میکنیم

آرزوی سردی کشمیر و کابل میکنیم
 گاه شور بلبل و گه خنده گل میکنیم
 پیچیده، بزللف یار دادم
 در موسم نوبهار دادم
 تباشی دوعالم زین دوروزن میتوان کردن
 بشیشه، از لب پیمانہ، همزبانی کن
 دعای دولت صاحبقران ثانی کن
 چومی، بموسم پیری، تو هم جوانی کن
 چون نقطه انتخاب بنشین
 بر خاک پشو آفتاب بنشین
 بود در گوشه این بزم، ترا هم جای
 که شد ز اهل جهان عرصه سخن خالی

رباعیات

بر نقش چهارخانه نستوان دل بست
 بر خوبی این فسانه، نتوان دل بست
 با شاهد ساده رو، کاری داریم
 هر روز خزانسی و بهاری داریم
 از خلق بریدیم و بحق پیوستیم
 فارغ شده درخانه خود بنشستیم
 سر سلسله حلقه زنجیر شدم
 هم ملا شاه و هم میان میر شدم
 در آتش و آب خوی او میبینم
 هر سو که روم بسوی او میبینم
 در باغ وجود سیر میباید کرد
 خود را فارغ ز غیر میباید کرد
 بر روی زمین و آسمان، در بستیم
 از کشمکش هر دو را رستیم
 تا چند بکام دل هر خار و خسی
 ترسم که، بدامنت رسد دست کسی
 وز لاله داغ باغ میباید بود
 پروانه هر چراغ میباید بود

بسکه با ما جز هوا در هند کس گرمی نکرد
 عاشق و معشوق جز ما نیست کس در باغ دهر
 طومار حساب عمر، خسود را
 هر لاله داغ را، ز دل آب
 چراغ مسجد و میخانه، روشن میتوان کردن
 ز حسن خلق، بهر مشربی، گوارا باش
 بنان سوخته داغ فقر قانع باش
 ز بزم باده کشان پا منہ برون (فانی)
 در حاشیه کتاب مجلس
 هر چند سرت رسد بگردون
 (فانی) از بزم جهان گوشه گرفتند همه
 بدهر: که توان داشت صحبت ای (فانی)

در بیش و کم زمانه، نتوان دل بست
 افسانه خواب غفلت ما، دنیاست
 در گلشن آئینه، گذاری داریم
 گه برگ فشانیم و گهی نخل نشان
 از خود رستیم و با خدا دل بستیم
 بستیم بروی ما سوی الله در دل
 از بسکه ز هر سلسله دلگیرم
 برپا کردم سلسله پیر و مرید
 در مرگ و حیات روی او میبینم
 گه زیر زمین و گاه روی زمین
 جان کمبه و دیر میباید کرد
 در کمبه و دیر، نیست غیری، لیکن
 از پست و بلند دهر بیرون جستیم
 گشتیم بزللف و کاکل یار اسیر
 ای گل! نگهسی سوی اسیر قفسی
 صد دست دراز هر بسوالهوسی
 در عشق، چولاله، داغ میباید بود
 هر سوخته در سراغ میباید بود

آگاه ز خویش ، شاه و درویش نشد
 آنکس که ، گرفتار کم و بیش نشد
 چشمی که بود گور، چه بیدار چه خواب
 راهی که بود غلط، چه نزدیک چه دور
 یک پای تو، در گلست و یک پا در گرد
 از مرکز خویش، یک قدم بیش نرفت
 خسروی قدسی ، و نشأ دلخواهت باد
 باز آی بخود، که خود شوی صافی می

افسوس که ، کس عاقبت اندیش نشد
 از نیش زمانه پای او، ریش نشد
 بحری که شود شور، چه آب و چه سراب
 عمری که رود هرزه، چه شیب و چه شتاب
 از خود بخدا چسان سفر خواهی کرد
 پرکار کس بر دائره شد راه نورد
 رفتی از خود، خدای همراهت باد
 این راه دراز رو کوتاهت باد (۱)

۱۷۶- فائز ، نواب صدرالدین محمد خان بهادر دهلوی

پسر زبردست خان بن نواب علی مردان خان بن گنج علی .
 گنج علی در عهد شاه عباس ماضی با خطاب خان و بابا مفتخر شد و
 حکومت کرمان داشت ، و سی سال آنجا بود . وقتیکه در عهد جهانگیر
 قندهار از دست مغولان بقبضه شاهان صفویه آمد ، بابا گنج علی خان
 قلعدار آنجا شد و در (۱۰۳۴ هـ) وفات یافت . شاه عباس علی مردان خان
 را با خطاب پدر خان و بابای ثانی افتخار بخشید .

علی مردان خان بعد از وفات شاه عباس از دست شاه صفی رنجها دید ،
 و وقتیکه از دوستان خویش — که دربار شاه بودند — خبر یافت که شاه صفی
 دل صاف با او ندارد ، علمیردان خان قلعه قندهار را بدست شاهجهان پادشاه
 وا گذار ساخت ، و خود در هند پناهیده شد .

شاهجهان او را بمنصب شش هزاری سرفراز ساخته بحکومت کشمیر
 فرستاد و بعد از چند لاهور نیز ضمیمه گشت . بعد از سه سال به پایه
 امیرالامرائی رسید . در سال (۱۰۶۷ هـ) بمرض اسهال وفات یافت و در

لاهور در مقبره — که خود بنا کرده بود و تا کنون بحالت خسته برجا هست — مدفون شد .

علیمردان خان، چهار پسر گذاشت . ابراهیم بیگ ، اسمعیل بیگ ، عبدالله بیگ . و هر یک در عهد شاهجهان بمنصب رسید . در جنگ عالمگیر و داراشکوه ، این هر چهار برادر بطرف داراشکوه بودند . در جنگ سموگره اسمعیل بیگ و اسحاق بیگ شهید شدند ، و ابراهیم خان رفاقت شاهزاده مراد بخش اختیار کرد . وقتیکه عالمگیر بتخت رسید ، ابراهیم خان و عبدالله بیگ را خلعت و مناصب داده ، با دامن دولت خویش وابسته کرد . عبدالله بیگ خطاب گنج علی خان و منصب سه هزاری یافت . و ابراهیم خان در سال دوم به پنج هزاری رسید و بحکومت کشمیر سرفراز شد .

در عهد بهادر شاه ، ابراهیم خان بخطاب پدری رسید و مخاطب به علی مردان خان شد و صوبه کابل یافت . ابراهیم خان بسبب پیروی از کابل بزودی باز گشت و در ابراهیم آباد سو دهره (۱) — که آباد کرده او بود — ساکن شد . در آنجا بعد از چند ماه درگذشت و در باغ خود مدفون شد . فائز در تعریف این باغ مثنوی سروده است که چند شعر از انست :

هوا همواره چون اردی بهشت است
صفایش از گل بستان زیاده
که سرسبز است همچون باغ رضوان
کسی کم دیده باغی این چنین را
بمان جنت الهامی بهارش
دمیده سبزه اش چون خط خوبان
انارش خنده دندان نما کرد
مزاج مستقیم اوست قائم

درین گلشن که مانند بهشت است
روش ، چون جبه خوبان ، کشاده
خزان را نیست ره در این گلستان
گرفته سر بسر روی زمین را
بود از حوض آینه کنارش
چنار و سرو او از سر بلندان
چوبه رخساره را رنگ طلا کرد
گهر پاشی کینه فواره دائم

ز دیوارش حوادث برکنار است بهر جانب که میبینی بهار است
نشاط افزاست این باغ پر از گل دهد دل را فرح چون ساغر مل

ابراهیم دو پسر گذاشت ، زبردست خان و یعقوب خان . یعقوب خان در عهد بهادرشاه بخطاب — ابراهیم خان — مخاطب گشت .

فائز ، پسر زبردست خان بود ، صدرالدین محمد خان نام داشت و در دهلی زندگانی را باآخر رسانید (۱) .

فائز در اردو و عربی و فارسی ، مخصوصاً در شعر گوئی قدرت کامله داشت ، کسی از کشمیر بوی نوشته بود که شعرش اصلاح میخواهد ، فائز در مکتوبی که بجواب نوشته است مینویسد :

— مسموع ، که آن شید سرخیل لوندان مقام کوه ماران و تخت سلیمان ، به زبان نسا فصاحت جریان گفته که : شعر فلانسی اصلاح طلب است ! دست بالای دست بسیار است ، اگر این حرف را قدسی پاکلم میگفت بجا بود . تو شعر را کی میفهمی و فارسی را چه میدانی ؟ به جان سخن و به نزاکت منی سوگند — و انه لقسّم لو تعلمون عظیم — که درین عصر کسی را نمیرسد ، تا چنین کلمه در برابر نظم و نثر من گوید ! تو خود در چه شماری و کی داخل قطاری ؟ این قدر باید دانست که ، بر نکته فهمان گرفت و گیر بسی جا نتوان کرد . پا به انداز گلیم دراز باید نمود ! پاره اشعار حافظ و صائب یاد گرفتن و بهمین قدر خود را نکته سنج و شعر فهم قرار دادن ، دور از شیوه عقل است و دلیل بسی شعوری ، بل خری و بسی جوهری ! کلام من نه از تصانیف حبه خاتون و یوسف شاه است که ، تو فهم آن توانی نمود ؟ و نه از اشعار حافظ سلیمان و فقیر وائل است که ، تو غور مضامین آن توانی فرمود ؟ این زبان فارسی است از پارسی زبانان باید شنید !—

۱- فائز یک پسر داشت بنام اشرف الدوله میرزا حسن علی خان بهادر که با شیخ علی حزین روابط دوستی میداشت و چهار نامه در رقعات شیخ علی حزین بنام وی دیده میشود . فائز یک همشیره بنام زبده النسا خانم داشت .

فائز بیست آثار دارد . دیوان فارسی و دیوان اردو نیز ازو یادگار است . در فارسی یکصد مثنوی دارد . تالیفات بفرار ذیل یافته میشود .

- (۱) اعتقادالصدر : رساله در عقائد
 - (۲) طریق‌الصدر : در اصول دین
 - (۳) صراط‌الصدر : در عقائد و اصول دین
 - (۴) معارف‌الصدر : احادیث در احوال حضرت صاحب‌الامر
 - (۵) تبصرة‌الناظرین : در رویت باری تعالی
 - (۶) احزان‌الصدور : در مصائب اهل بیت و در واقعه کربلا
 - (۷) احیاء‌القلوب : در حالات حضور رسالت مآب
 - (۸) رساله مناظرات : حالات مناظره مذهبی در بین مصنف و امیرالامرا صمصام‌الدوله خان دوران خان بهادر
 - (۹) انیس‌الوزرا : خلاصه اخلاق ناصری محقق طوسی
 - (۱۰) ارشاد‌الوزرا : در جواب دستورالوزراء خوانند میر . در حالات وزرای هند . (نسخه این کتاب موزه بریتانیه لندن دارد)
 - (۱۱) نجم‌الصدر : در علم هیئت
 - (۱۲) شهرالصدر : در قواعد علم حساب ، مختصر کتاب بهاء‌الدین عاملی
 - (۱۳) رساله مالیخولیا معروف نبطاسیا : در علاج مرض مالیخولیا
 - (۱۴) هدایة‌الصدر : در علم قیافه
 - (۱۵) زینة‌البساطین : در باغبانی و کاشت و زراعت
 - (۱۶) تحفة‌الصدر : در تشخیص امراض و شناختن اسپ . و در علاج خر ، خچر ، و شتر و پیل .
- (این رساله بعنوان — فرس نامه — D. C. Philloth د

۱۹۱۱ع از طرف مجلس آسیای بنگاله کلکته چاپ کرده
است (.

- (۱۷) رقعات الصدر : یکصد و چهارده مکاتیب
(۱۸) خطبه کلیات : مقدمه کلیات صدرالدین محمد (مسعود حسن خان رضوی
در دیوان اردو چاپ کرده است)
(۱۹) دیوان فارسی : در سال (۱۱۲۷هـ) مرتب شده است و دارای ۱۳۸۰۸
اشعار هست .
(۲۰) دیوان ریخته : کلام اردو

از مثنوی زیر — که راجع بکشمیر است — معلوم میشود که از نسبت
خانوادگی، با کشمیر علاقه مفراط میداشت و آمد و رفت نیز بود (۱) مثنوی:

تعریف عمارت باغ علی آباد کشمیر

سخن گردد بسان غنچه رنگین	ز وصف این بنای عرش آئین
فلک از رفعت او، شرمسار است	عمارت نی بهشت روزگار است
سرش تا چرخ دولابی رسیده	ز راه دلسربانی، قد کشیده
ازو رفعت بگیتی آشکار است	سپهر برتری را او مدار است
بنسازم سر بلندی زمین را	ندیده دیده قصر این چنین را
زمین را او رسانیده با فلاک	بکن غوری اگر داری تو ادراک
بلندیهای طاقش را بنام	سخن در وصف و مدح او چه دارم
گرفته مهر و مه جا در رواقش	بغل بکشاده چون عشاق طاقش
ازان دارد همیشه برف بر بام	بلندیش ندارد هیچ انجم
بعینه در نظر چون طره یار	بفرق اوست گلدسته نمودار
... چون ارجمندان سرفراز است	درش چون جنت الفردوس باز است

۱- اختصار از مقدمه سید مسعود حسن خان رضوی بر دیوان فائز اردو . چاپ انجمن ترقی اردو
دهل ۱۹۲۶ع .

کجا قصری بگیتی این چنین است
 فلک سر می‌کند در زیر پایش
 فضای صحن او چون آسمان است
 ز طول و عرض او کس را خبر نیست
 گلستان ارم کی این چنین است
 هر ایوانش بقدر اصفهانست
 رخ مردم در او گردد نمودار
 صفا چون چهره دلدار دارد
 ستونهایش بسان سرو موزون
 ز عکس تابدارش خانه رنگین
 تو گوی دلبر نازک میانست
 طرب خیز است آن قصر فلک سا
 بود زنجیر آن چون زلف خوبان
 درخت بید بر وی گشته مجنون
 منقش مثل طساؤس گلستان
 عیان قوس قزح از رنگهایش
 بهر سومرود چون فیض باری
 سخن از وصف حوضش آب گردد
 بسان طبع رنگین میزند جویش
 روان در پهلویش ندی چو دریا
 نه بینی متصل با آب جویش
 خجل از دیدن او عقل فرهاد
 تمامی حاصل دریا و معدن
 دل از گلزار او شد عشرت اندوز
 نشاء و عیش می بارد دران باغ
 چمنهایش همه پر از کس و کل
 هوایش معتدل مثل بهار است
 چمنهایش همه پر گل چو گلبن
 دران بستان همیشه نوبهار است
 بهارش در جهان دور از خزانست
 در و دیوار او پر فیض یکسر

بهشت و جنت روی زمین است
 زمین شد سر بسر بنایش
 بوسعت در نظرها چون جهانست
 نهایت را دران منزل اثر نیست
 مگر این باغ فردوس برین است
 سراسر راحت و آرام جانست
 صفا دارد ز بس در سقف و دیوار
 طراوت از درو دیوار بارد
 مصفا سر بسر چون در مکتون
 هروسی هست با صد زیب و آئین
 ز یک نظاره اش دل ناتوانست
 بدلها نشاء بخشد همچو صهبا
 درش رنگین چو رخسار نکویان
 ز بس آن خانه افتاده است موزون
 پر از تصویر و گل دیوار و بستان
 متانت آشکارا از بنایش
 همیشه آب نرش هست جاری
 قلم از مدح او بیتاب گردد
 ز آب حوض او از سر رود هوش
 رواق او، همه پاک و مصفا
 خیابانهای او پر آبرویست
 تراشیده است سنگش خوب استاد
 بخرجش برده آن استاد پر فن
 صباحش خر می دارند چون روز
 ندارد لاله او بر جگر داغ
 هوایش سر بسر با نشاء چون مل
 بر فصلی شگوفه اشکار است
 شجرها پر ز میوه تا سر ازین
 بهر سو در غزلخوانی هزار است
 خیابانش چو رخسار بتان است
 نسیمش را شمیمی همچو عنبر

نهالش سبز چون خط بتانست
گل ولاله درو همچون ایاغ است
چنین باغی بهفت اقلیم نایاب
بفرش او سرا پا یک نظر کن
ز بس مطبوع افتاده است و دلجو
ببین تا صنعت بافته دانی
مزین از چغ و از سایبانست
کمیت خامه را (فایز) عنان گیر
چمنهای همه آرام جانست
ازان بلبل همیشه تر دماغ است
چوزلف دلبران بیدش پر از تاب
دران ایوان روح افزا گذر کن
بود گلهای قالی جمله پر بو
نماید در نظر چون نقش مانی
پراز پیرایه همچون دلبرانست
که باید کرد در این قصر شبگیر (۱)

امیرالامرا صمام الدوله خان دوران خان ، با فائز پیوند دوستی داشت ،
ملا ساطع کشمیری (شاگرد رافع کشمیری) نیز وابسته بدامن دولت وی
بوده . روزی صمام الدوله در حضور مجد شاه پادشاه بود ، پادشاه روی را در
آئینه میدید صمام الدوله بدیمه گفت :

سحر خورشید لرزان بر سر کوئی تو میآید
دل آئینه را نازم ، که بر روی تو میآید

روزی ساطع همین شعر را تضمین کرده پیش صمام الدوله خواند :
بدرگهت که آرد (ساطع) از ذره کمتر را
سحر خورشید لرزان بر سر کوئی تو میآید
صمام الدوله ملا ساطع را دو هزار روپیه در صله بخشید . روزی ساطع
براین شعر هم یک هزار روپیه صله یافت :

کفم چون کاسه گرداب همچنان خالیست
به آن مخیط کسرم گرچه آشنا شده ام
قیاس است که فائز نیز با ساطع رابطه دوستی داشته باشد .

۱- این مثنوی برای نگارنده این سطور ، دوست گرامی و دانشمند فاضل جناب دکتر وحید
قریشی از نسخه خطی دیوان فائز که در ذخیره شخصی دارد ، استنساخ کرده فرستاده
است . بده بسیار متشکر هستم .

۱۷۷ - فائق، میرزا احمد

● سفینه خوشگو: برادر میر جلال الدین سیادت، استاد فن صاحب کمال خوش خیال بود، و بسیار معنیهای تازه یافته. از ثقاة مسموع است که این هر دو برادر شاگرد میرزا داراب جويا اند. بهرحال اشعار برجسته دارد:

چو موسیقار، میگردم فغان، در نی سوارها
چون نقش قدم، خانه من، نام ندارد
که آب، از پیش ره بستن، نهد رود در بلندیها
در آستین، چو غنچه نرگس، پیالهها
منصور دان سرشک بمژگان رسیده را
زمانه که، محرم بود سر سالش
مد آهم، سایه سرو خرامان کسی است
صبح محشر، گرده شور نمکدان کسی است
پای ز راه مانده، بازوی دست زور است
خوبان هند، سرمه ز دود چراغها (۱)
شمشیر خود، هلال بزیر سپر کشد
که قفل بر در این خانه از درون زده اند
چشم بتان، ز سرمه بخاک سیه، نشست
گلیسم بخت سیه را، بخواب میبافتند
هسنوز دام فریب سراب میبافتند
جز پنبه مینا، نگذارید بداغم
بجای گل، بفشانید لاله، بر خاکم
سری بسجده نه پیری چو بید آوردیم
شبی برروز، چو سوی سفید آوردیم
از هم نشوند سینه صافان دلستگ
آئینه، ز آب خویش، کی گیرد رنگ

نه اروزی است، از عشق توام، این آه وزاریها
دیوانه عشق تو، سر انجام ندارد
نصیحت، میفزاید رتبه پاکیزه، گوهر را
از شرم چشم مست تو، خوبان نهفته اند
افشای راز عشق، بسود کار دیده را
دمی، بخوشدلی ار بگذرد، غنیمت دان
شوخی پرواز زندگم، گرد جولان کسی است
سینه چاکان محبت را، قیامت، مژده ایست
هجز شکسته باران، هم غنچه غرور است
پروانه کو بناز که در چشم میکشند
آخر ز شرم ابرویت، ای آفتاب حسن
دل گرفته من، مشکل است، باز شود
تا نرگست، ببزم فسون ننگ، نشست
هلاج غفلت ذاتی، نمیتوان کردن
فزون ز ریگ روان تشنه در بیابان سوخت
دل سوخته آتش حرمان ایباغم
بداغ لاله عذاران، ازین چمن، رفتم
بدرگه کرم، آخر امید آوردیم
چرا کنیم سیه، روی خویش را، ز خضاب
باشند اگر، چو شیشه، صاف و یکرنگ
بیگانگی آورد کسورت، (فائق)

۱- این را در هندی - کاجل - گفته میشود.

پوشیده نماند که مصرع چهارم رباعی مذکور، از ملا ابوالبرکات نیر است. چنانکه در منشآت خود نوشته. و چون این مصرع را مصرع نمی رسید، از یاران استدعا نموده بود. معاصران او نیز از عهده او بر نیامدند. میر احمد فائق که — بعد مدتی از او در سر زمین شعر نشو و نما یافته — این مصرع را رباعی نمود. فقیر خوشگو نیز در اوائل مشق خود، این مصرع را سه مصرع دیگر رسانیده :

در عالم وحدت چو در آئی یکرنگ جز خورش نه بینی بگل و سبزه و سنگ
کشرت نشود غسبار چشم هشیار آئینه ز آب خویش کی گیرد رنگ
(۳۰-۳۸)

۱۷۸- فتوت، فتوت حسین خان کشمیری

● عقد ثریا : فتوت حسین خان فتوت. اصلش از کشمیر است از مدت مدید در شاهجهان آباد قیام دارد. استاد بینظیر و همطرح شیخ مرحوم بوده. قصیده و غزل و رباعی و مستزاد و غیره — آنچه لازمه شاعران سرمایه دار است — همه دارد. در استادش هیچ شکمی نیست، اما حرف بر طرز تلاش کشمیریان است. گویا هر که از کشمیر باشد زبان قدما و درد آمیز را دوست نه دارد، و بگفتن آن قادر نمی تواند شد. خیر چند شعر که پسند خاطر فقیر افتاده بصفحه ثبت میکند. (اشعار ندارد ص ۴۴)

● روز روشن : فتوت حسین خان فتوت از مردم کشمیر بود. و در عهد محمد شاه پادشاه، در شاهجهان آباد توطن گزید :

تو، چون جا درد ویران کنی، ویران نیمیاند که در زندان، چو یوسف پانهد، زندان نیمیاند
چون سراء تو گیرم، دادخواه از دست تو گوئی: از دست که نالشی داری! آه از دست تو
(ص ۵۰۶)

۱۷۹- فتوت ، حبیب الله کشمیری

● سفینه هندی : فتوت ، حبیب الله فتوت تخلص از اعزّه کشمیر بود ، از آنجا بدھلی آمد . مدتہا در رفاقت نواب غازی الدین خان فیروز جنگ ولد آصف جاہ میبود . شعر خوب میگفت ، این رباعی ازوست :

از بزم نگار ، تا نمیرم ، نہ روم زان جا ، من زار تا نمیرم ، نہ روم
من بادل خویش عهد بستم ، کہ چوشع از محفل یار ، تا نمیرم ، نہ روم . (۱)
(ص ۱۵۶)

● روز روشن : فتوت ، خواجہ حبیب الله کشمیری ، مرد با ہمت و فتوت بود . (رباعی دارد ص ۵۰۶)

۱۸۰- فدا ، محتشم خان کشمیری

● روز روشن : فدا ، محتشم خان کشمیری فرزند امانت خان خانسامان نواب اعتمادالدولہ بود . مضامین دلکش موزون مینمود :

اضطرابی طرفہ امشب ، در دل افکار بود تا نظر کردم ز چاک سینہ ، دیدم یار بود
(ص ۵۱۱)

● صوفی : فدا ، مرزا محتشم خان . پسر امانت خان از نامش سال تولد (۱۱۳۸ھ) بر میآید . بعد از تکمیل تعلیم ، در جوانی بہند شتافت و در سلسلہ ملازمت نواب معین الملک ابن قمرالدین خان صوبیدار لاهور جا یافت . و بعد از وفات نواب معین الملک (۱۱۶۱ - ۱۱۶۵ھ) محتشم بکشمیر برگردید و در ملازمت حاجی کریم داد خان افغان صوبیدار آنجا منسلک شد . در سال سنہ (۱۱۹۷ھ) در آنجا جہان را پدرود گفت .

ضمنا ! براء مسجد مگدر پی تماشا شکنند شیخ و صوفی ہسہ توبہ نصوحی
آن را کہ دل و جان با ہمچو توی باشد در خانہ توی ہمدم در راہ تویی ہمراہی

از بزم حیات بادشاهان رفتند — در چشم زدن
 زرگس چشمان و خوش نگاهان رفتند — چون گل ز چمن

(۲ : ۲۴۴-۲۴۸)

۱۸۱ = فرحت، مولوی محمد میران کشمیری

● همیشه بهار : فرحت، کشمیریست . اکثر دیدنش در مجالس مشائخ
 میشود . شعر هم بتلاش میگوید . من اشعاره :

اهل بینش، سبزه نافرته از جا، میکنند	آمد و رفتی نباشد، مردمان چشم را(۱)
پیری رسید و رفت سیه مستی شباب	موی سفید من، نمک این شراب شد(۲)
عید است، و جهان زعیش شد، نغمه سرا	عالم گردید باز، عشرت پیرا
از بسکه، نداد نقد میخی، در دست	طفل اشکم ز خون دل بست حنا(۱)

● خوشگو : فرحت، کشمیری الاصل بود . از حضرت شاه گلشن
 مشق سخن بپایه درستی رسانید . و در مشاعره ها حاضر میشد . بخدمت
 شاه دیدنش اکثر اتفاقی می افتاد . خیلی گرم جوش و مرد آدمی بود .
 بر فقیر توجه بسیار میفرمود . در هزار و صد و سی و هشت (۸۱۱۳۸) به
 کشمیر جنت نظیر رفت و به جنت پیوست . از اشعار اوست :

(یک رباعی و دو بیت دارد ص ۱۶۲)

● گل رهنا : فرحت کشمیری ، از تلامذه شیخ سعدالله گلشن است
 و بترتیب نظم دلپذیر فرجت افزای انجمن . خوش اختلاط و مهذب الاخلاق
 بود . و در کشمیر جنت نظیر سنه ثمان و ثلاثین و مائة و الف (۸۱۱۳۸)
 بجنته الهاوی آسود . ازوست : (همین یک رباعی و دو شعر دارد ص ۹۲۵)

۱- سفینه خوشگو، گل رهنا، روز روشن دارد .

۲- سفینه خوشگو، گل رهنا، سفینه هندی و گلستان مسرت دارد .

● **عقد ثریا :** فرصت ، مولوی میران فرحت مردم کشمیر است . از مدت دراز به شاهجهان آباد بسر میبرد . در فارسی و عربی علم استادی میافزاید . و اکثر کشمیریان سال خورد — که درین شهر آمدند — اقرار بشاگردیش دارند . و حالا هم اطفال این قوم استفاده علم ازو میکنند .

غرض که ، شخص مدرس است و در کتاب دانی و تحقیق لغت بینظیر . چنانچه — شرح گلستان — بر شروح دیگر در کمال تحقیق و تدقیق بهتر از مولفان ما سبق تالیف نموده . و در ایامی که ، نامه شاه ایران بزبان عربی به پادشاه دین پناه رسیده ، اکثر صاحب کمالات پایه تخت ، جوابش را نگاشته . از انجمله مشار الیه هم نامه در کمال فصاحت و بلاغت نوشته بود ، بر همه ترجیح داشت . لهذا جهان نامه را به ایلچی بادشاه ایران دادند و روانه کردند . در نظم و نثر هم مثل — شاه نامه — وغیره گاهی گاهی تلاش نمایان میکند . اما از بس که پیری اورا دریافته است ، خیلی حواسش مختل میباشد و علاوه آن فکر قوت عیال و اطفال . عمرش قریب بصد خواهد بود .
(۲۴)

● **صحن ابراهیم :** فرحت ، از مردم کشمیر است . در خدمت شاه گلشن مشق سخن گذرانیده و با بندر ابن خوشگو ارتباط داشته . در صد و سی و هشت (۱۱۳۸) بکشمیر در گذشت :
(۲۴ الف)

● **سفینه هندی :** فرحت تخلص کشمیری . از موزونان عصر مجد شاه است . اوراست :
(یک شعر دارد ص ۱۵۷)

● **روز روشن :** فرحت ، مولوی مجد میران کشمیری . از وطن بریده رحل

اقامت بدھلی انداخت . و اکتساب علوم معقول و منقول از قاضی مجد مبارک گورپاموی (۱) و ملا احمدالله سندیلوی نموده و در نظم فارسی مهارت نیکو بهم رسانیده و زائد بر صد سال زندگانی کرد :

چشمکی یار زده بسی سروپا کرد مرا طرفةالعین ببینید! چها کرد مرا
(دو شعر و یک رباعی ص ۵۱۷)

۱۸۲- فرخ، پندت و راج کاک

● بهارگشن کشمیر : پندت راج کاک . در جوار صفا کدل سرینگسر زندگانی میکرد و بعمر ۶۲ سال در سنه (۱۹۰۷) بکرمی حیات را پدرود گفت ؛ این عهد راجه گلاب سنگ (۱۲۷۲-۱۲۶۲هـ) بود :

<p>چو بر گردد، کند از یک نگه کار جهانی را هدف از سینه میسازم خدنگ سخت جانی را روان تازه گسر خواهی بین سرو روانی را خوشید و مساه آئینه دار است پیش ما نیست اینجا پائیداری گریه میآید مرا چه سازم چهره کاهی و اشک ارغوانی را ظالم مستاب سنبل پر پیچ و تناب را چشمی کشا بمرث ، و بنگر حباب را خیرمقدم ای جنون امداد میخواستیم ما داد از دست تو، ای بیداد! میخواستیم ما بسی پرده ساختی بسخدا آفتاب را پاران چه میکنم دل پر اضطراب را</p>	<p>بنام ترک چشم شوخی ابرو کجانی را یقصد من کجان زه کرده می آید ، زهی طالع و دلق کهنه قزویر بگذر، بشنو ای زاهد از صاف باطنی شده ام محوری او شمع میگوید، به اهل بزم، هنگام سحر تجان میداشتم داغ دل و درد نهانی را (فرخ) اسیر زلف تو، دارد دل عزیز (فرخ) حیات نقش بر آب است ، هوشدار این و ایجان، جان و دل، اندر رخت کردم نثار شاک گشتم و دامن کشان رفتی ز من پرداشتی ز چهره گلگون نقاب را میخواستیم که پا کشم از دست بیخودی</p>
--	---

۱- شارح سلم العلوم ابن شیخ مجد دائم فاروقی . بر منطقیات او شرح سلم گسواه عدیل است . با قاضی احمدالله سندیلوی و قاضی احمد علی سندیلوی مناظره و مباحثه علمی میکرد . در سال (۱۱۶۲هـ) رحلت کرد .
(رحمان علی)

صبا! از من پیامی بر همچون جنون پیکر
ستاره ریز ز شام است تا سحر چشمم
بالای بلندی تو، بر افراخت، چو قامت
برباد شد از قاب غمت جان و دل آخسر
تا شده (فرخ) به غمش آشنا
غم دهی و دلم می بری، چه عیار است
به دوش بارگنه، خار معصیت، در پا
مجوی' رسم وفا از پری رخان (فرخ)
(فرخ) چو نیست منزل او، جز حریم دل
بنوش باده گلرنگ اگر، دلت تنگ است
فدائی قدرت رویم، که در خزان و بهار
دل، سر زلف او، رها نه کند
عشق علقم ربود و داد جنون
سر سودای' زلف او (فرخ)
نگذشته است ز طوفان فنا بر مردم
کرده بود عقل ز خود بیخبرم
آب گردید و شد از دیده برون
بشت ایبان شده از مصحف روی تو قوی
گریبان بصد جا پاره خواهی دید در یکدم
ز مسجد هیچ نکشاید بعالم گفتند زاهد!
ظالم ز بند زلف تو، دل چون رود جای دگر
هرزانه کو، یک نظر بیند رخ خوب ترا
دیوانه رویت شوم، آشفته مویت شوم
هرق از روی چو گل ریختنش را بنگر
گشته ام نغمه سرا، در هوس تازه گل
دزبمل شیشه و در دست قدح، یار آمد
نه تنها روز من چون شب شود از زلف او (فرخ)
هرگز نگردد آشنا با نبض من انگشت کس
گفتی که: آه سرد و رخ زردت، از چه روست
نه از دورنگی' لیل و نهار، میترسم
دلم از خویش غافل بود شب، جائیکه من بودم

جنون سالار میآید برون، خالی کند جای
بر آ! و دیده شب زنده دار را دریاب
بر خاسته، از زوئی زمین، شور قیامت
اینک رخ زرد است و دم سرد علامت
از خود و بیگانه رمییدن گرفت
مرو! مرو! که نه شرط مروت یاریست
امید یاریم از فضل حضرت یاریست
که راه و رسم پری طلعتان جفا کاریست
در حیرتم که، سجده مردم بسوئی کیست
علاج تنگ دل ها، شراب گل رنگ است
برنگ ها شده ظاهر اگرچه بیرنگ است
آشنا، ترک آشنا نه کند
آن چنان بسودم این چنینم کرد
فارغ از فکر آن و اینم کرد
هرچه بر روی' من از دیده پرسم گذرد
چشم مخمور تو هشیارم کرد
یافت دل آنچه تنها می کرد
کفر زلفت ز ره افگند مسلمانان چند
اگر دستم رسد فردا بدامان تو ای کافر
در میخانه بکشا! تا به بینی عالم دیگر
دام است در یکسای او زنجیر در پای دگر
در دل ندارم، غیر ازین جانان، تمنای دگر
آب و آتش بسهم آویختنش را بنگر
بلبل این نغمه سرای، ز من آموز امروز
چه مسد کرد بمن طالع فیسروز امروز
نشان صبح محشر هم دهد چاک گریبانش
در مانده از در ماندگی دست طبیبان در بغل
ظالم ندیده جگر پاره پاره من
ز گردش نگه چشم یار میترسم
رخش آئینه دل بود شب، جائیکه من بودم

حیا با ناز شامل بود شب، جائیکه من بودم
 به می سجاده رنگین گر نمی کردم چه می کردم
 کتاب بیخودی از بر نمی کردم چه می کردم
 با تاج شهبی، چه می کنم من
 با دست تپسی، چه می کنم من
 گلشائی حمیرت زین باغ دلخواه
 هر چه آید بسم روز شمار ای ساقی
 که، چو من خانه خرابی داری
 غم دادی و دل بردی، دل بردی و جان جوئی
 (۲: ۹۲-۱۰۲)

بچشم نیم باز خواند و از چشم دگلو راندم
 بمینا باده گلگون و مینا در کف ساقی
 ز استاد جنون (فرخ) بدرس عشق بازیها
 از خاک در تو، سرفراز
 (فرخ) در گوی می فروشان
 دیدیم و چیدیم ما، دسته دسته
 بی شمارم قدح می ده و اندیشه میار
 خانه آباد! نهاری غمبری
 طراری و بیبکی، ختم است بتو ظالم

۱۸۲ = فروغی، ملا حسن کشمیری

● شاهجهان نامه : فروغی، از خاک صفا پیرای کشمیر پذیرای وجود
 گشته، و آوازه سخنش بگوش مردم هر دیار رسیده. شعرش، چون زمین
 کشمیر، شکفته و رنگین. و بحر نظمش، مانند تالاب صفا، پر نور گزین.
 طبعش سرمایه اندوز معانی و فکرش پیرایه بخش سخندانی است. در
 خاکساری هیچ کس بگرد او نمیرسد، و مانند خاک شیوه افتادگی دارد.
 اگرچه کمتر سرگرم اندیشه سخن مییابد، اما اغلب سخنان با فروغ ازو
 سر میزند.

آن شعله فطرت، مدتی در کشمیر در کسوت خاکی نهادی، چون اخگر
 در خاکستر، پنهان و به تجرید افسانه بود. در سال هزار و شصت هجری
 (۱۰۶۰هـ) بروز پنجشنبه، بروز یانه دوازده رویه ملازم سرکار خاصه شریفه
 شد. و در خطه مقدسه شاهجهان آباد در سال هزار و هفتاد و هفت (۱۰۷۷هـ)
 رقم سنجان دیوان قضا خط بر دیوان حیاتش کشیدند. از نتایج طبع او

برین چند بیت اکتفا نمود : ابیات :

با زبان حال ، سنگ راه میگوید بلند
گردست آرزو کند ، آن گهر یگانه را
ازان غم وطم نیست ، کز سبک بالی
لاله را ، هم با چمن ، دل صیاف نیست
ایکه ! در رفتن شتاب تیر دارد ، عمر تو
کی ز بیم خنجرت ، خواهد دلم یکسوگرفت
اسام و قبیله اهل نجات ، شاه جهان
نشست بعد نه آیا بچار بالش جاه
صلاح خلق ، در ایام او ، چنان شد صام
بمنج بساده ، اگر گرم میشود ، غضبش
همیشه چار حد این سدس نه سقف
سرای دولت او را ، بحکم یزدان باد

میخورد پای هر که بر افتادگان ، پا میزند
رقص کنان بآب ده ، همچو حباب خانه را (۱)
همیشه همچو کمان است ، خانه بر دو شم
ما دل یاران عالم ، دیده ایم (۲)
چون کمان ، بهر که میسازی منقش ، خانه را (۳)
همچو ابرو ، میتوان تیغ ترا ، بر رو گرفت (۴)
که شد بسجده درگاه او ، فلک مامور
ازان چو عقل دم مدهد نظام امور
که دانه نبرد ، بی رضای دهقان ، مور
مویز گشته سر از تاک برزند انگور
ز کثرت سه موالید تا بود مسمور
بقا اساسی ، و قضا بانی ، و قدر مزدور
(۲۲۰-۲۲۱)

● همیشه بهار : فروغی کشمیری : سخن را بسیار بآب و تاب میگفت
و درهای اشعار آبدار در سلک نظم می سفت : و در سال هزار و هفتاد
و هفت (۱۰۷۷ هـ) رقم سنجان دیوان قضا بر ورق حیاتش خط کشیدند : من
غرر نظامه :

یا رب چه خوش است این عذاب دوزخ آتش یزستان و بتابستان یخ
(سه بیت دیگر دارد)

● تذکره حسینی : فروغی ، از روشن طبعان کشمیر بوده : و از سخن
سنجان خوش تقریر : یعنی بآب دلجو است : این مطلع ازوست :
کردلت آرزو الخ
(۳۵۳)

- ۱- همیشه بهار و تذکره حسینی و خزانه عامره و شمع انجمن و صبح گلشن دارد .
- ۲- خزانه عامره و گل رعنا و شمع انجمن دارد .
- ۳- همیشه بهار و خزانه عامره و گل رعنا و شمع انجمن و صبح گلشن دارد .

● خزانه عامره: فروغی، از روشن طبعان خطه کشمیر و عندلیبان گلشن فردوس نظیر است: چون صاحبقران ثانی شاهجهان در سنه احدی و ستین و الف (۱۰۶۱هـ) سایه سحاب چتر بر گلشن کشمیر انداخت، فروغی دولت ملازمت اندوخت و دو مثنوی زاده طبع خود، یکی در وصف — شاهجهان آباد — و دیگر در — تعریف باغ حیات بخش — واقع شهر مذکور، بعرض رسانید. پسند افتاد و هزار روپیه صله انعام شد، و در سلک ملازمان پادشاهی انخراط یافته، بیومیه دوازده روپیه کامیاب گشت: این ابیات از مثنوی است:

تعالی الله! چه شهر است این که، از شان	گنشته هر بنای او به کیوان
جهان را به ز خود گر یاد باشد	همین شاه جهان آباد باشد
جگر، از غیرتش خون شد، یمن را	عقیق او، گواه است، این سخن را
ز خوربی های او، هر گه کند پاد	روه صد دجله اشک، از چشم بنفاد
شکوه آسمان دارد زمینش	جهان انگشتر آمد او نگینش (۱)

و از مثنوی دومین اوست:

ای چشم بهار! از تو روشن	خاطر بتصور تو، گلشن
راحت در روح فیض هامت	زان گشت حیات بخش — نامت
نهری که میان تو، روان است	هالم همه جسم، او روان است
زان نهر که، هست در کنارت	آمد آبی بس روی کارت (۱)

و چون خلد مکان اورنگ سلطنت را زیب داد، در خیل ثناگستران او در آمد، و مکرر جوایز اندوخت. در سنه سبع و سبعین و الف (۱۰۷۷هـ) فروغ حیاتش در دیوار فنا متواری گشت. این لمعات از فروغی است:

(سه اشعار دارد ص ۳۶۷-۳۶۸)

● گل رعنا: فروغی کشمیری، از روشن طبعان روزگار بود و چراغ افروز شبستان افکار. چون صاحبقران ثانی شاهجهان در سنه احدی و ستین

و الف (۱۰۶۱ هـ) کشمیر را از عین قدوم، جنت نظیر ساخت، فروغی بشرف ملازمت پادشاهی فائز شد و دو مثنوی گفته خود، یکی در — وصف شاهجهان آباد — دیگر در — تعریف باغ حیات بخش — واقع بلده مذکور، معروض داشت. پسند افتاد و هزار روپیه صلہ مرحمت شد، و در سلک نوکران پادشاهی منخط گشته بیومیہ دوزاده روپیه سرفراز گردید: از مثنوی اول اوست (۱).

و از مثنوی دؤمین است (۲)

و چون عالمگیر پادشاه بر تخت سلطنت جلوس فرمرد، در خیل مدحت گران او داخل شد: و مکرر بجوائز کام دل اندوخت. آخر در سنہ سبع و سبعین و الف (۱۰۷۷ هـ) فروغ حیاتش در شبستان عدم، جا گرفت. از فروغی است:

(سه بیت دارد ص ۹۰۵)

● صفح ابراهیم: فروغی کشمیری، از شعراء عهد شاهجهان پادشاه است: در تاریخ شاهجهانی آورده که مثنوی در تعریف شاهجهان آباد نظم کرده از نظر والا گذرانید و پسند افتاد:

(ص ۲۶۶ ب)

● شمع انجمن: فروغی، از روشن ضمیران خطه کشمیر و عندلیبان این گلشن جنت نظیر است: در — صفت شاهجهان آباد — و — باغ حیات بخش — مثنوی دارد. از وی میآید:

(سه بیت دارد ص ۳۵۸)

● صبح گلشن: فروغی، از خوش فکران خطه کشمیر و موزون طبعان شیرین تقریر است: در سنہ ستین و الف (۱۰۶۰ هـ) بوظیفه دوازده روپیه

۱- پنج بیت دارد.

۲- چهار بیت دارد.

یومیہ در ملازمان شاہجہانی فروغ یافت : و بعہد عالمگیری سنہ سبع سبعین
و الف بعالم (۱۰۷۷ھ) جاودانی شتافت . (ص ۲۱۵)

۱۸۴ = فریبی، میر عبداللہ مرزہ کشمیری

● سیخانہ : فریبی ، آن عزیز را میر عبداللہ مرزہ بجهت این میگویند
کہ ، در وقت حرف زدن چشم بسیار بر ہم میزند . تخلص او فریبی است .
و شعر را هموار میگوید و ابیات متفرقه بسیار دارد ، ولیکن دیوان ترتیب
نداده است .

مسود این اوراق را بآن درد مند در دارالعیش کشمیر ملاقات واقع شد،
مولدش از شہر مذکور است : درانجا بسن رشد و تمیز رسیده و نشوونما
نموده است، و ہرگز از برای سیر محنت سفر اختیار نفرمودہ : این بیت از
ابیات برجستہ اوست :

تاری از زلف تو، با شانہ، نیاید بیرون کہ بآن صد دل دیرانہ نیاید بیرون (۱)
(لاہور ص ۵۷۱-۵۷۲)

● مجمع النفاث : فریبی ، عبداللہ فریبی بحسب ولادت از کشمیر
است . ازوست :

از سنگدل ، گر فلک ہمد شکن را مقصود ، شکست دل ما بود ، شکستیم (۲)
(ص ۲۶۷ ب)

● گل رعنا : فریبی ، عبداللہ کشمیری . اشعار دلفریب دارد و افکار
جواہر زیب : ازوست :

(دو شعر دارد ص ۹۲۲)

۱- مجمع النفاث ، گل رعنا و روز روشن دارد .

۲- گل رعنا دارد ،

● روز روشن : فریبی ، فریبی کشمیری سخشن دلمها میفریبید :

(یک شعر دارد ص ۵۲۳)

۱۸۵ = فزونی ، هاشم بیگ امیر آبادی

● میخانه : والی وادی آزادی ، مولانا فزونی استرآبادی . نکته سنجی سنجیده و آزاد مردی جهان دیده است . بعضی از اشعار او خالی از حالتی و رتبه نیست . منظومات کم دارد فاما تتبع نظم و نثر بسیار کرده به تخصیص تواریخ و دران فن مهارت تمام دارد :

چنانچه وقتی که این ضعیف بدارالعیش کشمیر رفت ، فزونی درانجا رحل اقامت انداخته بود ، و بتالیف کتابی اشتغال داشت : دران بلده دلپذیر آن تصنیف بینظیر را ، باتمام رسانید . و نام آن نسخه را — بحیره — گردانید . الحق که آن تاریخ را بسیار خوب نوشته و در تحقیق اخبار — آنچه لازمه مورخ است ، و تعلق بسباق تاریخ دارد — دقیقه فرو گذاشت نه کرده است . نام آن نکته سنج متین هاشم بیگ است و مولدش از استرآباد است . درانجا بسن رشد و تمیز رسیده و تخلص فزونی کرده . در بهار جوانی و ایام نشوونمای زندگانی ، از وطن بعزم تجارت برآمده پاره سیر سفر کرده و آنچه داشته در سیاری صرف مردم اهل نموده . بعد ازان در لباس فخر فقر درآمده ، پاره درآن لباس عالم را گشته :

دران ایام که فزونی بکشمیر آمد ، صاحب صوبه آن ملک صفدرخان بود . او را به تکلیف تمام درخدمت خود نگاه داشت ، و در مراعات خاطر او کوشید . چون در ابتداء سنه خمس و عشرين و الف (۱۰۲۵هـ) حکومت آن دیار ، بفرمان قضا جریان جهانگیر پادشاهی ، از تغیر صفدرخان به احمدبیگ

خان کابلی مقرر شد ، مولانا فزونی همراه خان مذکور ، از کشمیر به هندوستان رفت ، و در لاهور ازو جدا شده بجانب دکن روانه شد :

ساقی نامه بخود را — بی آنکه بشرف پای بوس شاه عالم پناه عباس شاه مشرف شود — بنام آن شهریار گردون اقتدار تمام کرده است (۱) :

(لاهور ۲۲۳-۲۲۹)

۱۸۶ = فصیحی ، کشمیری

● تاریخ اعظمی : فصیحی ، از شعرای مشهور کشمیر است . در دور شاهجهان چمن پیرای گلزار سخندانسی بود و ندیمی مولانا ندیم (۲) اختیار مینمود : صاحب دیوان است این چند شعر از نتایج افکارش مرقوم شد .

غزل

حسن پیرایهٔ دکان هوس ، نتوان کرد	شملهٔ طور ، چراغ دل غم ، نتوان کرد
طوطیان ، گریب دریوزه ، بحسرت بستند	شکرستان ، همه در کام مگس ، نتوان کرد
چون حیا ، پرده نشین شوکه ، گل خوبی را	دست فرسود نگاه همه کس ، نتوان کرد
بال و پر سوز که تا ثروت پروازی هست	بمراذ دل خود ، سیر قفس ، نتوان کرد
چه طلسمیت (فصیحی) که ز میدان وفا	پیش نتوان شد و رو باز به پس ، نتوان کرد
آشفته تر از ماست ، بسی انجمن ما	بی نور شود شمع طرب ، از لکن ما
بر ناصیهٔ غنچهٔ ما ، نقش طرب نیست	شرینده برون رفته نسیم ، از چمن ما
نشگفته بماندیم بگلزار شهادت	پاشیده مگر کرد غمی در کفن ما
از سوختن ما نشود هیچ تسلی	خوش بنرسر لطف آمده پیمان شکن ما

(ص ۱۵۰)

۱۸۷ = فطرتی ، کشمیری

● تاریخ اعظمی : فطرتی ، نیز از همگان ندیمی و فصیحی است . ظاهراً

۱- بعد ازین ساقی نامه دارای ۹۴ بیت دارد .

۲- رک : تحت ندیم .

و هم شاگرد ملا ذهنی بود. فطرت بلند داشت و قتیکه میرزا فطرت (۱) بکشمیر آمد، و اشعار او را شنید، گفت: اگر معلوم میداشتم تخلص خود فطرت نمیکردم! از اشعار فطرتیست، بیت:

از باغ و گل هوای دماغم فرو نشست پای هوس بکنج فراغم فرو نشست
پرتو فگند عشق، فروغ خرد، نماند سر بر زد آفتاب و چراغم فرو نشست
(ص ۱۵۷)

۱۸۸ = فطرتی، مولانا فطرتی کشمیری

● ریاض الشعرا: فطرتی، در خدمت اکبر پادشاه میبوده. چون پادشاه مزبور بدستور هزود گاهی تعظیم آفتاب میکرد، دران باب گفته است. این قطعه:

قسمت نگر که در خور هر جوهری عطاست آئینه با سکندر با اکبر آفتاب
او کرد گر، ماینه خود، در آئنه این میکند مشاهده حق، در آفتاب (۱)

● مجمع النفاث: فطرتی، مولد و منشا او کشمیر است. معاصر تقی

۱- غالباً مقصود از میرزا معزالدین محمد خلف میرزا فخرالدین موسوی فطرت مشهدی است، که در سال (۱۰۸۲هـ) بهند وارد شد و در عهد عالمگیری بمنصب امرائی رسید. شاعر بوده و موسوی و فطرت تخلص میکرد. در سال (۱۱۰۱هـ) وفات یافت.

کجا شد موسوی خان

۱۱۰۱هـ

تاریخ فوت و

افضل اولاد زمانه

۱۰۵۶هـ

تاریخ ولادت است. تذکره بنام - گلستان فطرت - تالیف کرده اوست. رک: مائرالامرا ۳: ۶۳۳ - سرو آزاد ۱۲۶ - سرخوش ۱۶۰ - حزین ۵۹ - صدیق ۳۶ - نصرآبادی ۱۷۶ - حسینی ۲۵۳ - آذر ۸۶ - قدرت ۶۵۲.

۲- مجمع النفاث، خزانه عامره، گل رعنا، صحف ابراهیم و شمع انجمن دارد.

اوحدی است ، چنانکه گوید: در خدمت اکبر پادشاه بجائزه این دو بیت دوازده هزار روپیه انعام یافته : ازوست : قسمت نگر..... الخ
 فقیر آرزو گوید که ، جهت پسند اکبر پادشاه آنست که ، او بسبب اختلاط شیاطین هندو و آتش پرستان فارسی و قصور فهم خویش ، مذهب آفتاب پرستان اختیار کرده بود . و تفصیل آن از — تاریخ بداونی — بوضوح می پیوندد ، لهذا شعرای عصر او مثل فیضی وغیره اشعار در تعریف آفتاب گفته اند . ازوست :

مائیم چو (فطرتی) ز جور گردون ناشاد ، چو ماتم زدگان محزون
 چون آه غریبان ، همه پرورده درد چون اشک یتیمان ، همه پرورده خون
 (ص ۶۲۹ ب)

● خزانه عامره : فطرتی ، فطرتی کشمیری صاحب فطرت بود ، و بلند فکرت : تقی اوحدی صفاهانی — که معاصر اوست — گوید: در خدمت اکبر پادشاه بجائزه این دو بیت دوازده هزار روپیه انعام یافت . قسمت نگر..... الخ

صاحب — صبح صادق — این دو بیت را از مظهری کشمیری نقل میکند ، و میگوید که : مظهری قصیده از نظر شاهی گذرانید و برین دو بیت دهانش را پر زر کردند . لکن روایت نخستین قوتی دارد ، که تقی معاصر فطرتی است ، و صاحب — صبح صادق — از متاخر . چه وفات مظهری در سنه سبع عشر و الف (۱۰۱۷ هـ) بوده و ولادت صاحب — صبح صادق — یک سال بعد ازان (۱۰۱۸ هـ) .
 (ص ۲۶۷)

● گل رعنا : فطرتی کشمیری : شاعر خوش تقریر است و نال قلمش ریشه زعفران کشمیر . تقی اوحدی اصفهانی — که معاصر اوست — در

تذکره خود مسمی — بعرفات — گفته که : در خدمت اکبر پادشاه بجائزه
این دو بیت دوازده هزار روپیه انعام یافت : قسمت نگر..... الخ

صاحب — صبح صادق — این دو بیت را از مظهری کشمیری نقل
میکند و میگوید که : مظهری قصیده از نظر شاهی گذرانید و برین
بیت دهانش را پر زر ساخت . لکن روایت تقی اوحدی رجحان دارد که
تقی معاصر فطرتی ست و صاحب — صبح صادق — از مظهری متاخر :
(ص ۹۰۰)

● صحف ابراهیم : فطرتی کشمیری : تقی اوحدی مینویسد که : از
حضور اکبر پادشاه بجائزه این دو بیت قصیده دوازده هزار روپیه یافت :
قسمت نگر..... الخ (ص ۲۴۴ ب)

● شمع انجمن : فطرتی ، فطرتی کشمیری صاحب فطرت بود و بلند
فکرت . در جائزه این دو بیت از اکبر پادشاه دوازده هزار انعام یافت .
قسمت نگر..... الخ .

و نزد — صبح صادق — این هردو بیت از مظهری ست ، لیکن روایت
نخستین قوی تر است . (ص ۳۵۸)

● تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی : فطرتی کشمیری از شاعران
قصیده سرای دربار جلال الدین مجد اکبر بوده . و یکبار اکبر برای دو بیت
از قصیده ای — که در ستایش وی سروده بود — دوازده هزار روپیه باو
صاه داد . (۱ : ۶۴۶)

۱۸۹ = فقیر، پندت گوپال در کشمیری

● بهارگشن کشمیر : در محله صفا کدل سرینگر حیات را بسر برد . در عهد حکومت عبدالله خان بمعر ۹۵ سال در سنه (۱۸۵۵) بکرمی از جهان رخت بر بست :

گفتم : فلک بسکام دل ما شود ، نشد
 هر چند خواستیم که ، از ما شود ، نشد
 فردا چه کنی چاره ، که خاکت بسر است
 فسر زر و سیم بیش از بیشم داد
 امروز مرا که غم ز فردا افتاد
 فردا کنسی ، چو بر سر خاکم گذر کنی
 دستی بدست مالی و خاکی بسر کنی
 ترک ستم اگر نه کنسی مختصر کنسی
 یکبار اگر ، نگاه به این چشم تر کنسی
 ترسم که ، راز فاش بجای دگر کنسی
 چند آنکه ، گویمت که مکن ، بیشتر کنسی
 دارم امید آنکه مرا هم خبر کنسی
 خود را به تیر غمزه او چون سپر کنسی
 (۲ : ۱۰۲)

رفتم بکوی میکده ، دروا شود ، نشد
 آن پیر می فروش که ، عمر عزیز ماست
 امروز بکن که ، هست پا ، بر سر خاک
 در جان و دلم حرص و طمع پای نهاد
 جز رنج ز زندگی بگو حاصل چیست
 امروز سوی ما نظری کن ، اگر کنسی
 گر بعد من ، بخاک من آی ، ازین چه سود
 یکبار شکوه گوش اگر سر بسر کنسی
 بینی چگونه حال ستم دیدگان تست
 گفتم که : درد عشق بگویم به پیش تو
 جور و جفا بگفت رقیبان ، بحال ما
 زوزیکه لطف عام کنسی در میان خلق
 خوانند ای (فقیر) ترا مرد ، آن زمان

۱۹۰ = فنا، حاج حیدر علی کشمیری

● تذکره نصرآبادی : حاجی حیدر علی فنا ولد حاجی علی کشمیری . پدرش کر بود بقصد زیارت بمشهد مقدس آمده شب جمعه امام را بخواب میبند که : ما بعوض فرزند صالحی بتو دادیم ! بعد آزان که بکشمیر میآید حاجی حیدر متولد میشود . الحال از دانشمندان و مدرس کشمیر است .

نهایت صلاح دارد و نفع بسیاری از او بمردم کشمیر میرسد: طبع نظمی دارد
شعرش اینست:

تا رنگ یافتم چمن زعفران شدم	آیننده بهار نه‌ای خیزان شدم
در گلشن زمانه، ز نیرنگ حسن و عشق	بوی بهار گشتم و رنگ خیزان شدم
از جوش گریه، در ره صحرای بیخودی	مانند سیل، از همه اعضا روان شدم
تا ار اشاره نسکنند، وا نمیشود	ابروی او، کلیده در گفتگوی ماست

(ص ۲۲۶)

۱۹۱ = فهمی، گشمیری

● تاریخ اعظمی: فهمی، از اقران ندیمی است، فهمی عالی داشت
و در مشاعره علم مقابلهت با فصیحی و ذهنی میافراشت. از اشعار اوست:

غزل

فکر سر زلف تو، مرا بی سرو پا کرد	اندیشه پا بوس توام پشت دو تا کرد
گفتم که: بوصل تو رسم، گر بودم عمر	نی وصل میسر شد و نی عمر وفا کرد
دردا که ترا مهر نیاموخت معلم	در مکتب خوبی همه تعلیم جفا کرد
تا رو بره بادیه عشق نهادیم	صد گونه غم از هر طرفی روی بنا کرد
(فهمی) نتوان رست ز اندیشه خوبان	زین گونه که، در دل غم این طائفه جا کرد

(ص ۱۵۰)

۱۹۲ - فیضی، مالک الشعرا ابوالفیض فیضی

● نامه شیخ مبارک به ابوالفیض فیضی: بعد از دعای بقای ایمان کامل
که اصل اجل نعم الهی است و سرمایه نامتناهی، بر ضمیر فیض پذیر
فرزند دلبنده سعادت‌مند، قره عینی، ثمره فواد، ابوالفیض (ایده‌الله تعالی بالفیض
الابدی و الفضل السرمدی) مخفی نماید که: زمانه بواسطه شومی علماء بی
دیانت و فقهای پرخیانان، فساد بی نهایت انگیزیخته، و گردد حوادث

ریخته ، حضرت حجة الاسلام امام محمد غزالی (قدس سره) فرمود :

— آن کسان که راه دین را روان من ساختند ، اکنون این راه میزنند ، چگونه درین راه توان رفت —

شیخ اوحیدی ، که از بنندگان دیندار است ، در — جام جم —

میفرماید :

روح قرآن بر آسمان بردند نقد تحقیق از میان بردند

از حقیقت بدست کوری چند مصحفی ماند کهنه گوری چند

ترکان ناخوانده ، و سپاه ساده لوح ، به مراتب ازین جماعه بهتر اند ؛ یکی ، بزور چاپلوسی و خاک بوسی افغانان ، شیخ الاسلام (۱) لقب یافته . و دیگری ، بواسطه غلط نهای و خود ستای صدرالکرام (۲) . بواسطه تعصب و جاه دنیوی ، فتویٰ بر قتل سید میدهند . و افغانان بی ایمان — که سب نبی کرده — قتل او را مشروع میدانند .

سبحان الله این چه اسلام است ! زنهار صد زنهار ! از حیله و مکر این زاهدان — که دعوی اسلام میکنند — ایمن میباشند که بیباک تر ازینند اگر این بندگان حضرت خلدالله ملکه علوم عقلی و نقلی پیش فقیر خوانده ، و ابواب انواع علوم و معارف بر ایشان مفتوح شده ، در مجلس اشرف اقدس به این سفید ریشان سیاه دل ، و خود پرستان بی حاصل ، مباحثه میکنند ادب میانیند .

چون بیکسی هر دو برادر و کثرت هجوم فساد در نظر میآید ، بسیار دلگیری دست میدهد ، که مبادا این جماعه جيله ور ، در مقام ظرافت شوند ، رفته رفته ضررکشان . آن فرزندان باید ، برادر اعز خود را نصیحت نماید که : سکوت کردن فرض وقتست ! و آن که خاطر را تسلی بخشد ، آن است که ،

۱- مخدوم الملک عبدالله انصاری شیخ السلام .

۲- شیخ عبدالنبی صدرالاسلام .

بندگان حضرت خلافت پناهی، بنور ولایت خاص، آن جماعت را دریافته اند و تعصب و بی‌دیانتی آنها دانسته اند. الحمد لله علی ذالک! حق سبحانه تعالی ظلال دولت و اقبال آنحضرت امتداد دارد:

و نیز شنیده شد که یکی از کوریان، در مجلس بعضی دشمنان، نام والده سیده فقیر را به اهانت برده است. او را به غضب خدا و رسول سپرده شد.

ای فرزند! از نسبت لاف زدن، استخوان بدان فروختن است، و افتخار به کمال غیر کردن، نشان کوری است. مثنوی:

بنده شوق شدی، ترک نسب کن (جامی) که درین راه، فلان ابن فلان، چیزی نیست
چو نادانان، نه در بسند پدر باش پدر بگذار! فرزند هنر باش
چو دود از روشنی نبود نشانند چه حاصل زان که، آتش راست فرزند

پسر نوح کافر گشته و از بت تراش حضرت ابراهیم بوجود آمد. بیت:
گرد نام پدر، چه میگردی پدر خویش شو، اگر مردی

فقیر مبارک بن خضر بن رکن‌الدین بن عبدالله بن موسی بن عبدالقیوم بن عبدالله قریشی است (۱). و این شیخ موسی و پدرانیش از عرب بودند،

۱- آئین اکبری: ابوالفضل در شرح حال خانواده خویش به اینقرار رقم طراز است:
شماره آبای کرام داستان دراز است. چگونه گرامی انفاس را بنا بایست وقت بفروشد.
برخی دزلباس ولایت، و گروهی در علوم رسمی، و طائفه در زی عمارت، و جمعی در معامله گذاری، و طبقه در تجرد و تنهائی بسر برده اند. از دیرگاه زمین ین و نگاه این والا نژادان بیدار دل بود.

ورود شیخ موسی در هند

شیخ موسی پنجمین جد را در میادی حال رسیدگی از خلق رو داد، ترک خانان نموده، غربت گزید. و بهمراهی علم و عمل معموره جهان را، پستی عبرت در نوشت. در مآنه

و در یمن سکونت داشتند : و این شیخ موسی سیر عالم بسیار کرده بود ،
آخر به ارادت در ولایت سند در قصبه ریل آمد و متوطن شده ، بعد در
همانجا متاهل شد . بدرویشی و فقر و زهد آراسته بود : همین روش

تا سده (۹۰۰ هـ) در قصبه ریل - که زفتگاهی است از سیوهستان (۱) - بسر نوشت
آسمانی عزت گزیده ، و از پیوند دوستی خداکیشان حقیقت پژوه ، کد خدا شد .

اگرچه از صحرا بهدینه آمد ، لیکن از تجرد بتعلق نشناخت . بر همان نطع آگهی بوده ،
انفاس گرمی را در آویزش خویش ، بکار بردی و زندگانی بی بدل را ، در پیراستن نفس
بو قلمون مصروف گردانیدی . فرزندان و بنابر سعادت آورد پیرو آئین او بوده عرسندی
داشتند و دانش عیانی و بیانی میاندوختند .

شیخ خضر در ناگور

در عنفوان مآنه عاشر شیخ خضر را ، آرزوی دیدن برخی اولیای هند و رفتن
به دیار حجاز و دیدن السوس خود بسفر در آورد . با چندی خویشان و دوستان بصوب
هند آمد ، بشهر ناگور میرسید . یحییای بخاری اچی - که جانشین مخدوم جهانیمان بودند
و از ولایت معنوی بهره وافر داشتند - و شیخ عبدالرزاق قادری بغدادی ، (از اولاد
گرامی اسوه اولیای بزرگ سید عبدالقادر جیل) و شیخ یوسف سندی - که سیر

۱ - ریل : زمینی مسکن اولیاست . درویشان ریل مشهورند ... - سند صادقان ریل درویشان -
شاهد این مدعا معروف . و بسبب شیخ موسی پنجمین جد شیخ ابوالفضل است . چنانچه شیخ
ابوالفضل در - کچکول - آورده ، در مایه تاسمه آنجا مسکن گزیده ، روزگار مخصوص
عزت و یاد خدا ساخته در گذشت . شیخ خضر از بنا بر اوست . در مایه عاشر بسیر و سفر
بر آمده بشهر ناگور رسید و مرید شیخ یحیی بخاری - جانشین مخدوم جهانیمان - و شیخ
عبدالرزاق قادری و شیخ یوسف سندی شد . پس سیر صورت و معنی کرده بسند باز گردیده .
در سال نهصد و یازدهم (۹۱۱ هـ) از شیخ مبارک بوجود آمده بود . وی در اکبر آباد
اوقات حیات بزرگی و تبحر در علوم معقول و منقول بسر برده . صد و بیست سال عمر یافت .
مرید شیخ فیاضی بخاری و عمر تئوی بوده . ولدی اکملش شیخ فیضی و شیخ ابوالفضل بجا
مذکور شدند . (تحفة الکرام روق ۱۲۱) بعد ازین صاحب تحفة الکرام شرح حال درویشان
ریل ثبت کرده است ، مثلاً درویش یحیی ولد مولانا عالم بکری ، مخدوم نجیم ، درویش ابراهیم .
قصبه ریل تا کنون در حوالی سیوهستان (سیوهن) موجود است .

در فرزندان او بود: تا والد من (در خانه) شیخ منور پدر نظام‌الدین ناگوری متوطن شده. فقیر خود با والده ام، از ولایت سند بر آمده، در ناگور بجوار حضرت سلطان‌التارکین متوطن شد.

صورت و منعی فرموده بودند، و بسا کمالات حقیقی فرام آورده در گذرگاه ارشاد و رهنمائی خلق بسر بردی، و جهانیان از ره آورد او ذخیره‌ها بر گرفتند - از گرم خونی و دلجوئی این بزرگان کار آگاه، و از خاک دامنگیر بنگاه روزگار خورده، آن ره گرای غربت توطن گردید.

تولد شیخ مبارک

در سال نهمصد و پانزدهم هجری (۹۱۵هـ) شیخ مبارک از نزهتگاه علم بعین آمد، و طیلسان هستی بردوش گرفت. بنیروی دم‌گیرا در چهار سالگی لواص آگهی پرتو انداخت، و روشنائی روز افزون چهره سعادتمند افروخت. در نه سالگی سرمایه‌ی مسترگ پیدا کرد، و در چهارده سالگی علوم متداوله اندوخت، و در هر علم متنی یاد گرفت.

شیخ عطن

اگرچه عنایت ایزدی قافله سالار آن بیدار بخت بود، و بکوی بسیاری از بزرگان در یوزه فرمودی، لیکن در ملازمت شیخ عطن (۱) بیشتر بسر بردی، و تشنگی باطن از آموزش او افزودی. شیخ تبرک نژاد است. صد و بیست سال عمر یافت. در زمان مسکنده لودی (۲) دران شهر وطن ساخت، و در خدمت شیخ سالار ناگوری (۳) پایه والای شناخت بدست آورد. شیخ در توران و ایران دانش اکتساب فرموده بود.

وفات شیخ خضر

الفصه شیخ خضر بصوب سند باز گردید. همگی اندیشه آن برود که برخی نزدیکان

۱- شیخ عطن: ترک نژاد بود، در عهد سلطان سکندر بن بهلول لودی از ترکستان وارد هند شد و در ناگور رخت اقامت انداخت. یکصد و بیست سال عمر یسافت. و صدها متلاشیان حق را بمنزل رسانید. (گلزار ابرار ص ۲۲۵)

۲- ۸۹۳-۸۹۲ هـ.

۳- شیخ سالار ناگوری: در ایران و توران اخلاص علوم دینی و دنیوی کرد. شیخ مبارک در تصنیفات خود ذکر ایشان کرده است. (گلزار ابرار ص ۲۳۰)

فقیر خورد بودم که والد (خضر) بجهت آوردن بعضی اقربا به سمنده
رفته بود، و مادرم در خانه شیخ منور مذکور گذاشته بود. والد من از تقدیر
الهی به سمنده رفته وفات یافته، و مادرم بیکس مانده، مرا میپرورید: و در

را، ازان بلاد رخت باین دیار آورد، روزگار او درین سفر سپری شد. و در حدود ناگور
قحطی سترگ افتاد، و بای عام نقرت ازگیخت. غیر از مادر و والد همه را روزگار
سپری شد.

سیاحت شیخ مبارک

پدر بزرگوار را همواره عزیمت جهان گردی، از خاطر نور آگین سر برزدی، و دیدن
بزرگان بر سرزمین، و در یوزه فیض ایزدی نمودن، بر جوشیدی. لیکن کدبانوی خاندان
عفت، رخصت نمیداد، و سرکشی در خاطر سعادت منش نبود.

شیخ فیاضی بخاری

درین کشاکش باطن، بمسلازمت شیخ فیاضی بخاری (قدس سره) پیوستند و
شورش دل، افزائش گرفت. آن پیر نورانی را، آغاز آگهی نظر یگانه بر بنده ایزدی
افتاد، و روشنی دل و سعادت جاوید روزی شد، و در یوزه اردات و گزیدن روشنی معین
نمود. پاسخ یافت که: درین نزدیکی یکی را بر فراز هدایت برمیآرند، و برهنمائی
جویندگان آگهی نامزد میکنند، عبیدالله نام دارد، و گرامی لقب او خواجه احرار (۱)
خواهد بود. انتظار آن هنگام نماید، و آئین او برگزیند!

۱- خواجه ناصرالدین عبیدالله بن محمود بن شهاب الدین شامی احرار نقشبند (قدس سره)
از اولاد امجاد خواجه مهد باقی است. از علماء خراسان بود. و بروز شنبه بست و نهم
(یکم ربیع الاول گلزار ابرار) ماه ربیع الاول سال هشتصد و نود و پنج (۸۹۵) وفات
یافت. مزار پر انوار در سمرقند است. (خزینة الاصفیا ۱: ۵۸۲)

در قاموس المشاهیر هست که: جامی مرید ایشان بود، و میر علی شیر نوائسی نیز
اعتقاد بسیار داشت و از - خلد برین - تاریخ فوتش بر آورده است. (۲: ۷۸)
مادرش دختر خواجه داؤد بن خواجه خاوند ظهور ابن شیخ عمر باغستانی بوده. خواجه احرار
در ماه رمضان (۸۰۶) بوجود آمد. دو پسر گذاشت خواجه مهد عبدالله و خواجه مهد یحیی.
(گلزار ابرار ۱۶۶-۱۷۹)

تعلیم من سعی بلیغ مینمود: جق سبحانه بر بیگسی و یتیمی و غریبی من نظر کرد. الطاف بی غایات خود انداخته، فقیر را رشدی عظیم، و قلبی

خواجه دران هنگام آبله پای هرصه نگاپو بودند، و در جستجوی جسانداری حقیقت درادو داشتند. چون وقت کار رسید، بدان پایه والا سرافرازی یافت و تلقین خدا پژوهی ازو برگرفت. گمنامی را خلوت او فرمودند و بی تعیینی پیشه او مقرر شد.

در سخنان خواجه، هر جا که — بدرویشی — تعبیر میرود، این- یگانه آفاق (شیخ فیاضی) را میخوانند. قریب چهل سال در دیار خطا بسر برد، و در دشت و کوه عشرت قنهای اندوخت. صد و بیست سال عمر گرامی رسیده بود، و آثار گرمی درونی همچنان افزایش داشت.

شیخ فیاضی و شیخ مبارک

شیی پدر بزرگوار دران مقر ولادت، بچندی از خدائیان سعادت پذیر، داستان حقیقت میگفت و بسا نکات دل افروز بر فراز ظهور میرسید، نگاه آواز آهی بگوش رسید، بارة الهی بدرخشید. هر چند اندیشه رفت نشان نیافتند. روز دیگر بتگاپوی سخت و جستجوی بسیار، روشن شد که، در خانه کلالی آن بزرگ معنوی عزاست گزین است. از نور ارادت او زمانی دل بر آسود، و خاطر هرزه گرای باز آمد. پیوسته چهار ماه سعادت میافزودند و بنظر اکسیر او روز افزون عیاری میگردند.

وفات والده شیخ مبارک

دران نزدیکی سفر ملک تقدس پذیر آمد و دل را بگونگون حقائق برآمد، و برهنای جویندگان حقیقت اشارت رفت، و بخوشدل و فارغالبالی رخت بر بستند. و دران نزدیکی، نقاوة دودمان عصمت — که تربیت پدر بزرگوار فرمودی — ازین خاکدان فنای رو در پوشید، و حادثه مالا بد فترت انداخت.

شیخ مبارک در تگاپوی اخذ علوم

پدر بزرگوار بآئین تجرد بسوی دریای شورگام همت برداشت. و همگی بسیج آن بود که ازان راه چهار دیوار معموره عالم پیموده آید، و از گروهها گروه مردم، بخشی فیض بر گرفته شود. در احمد آباد (گجرات) بوالانحاریر پیوستند. و دانشهای تازه آگهی آورد، و در هر فن بزرگ اسند عالی بدست آمد. و در آئین مالک و شافعی و ابوحنیفه

سلیم ، و فهمی مستقیم حفظ نموده . در چهارده سالگی علوم متداوله موهوب شد . و شیخ زادهای جاهل ، جسد تمام میبردند .

و حنبلی و امامیه گوناگون دریافت اصولاً و فروغاً بهم آوردند ، و بتگای سخت پایه اجتهاد رونمود . اگرچه باقتضای نیازان بزرگ ، بروش ابوحنیفه انتساب داشتند ، لیکن هواره کردار را باحوط آرائش دادی ، و از تقلید برکناره بندی دلیل کردی ، و آنچه نفس را دشوار آید بر گرفتی . و از سماعت منشی و روشن ستارگی ، از علم ظاهر بحقائق معنوی گذاره شد ، و نزهتگاه صورت رهنمای ملک حقیقت گشت . بسا کتب تصوف و اشراق بر خواندند ، و فراوان کتاب نظر و قائله دیده شد . خاصه حقائق شیخ ابن عربی ، و شیخ ابن فارض ، و شیخ صدرالدین قونوی ، و بسیاری اصحاب عیسائی و بیسانی نظر عاطفت انداختند ، و نصرتهای بی اندازه روداد و روشهای بوالعجب روشنی افزود .

ابوالفضل گازرونی

از جلائل نعم الهی آنکه ، بملازمت خطیب ابوالفضل گازرونی (۱) شرف اختصاص یافتند . او از قدردانی و آدم شناسی بفرزندی برگرفت ، و بآموزگاری گوناگون دانش همت بر گماشت ، و مراتب تجرید و بسیاری غوامض شفا و اشارات و دقائق تذکره و محسوطی را تذکار فرمودند ، و سرا بستان حکمت را ، طراوتی دیگر پدید آمد . و زهساب بینش را ، روان پایه دیگر افزود . آن فروهیده مرد خرد پزده بسی فرمانروایان گجرات از شیراز بدین دیار آمد و دبستان شناسائی را فروغی تازه افزود . از گروهها گروه دانشوران روزگار در یوزة آگهی کرده بود . لیکن در علوم حقیقی عقل شاگرد مولانا جلال الدین دوانی است .

مولانا جلال الدین دوانی

جناب مولوی (۲) نخست نزد والد خود اوائل مقدمات را اندوخت ، و پس ازان در

- ۱- شیخ ابوالفضل الخطیب الکاذرونی شیرازی شاگرد جلال الدین الدوانی . در عهد سلطان محمود بن محمد گجراتی وارد هند شد ، تعلیقات بر تفسیر بیضاوی تسلیف کرد ، و استاد شیخ مبارک ناگوری بوده . (نزهة الخواطر ۴ : ۳۰۴)
- ۲- جلال الدین بن سعد الدین دوانی تولد وی در سال ۸۳۰ هـ و از قره العین - سال برمیآید (تحفة سامی) جلال الدین در هند نیز آمده بود . و بقول میر معصوم بکپری در عهد سلطان نظام الدین (متوفی ۹۱۳ هـ) والی سنده خواهش داشت که در سنده توطن اختیار کند . عبارت

درمیان عورات یک بار گفتگو شد، مادر را لت کردند. مادرم گریه کنان به خانۀ مغفور مرحوم سیدالسادات شیخ عبدالرزاق قادری حسینی

شیراز درس مولانا محی الدین اشکبار (۱) و خواجه حسن شاه بقال (۲) بدانش آموزی بر نشست. و این دو بزرگ از سر آمد تلامذۀ سید شریف جرجانی (۳) اند. و لختی در دبستان مولانا همادالدین گلباری (۴) - که بر طالع حاشیه مفید دارد - آمد و رفت نمود، و چراغ دریافت آفریخت، و از بغت رهنمونی او را، کشایشهای غریب رو داد. و کتب حکمت را بمفز رسیده مطالب آن را بشیوا زبانی آرائش داد. چنانچه تصانیف او بران دلالت میکنند، و هجت بر گوید.

میر معصوم به این قرار است - جناب مولانا جلال الدین هج دوانی از شیراز داهیۀ ملک مند نموده میر شمس الدین و میر معین را - که هر دو شاگردان مولانا بودند - بپتبه فرستاده استدعا نمود که: آنجا آمده سکونت نماید. جام نظام الدین، نازل لایق تعیین نموده، اسباب معیشت را معد و مهیا گردانید، و مبلغی برای خرج را مصحوب ایشان فرستاد. پیش از وصول رسولان، مولانا سفر آخرت اختیار فرمودند. و چون میر شمس الدین و میر معین را صحبت جام نظام الدین در افتاده بود، مراجعت نموده به تته اقامت نمودند (ص ۵۵)

مولانا جلال ۲۹ تصانیف دارد، و بر سال فووش اختلاف است. ولی (۸۹۰۸) قرین قیاس است. حسن روملو در تاریخ نوشته است که، مولانا هفتاد و هشت سال زندگانی کرد و در سنۀ مذکور در ماه رجب بمرض اسهال فوت کرد. (رک: حاشیه مقالات الشعرا ص ۵۵۳)

۱- محی الدین کوشکناری از احفاد سعد بن عباده است (شرح حال دوانی ص ۱۰۴)

۲- خواجه حسن شاه بقال از افاضل تلامذۀ محقق شریف بشمار میرفته اند، و بنسب بگفته - حبیب السیر - در علم و فضیلت ممتاز بوده اند که در زمان میرزا هج بایسنقر (متوفی ۸۸۳) در شیراز بلوازم درس و افاده قیام مینودند. (شرح حال دوانی ص ۱۰۴)

۳- علی بن هج بن علی المعروف بالشریف الجرجانی (۴۰-۸۱۶) صاحب شرح چغمینی. (زرکل ۵: ۱۵۹)

۴- همادالدین گلباری شیرازی، صاحب شرح طوالم (رک: رجال حبیب السیر ص ۲۴۲ و شرح زندگانی جلال الدین دوانی تألیف هل دوانی ص ۱۰۵)

بغدادی (رحمة الله عليه) — کہ یکی از اولاد حضرت غوث ربانی سید عبدالقادر جیلانی (قدس سره) بودند، و بر پدرم شیخ خضر عنایت و شفقت

شیخ عمر تتوی

و ہم دران مدینة فیض، پدر بزرگوار را بشیخ عمر تتوی — کہ از اکابر اولیای زمانہ بود — سعادت ملازمت روداد. و آن گوهر شب افروز، دستگاہ عیار مندی تمام یافتہ، آئین بزرگ منشی و سترگ دانائی را، بطرز کبرویہ تلقین فرمود. و بسیاری باستانی سلاسل را از شطاریہ، و طیفوریہ، و چشتیہ، و مہروردیہ دریافتہ فیض پذیر آمدند.

شیخ یوسف

و ہم دران شہر مبارک، بہمنشینی شیخ یوسف — کہ از ہوشیاران سرمست و ربودگان آگاہ دل بود — رسیدند، و سرمایہ دیگر آگہی اندوختند. ہموارہ مستملک دریای شہود بودی، و ہرگز ادبی از آداب عبودیت از دست نرفتہ. از برکات گرامی صحبت در آرزوی آن شدند کہ، نقوش علمی از ساحت ضمیر ستردہ آید، و دست از رسمیات باز داشتہ، محو جمال مطلق گردند. آن خوانای رموز صفونکہ دل شناسا شدہ، ازان عزیمت بازداشت، و بر زبان گوہر آورد گذارش نمود کہ: سفر دریا را در بستہ اند، بصوب دارالخلافہ آگرہ گام طلب باید زد. اگر در انجا کار نکشاید، قدم بصوب توران و ایران نباید برداشت. و ہر جا کہ اشارت رود، و فرمان در رسد، رحل اقامت انداخت، و علم رسمی طیلسان احوال خدہ گردانید.

آگرہ در خدمت شیخ علاؤالدین مجذوب

بدین اشارت ہمایون، غرہ اودی بہشت سال چہار صد و شصت و پنج (سنہ ۲۶۵) جلالی مطابق چہار شنبہ ششم محرم نہصد و پنجاہ (۸۹۵۰) در مقر سعادت، دارالخلافہ آگرہ (حرسہا اللہ عما یکرہ) نزول صعودی فرمودند. دران معمورہ دولت، بشیخ علاؤالدین مجذوب (۱) — کہ بر صفایح قلوب و خفایای قبور آگہی داشت — اتفاق صحبت

۱- شیخ علاء الدین مجذوب: شیخ علاول بلاول نیز گفته اند. تولد وی در قصبہ ردولی است و از — علاوالدین مجذوب — (۸۹۵۳) تاریخ وفاتش بر میآید. مزار وی در اکبرآباد است. (اخبار الاخیار ص ۲۸۸)

پدرش سید سلیمان بود و جدش سید حسن حسینی از مدینہ بہنہ وارد شد و در قصبہ

بسیار داشتند - رفته دادخواهی کرد. و هم چنین به خدام شیخ یوسف سندهی، که سیار هفت اقلیم است و بیست خج گذاشته بود، و بر

افتاد. ایشان ازان مستی بهشیاری آمده، فرمودند: فرمان ایزدی چنان است که، درین شهر اقبال توقف افتد و ترک گردش نماید. و گزین نوپدها رسانیدند و خاطر سفر گرا را آرامش بخشیدند.

تاهل

بر ساحل دریای جون (جمنا) در جوار میر رفیع الدین صفوی الحسینی فرود آمدند، و با یکی از دودمان قریش - که بسا علم و عمل آراستگی داشت - نسبت تاهل روداد. و بدان مرزبان محله آشنائی بدوستی کشید. و آن دانای حقیقت آمود، مقدم این نوباوه شناسائی را، مغتنم شمرده بگرم خوئی و کشاده پیشانی پیش آمد. چون اسباب ثروت فراوان داشت، چنان خواهش فرمود که: بدان لباس درآیند! از رهنمونی ستاره و یاوری توفیق، نپذیرفتند. و آستانه توکل خدایگان همت بنی نیساز برگزیده، بمراقبه درونی و مباحثه برونی پای سعادت افشردند.

میر رفیع الدین حسینی

میر از سادات بزرگ حسنی حسینی اند (۱) لختی حال نیاگان او، در مصنفات شیخ سخاوی مذکور است. اگر چه وطنگاه ایشان قریه انگ شیراز است، از دیر باز سیر

ردولی رحل اقامت انداخت.

شیخ علاء الدین در دهل از شیخ لادن مفتی درس تفسیر قرآن خوانده است، و بمزار خواجه بختیار کاکي شب و روز میرفت و اخذ فیض باطنی میکرد. در آگره آمده توطن اختیاس کرد، و آنجا در حجره برکنار جمنا در مطالعه قرآن و تفسیر اوقات بسر میکرد.

شیخ مبارک بن خضر میگفت که: وقتیکه او از گجرات به آگره رسید در خدمت ایشان بشارت یافت که توطن شیخ در آگره خواهد شد.

سید زین العابدین مرید ایشان بود و در سال (۱۰۰۹هـ) یک رساله در شرح حال ایشان نوشته است. (گلزار برار ۲۵۴-۲۵۷)

۱- میر رفیع الدین حسینی بن مرشد الدین الحسینی الصفوی الشیرازی ثم الهندی الاکبر آبادی: شاگرد علامه جلال الدین دواتی و شیخ شمس الدین السخاوی. وارد هند شد و در آگره در سال اربع و خمسين و تسمه مائة (۸۹۵۲) وفات یافت. (نزهة الخواطر ۲: ۱۱۵)

احوال پدرم اطلاع داشت — رفته، مظلومی خود را گفت: اینها آن جماعه بی اندام را طلب فرمودند که: شما چرا این سیدزادی بیکس غریب را لت

حجاز نمایند، و همواره یک چندی درین دو جا بسر برند، و هنگامه افاضت و استفاضت گرم دارند. اگرچه معقول و منقول را در پیش نیاگان قدسی نهاد اندوخت، لیکن بتلمذ مولانا جلال الدین دوانی جلای دیگر یافت. و در جزیره عرب انواع علوم نقل از شیخ سخاوی مصری قاهری (۱) تلمیذ شیخ ابن حجر عسقلانی (۲) برگرفت.

و چون در نهمصد و پنجاه و چهار (۸۹۵۴) رخت بمنزلگاه قدسی کشید، والد بزرگوار ملتزم زاویه خود شد. همواره پشت و شوی باطن و پاکیزه داشتن گوهر ظاهر، همت گماشت، و بکارساز حقیقی روی نیاز آورد، و بدرس گوناگون علوم اشتغال فرمود، و گفتگوی باستانی را روپوش حال خود گردانید، و خواهش را زبان ازدهاوش برید.

شیخ مبارک

از اهل ارادت گروهی احتیاط گزین سعادت آمد، اگر معلومی برسم اخلاص آوردی نمیدیرفتی و قدر در بایست بر گرفتی، و دیگر مردم را معذوری گفتمی، و دست همت بدان نیاوردی. بکمر فرصتی نشستگاه او پناه دانشوران، و جای بساز گشت بزرگ و کوچک آمد. از حسد انجمنها بر ساختند و از دوستی خلوتها بیاراستند. نه از نخستین اندوه راه یافتی و نه از پسین شادی.

شیوخان و سلیم خان و دیگر بزرگان در مقام آن شدند که، از وجوه سلطانی چیزی بگیرند، و تیول درخور قرار یابد. از آنجا که همت بلند بود، و نظر عالی داشت، سر باز زد و پیرایه افزایش منزلت گشت. چون رهنمائی مردم در نهاد سرشته بودند، و از درگاه ایزدی فرمان راست گذاری داشت، و اشارت اولیای زمان یاور، و مهربانی هواداران روز افزون، همواره بآیندگان مجلس و جویندگان آگهی بسده گوئی فرمودی، و بسرخواهی قباہ مردم سرزنش کردی. ظاهر پرستان خویشتن دوست، رنج زده گشتی و اندیشه های نا سزا نمودی. چون بسیج هنگامه آرائی در سویدای ضمیر نبود، عزیمت معرکه گیری

- ۱- محمد بن عبدالرحمن بن محمد شمس الدین السخادی (۸۳۱-۸۹۰۲) صاحب — الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع — (زرکلی ۷: ۶۷)
- ۲- حافظ شهاب الدین احمد ابن هل ابن محمد الشمید معروف به ابن حجر عسقلانی (۷۷۳-۸۵۲) صاحب — الدرر الکامنه — (زرکلی ۱: ۱۷۳)

کرده اید! اینان در جواب گفتند که: زن شیخ خضر خدمتگار و خانه زاد ماست، که به شیخ را داده بودیم، و او با اولاد و همشیره های ما دشنام میداد: ما هم او را لت کردیم!

و دکانداری پیرامون خباطر نگشتی، نه در حق سرائی و نکوهش بدکاران تسخیف رفتی، و نه بپساره سگالی میدگان پسرخاش جو توجه برگماشتی و بسا این معنی ایزد بیهمال، دوستان حقیقت منش و فرزندان سعادت گزین، کرامت فرمود. اگرچه همواره در گفتگوی علمی گرامی اوقات گذارش یافتی، لیکن در زمان افغانان دانشهای حقیقی کمتر به بیان آمدی.

ورود همایون پادشاه در هند و آوردن دانشمندان ایرانی و تورانی

چون ماهجه رايات عالی جهانبنایی جنت آشیانی (همایون) بتازگی هندوستان را فروغ دیگر بخشید، (۱) چندی تورانی و ایرانی بدبستان آن شناسای رموز انفسی و آفاقی (شیخ مبارک) پیوستند، و انجمن دانائی را رونقی دیگر پدید آمد، و تشنگان خشک ساله تمیز را میزابها لبریز شد، و زه سپاران اندیشه گرا در نزهتگاه آرامش جا گرفتند.

فتنه همیو بقال

هنوز هنگامه گرمی نپذیرفته بود که، چشم زخمی رسید و همیو دست پیرگی برکشاد. نیکان روزگار بگوشه خمول در شدند، و سفر ناکامی پیش گرهند. پدر بزرگوار از نیروی دل، در همان زاویه عزلت ثبات پائی فرمود. از تائید ایزدی همیو کار دیدگان فرستاده معذرت خواست، و از سفارش آن حق سگال، بسیاری از تنگنای غم، بنزهتگاه شادی در آمدند.

قحط و وبای عام

در نخستین سال جلوس شاهنشاهی بر اورنگ خلافت (۲) — چنانچه سپند بر دولت افروزند و دفع عین الکمال انگارند — قحط سالی مترگ پدید آمد، و گرد تفرقه بلندی گرفت. آن معموره خراب شد، و غیر از خانه چند، اثری نماند. و وبای عام سر باری آن شورش بی اندازه، بر جهانیان آسیب رسانید. در اکثر بلاد هندوستان این تنگ دستی و جان گزائی بود.

- ۱- همایون در تاریخ ۳ شعبان (۸۹۶۲) فاتحانه در دهل داخل شد.
- ۲- دویم ربیع الثانی (۸۹۶۳) اکبر بر تخت آمد.

اگرچه آن شیخ زادهای جاهل ، به واسطه خلاصی خود ، نهمتی در معرکه کرده بودند ، اما چون خدام عالی مقام — که اسامی ایشان در متن

خانه و خانواده شیخ

آن پیر روشنفصیح ، در همان زاویه قدسی ، پای همت افشوده و گرد فتوری بر آن صفوتکده نه نشست . راقم شگرف نامه دران هنگام در سال پنجم بود ، و نیز آگهی چنان بر پیش طاق بینش میثافت که ، شرح آن در کالبد گفت نگنجد ، و اگر در آید ، به تنگنای شنوائی زمانیان در نشود . و این سانحه نیک بخاطر دارد ، و آگهی دیده وران دیگر معاضد آن . سختی روزگار خاندانها بر افکند ، و گروهها گروه مردم فرو شدند .

در آن کاشانه هفتاد (۷۰) کس از ذکور و اناث خرد و بزرگ مانده باشند . اخوان روزگار را ، از فراخی حال و نشاط درویشان ، حیرت افزودی و کیمیاگری و سحر طرازی گمان بردی . گاه یک سیر غله بهم رسیدی و آن را بسدیگهای سفالین جوشانیدی و آب تشنیده بر این مردم قسمت یافتی . و شگفت قرآنکه ، غم روزی در آن منزل نبود ، و بجز اندیشه پرستش ایزدی ، پییزی بخاطر راه نیافتی . و جز محاسبه نفسانی و مطالعه اسفار حقیقت ، شغل دیگر نبود .

تا آنکه رحمت ایزدی بر همگنان تافت ، و رخای سترگ چهره شادمانی بر افروخت . و ماهجه راهت شاهنشاهی پرتوانداحت و جهان را بمعدلت روز افزون روشنائی خاص بخشید . بارگاه خرد در بالاش آمد ، و کالای آگاهی و اسبهای بزرگ نهادند . فنون حکمت و انواع دانش در میان شد ، و بیانههای تازه رو و راست دیدههای بلند و دریافتهای گزیده پیدائی گرفت . و گوناگون مردم از غزینة عقل فواید بیکران برداشتند ، و خلوتکده آن نورانی سرشت ، مجمع دانایان هفت کشور آمد و سخن بلندی گرا شد .

تمهت مهدویه

حسد های افزوده بر افروخت ، و ناتوان بینی بدگوهران افزایش یافت . او بر آئین خویش ، سرگرم بوده ، راه رسم نپسردی ، و بر در بیخواست نشسته راه در بایست نشناختی . و مردم کم گذار کسوتاه بین ، بیتاب شده راه امترأ سپردند . بیشتری بگروه مهدویه پیوند دادی ، و از گفتار پریشان داستانها پرداختی ، و ساده لوحان روزگار را بر آغالیدی و بخیال تباه بدل آزاری تگادو نمودی .

مذکور شده — از احوال پدر و مادر اطلاع داشتند ، آنجماعه جهال بسی اندام را بسزا رساندند و شدتها کردند .

شیخ علانی و شیخ مبارک



همگی دست آویز اینان سانحه شیخ علانی است (۱) . گروهی در هند باشند که میر سید مهد جونپوری را مهدی موعود شمزند ، و دران مبالغه نمایند . با علم و عمل و تهذیب و اخلاق چندین نصوص را ، فراموش کرده ، درین مذهب غور نمایند . در زمان صلیم خان شیخ علانی نام جوانی بآراستگی ظاهر و باطن بدین ورطه افتاد . و دران مقر سعادت ، نخستین بمناسبت انزوا و اختیار تجرد بدیدن پدر بزرگوار آمد . فتنه اندوزان بهانه جو را زبان هرزه سرانی وا شد و سرمایه گفتگو پدید آمد .

علمای زمان — که نادان دانش فروش و زهر گیای نوش نما اند — بکین او برخاستند ، و به گسیختن پیوند عنصری او ، هنگامه ها آراستند و سچلها درست کردند . پندر بزرگوار بدیشان موافقت ننمود و عقل و نقل را معاضد اینان نیافت . در پیشگاه مرزبان هندوستان معرکه آراستند ، و باندیشه تباہ خویش راه کوشش سپردند . مسند آرای حکومت دانش منشان روزگار را فراهم آورد ، و در جستجوی حکم شرعی تگاپو نمود . پدر بزرگوار را نیز دران انجمن طلب داشتند . چون سخن از ایشان پرسید ، برخلاف حرف سرایان جاه طلب پاسخ دادند . ازان روز کمرکین بسته بدین آئین متهم گردانیدند . و در چنین معامله ، که وجود مهدی از خبر آحاد است ، بمحض عناد چندان کوشش نمودند که کار او سپری شد . و برخی بدگوهران ، آئین شیمه را مکنون ضمیر پنداشته ، راه نکوهش سپردند ، و ندانستند که ، شناسائی دیگر است و پذیرائی دیگر .

خاصه درین هنگام یکی از سادات عراق را — که یگانه زمانه بود و علم را بسا عمل مقرون داشتی و گفت را با کردار یکتائی بخشیدی — دامن آلود تهمت گردانیدند ، و از توجه شاهنشاهی دست بدامن او نمیرسید .

۱- شیخ علاء ابن العسمن المهدوی البیانوی ، بفرقه مهدیویه تعلق داشت و اوقات را در تبلیغ عقاید این فرقه بسر میکرد . اصل وی از بنگال بود ، پدرش و عمش نصرالله بوقت باز گشت از حج در بیانه توطن اختیار کردند .

صلیم شاه سور بر گفته علماء ، مخالف شیخ علانی شد و بر فتوائی آنها شیخ کشته شد و نعش ویرا زیر پای فیل انداختند .

— سقام ربهم شراباً —

۸۹۵<

تاریخ ویست ، سال وفات (۸۹۵<) است . (نزّه الخواطر ۴ : ۲۲-۲۳)

بعد ازان فقیر با والده در جوار جناب سید یحیی مذکور می بودم . ازان سپس والده هم به رحمت حق پیوسته ، و آن سه بزرگوار نیز ازین عالم رخت

روزی در محفل همایون گذارش نمودند که : پیش نمازی میر ، روانیست ! که هرگاه گواهی او مردود باشد ، اقتدا را چگونه سزاوار بود ؟ و روایتی چند ، از حنفی نامهای باستانی با استشهاد آوردند که : اشراف عراق را شهادت نتوان شوند ! و کار بر میر دشوار شد . چون رابطه اخوت داشت ، حقیقت را باز نمود . پدر بزرگوار بسا سخنان هوش افزا فرموده تسلی دادند ، و بر گفتگوی بدسگالان دلیرتر گردانیدند . و پاسخ آن نقل چنان بر زبان گوهر آمود گذشت که : معنی آن روایت نفهمیده اند ! آنچه در کتب حنفی ازین باب نقل آورده اند ، عراق حرب مراد است ، نه عراق عجم ! چندین جا بدین معنی تصریح رفته . و نیز تمیز نکرده اند در میان اشراف اشراف و اشراف ، چه در مراتب پاداش فرمان پذیران را چهار گونه ساخته اند :

۱) نخستین اشراف اشراف ، یعنی حکما و علما و سادات و اقیابا .

۲) دوم اشراف ، و آن عبارت از امرا و کشاورزان و امثال آن باشد .

۳) سوم اوساط ، و آن را در محترفه و اهل بازار منحصر دانند .

۴) چهارم ادانی ، که پایه اینان نرسند ، مانند پاجیان و هرزه گردان .

و هر یک را باد افراه جداگانه انگاشته اند ، تا بهنگام نیکوئی چسان سلوک رود ؟ و کیفیر بدکرداری هر کدام چگونه بود ؟ و الحق اگر هر بد کننده را یکسان مالش نمایند ، پای از شاهراه معدلت یکسو کرده باشند .

میر ازین آگهی بیالید و گوناگون نشاط اندوخت ، و از برای پاک دامنی خود ، و بنا شناسائی حال بد گوهران ، نگاشته شیخ بنظر همایون در آورد . آن خیره رویان هر زه سرا ، در گو حیرانی افتادند . چون معلوم شد که از کجا گرفته ، افروزینه حسد ساختند . و مثل این یاوریهها چند بار برملا افتاد و سرمایه شورش ناشناسندگان گشت .

سیحان الله ! با آنکه گروهها گروه مردم اتفاق دارند درین که ، هیچ کیشی نه آن چنان است که یک امر خلاف واقع ندارد ، نه اینچنین که همه بطلان آمود . با این معنی اگر یکی از شناسائی در مسئله برخلاف آئین خویش تحسین نماید ، بسر آن نرسند ، و بکین او بر خیزند . پس از درازی سخن ازان نکوهش ، باز بتشیع منسوب گردانیدند . لیکن از حمایت الهی ، بدگو را پیوسته گرد شرمساری بر رو نشستی ، و تشویر زده پائمال ضم گشتی . و از بد گوهری و نابینائی هسرت نگرفتی ، و بر همان بد سگال حیلہ

اقامت بر بستند : و بنیاد حادثهٔ مالدیو شد : فقیر را در سر سودای مسافرت افتاد و سفرها کرد . از محنتهای سفر و احوال مسافرت چه نویسد!

اندوختی . تما آنکه نیرنگی زمانه و بوالعجیبی روزگار ، نقش شگرف در میان آورد و تفرقه سترگ چهرهٔ عبرت افروخت .

شیخ مبارک و فتنهٔ علما

سال چهاردهم الهی مطابق نهمصد و هفتاد و هفت (۱۹۴۷) هلال پسر بزرگوار از گوشهٔ انزوا بر آمد و سختی های غریب رو آورد . لذتی ازان بر نویسد و عبرت نامه برگوید .

اگرچه همواره زنبور خانهٔ حسد شورش داشت ، و مار سوراخ دشمنی در جوش ، و شب چراغ دوستی بی فروغ ، و نیکان روزگار دل در بدی بسته و در بیگانگی باز کرده بودند — چنانچه ایامی گذارش یافت — لیکن درین هنگام که پایهٔ دانش بلندی گرفت ، و بزرگان روزگار در تلمذ پا افشردند ، و هنگامهٔ مردم گرمی پذیرفت . و پسر بزرگوار بر آئین خویش خوهای نکوهیده بر شمردی ، و دوستان و نیک خواهان را ازان باز داشتی .

علمای زمانه و مشایخ روزگار — که ذات خجسته را مرآت عیوب خود دانستی — به تباه سگالی و چاره اندوزی نشستند و خود را بیمار هیچ اندیشه های تباه یافتند . و با خود در میان آوردند که ، اگر انموذجی دلنشین شهریار عدالت پژوه گردد ، کهن اعتبارهای ما را چه آبرو خواهد ماند ، و انجام کار بر کدام حال نکوهیده قرار یابد . پائمال غم و اندوه شده ، بکین دوزی نشستند ، و به بهتان سرائی گم فراخ برداشتند . و بدستان گذاری و حيله اندوزی ، بسیاری نزدیکان حبهٔ هایون را بگفتارهای گریه آلود ، از راه بردند . بعضی بد گوهر را بتمصب دینی فروخته بشورش در آوردند .

اگرچه از دیر باز طرز نامتوده همین بود ، لیکن در هر زمانی بیساری حق گذاران سعادت آمود ، بازار جوش بد گوهران پراکنده شدی . در ین هنگام آن گروه راستی پیشهٔ درست پیوند دهر تر شد ، و سر آمد حرف سرایان بزم هایون بکین آرائی نشست ، تپاه سرشتان بی آزر و دیو نژادان نا پارسا گوهر قابو یافتند .

کوششهای آمیب رسانیدن بشیخ مبارک

پدر بزرگوار بمنزل دوستی الهی تشریف برده بودند ، و من سعادت همراهی داشتم . آن رهونت فروش غرور افزا ، نیز دران انجمن حاضر شد ، و حرف سرائی پیش گرفت .

مگر به شما گفته شده .

ای فرزند ارجمند ! حوصله را فراخ میباید کرد و از سخن ، که

مرا مستی دانش و شباب در سر بود . از مدرسه معامله جاگمی بر نداشته ، و بی صرفه گوئیهای او ، من زبان بر کشودم ، و سخن را بجای رسانیدم که او بجنالت رفت ، و نظارگیان بحیرت فرو شدند . ازان روز بانتمام بسی دانشی همت گهاشت و آن گروه گسته امید را تیز تر گردانید . و پدر بزرگوار از کید اینان فارغ دل و من در مستی آگهی بیخبر .

نخستین ، آن بسی دینان دنها پرست ، بآئین سائوسان هوشیار ، بحق گذاری و دین آرائی نشسته ، انجمن ها ساختند . و بر درون آزمهندان شیخون کسره ، بسیاری به پیغوله جای فیستی فرستادند . هر گاه خدیو عالم از خیرسگالی و نیسکِ بسیجی معامله کیش و دانش و داد را بگروهی نیکو ظاهر گذاشته باشد ، و خود طیلسان بی توجهی بر دوش گرفته ، حق گویمان راستی منش را بازار کامد باشد ، و دیو کیشان دانش ناراست رو ، و بزرگان دولت با آن مشتی حیلہ گر پاور باشند ، و تعصب را روز بازار . جای آن است که خاندانها برآوند ، و ناموسها تمام گردد .

در چنین هنگام ، که بد گوهراں تباہ کار به نیکوئی نام برداشته ، مانند فریدی که بدوشیزگی فروشد و غرزن بر آید ، و دنیا داران بسی آرم در پیره دستی و تنگ چشمان دل کور پکرو ، و دوستداران هوا خواه دور دست ، و راست گذاران کنج گزین ، و هنگامه کشش سبک دینان گرم ، و زبان با یکدیگر ، انجمن راز گوئی ساختند ، و پیمان دل آزاری تازه گردانیدند .

یکی از دو رویان ده دله ، و هاروت سیه چاه افسون و نیرنگ را — که از روباه بازی در دانش گاه پدر بزرگوار به نیکوئی خریده بسود و بسا آن گروه ناراست پکروئی و یکتائی داشت — پیدا کردند و افسون خدا آزاری و افسانهٔ بیبوشی بر خوانده نیم شبی فرستادند . آن شعبده کار-نیرنگ ساز ، دران تاریک شب ، با دل لرزان و چشمی گسریان و رنگی شکسته و روی دژم ، بخلوتکدهٔ مہین برادر شتافت . و از طلسمات تذکاری ، آن ساده لوح را بسی آرام ساخت ، و آن شناس مکر و فن را از جا برد .

خلاصهٔ سخن آنکه ، بزرگان زمان از دیرگاه دشمنی دارند ، و کم عیاران ناسپاس بسی آرمسی ، امروز قابو یافته هجوم نموده اند . بسیاری از ارباب همائم را شهود و برخی را مدعی قرار داده ، برای تشخیص مفتریبات به بفانمهای شایسته انگیزخته . همه دانند که این مردم را درین بارگاه مقدس ، چگونه محل اعتبار است ، و برای

اهل حسد بگویند، از جا نباید رفت: از آدم تا این دم، مردم
سنجیده و حق شناس، در هر عصر بسیار کم بودند. و همیشه تهمت و

گرم بازاری خود، چه سرافراز مردم را از میان برداشتنند، و چه ستمگاریهای زبردست
نمودند. محرمی در خلوت ایشان داشتم. درین نیم شب مرا آگهی داد و من بیتابانه
بشما رسانیدم، مبادا روز شود و کار از علاج گذرد. اکنون رای آنست که، همین
زمان شیخ را — بسی آنکه کسی آگهی یابد — بگوشه بزند، و روزی چند بر کناره
باشد، تا دوستان فراهم آیند و حقیقت حال بمرض همایون رسد.

آن نیک ذات را واهمه فرورفت، و بصد بیتابی بخلوت کده شیخ رفت و ماجرا گذارش
فمود. فرمودند: هر چند دشمنان چیره دستی دارند، ایزد بیهمال آگاه، و بادشاه
هادل بر سر، و دانایان هفت کشور حاضر! اگر مثنی گروه بسی دین و دیانت را
بدمستی حسد بی-آزم داشته باشد، درست پیمانی بر جای خود است، و پرش را در
قه بسته اند! و نیز اگر سرنوشت ایزدی بر آزار ما نه رفته است، اگر همه بر آیند،
آسیبی نتوانند رسانید، و تباه کاری نهارند باخت، و هیچگونه گزندى بما نرسد! و اگر
خواهش آن جهان آفرین برین است، ما نیز بکشاده پیشانی و تازه روئی، نقد
زندگی را میسپاریم! و دست از خاک سنجی باز میداریم.

چون مقل و رسوده بودند و غم افزوده، حقیقت طرازی را افسانسه سرائی و شور
انگیزی را سوگواری دانسته، حربه بر کشاد که: کار معامله دهگر است و داستان تصوف
دیگر! اگر نیروید، من خویشتن را همین زمان فصد میکنم! دیگر شما دانید! من
خود باری روز ناکامی را نه بینم! از پیوند پدری و عاطفت ابوت، پذیرای خواهش
شدند. بفرموده آن پیر نورانی من نیز بیدار شدم.

در تلاش پناه

ناگزیر دران شب تاریک سه تن پیاده برآمدند. نه رهبری معین و نه رفتار را پای
استوار. پدر بزرگوار، در تماشای نیرنگی تقدیر بوده، خموشی داشت. میان من و
برادر — که در کار ملک و شغل معامله دران هنگام از خود نادان تری گمان نداشتیم —
گفتگو شد و در پناه جا سخن رفت. هر کرا او پیدا میساخت من ناخن میزد، و هر که
من یرشردم او دست بر میفشاند. قطعه:

دشمنان، دست کین بر آوردند	دوستی مهربان، نمیابم
یک جهان آدمی، همینم	مردمی، در میان نمیابم
هم بدشمن درون گریزم از آنکه	یاری از دوستان، نمیابم

افتراء و حسد و بغض و حقد در عالم بوده .

حق سبحانه از شر اهل فساد در امان خود محفوظ دارد : حضرت

ناگزیر با هزاران تگابو، بخانه یکی از مردم — که حقیقت منشی او، یقین برادر من بود، و من ناشتای صبح وجود و زیان کار عنصری بسازار ترکیب را گمانی هم نی — در رسیده شد . او را، از دیدن این بزرگان آسوده روزگار، دل از جا رفت . و از بر آمدن پشیمان شد، و بر روی درماند . ناگزیر جای برای بودن اختیار کرد . چون دران شوریده مکان رفته شد، پریشان تر از خاطر او بود . شگرف حال پیش آمد و طرفه اندوهی سراپای دل گرفت . مهین برادر در من آویخت که : باوجود فراوان شناسائی غلط رفت، و توبدان کم اختلاطی درست اندیشیدی ! اکنون چاره کار چیست ، و راه اندیشه کدام و دم آسایش کجا توان برگرفت ؟ چنان پاسخ دادم که : هنوز هیچ نرفته است ، برگشته بزاویه خود باید رفت ، و مرا نایب سخن گردانید ، امید که طیلسان زمانیان برداشته آید و کار فرو بسته کشوده گردد ! پدرم آفرین نموده بدین سخن گردید . و برادر بر همان آئین سرباز زد و گفت : ازین سرگذشت ترا خبری نیست ! و از مکر اندوزی و هاروت منشی این مردم آگهی نداری ! ازین وادی بگذر ، سخن در راه بگو ! . با آنکه در بادیه آزمودن نه پیموده بود و سود و زیان خود از مردم بر ننگرفته، بالقای الهی یکی را بخاطر آورده گذارش نمود که : چنان بر پیشگاه باطن پرتو میافتد که ، اگر کار دشوار نشود همانا یآوری تواند نمود . لیکن هنگام سخت گیری بس دشوار که هم پائی نباید . چون زمانه تنگی داشت و خاطر پریشان بصوب او گام برداشته آمد ، بآبله پائی در گلزارهای لزوج خرامش میشد ، و از شگرف کاری روزگار هبرت میاندوخت . عرو و ثقای توکل از دست رفته ، راه بیدی پیش گرفته ، عالم را جوایب خود انگاشته ، گامی بدشواری برداشته میشد . و قفسی بسخت جانی میزد ، و غریب دل نگرانی و نزدیکی روز رستاخیز بد گوهان روبرو . صبح صادق بر در او رسیده شد . ازین آگهی گرم خونی پیش گرفت و شایسته خلوتکده معین گردانید ، و غمهای گوناگون لختی بر کناره شد .

درین آرام کسده پس از دو روز، آگهی آمد که : تفسیده دلان حمد پرده آرم برداشته ، مکنون خاطر خبث آگین خود را ، برملا انداخته . بآئین پخته کاران روباه باز صباح آن شب بموقف عرض همایون رسانیدند ، و خاطر اقدس را موش ساختند . از بارگاه خلافت فرمان شد که : مهمات ملک و مال بی استصواب ایشان صورت نییابد . این خود کار مذهب و ملت است ، انجام آن خاص بدیشان باز میگردد . در محکمه عدالت طلبند و بدانچه شریعت غرا فرماید ، و اکابر روزگار قرار دهند ، بعمل آورند !

پادشاه اسلام (خلدالله ملکه و اقباله و حاصل آماله) را توفیق مزید خدا جوئی و حق پرستی و دوست نوازی و دشمن گدازی روز بروز زیادت گیردانا! !

محاصره

چاوشان شاهنشاهی را بر آغالیده بطلب فرستادند. چون بر حقیقت کار آگاهی داشتند، در پیدا ساختن کوششها نمودند، بدکاران شرارت اندیش را همراه ساختند. چون بخانه نیافتند، گفتار بی فروغ را درست اندیشیده خانه را گرد گرفتند، و شیخ ابوالخیر برادر را دران منزل یافته، بعتبه اقبال بردند، و بصد آب و تاب داستان پنهان شدن را، بساز نمودند، و آن را حجت سخنان بی آزرم اندیشیدند.

از بدائع تنائیدات آسمانی ازان هجوم بدگویان پیمان طراز، و طرز هرزه سرائی، شهریار دهنده و شناسائی پذیرفت، و پاسخ داد که: این همه سخت گیری درکار درویشی گوشه نشین و دانش منشی ریاضت کیش چه راست؟ و چندین آویزش بیهوده برای چه میکنند؟ شیخ همواره بسیر میرود، و اکنون بتماشا رفته باشد. آن خرد سال را برای چه آورده اند؟ و منزل چرا قروق کرده اند؟

در ساعت آن خرد سال را رها کردند و از گرد خانه برخاستند. نسیم هافیتی بر آن سر منزل آمد.

کوشش برائی قتل شیخ و پسرانش

ازانجا که قدری ناکامی در راه بود، و واهمه چیره دستی داشت، و خبرهای مختلف نقیض آن میرسید، باور نداشته در اختفا کرشیدند. بد گوهران فرومایه خجالت زده درین خیال افتادند که: امروز که بسی خانمان شده اند، چاره این کار بایسته ساخت. و سیه درونان تیره رای را بایده گماشت، تا بهرجای که نشان یابند ازهم گذرانند. باادا ازین حال آگاهی یافته خود را بعتبه همایون رسانند، و هنگامه داد را بفروغ دانش خویش بیاریند. پاسخ شاهنشاهی را پنهان کرده سخنان وحشت افزای دهشت انگیز، از زبان مقدس درمیان انداختند. و آشنایان ساده لوح و دوستان روزگار را بیم میافزودند، و دستاویزهای رنگین برمیافتنند. و مردم در اندیشه دراز میافتادند و دست از یسآوری مخیل باز داشتند.

هفته چون سپری شد، صاحب خانه نیز از دست رفته راه بی آزرسی گرفت، و ملازمین او آئین آشنائی برگردانیدند. عقل زبردست واهمه آمد و خاطر سراسیمه را یقین شد که، آن حکایت نخستین، اصلی ندارد و پادشاه در پژوهش و عالم در تسکابو جستجو است. همانا صاحب خانه گرفته بر میسپارد. اندوهی بوالعجب سرا پای خاطر گرفت. و اندیشه سترگ در دل راه یافت. گفتم: از ماجرای دربار خود این قدر دانم.

و شهزادگان کامگار برخوردار را به کمال سیری و روشن ضمیری رساناد .
(از جنگ خطی ذخیره دانشگاه سند)

که حکایت نخست راستی دارد ، و گرنه برادر را رها نمی‌کردند ، و مردم از گرد خانه بر نمی‌خواستند ! این همه سختی که بخاطر میرسد ، ظاهراً نباشد . هرگاه در زمان ایمنی هرزه‌گویی بگوش میرسید ، و گزیده مردم فریب زده بکین بر می‌خواستند . امروز اگر مثل خدیو خانه در بیم زار افتد ، چه دور باشد . و اگر در مقام گرفت و گیر میشد ، تغییری در سلوک ظاهر نمی‌رفت ، و توقفی درین کار نمی‌مود . همانا افسانه سازی تباہ سگالان بد گوهر او را کالیوه ساخته است ، و مردم را برین داشته ، نسا از دید خوبی نکوهیده منزل او را بهلیم و او را ازان بار خاطر بر آوریم . لختی بحال آمده بچاره بسیجی رو آوردیم و دشوار تر از شب اول سیاه روزی پدید آمد ، و دژم روزگاری رو نمود . بران شناسای نخستین و داستان حال من تحسین نمودند . و مرا مستشار و موتمن اندیشیدند ، و از خرد سالگی چشم پوشیده ، عهد بستند که دیگر خلاف رای نشود .

تنگ و دو برای پناهیده شدن

چون شام درآمد ، با دل هزار رنجش ، و مغزی شوریده ، و سینۀ زخم اندوز ، و خاطر گرانبار غم ، ازان غمکده وحشت افزا پا بیرون نهادیم . نه یاری در نظر ، نه پای استوار ، و نه پناه جای پیدا و نه زمانه آرمیده . ناگاه دران دیولاخ ظلمت آمد ، برقی بدرخشید و نشاطی چهره افروخت . یکی از قلامه را منزل پدیدار شد ، و لختی دم آسائش گرفته آمد . هر چند خانه او تنگ تر از دل او ، و دل او سیاه تر از شب نخستین ، لیکن قدری بر آسودیم ، و از سرگردانی بی سر و بن باز آمدیم ، و در انجام کار در زاویۀ خمول فکر در دوادو شد ، و رایسما بسگالش گام فراخ برداشت . چون آسائش جا پدید نیامد ، و اطمینان رو نیاورد ، پاسخ آراست .

حال بهترین دوستان ، و دهرین ترین شاگردان ، و محکم ترین مریدان ، در همین چند روز پرتو ظهور انداخت . اکنون صلاح دید وقت آن است که ، ازین شهر پر نفاق — که و ببال خانه دانش و گزندگان کمال است — رخت بیرون کشیم ! و ازین آشنایان دو رو ، و دوستان ناپای برج — که پایه وفاداری ایشان برباد بهار است و درخت پائندی بر سیل تندرو — زود برکناره شویم . باشد که کنج خلوتی پدید آید ، و بیگانه سعادت آلود بزهار خود گیرد ، و درانجا بحال خدیو روزگار شناسای بدست اوفتد ، و اندازه لطف و قهر گرفته آید . اگر گنجانی داشته باشد ، با برخی از نیک اندیشان انصاف طراز ، حرفی در میان آورده شد ، و استشامی از مزاج زمانه نموده آید . اگر وقت یاری نماید ، و

● نشید السفر: فیضی احوال خویش در منظومه — نشید السفر — از

ولادت تا سفارت دکن بقرار ذیل سروده است:

رسیدم، ز گلگشت علوی، خرامان بیکدمت فردوس و یک دست و دیوان
چه فردوس، کش بسط خواند محقق نه شهوتنگه عاشق حور و غلامان

زمانه بختیاری دهد، باز رجوع بخیر شود، ورنه فراخنای عالم را تنگ نساخته اند. هر مرغ را سر شاخی و کنج آشیانی هست. و برات اقامت دائمی بدین مصر نکال نیامده. در حوال شهر فلان امیر رخصت اقطاع یافته فرود آمده، لختی نور راستی از روزنامه احوال او، خوانده میشود، و بسوی محبتی ازو بمشام عقل دوراندیش میرسد. اکنون دست از همه باز داشته بدو پناه میبریم. باشد که لختی دران جای بسی نشان آسایشی یافته شود. اگرچه آشنائی دنیاداران را مداری و ثباتی نباشد، این قدر هست که، او را آمیزشی دیگر بدان مردم نمیشود.

فیضی در سراغ صورت حال حقیقی

برادر گرامی تغیر لباس نموده، قدم در راه نهاد، و بدان صوب سرعت نمود. او ازین آگهی شادمانی اندوخت و بسکشاده پیشانی مقدم را مفتنم شمرد. ازانجا که روز بازار بیم بود، ترکی چند را همراه آورد که، در راه گزندی نرسد، و پسای یند پژوهندگان بد گوهر نگردیم. در نیم شب نا امید، آن تیز دست آگاه دل رسید، و نوید آسودگی رسانید، و پیام آرامش آورد. بهمان زمان لباس گزدانده قدم در راه نهاده آمد، و بطریق مختلف باطساق او رسیده شد. بشاشتی سترگ و خدمتی گزین بجای آورد، و آرامشی بزرگ مزده سعادت داد.

روز بدان سر منزل آرمیدگی بود، و از عربده ناک روزگار در پناه، که یکبارگی پریشانی سخت تر — از آنچه روی داده بود — از آسمان تقدیر فرو بارید. همانا آن مرد را بدربار طلب داشتند، و ازان باده که دومین مرد بیهوش شد در کار این ساده لوح نیز کردند، و مدهوش تر از نخستین گشته، ورق آشنای یکبارگی در نوردید.

در جستجوی پناه

شبی ازانجا برآمده بدوستی پیوسته شد. او مقدم گرامی را بس مفتنم شمرد. ازانجا که، در همسایگی بد گوهری و شورش منشی جا داشت، سراسیمگی سترگ رو آورد، و حیرتی بسی اندازه کالیوه ساخت. چون مردم بخواب ور شدند، بمقصدها نا معین گام حسرت برداشته آمد. هر چند اندیشه بکار رفت، و تأمل بجای آمد، آرامگاهی پدید نیامد. ناچار

خطبوط شماعسی بسچشم کسواکب
چه میدان، همه عرصه چشم و دیده
پسی دور پشاش هجوم ملائک
بطفلان شش ماهه، این پایه نبود
فسراهم بسجاروبی گسرد میدان
غبارش، همه ذره های دل و جان
بکف، شاخ طوبی علم کرده، رضوان
من این ره چهل ساله، بردم به پایان

با دلی پر آشوب، و خاطری غم آمود، بدان سر منزل رفته شد. شگفت تر آنکه، مردم آن زاویه آگهی از رفتن نداشتند، زمانکی این گسسته رشته توکل، آسائش گرفتند و ازان پراگندگی برکناره شدند. رای برادر آنکه، برآندن ازینجا بحکم واهمه بود نه بفرمان خرد. هر چند گذارش رفت که: بوقلمونی احوال او رهنمونی است روشن، و اختلاف اوضاع پرستاران دلیل است پیدا، سودمند نیامد. هر چند علامات گرانی افزایش داشت، چاره دیگر بدست نیامد.

سرگشتگی و اندوه و آلام

چون آن سبک سر، کسوتاه عقل، دراز سودا، دید که: این قباحت نافهمان متنبه نمیشوند، و خیمه او را خالی نمیسازند، روز روشن بسی آنکه صلاح گوئند زند، و حرف آشنائی بر زبان راند، کوچ نمود، و زر بندگان خیمه بار کرده روانه شدند. حاسه کس دران صحرا - که نزدیک او نخاس آراسته بودند - نشسته ماندیم. و شگرف حالتی پدید آمد. نه جای بودن، نه رای رفتن، و نه پرده درمیان. از هر طرف آشنایان دورو، و دشمنان صد رنگ، و نا دیدگان سخت پیشانی، و صبد گذاران نا پائدار، در تگاپو. و ما در دشت بسی پناه، بر خاک بیچارگی نشسته، با روزگاری دژم، و روی کاری پراکنده، بدر از نسای اندوه در شدیم. بهر حال برخاستن و بجسای گام برداشتن ناگزیر نمود. دران هنگامه بد سگالان راه سپردیم. حراست الهی پزده بر چشم مردم فروشت. بیاوری و پاسبانی ایزدی، ازان بیمگاه برآمده، وحشت نخانه همراهی و دمسازی همگنان، بر سیل گاه نهاده، از نکوهش بیگانگان، و خیرباد آشنایان رستگاری، بباغچه اتفاق افتاد، و پناهی روی نمود. نیروی رفته باز آمد، و دل را قوتی سترگ روی داد.

پناه گرفتن در خانه باغبانی

ناگاه پدید گشت که چندی از پژوهندگان نسا فرجام گذاره دارند، از تگاپو بتوه آمده، زمانکی آسائش گزیده اند.

بادلی شرحه شرحه و ظاهری پراکنده، بیرون شدیم. و بهر جا که رفته میشد بسای ناگهانی سیاهی میکرد، و گرم ناکرده جای رهگرای بادیه خطرناک میگشتیم. تا آنکه

نوردیدم این راه ، منزل بمنزل همه کسوه کسوه و بیابان بیابان
 زبان چرب و شیرین درین راه کردم بسلوزینه فقر و گلفنده حیرمان
 گهی برده محمل ، بجانهای غمگین گهی کسوده منزل ، بدلهای ویران
 همه راه ، جهازه فسکرتم را نشیب و فراز دل و دیده یکسان

دران دوادو بیتابی و روارو کورانه ، باغبانی بشناخت ، و حال دگرگون گشته .
 نزدیک بود که قالب تهی گردد و نقد زندگی سپرده آید . آن سعادت سرشت ،
 بگونگون مهربانی دل رفته را باز آورد ، و از راه نیکوئی بخانه خود برد ، و
 بغمخوارگی بر نشست .

اگرچه گرامی برادر ازان نکوهیده حال ، بیرون نشد ، و زمان زمان رنگ دگرگون
 شدی ، لیکن مرا برخلاف آن ، مسرت افزودی و آثار دوستی از ناصیه احوال آن لابه گر
 برخواندی . پدر بزرگوار خود با ایزد بیبهال بوده ، بر نطع آگهی خرامش فرمودی ، و
 نیرنگی تقدیر را تماشا کردی .

لختی از شب گذشته بود که ، خداوند او بدل دهی آمد ، و زبان پیفاره دراز کرد که :
 باوجود مثل من دوستی ارادت گزین درین شورشگه بسر برده میشد ، و دامن از من چسرا
 بر گرفته بودید ! آنچه بخاطر میرسید این برگزیده مرد بود . پاسخ گذاردم که : درین
 طوفان دشمن کامی ، از همه آشنایان یسکرننگ و هواخواهان یکدل ، دوری جسته آمد که ،
 مبادا ازین رهگذر ، آزاری بدیشان برسد ! لختی بشگفتگی در آمد و گفت : اگر گوشه
 مرا خوش نمیکنید ، اندیشه بکار میرود . نهانخانه های امن را نشان داد ، و آثار دوستی
 از گفتار او پدید آمد . خواهش او پذیرفته بنحمول جای گزیده فرود آمدیم . چنانچه دل
 میخواست ، صفوتگاه بدست افتاد . ازان سر منزل نامهای حقیقت طراز ، بسعادت منشان
 انصاف گزین ، و آشنایان راستی اندوز ، ارسال یافت . و هر یک شناسای حال شده
 بچاره گری درآمد ، و اغرق را اطمینان روداد .

فیضی به فتح پور برای چاره جوئی

یک ماه و کسری دران آرامش جا بسر برده میشد . و آن برادر گرامی از آگره به فتح پور
 شافت ، تا دران اردوی بزرگ پیوسته ، چاره گرایان دل سوز را ، گرم تر گرداند .

صبحی آن تمام مهر دور اندیش ، با هزاران درد و غم آمد و پیام روزگار سخت آورد .
 همانا یکی از بزرگان دولت و آق سقالوی بارگاه خلافت ، از آگهی داستان طرازی
 حاسدان بد گوهر بشورش در شد . و بی آنکه آئین نیازمندی پیش گیرد ، و آداب بندگی
 بسپرد ، بخدیو عالم بدرستی پیش آمد ، و تندی نمود که : مگر دوره سپهر آخر میشود ، و

حریفی نه با من ، بجز روح قدسی رفیقی نه با من ، بجز فیض یزدان
 نفس ، از تراش جگر ، کدرده لعبت سخن ، از خراش گلو ، کدرده سوهان
 نه با این دو پا ، قطع کونین کردم که سودم درین ره ، دو صد پای مؤگان
 نگارش کنم ، زین سفر ، سرگذشتی طرازم ، بدیباچه صدق عنوان

روز رستخیز نزدیک ، که درین دولت ، بدکاران شوریده مغز فراغتها دارند ، و مردم نیک سرگردانی . این چه آئین است که ، بجا میآید ؟ و چه ناسپاسی است که رو میدهد ؟ آن بر دبار آزرم دوست ، بر نیسکوئی او بخشوده گذارش فرمود : کسرا میگوئی ، و ازین چه کس میخواهی ؟ خواب دیده یا بمغز هوشمندی شولیدگی راه یافته ؟

چون فام برد ، حضرت بر کج گزائی او آشفتنند و بر زبان آوردند که : همگی اکابر وقت بدبشکری و جان گزائی او ، همت بسته اند ، و فتواها درست کرده ، و زمانی مرا آمازش نمیدهند ، با آنکه میدانم که شیخ در فلان جا هست ، (نشان این خلوت دادند) دیده و دانسته ، تفاسل میسرود . و هر یکی را بیاسخی فرو مینشانم ! و تسو نادانسته میخورشی ! و پا از اندازه بیرون مینهی ! صبحاح کس رود و شیخ را حاضر گرداند ، و هنگامه علما فراهم آید !

شیخ سوی فتح پور

برادر گرامی همان زمان این شورش شنیده ، شب شب خود را به ایلغار رسانید . و بسی آگهی مردم ، باز بآئین پیش ، بر لباس دیگبر برآمده راهی شدیم . و آشفستگی دشوار تر ، از همه ایام ناکامی ، شورش در باطن افزود . اگرچه لختی روشن شد ، که مردم تا کجا همراهند ، و بسا شهریار دادگر چه گذارش نموده اند ، و غیب دان را چگونه بر حال آگهی است ، لیکن پریشانی سخت تر شورش درون آورد . بسی آگهی یافتن آن مردم دران بیگاه سر آوازگی گرفته آمد .

نورستان آفتاب ، و تاریکیان بد گوهر ، و هجوم مسالک شهر ، و هنگامه پژوهندگان ناسفرجام ، و یاور ناپدید ، و بار انداز نیافت . قلم چوبین را چه یارا که ، قدری ازان حال گذارد . و هرگاه زبان فصیح را الکنی رو دهد ، این شگفته زبان را کدام نیزوا نساگزیر با سراسیمگی گوناگون بخرابه رو آورده شد . لختی از شورش شهر و دیده دشمنان بر آوردیم .

ازانجا که ، فوازش گیهان خدیو بتازگی معلوم شده بود ، رایها بران قرار گرفت که ، اسپسی چند سامان نموده آید ، و ازین خزانه بدان مصر اقبال شتافته شود ، و برخت گاه فلانی

بفرقم، چه آورد ریگ فیسانی
 چه از نه صد و پنجه و چارمین سن
 در آمد شب پنجم از شهر شعبان
 در انجم، نشاط شکرخند ولدان
 شب سعد، مصداق — اللیل حیل —
 درو مشتری هم چو شمع درخشان
 سعادت فشان از افق حوت طالع

۸۹۵۴

که راستبازی دیرین در میان است — رفته آید . باشد که این غوغا فرو نشیند و پادشاه دست بخشایش برکشاید .

فاگزیر به آئین پختگان سامان راه نموده، شبی تیزه تر از درون حسد بگلان، و دراز تر از افسانه‌های بیپوده سرایان، براه در آمدیم . با خام کاریهای قلاوز و کج رویهای او، در نورگاه سحری، بدان تیره جا رسیده شد . آن ناشناسا، اگرچه از جا نلفزید، اما چندان داستان بیم بر خواننده که، بگفت در نیاید . و از راه مهربانی بر زبان آورد که : اکنون وقت گذشته است و خاطر اقدس قدری آزرده . اگر پیشتر ازین آمدن میشد، گزندی نمیرسید، و باسانی کار دشوار ساخته میشد . درین نزدیکی دیهی نشان دارم، روزی چند در آن خمول گاه باید بسر برد، تا خاطر مقدس شاهنشاهی بنوازش گراید . در گردونی نشانده روانه آن صوب گردانید .

بهر کجا که رسیدیم آسمان پیداست

بگوناگون اندوه هم آغوشی دست داد . چون بد انجا شدیم، همانا کشاورزی که، بامید او فرستاده بود، غیبت داشت . دران خرابه معمور بیجا فرو شدیم . داروغه را بخواندن نامه احتیاج افتاد و آثار دانائی در نواصی ما یسافته طلب داشت . از انجا که تنگی وقت بود، براه انکار شتافته شد . و در کمتر زمانی پدید آمد که، این قریه منسوب به یکی از سنگین دلان شوریده مفسز است . او از ساده لوحی بدینجا فرستاد . بصد بیتابی و اقدوهناکی، خود را ازان مرحله بیرون انداختیم، و رهبری ناشناسا گرفته، بدیهی از دارالخلافه آگره — که بوی آشنائی از انجا میآید — ره نوردیم .

آن روز سه کروه بیراهه شتافته، بدان عزیمت گاه پیوستیم . آن نیکو خصال مردهها بظهور آورد . لیکن پیدا شد که، در انجا نیز یکی از باطل ستیزان، کشت و کار دارد و در چند گاه بدین صوب گذر مینماید . دست ازان باز داشته نیم شبی با دلی نژند ره نورد شهر گشتیم، و سحری بدارالخلافه آگره در آمده، زاویه دوستی بدست آورده شد . و لختی درین خاکدان نامرادی و خواب گاه فراموشی و دیو سار نا اهل و تنگنای کم بینی، دم آسائش گرفته آمد . لیکن زمانی نگذشته بود که ازان خیره رویان خدا آزار و کام

نوگفتی که ، ماهی فرو برده گوهر
 نوگفتی ، در ابر و بود چشم جانان
 مساوات را ، تکسمة نور ، در زه
 سادات را ، گوی دولت ، بچوگان
 قرازوی خورشید ، در کف
 عطیات اجسام را ، مسانده ، اوزان
 بر خوانده جدول بجدول
 نظرهای سعد ، از تقاویم اکوان

گذاران بی آرم ، نام بر زبان رفت . همانا که در همسایگی چنین نا راستی آشفته رای ، و شوریده کاری پریشان مغز میباشد ساحت ضمیر را غمی تازه برگرفت و سرگردانی شگرف رو آورد . از آنجا که قدم از تگاپو و سر از آهنگ شبگیر و گوش از بانگ درای و چشم از نشان بی خوابی فرسوده شده بود ، بوالعجب دردی دل را فرو گرفت ، و گران بار غمی پیش کار دل آمد . ناگزیر در فکرهای دیگر اندیشه بر آمد ، و خدیو خانه نیز بر پیدای جا گم همت بر داشت .

دو روز بدین کشاکش درونی بسر بردیم ، و هر زمان را واپسین انفساس دانسته ، روزگار سپری میشد ، تا آنکه سعادت منشی بخاطر مقدس آن پیر نورانی گذشت و بکوش صاحب خانه و جستجوی سخت او ، پیدا گشت ، هزاران مژده هافیت آورد . در ساعت بسدان صفوت گاه رفته شد و از شگفتگی دل و کشادگی پیشانی ، خدیو خانه گوناگون مسرت رو داد . نسیم کامیابی بر گلبن آمال وزید و آبی دیگر بسر روی کار آمد . اگرچه از ارباب یقین نبود ، از سعادت بهره فراوان داشت . در گمنامی به فیکننامی میزیست و در کم مایگی توانگری مینمود ، و در تنگدستی کشادگی ، و با پیری برنائی از ناصیه حال او میتابید . خلوتی دل گزین بدست افتاد . باز از سر نامه نویسی بنیاد شد و چاره گرائی پیش آمد .

در پیشگاه پادشاه

دو ماه درین آسایش جا اقامت شد و در مقصود کشایش یافت . خیر سگالان حق بسیج ، بیاوری برخواستند . و کار دانان بخت بیدار ، بمددگاری کمر بستند . نخستین بسخان مہر افزای دوستی ، و بگفتار دلاویز آشنائی ، فتنه سازان حیلہ اندوز و کم عیاران نا سنجیده کار را ، چاره فرمودند . پس از آن داستان نیکوئی شیخ را در پیشگاه خلافت رسانیدند ، و بطرز دلکشا و آئین عاطفت افزا عرض داشتند . اورنگ نشین اقبال آرا بمقتضای دوربینی و قدر شناسی ، پاسخهای مہر آمود گذارش نمود ، و از راه مردمی و بزرگی طلب داشت . چون مرا سر بتعلق فرونیامدی همرسی نگزیدم و آن پیر نورانی با مہین برادر روی نیاز بدرگاہ همایون آورد . بگوناگون نوازش پادشاهانه پایہ والا یافت . یکبارگی زنبور خانہ ناسپاسان خموشید . عالم بپرہم خمورده آرام گرفت ،

بکف الخضیب آسمان فیض پرکف که ریزد بدین آسمان شبستان
بسترتیب مسعود اوتساد قنائم که خروام بحبل المتین بست دامان
قمر، زائدالنور، کز نور پیشش توانسم مسیری بتکمیل نقصان
بهاران هند و جهان در طراوت سحاب از هوا، رشحه فیض باران

و هنگامه درس و خلوت گاه تقدس را آذین بستند، و زمانه آئین نیکوان پیش آورد. رباعی:


ای شب! نکنی آن همه پرخاش، که دوش راز دل من، مکن چنان فاش، که دوش
دیدم! چه دراز بود، دوشینه شبم هان ای شب وصل! آن چنان باش که دوش

شیخ مبارک بدھلی

هم دران نزدیکی پدر بزرگوار بمطاف حضرت دهل توجه فرمود، و مرا با برخی مستفیدان محل قدسی همراه گرفت. ازان سال که رحل اقامت بدارالخلافة انداخت، دران زاویه نورانی چندان بتماشای عالم علوی بود که، نوبت نگاه کردن بدائع سفلی نمیرسید. یکبارگی این خواهش گریبان دل را بر گرفت و دامن همت برکشاد. مرا که بجز نسبت طینسی بنوت پیوندهای معنوی بود، به یگانه نوازش اختصاص داده بارکشای راز گشتند.

و اجمال این تفصیل آنست: در لواح سحری که دل باآسمان پیوسته بود، و بر نطع نیایشگری و نیازمندی میرفت، درمیان خواب و بیداری خواجه قطب الدین اوشی و شیخ نظام الدین اولیا نمودار گشتند و بسیاری بزرگان را انجمن شد، و بزم مصالحت آراسته آمد. اکنون بعذر خواهی بر سر تربیت ایشان رفته میشود، و دران سر زمین لختی بآئین ایشان پرداخته آید.

پدر بزرگوار بر طرز نیازگان سعادت فرجام حفظ ظاهر میفرمود، و باستماع اغانی و نیرنگی ابریشم-نمپرداخت، و وجد و سماعی که درمیان صوفیه شیوع دارد نمپسندید و خداوندان آن طرز را طعنه زدی، و همواره بر زبان گوهر آمود گذشتی که، بر تقدیر برابری غنی و فقیر، و ستایش و نکوهش، و خاک و طلا -- که از شرائط روانی این کاراست -- سبکسری تلوین با خود دارد، و لغزش گاه آگاه دلان بشمردی و پرهیز سخت فرمودی و کناره گرفتی، و دوستان را ازان باز داشتی. همانا درین شب این غنودگان شبستان آگهی که بدین کردار سفر واپسین نموده اند، از درستی نیت و راستی کردار، چنین پژوهش فرمودند، و دل این پیر ایزد پرست را ربودند.

دران سفر سعادت، بر بسیاری از خفتگان آن گل زمین، عبور افتاد و نورها در دل تابید و فیضها رسید. (اگر سرگذشت را بتفصیل نویسد جهانیان افسانه پندارند و به بدگمانی )

زهر قطره ابر، صد مزده، کامشب
 سمساط کرم، گسترانیده هستی
 چشمانی بنسظاره سمت ساحل
 فشانده، بر آفاقیان، آستینسی
 چو فیضی، گل میدم زین بهاران
 که، میآید از غیب، شایسته مهمان
 که میفلطد از بحر لولوی غلطان
 سرخود، بر آوردم از نه گریبان

دامن آلابی عصیان آیند (تا آنکه مرا از زاویه تجرد بیارگاه تعلق بردند و در دولت کشاده آمد، و پایه والا اعتبار یافت .

حال مدهوشان حرص و رزدگان حسد کالیوه شد، و مرا دل بدرد آمد، و بر پراگندگی اینان خاطر بخشود. با ایزد بیهمال پیمان درست بست و با خود قرار داد که زبان کاری این نابینایان — که چراغ بی نور و نشان اند — از رسته خاطر درست کار برخیزد، و در برابر آن، جز نیکوئی بدل راه نیابد. بیاوری توفیق ایزدی برین اندیشه چیره دستی یافت و مرا نشان دیگر پدید آمد و همت را نیروی تازه. مردم از تباه کاری عشرت گزیدند و دم آسایش بر گرفتند.

پدر بزرگوار باندرز گوئی بر نشست، و باآزم ستیزی و کسج گرائی و ناحق گوئی و نا رصائی مردم، گذارش نمود و در سزای بدکاران اهتمام فرمود. لختی در افشای آن راز سر بسته کشیده عنان بسود و از پاسخ آن ولی نعمت شرمندگی داشت. آخر الامر ناگزیر سرگذشت خویش بموقف عرض رسانید و جوش درون او را چاره شد. صد گره خاطر کشود و ناسور کهن فراهم آمد.

در لاهور

القصه بطولها چون رایسات همایون در دارالسلطنت لاهور بجهت مصالح ملکی توقف فرمود، و خاطر از جدائی آن پیر حقیقت سراسیمگی داشت، در سال سی و دوم السهی مطابق نهصد و نود و پنج (۱۹۹۵) هلال التماس مقدم گرامسی نمود، و آن شناسای انفس و آفاق آرزو پذیرفته، بیست و سوم خورداد ماه السهی سال سی و دوم، موافق شنبه ششم رجب سال مذکور، سایه عاطفت برین کثرت آرای وحدت گزین انداخت و بگوناگون نوازش سر بلندی بخشید. همواره در گوشه انزوا خورسندی فزودی، و دست از همه باز داشته باآواره نویسی روزگار خود، و پیرایه نفس ابوالبدائع روز گذرانیدی.

وفات شیخ مبارک

اگرچه معلوم ظاهر کمتر پرداختی، لیکن همواره در ذات و صفات ایزدی سخن فرمودی. و هبت را پایه برگسرتی، و برکناره آزادی نشستی، و دامن رستگاری

هماندم گرامی پدو مدظله
 پی نام من ، فال زد ، روز هفتم
 عیان دید در من ، فیوض الهی
 ابوالفیض ، نامم نهاد از تفاؤل
 چه خدوناها در رحم نوش کردم
 بسگهواره چندی فقسا نخته بندم
 پس از روزگاری ، زد استاد چاپک
 کدام اوستاد ، آن محیط معارف
 کمر بسته با خضر پیمان صحبت
 زهی پسرده دار رموز دو عالم
 زهی کرده تعلیم مستان دل را
 فیوض معارف ازو برده اعلان
 چه گنجور معنی است ، کاندرا حقیقت
 دران اهتمامش ، که ارکان دانش
 بران همتش کرده بازوی قدرت
 نخستم ، الف کرد تعلیم ، یمنی
 هزاران الف ، شد السوف معانی

بگو شم فرو خواند گلپانگ ایمان
 که شد هفت کوکب بفرزم گل افشان
 هم از سهم و طالع ، هم از کشف و وجدان
 ز فیاض کل ، بهر من ، خواست فیضان
 که خونم بدل گشت با شیر پستان
 بهرورده ، با لایه و لعسب صبیان
 بگوش شعورم ، دوال دبستان
 که در مرا ، صلب او بود همان
 که در عمر نوح است ، و در علم طرفان
 که بیند ، احد را در اثنای اثنان
 ز تشریح اکباد و تشریح اجنان
 فضای حقایق بار دیده ایمان
 دل اوست گنج و دم اوست ثیمان
 نهسد در ترازوی من ، سنگ رجحان
 کشم گوهر نظم و نشر از دو میزان
 که از راستی ، شد الف ، تاج انسان
 دلاویز باطن بتلقین ایمان

گرفتی ، تا آنکه مزاج قدسی لختی از اعتدال آخشیجی دگر گونگی پذیرفت . هر چند
 ازین قسم رنجوری بسیار شدی ، این بار از سفر واپسین آگهی پذیرفتند ، و این شوریده را
 طلب داشته سخنان هوش افزا بر زبان رفت ، و لوازم وداع بظهور آمد . چنانچه همواره
 در پرده سخن میرفت ، و ولی در من گمان برده راز دار گردانیده بودند . پس خون دل
 فروخورد و خویشتن را بصد بیتابی قدری نگهداشت ، و بنفس گیرای آن پیشوای ملک
 تقدس ، لختی آرامید . و پس از هفت روز به کمال آگهی و عین حضور ، بیست و
 چهارم امرداد ماه الهی هفدهم ذیقعد هزار و یک (۱۰۰۱ هـ) بریاض قدس خرامیدند .
 نیر سپهر شناسای در حجاب شد و دیده عقل ایزد شناس تاریک گشت . پشت دانش دوتائی
 گرفت ، دانای را روزگار سپری آمد ، مشتری ردا از سر نهاد ، هطارد قلم در شکست
 قطعه :

رفت آنکه فیلسوف جهان بود و برج جهان در های آسمان معانی ، کشوده بود
 بی او یتیم و مرده دل اند ، اقربای او کو آدم قبیل و عیسای دوده بود

(آئین اکبری ۳ : ۲۰۲-۲۱۵)

که الف الف بود در اصل وحدان
 که ، از صوت و حُرُفِش ، خرد چید دکان
 ز تفسیر و تاویل آیات قرآن
 که دانستمش توأم و خسی سبحان
 نمودم نگارش برین لوح السوان
 بتحقیق و تقلید گشتم ورق خوان
 نعیم یقین گامد از پیر نعمان
 فرورفتم ، اندر تصاریف ادیبان
 تصاویر حق از تمائیل بطلان
 در اطوار افکار و انجای اذهان
 به بینم ، بجولان آن گرم فرمان
 چه خواندند ، روشن درونان ، یونان
 وزین چار گلشن ، چه گل ، ماند پنهان
 بمقیاس حجت ، بقسطاس برهان
 شدم واقف ، از ربط ارواح و ابدان
 که خواند حکیم طبعیش بحران
 که فامش نهنند اسطقصات و ارکان
 که بعد از جهاد و نباتت حیوان
 پدید آرد از ثقبه مرض بلدان
 بتحریریک اوتاد و ایقاع الحان
 چرا منتهی ، جماد است مرجان
 هیولئی ، چرا از صور یافت اعلان
 به تشریح ماندم قدمهای امعان
 ز اطوار ادوار این گوی گردان
 که دیدم بمنطوق - المعلم هلمان -
 بر اشکال رمل آمدم نکته ریزان
 بتحریریک یک نقطه انکیس لیحان
 بسی دست ماندم ، بزیر زنخندان
 نشستم چو در حجره ، از خویش هریان
 پی فیض وهبی ، نظر ماند جوهران
 سراسر نمود ، از تعالیم تبیان

فرو خواند از وحدت ارقام کثرت
 نمودند پیچ و خم صرف و نحوم
 در آمد همه نجم نجم بیاطن
 شنیدم احادیث عالی معنمن
 اصول و فروع و علوم و حقایق
 بعقل و بنقل ، آنچه شد مدرک من
 نفسهای شافی که زد پور شافع
 شدم فتنه بر اختلاف مذاهب
 فروغ هدایت جدا ساخت یک یک
 بران داشت دانا ، که چشمی کشایم
 در آیم ، بمیدان مردان حکمت
 چه دیدند ، باریک بینان ، بایل
 ازین هفت جدول ، چه خط ، گشت پیدا
 نظر کردم ، اندازه کنه اشیا
 فرو رفتم اندر ، حواس و طبایع
 چه باشد نبرد مرض با طبیعت
 چه سر است در اختلاف عناصر
 چه حکمت بود ، در موالید هنصر
 حساب مطرلاب کردم که بینا
 گذشتم بر ادوار و کردم تامل
 چرا ، وصف حیوان ز نخل است ظاهر
 کدام است ، عقل کل و نفس کلی
 در امراض ، کردم نظرهای شافی
 کزین هستی نقش بستم بفکرت
 شدم محمل شوق را راکب طب
 چو صرصر بریگ روان زین نیافی
 ز هر جنبش کلک ، مبدع که کرده
 بسی سر نهادم ، بکسری زانو
 تیدم ، برین صفحه تکبوتی
 ازین علم کسبی ، نشد سیر چشم
 تفصیل علم الهی و کونی

بسهمت رفیقانه ، کردم خطابی
 مرا هزم سیر ممانیست ، در سر
 جوابم چنین گفت : گای مرد چابک ا
 ندانی که ، چون سالکان طریقت
 منازل شناسان این دشت حیرت
 گذارند خود را ، بسگام نخستین
 تو خود ، هودج دیده بر دل ببندی
 ترا فرگس دیده ، همخوابه گل
 بصد حسرت سینه ، بردند آخر
 نداری بدل ، عقده آرزوی
 حریفی ، تواند ازان باده مستی
 ترا گر ، سر دشمنی نیست ، با خود
 ور اندرز من ، در ضمیرت نگیرد
 مرا همنشین است تسوفیق نامش
 ز توفیق هست ، ز تحقیق اقبسال
 خط راه ، بگرفتم از ، شاه همت
 نخستین ، وداع خود از خود نمودم
 وگر دامن صورت از دست هشتن
 یکی گام ، پای زدن بر تمننا
 ازانجا بدرگاه تسوفیق رفتم
 که : ای نوسفر! کیستی؟ چیست حالت؟
 درین تنگ بازار ، چون پانهادی
 من از گفت دل ، سر نه پیچم ، ز دامن
 بدو گفتم از رهنمونی همت
 و گر نه ، که باشم که ، این در بیوسم
 بگفتا که : با این جناح دلیری
 دویدند ، حجاب درگاه والا
 بگفتند کز خود چنین می سراید
 ز هندی نژادان جادو ترانه
 مرا خانه ، چون ساق هرش ، است محکم
 کشد صندوق بر جبین ، خاک دهلی

که : ای بسته با دست تقدیر پیمان
 پسا همرم ا تا بسرحد امکان
 که چون چرخ ، دارد سرت میل گردان
 به یلغار خون ، گرم کردند جولان
 مراحل نوردان این راه پیمان
 بدلبهای جورعان و جانهای عطشان
 پس آنکه ، کنسی جلوه ، چون گل بر اغصان
 ترا غنچه دل ، هم آغوش ریحان
 بخاک ، این هوس ، چون تو مردم فراوان
 که انجم کشایند ، از آب دندان
 که بر اخگر دل ، جگر کرده بریان
 بکش پای اندیشه ، از بیست احزان
 که درد طلب راه ، نکردند درمان
 ازو پرس ، کاین آرزو نیست آسان
 بنفس و هوا گشته دست و گریبان
 ز سطح زمین تا بخورشید رخشان
 حواس و قوئ مانده ، در رهن ارکان
 سر دل بر آوردن از جیب اکوان
 دوم گام ، سر کردن راه حرمان
 بیانگ بلندم فرا گفت دربان
 که مبینم مضطرب رنگ و حیران
 برو ، کین نه جائیست ، کانی بدینسان
 مرنج از من و خویشتن را مرنجان
 جبین طلب ، کردم آنجا خوی افشان
 که من مغز اندیشه دارم پریشان
 چه نامست ؟ مرغ کدامین گلستان
 که دیوانه گشته ، زنجیر جنبان
 که : من فیضیم مظهر فیض یزدان
 نزد ، خوشتر از من ، نوای خراسان
 مرا سینه ، چون سطح کرسی ، است رخشان
 زند ارغنون بر دم بباد شروان

چو بر گل تراویدن ابر نیسان
 به پیچیده صوتم بناقوس رهبان
 خراباتیان گفته نظمم بدستان
 چو در زلف ترسا دل پیر صنعان
 لبک المز والفضل فسی کل احیان
 که باشد ادیم زمین را در انبان
 چراغ نظر مشعل آن شبستان
 گذشتم، تنق بر تنق، تا بدیوان
 در ایجاد او آسمان بود گردان
 چه قصر نظر، کرسیش عرش بنیان
 مکمل بتصریح افضال و احسان
 ز پیشانیش، پرتو نور تابان
 صماخ ادب یار با صیت فرمان
 خرد، با ردای شرف صدر دیوان
 شمس یقین و قنادیل عرفان
 کشیدم در آغوش، امید خندان
 ز راه پذیره بانصار و اهلوان
 که: خون را دهد در رگ دیده سیلان
 بآب طلب شملۀ شوق بنشان
 بصد بیم و امید، قرسان و لرزان
 زدم حرف درمان و ناسور ارمان
 که ملک ادب را تویی هین اعیان
 نصیب ترا تنگ ظرفست از خوان
 بیا معتکف شو، بدرگاه سلطان
 که گردد، سر آرزویت بسامان
 تمثال ممیسة من رفعة الشان
 که هم نور صبیح است و هم ظل سبحان
 مه نه مقرنس، گل چار بستان
 تواند، کند، حفظش از شیشه سندان
 حمل شانه سازد، زدندان گرگان
 زمان و زمین را، ز تحریک و اسکان

همه رشعۀ کلک من، بر صحایف
 فرو رفته صیتم بگوش مرذن
 مناجاتیان خوانده نشرم بنمره
 هوس مانده در پیچ و تاب خیالم
 ندا کرد: کای مرجبا! خیر مقدم ا
 بران تا برون آورد گونه گونه
 سراسیمه، لبیک گویان، دویدم
 نهادم، قدم بر قدم، همره گرد
 بران تخت بنشسته، همچون خدیوی
 چه ایوان، یکی آسمان مقرنس
 دران قصر بنهاد اورنگ عزت
 بران تخت، بنشسته والا خدیوی
 قضا بر یمن و قدر بر یسار
 سعادت باتبال، دستور اعظم
 بروز و شبش، پرتو افکن جهان را
 رسیدم فرایش، و از بازوی دل
 برون جست توفیق و بشتافت بیرون
 بتوفیق برگفتم این ماجرا را
 بمن گفت: کاینجا تو هم شاد بنشین
 نشستم، بران مستکای سعادت
 بچشم پسر الماس و جان پسر آذر
 بمن گفت: کای بنده خاص امزد!
 بگفتا: هینآلک این آرزوست
 گسرت این تمنای والاست دو سر
 بسامان دران هرصمة کمرانی
 رخس دیدم و گفتم: الله اکبر
 جلال و جمال جهان شاه اکبر
 شه هفت کشور، امام چهل تن
 درانجا که، حداد هدلش نشیند
 تواند بسدور شبانی دادش
 سزد باز دارد نهیب شکوهش

ز پیمانان چرخ بدمست ادیان
 نوال از ربیع و کفیدن ز رمان
 ز فیضش بماتین امسید ریمان
 جرایم بز برقع بجلباب کتمان
 غبار سپاهش، ز کحل صفاهان
 همه سیل اشکم، چو یاقوت سیلان
 که زیر نگین کرده ملک سلیمان
 که بر غیر او، نام شاهست بهتان
 به پیچد هروقتش، چو افعی پیمان
 گره کرده خسوشید با قار کتان
 به بخت جهانگیر و عدل جهانیان
 جهانی گزین کرده غربت بر اوطان
 بخورشید، انجم نباشند اقران
 ز تخم سخا، ارض دل راست دهقان
 هم انسان عین است و هم عین انسان
 هم از چین پیشانیش، بیسم خاقان
 بهمست، نگهبان فاموس عدنان
 مؤید زلیخای حسرت بزندان
 عطایش برون از تعدد، چو باران
 قوی پایه تر، از بناهای هرمان
 بداد و دهش کرده، عالم گلستان
 بهمدش، نیابی لبی خشک، ز افغان
 جهان را اگر این، نبود جهانیان
 به پیشش، چه کافر، چه مخ، چه مسلمان
 بهمدش، ازل با ابد بسته پیمان
 یکی روز، با اختر بخت دوران
 ز یک سوی ایزد، ز شرمش نگهبان
 بدبیم کسری و با تخت خاقان
 چه بر شاه ایران، چه بر خان توران
 سرم را، ز قدر از بر اوج کیوان
 که باشد پسین پایه اش این، نه ایوان

بسرده هوشیاری عقل رزینش
 بخود در ننگجم ز فیضی که، آمد
 ز صیثش مزامیر هشرت مصوت
 چو خوابیده در پرده چشم هفوش
 گرو برده، در دیده ملک و دولت
 همه خوی پیشانیم، در بحرین
 بود نام والایش آن اسم اعظم
 بنام برین شاه معنی وحدت
 کسی را که، در دل هوائش ننگبند
 خطوط شعاع مه، از بیم عدلش
 زمین را امین و زمان را امانی
 بجذابی اعتکاف جنابش
 شهان جهان را، باو نیست نسبت
 ز ابر کرم، کشت جان راست خرمن
 وجودیست کامل، که در چشم بیش
 هم از تاپ ابروی او، هم قیصر
 بعزت، نگهبان قانون بطحا
 ز دارائی یوسف مصر جودش
 سخایش مصون از ثناتی، چو چشمه
 اساس قوانین عقل بلندش
 بعقل و خرد کرده، گیتی منور
 بدورش، نه بینی رخی تر، ز گریه
 نه باریدی ابری، نه رستی گیاهی
 از آنجا که، با کفر و دین صلح دارد
 به بختش، قضا با قدر کرده بیعت
 یکی روز، با طالع سعد گیتی
 ز یک سوی مردم، ز عدلش، دها گوی
 بجاه کیانی، و قدر قبادی
 کله گوشه خسروی، بر شکسته
 طلب کرد من بنده را، و برافراشت
 دویدم بسر، تا در پیشگاهش

خیسال ثنا جو، زبان ثنا خوان
 ازین حضرت آمد دگر بر تو فرمان
 نه دریا شناسی، نه که، نه بیابان
 که هم درد خویش است و هم آفت جان
 و یا گردن کج گذارد بطغیان
 و بر از طاغیانست، شو تیغ بران
 که هم مرد بزمی و هم مرد میدان
 سخن نیک گفتن، که داند همه دان
 جبین را قفا کرده، رفتن شتابان
 جنیبت کشیدند، اشراف و اهیان
 چه سود آید، از زیره بردن بکرمان
 بوصول نگاران و فصل بهاران
 چمن خنده میریخت بر خاک کنعان
 همه کوه ها پر ز لعل بدخشان
 کف گل، بصد پاره در مصرستان
 همه غنچه را، خورده زر به همیان
 چو بر صفحه سبز توفیق ریحان
 خردمند دور و، خداوند دوران
 بر آمد برسم پذیرا بسامان
 به پیراست بزمی بقرب دو میدان
 بهار چمن را تلون دو چندان
 ثنائش کنان، و ستایش نمایان
 دگر از در حکمت و علم یونان
 که گوئی، بر خلد، ازان گشت عریان
 چه از عهد سامان، چه از آل سامان
 زهر کرده و گفته خود، پشیمان
 که ای ناسزا مرد! کج خوی، و کج دان
 کجا مشت خاکیت میداد یزدان
 ببودی بتو، طالع و بخت تاوان

سری پر ز سجده، لسی پر ز بوسه
 چه فرمود؟ گفت: ای ابوالفیض فیضی!
 که سوی دکن، گرم سازی عنان را
 نه بینی که، برهان (۱) بی شرم و آرم
 بطاعت سری میفرازد بسجده
 گر از بندگانست، بنوازش از شه
 تزا زان بدین حکم دارم اشارت
 فرس گرم کردن، که داند دلاور
 پذیرای خدمت ز کاخ شهنشه
 بحد دکن چون فرس گرم کردم
 چه حاصل، ز خرما کشیدن به بصره
 رسیدم بملک دکن شاد و خرم
 صبا خورده میببخت بر آب خلخ
 ز گلگونی لاله های شگفته
 چو، دست ملامت گران زلیخا
 همه لاله را، عنبر تر به هاون
 بزنکار گون سبزه پیچیده سنبل
 بآئین شایسته و طرز فرخ
 بعشرت سر افراخت برهان که آمد
 پرآراست باغی ببعده دو فرسخ
 هم از لاله و گل، هم از خز و اکسون
 بصدرش یکی فرش از زر فگندند
 از اول، سخن گفتم از مال و دولت
 بدستم ببرد و بدان جای بنشانند
 زهر گفتی، هر چه بایست، گفتم
 بدیدم که، بشنید و پکره نگردید
 زبان را کشودم چو شمشیر و گفتم:
 اگر لطف شه، پانمردت نبودی
 هم از نفس اختر، هم از گشت گردون

مگر مرگ تو، بر تو، کردست شیون
 بملک چنین با جهاندار گیتی
 بدادی کسی بر نیاید بداور
 مکن، خانه خویشتن را، بناخن
 هگیر، آن روش در اطاعت، کزین ره
 مباش، از فریب بد اندیش غافل
 ز تاریخ و از حکمت جنگ و ناورد
 نه بخشید بر خویش و بر دولت خویش
 بسدغ و به قمعش ز گسردان یکدل
 ز ناگاه صد مرده مرگ مبارز
 چنان ریخت بر خاک قاج و سریرش
 بل آنکه، با بخت و دولت ستیزد
 باقیبسال مندی، چنین سز بر آورد
 نشیدالسفر نام این نامه کردم
 نمسودم حسابس بسال چسپارم
 بیک سوی توفیق و یک سوی همت

مگر تیغ تو، بر تو، گشت است گریان
 برای چه کوری، مباش اهل خذلان
 ز نانی کسی رو نتابد ز منان
 مزن، خنجر مرگ خود را، بر افسان
 نشیند به پیراهنت گرد حصیان
 شنیدی! بر آدم چه آورد شیطان
 شنید و نه پذیرفت آن نا پشیمان
 ستم بین که، بر خویش کرد آن ستم ران
 بگردیده در عرصه گرم جولان
 بانباشت با افرش گرد یکران
 که گوی که با خاک بودست یکسان
 بل آنکه، پیچد سر از عهد و پیمان
 در آید ز پا، گر بود چرخ گردان
 که باشد ز من ارمغانی با خوان
 نهادم بسنظاره گاهی هزاران
 سخن خستم کردم علی الله تکلان

● منتخب التواریخ : ملک الشعرا شیخ فیضی . در فنون جزئیة از شعر و معما و عروض و قافیه و تاریخ و لغت و طب و انشا عدیل در روزگار نداشت (۱). در اوائل بنخلص مشهور شعر میگفت و در اواخر بتقریب خطاب برادر خرد، که او را علامی مینویسند ، بجهت علوشان دران وزن تخلص فیاضی اختیار

۱- بدایونی درحالات خواجه حسین مروی مینویسد : فیضی تربیت یافته او زوده است (۳: ۱۷۸) باید دانست که خواجه حسین مروی از خاندان شیخ علاء الدوله سمنانی بود و در علوم عقلی شاگرد ملاء عصام الدین بوده ، و دینیات را نزد شیخ ابن حجر مکی تحصیل نموده است . در شعر و شاعری و انشا پردازی و حسن تقریر و ظرافت و لطیفه گوئی درجه کمال را دارا بود . ترجمه - سنگاسن بتیسی - را بموجب دستور اکبر در نظم شروع کرده بود . در سال (۸۹۷۹) وفات یافت . فیضی از - دام ظلّه - ماده تاریخ در آورد . بدایونی نینویسد که فیضی در چه فنی از او تربیت یافته بود ؟ ولی غالباً باید فن شاعری بوده باشد .

(شعرالمجم ۳: ۲۹)

نمود، و سازگار نیامد، و بعد از یک دو ماه رخت حیات از عالم بر بسته
تنگ تنگ حسرت با خود برد.

مخترع جد و هزل و عجب و کبر و حقد و مجموعه نفاق و خیانت و ریا
و حب جاه و خبیلا و رعونت بود: در وادی عناد و عداوت با اهل
اسلام، و طعن در اصل اصول دین، و اهانت و مذمت صحابه کرام و تابعین
و سلف و خلف، متقدمین و متاخرین و مشائخ و اموات، و احیا و بی ادبی
و بی تحاشی، نسبت بهمه علما و صلحا و فضلا سرآ و جهرآ لیلاً و نهارآ؛
همه یهود و نصاری و هندو و مجوس، برو هزار شرف داشتند، چه جای نزاریه
و صباحیه. و ازین نمیگذرد که جمیع محرمات را بر رغم دین مجدی (صلی الله
علیه و آله وسلم) مباح و فرائض را محرم میداشت(۱). و تفسیر بی نقط

۹- مولانا شبلی نوشته است:

ملای نام برده (عبدالقادر) و تمام پیروان او، متفقاً فیضی را ملحد و بیدین نوشته
اند..... لیکن حقیقت این است که این مردم و فهم شان قاصر بود، از اینکه پی برترتبه
و مقام فیضی ببرند و تشخیص دهند که او کیست. او افکار حکیمانه که اظهار میکرد،
بنظر آنها زنده الحاد میآمد. دیوان این مرد نمونه مذهب و خیالات و خاطرات اوست
و آن موجود است بر دارید و نگاه کنید!

بدایونی و غیره میگویند که: فیضی فلسفه را بر شرع مقدم میدانسته است، لیکن خود
در — مرکز ادوار — چنین مینویسد:

معنی قرآن چو ادا میکنی	این همه تاویل چرا میکنی
حق ز تو با غیر مشابه شده	پیش تو محکم مشابه شده
فهم تو از قول نبی اجنبی	بی خبر از سر حدیث نبی
چون سخن از شرح حجج میرود	فکر تو چون حاشیه کج میرود
طعنه مزین این همه جبر اختلاف	کز پی تسهیل تو رفت اختلاف
گر بمیان ور بطرف رفته اند	راه چنان رو که سلف رفته اند
بهر ریاضی بر ریاضت مکوش	نورالهی به طبیعی مپوش

برای شستن بدن نامی — که تا روز جزا بصد آب دریا شسته نگردد — در عین حالت مستی و جنابت مینوشت، و سگان آن را از هر طرف پائمال میساختند،

از خط اقلیدس و سخطش مگوی تسخنة اشکال مجسطی بشوی
بگذر ازین علم، و عمل پیش گیر ترک قوانین جدل پیش گیر

باوجود این، او دارای فسحت مشرب و فکر بلند و آزاد بود. و میدانست، آن طوری که مسایان متعصب صورت مذهب را نشان مردم داده اند، مسلماً آن تصویر اصلی اسلام نیست. منازعات شیعه و سنی را مربوط بمذهب نمیدانست و برای این جنگهای خانگی میخندید و آن را کودکانه میپنداشت.

به اکبر در یک نامه مینویسد (۱) که: یک اوزبک ترک را دیدند که نخی در دست گرفته میگردد. پرسیدند که: این چیست؟ گفت: مادرم در دست من داده که آن را از خون یک نفر رافضی رنگین کنم و بعد پیش خودم نگاه دارم تا برای دوختن کنم بکار رود!

باز مینویسد که: چند نفر رفیق و دوست کنار حوض نشسته باهم صحبت میکردند. یکی از آنها گفت: فردا (یعنی روز قیامت) همین طور خلفای اربعه در چهار گوشه حوض کوثر نشینند و مومنین را از آب کوثر مینوشانند. یک شیعه — که نامش محمود صباغ بود — گفت: مهمل میگوئید! حوض کوثر مدور است و ساقی آن مرتضیٰ علی است! این بگفت و در رفت.

فیضی این حکایت را نوشته و در ذیل آن این اشعار خوابه فریدالدین عطار را نقل کرده است:

ز نادانی دل بر جهل و بر مکر گرفتار علی ماندی و بوبکر
چو یک دم زین تخیل مینرستی نمیدانم خدا را کی پرستی

ایراد عمده که بر فیضی میگیرند، این است که، او اکبر را ملحد و لامذهب کرده است. این اتهام و نسبت دروغ فقط این قدرش راست است که، شیخ عبدالنبی و مخدوم الملک در یک زمانی بقدری نشر تعصب داده بودند که مردم غیر مذهب را علناً گرفتار و قتل میکردند. در کتاب بدایونی واقعات عدیده است که میرساند مردم زیادی بجرم بدعتی و

۱- دربار اکبری این عرضداشت را کاملاً ثبت کرده است، و این قصه اوزبک بیان کرده: ظهوری است که فیضی به اکبر نوشته.

تا بر همان انکار و اصرار و استکبار و ادبار بمستقر اصلی شتافت . و بحالتی رفت که ، کس مینماید و مشنواد :

رافضی بودن بقتل رسیده اند . فیضی و ابوالفضل این کوته فکری اکبر را اصلاح کردند . لیکن عبدالنبی و مخدوم الملک بقدری در جامه نفوذ پیدا کرده بودند که ، شکستن و ریشه کن کردن آن ، بسی مشکل مینمود . فیضی و ابوالفضل مجالس علمی قائم کردند که در آن مجالس بر درباریان بی پرده ظاهر و مبرهن گردید که ، در نزد متمصبین جز لعن و تکفیر اوزار و حربیه دیگری نیست . و بعد در سال (۸۹۸۷) محضرنامه (۱) یا صورت مجلسی بدین مضمون ترتیب دادند که : پادشاه (ظل الله) است و او را حق حاصل است که در مسائل مختلفه قول و فتوی هر مجتهدی را بخواهد میتواند آن را اختیار کند و همان

۱- محضرنامه این است : — مقصود از تشیید این مبانی و تمهید این معانی آنکه : چون هندوستان — صین من الحدثان — بمیا من معدلت سلطانی و تربیت جهانبانی مرکز امن و امان و دائره عدل و احسان شده ، طوائف انام از خواص و عام خصوصاً علمای عرفان شعار و فضلاء دقایق آثار ، که هادیان بادیه نجسات و سالکان مسالک — اوتوا العلم درجات — اند ، از عرب و عجم رو بدین دیار نهاده توطن اختیار نموده اند ، جمهور علمای فحول — که جامع فروع و اصول و حاوی معقول و منقول اند ، و بدین و دیانت و صیانت اتصاف دارند — بعد از تدبیر وافی و کامل کافی در غوامض معانی آیه کریمه — اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم — و احادیث صحیح — ان احب الناس الی الله یوم القیامه امام عادل من یطع الامیر فقد اطاعتی و من بمعص الامیر فقد عصانی و غیر ذالک من الشواهد العقلیه و الدلائل الثقلیه — قرار داده حکم نمودند که : مرتبه سلطان عادل هندالله زیاده از مرتبه مجتهد است و حضرت سلطان الاسلام کعب الانام امیرالمومنین ظل الله علی العالمین ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر پادشاه غازی (خلدالله ملکه بدأ) عادل و اعلم و اعقل بالله اند ، بنا بر این ، اگر در مسائل دین — که بین المجتهدین مختلف فیها است — بذهن ضائب و فکر ثاقب خود یک جانب را از اختلافات بجهت تسهیل معیشت بنی آدم و مصلحت انتظام عالم اختیار نموده به آن جانب حکم فرمایند ، متفق علیه میشود و اتباع آن بر عموم برایا و کافه رعایا لازم و محتتم است . و ایضاً اگر بموجب رای صواب نسای خود حکمی را از احکام قرار دهند — که مخالف بصی نباشد و سبب ترفیه عالمیان بوده باشد — عمل بر آن نمودن بر همه کس لازم و محتتم است و مخالفت آن موجب سخط اخروی و خسران دینی و دنیوی ست ، و این مسطور صدق و نور حسبه لله و اظهاراً لاجرای حقوق الاسلام به محضر علمای دین و فقهای عهدین تحریر یافت . و کان ذالک فی شهر رجب سنه (۸۹۸۷) سبع و ثمانین و تسعمائة —

وقتیکه حضرت پادشاه بی‌یادت او در اخیر رفتند بانگ سگ بروی ایشان کرد، و این معنی را خود بر سردیوان نقل می‌فرمودند: و روی او ورم کرده

حجت خواهد بود | صورت مجلس مزبور را شیخ مبارک نوشته و فیضی و ابوالفضل آن را صحه گذاشته و امضا کردند. لطف اینجاست که شیخ عبدالنبی و مخدوم‌الملک هم آن را امضا نمودند. اکبر این را هم درخواست کرد که بمنظور اعلان عام نماز جمعه هم بخواند تا که منصب امامت و خلافت برای او مسلم گردد. خطبه را خود فیضی نوشت.

بنام آنکه، ماسا خسروی داد دلی دانا و بازوی قوی داد
بود وصفش، ز حد فهم، بر تر تمسالی شانه الله اکبر

این فعالیت‌ها و عملیات سیطره و نفوذ ملایان خشک و متمصب را ریشه کن نمود. و اکبر توانست یک حکومت وسیع و آزادانه را قائم و برقرار سازد که، در سایه آن، مسلمان و یهود و نصاری باکمال آزادی، فرائض مذهبی خود را ادا کنند. و این همان طرز حکومتی است که خلفای راشدین تاسیس کرده بودند... (شمرالمجم ۳: ۴۳-۴۵) مولانا شبلی راجع به این فتنه که پیدا کرده عبدالنبی و مخدوم‌الملک بوده به این قرار شرح مدهد:

در اوائل سلطنت اکبر دو نفر از نظر مذهبی دارای نفوذ و اقتدار زیاده بودند، یکی مخدوم‌الملک و آن دیگر شیخ عبدالنبی. مخدوم‌الملک نامش عبدالله انصاری است، شیرشاه در عهد سلطنت خود (۹۴۶-۹۵۲) باو صدرالاسلام لقب داد و سلیم شاه (۹۵۲-۹۶۰) وی را پهلوی خود بر تخت مینشانید. همایون لقب شیخ الاسلام را باو عطا نمود. و بیرم خان یکصد هزار روپیه حقوق برای او مقرر کرد.

شیخ عبدالنبی نوه دختری شیخ عبدالقدوس گنگوهی مقام صدارت داشت. معنی که اداره و انتظام امور کلیه اوقاف مملکت سپرده باو بوده است. اکبر شاه بقدری باو گرویده و شیفته وی بود که روزها بمنزلش میرفت و علم حدیث فرا میگرفت. این انجذاب و از خود رفتگی مذهبی اکبر شاه، بر اثر صحبت این مرد، بجای رسید که بدست خود مسجد را جاروب میکرد. او (اکبر) یک وقت در روز جشن میلاد رنگ زعفران روی لباسها پاشیده و شیخ عبدالنبی که این را دید باندازه غضبناک شد که با چوب دستیش وی را فواعت. و این بر اکبر، بقدری ناگوار آمده و تلخ گذشت که، در مراجعت بکاخ بهادرش مریم مکانی شکایت کرد که: در دربار عام مناسب نبود این طور مرا خفیف کند! مریم مکانی گفت: فرزند نباید آن را بدل گرفته و آزرده خاطر گردی، چه آن سبب نجات

و لبها تمام سیاه شده بود، تا آنکه بادشاه از شیخ ابوالفضل پرسیدند که :
این چندین سیاهی بر لب چیست ؟ مگر شیخ مسی — که اهل هند بردندان

اخروی است و تا قیامت آوازه اش میماند که یک آدم مفلوک الحال با سلطان وقت این
طور رفتار کرده و او صبر و تحمل نموده است !

باید دانست که این دو پیشوا هر قدر پاکدامن و پرهیزگار بودند همان قدر خشک و
دارای تمصب جاهلانه بودند. آنها — همچنانکه بطور عام لازمه دین داری خیال کرده
میشود — اکبر را آماده کرده بودند که، تمامی اهل بدعت و صاحبان عقیده خلاف را، در
کشور از میان برداشته و منهدم سازد. حتی گیر و دار عمومی هم شروع شده و بسیاری را
مقتول و زندانی کردند. مخدوم الملک و شیخ عبدالنبی مخصوصاً به اکبر گفتند که :
شیخ مبارک هم یک مرد گمراه و از اهل خلاف و بدعت است و بایستی مجازات شود !
چنانکه به شهر بانی آن وقت دستور داده شد که : شیخ را گرفته پدر بار حاضر سازد ! و
چون شیخ حاضر نبود منبر مسجد او را شکسته خرد کردند و برگشتند .

یک روز شیخ عبدالنبی یا مخدوم الملک، چه اینکه ابوالفضل نام نمیرد بلکه می نویسد
— سر آمد فتنه جویان — در مجلسی، راجع باین گونه تشدد و سخت گیری ها، با ابوالفضل
بحث نموده و مشار الیه آنها را با دلائل محاب ساخت .

در همین زمان یا قدری پیش از آن، فیضی با پدرش نزد شیخ عبدالنبی رفته درخواست
مدد معاش کردند. شیخ آنها را به تشیع و شیعیگری الزام کرده امر داد. بنا کمال خفت
خارج کردند .

اکنون این دو شخص (عبدالنبی و مخدوم الملک) باستیصال این خانواده کمر
بسته و آماده شدند که، همه آنها را نیست و نابود سازند. از علمای فتوی گرفته
و جاسوسانی گماشته که شیخ را — هر کجا هست — پیدا کرده بیاورند. دو تمامی کشور
شهرت دادند که : حکم قتل عام خانواده شیخ (مبارک) از دربار صادر شده است .
شیخ ابتدا به شیخ سلیم چشتی ملتجی شده که او را از خطر جانی حفظ کند. مشار الیه
توشه راه برایش فرستاد و پیغام داد که : فعلاً مصلحت آنست که بطرفی حرکت کند !
از آن جا که مایوس شدند پیش میرزا عزیز (کوکه) رفته و باو متوسل گردیدند. این
مرد برادر رضای اکبر بوده، یعنی اکبر از شیر ماسار او پرورش یافته بود و بدین جهت
حضور اکبر خیل گستاخ بوده است .

آئین اکبری که نوشته است : امیری جلو اکبر بطور گستاخانه از شیخ شفاعت و توسط

مانند — مالیده است؟ او گفته که: نی اثر خونی است که قی می‌کرد! و هر آئنه در جنب آن بد بختی و مذمت دین و طعن حضرت ختم‌المرسلین (صلی الله علیه و آله اجمعین) اینها هنوز کم بود. و تاریخ گوناگون مذمت آمیز بسیار یافتند. ازانجمله این که:

فیضی بی دین چو مرد سال وفاتش فصیح گفت: سگی از جهان رفت به حال قبیح

۵۱۰۰۳

نمود، ازان همین میرزا عزیز مراد است. او مکرر در دربار به اکبر سخنان سست و سخت میگفت، و اکبر میگفت: چه کم! بین من و او دریای شیر حائل است! و این میگفت و خاموش میشد. باید دانست که وسیله دسترسی خاندان فیضی بدربار همین شخص یعنی میرزا عزیز بوده است.

اکبر از افکار پست و محدود و نظر تنگی شیخ عبدالنبی و مخدوم‌الملک بتنگ آمده بود و مصمم گشت که، از نفوذ و اقتدار آنها بکاهد. لیکن خود امی بود و نمیتوانست با فتاوی مذهبی مقابلی کند. ولی از ورود فیضی و ابوالفضل بدربار، اوزاری بدست او آمده میتوانست در هر موقع این عناصر متمصب و سرسخت را شکست دهد، و تمامی نقاط ضعف یا موارد اشتباه و خطای آنها را، فاش و ظاهر و آشکار سازد و شرح آن بیاید.

تقرب فیضی روزانه فزونی مییافت، لیکن از قبول شغل درباری ابا میکرد. این مرد طیب بود، نویسنده بود، و با همین مشاغل و هنرهای که داشت، اوقات بشر میبرد. قربیت و تعلیم شاهزادگان هم واگذار باو بود. چنانکه در بیست و چهارمین سال جلوس، تعلیم و تربیت شاهزاده دانیال بوی سپرده شد، و در مدت کمی، مراتب لازمه و ضروری را باو آموخت.

در همان سال (سال مذکوره فوق) اکبر بادهای اجتهاد و اقامت بمسجد آمده و خطبه خواند. و آن را یعنی خطبه را هم فیضی نوشته بود.

اکبر مقام صدارتی که شیخ عبدالنبی داشت تجزیه نموده و اختیاراتش را محدود ساخت. چنانکه در سال (۹۹۰ هـ) صدارت آگره، کالنجر، و کالپی به فیضی داده شد.

(شعرالمجم ۳ : ۳۲-۳۵)

و دیگری گفته :

سال تاریخ فیضی . مردار شد مقرر بچار مذهب نار
 و دیگری یافته : $۲۵۱ \times ۴ = ۱۰۰۴$

فیضی نحس دشمن نسبوی رفت و با خویش داغ لعنت برد
سگی بود و دوزخی، زان شد سال فوتش : چه سگ پرستی مرد
 ۱۰۰۴

و علی هذا القیاس :

قاعده الحاد شکست
 ۱۰۰۴

و از دیگریست :

بود فیضی ملحدی
 ۱۰۰۴

و ایضاً :

چون بناچار رفت ، شد ناچار سال تاریخ : خالد فی السنار (۱)
 $۱۰۰۵ - ۲ = ۱۰۰۳$

و مدت چهل سال درست شعر گفت ، اما همه نا درست . استخوان
 بندی او خوب ، اما بی مغز . مصالح شعر او سراپا بی مزه ، سلیقه او

۱- مؤلف - مفتاح التواریخ - تاریخ یافته است :

تاریخ رحلت او ، جستم ز شاه غمگین افسوس! گفت اکبر : جان داد فیضی ما
 ۱۰۰۴

در - مفتاح التواریخ - تاریخ زیر ثبت است :

شیخ فیضی که ، فضل بیحد داشت گرچه در رغم خود موحد بود
در ره دین فساد پیدا کرد نزد از سباب شرع مفسد بود
زان سبب خامه قضاوت قدر بنوشت آنکه : شیخ ملحد بود
 ۱۰۰۴

(ص ۲۰۰)

در وادی شطحیات و فخریات و کفریات معروف . اما از ذوق عشق حقیقت و معرفت و چاشنی درد خالی . و قبول خاطر نصیب اعدا . با آنکه دیوان مثنوی او از بیست هزار بیت زیاده است ، یک بیت او — چون طبع افسرده او — شعله ندارد و از نهایت مردودی و مطرودی کس بهوس هم یاد نگرفت .
بخلاف دیگر شاعران ادنی :

شمری که بود ز نکته ساده ماند همه عمر یک سواده
و غریب تر اینکه ، زرهای کلی ، کلی جاگیر در باب اکاذیب باطله صرف
نموده و نویسانیده باشنایان دور و نزدیک فرستاد و هیچ کس آن را دوباره
در دست نگرفت :

شمر تو مگر از حرمت ستر آموخت کز گوشه خانه میل بیرون نکند
از اشعار انتخابی او که بیادگار نوشته بمیزان نظام الدین احمد (۱)
و غیر آن سپرده ، این چند بیت است :

مژگان میند ، چون قدم از دیده میکنی چه دست میبری ، ای قهق عشق! اگر دادست نظر فیض ، چو بر خاک نشینان ، نکنیم مشکل که ، میل دیده ، بگردش در آورد کعبه را ویران مکن ، ای عشق! کانجا یکنفس ای عشق! رخصت است که ، از دوش آسمان تا چند ، دل بمشوه خوبان ، گرو کنم (فیضی) کفم نهی و ره عاشقی به پیش	مردان ره ، برهنه نهادند پای را بسر ، زبان ملامت گر زلیخا را مور را ، مغز سلیمان رسد ، از قسمت ما طوفان نوح میطلبد آسیای تو گه گهی ، پسماندگان عشق ، منزل میکنند بر دوش خود نهم ، علم کبریای تو این دل بسوزم و دل دیگر ز نو کنم دیوان خود ، مگر بدو عالم گرو کنم
--	--

و مطلع قصیده فخریه که بآن مینازید این است :

شکر خدا که ، عشق بتان است رهبرم
درین دیار ، گروهی شکر لبان هستند
که باده با نمک آمیختند و بدمستند

مصراع :

خود گرو، مزه در کجای این ست
از مثنوی — مرکز ادوار — که در زمین — مخزن — خیال کرده بود، و
مبارک نیامد، این چند بیت است :

تا بچه درویزه برین در شدم تا بدل و دست توانگر شدم
کم طلبیدم گهرم بیش رفت بس بنشستم قدم پیش رفت

و از — بلقیس و سلیمان — موهوم اوست :

دگر رفتم که بگذارم مقابل شگاف خامه را بسا روزن دل
ازان روزن بساین روزن در آید خود آن نوری که جان را رهبر آید
اگر چه رفت، ازین دیوان بیداد سلیمان سخن را تخت بر باد
بمن آمد یکی تدبیر کردن بافسون دیو را زنجیر کردن
بتخت معنی از سرمایه بستن ز گنج خود برو پیرایه بستن

معنا باسم قادری :

ز داغ مشق بگذارم نشانه چو در دل یادگارست و پگانه

زمانیکه بحجابت دکن رفته بود، و دو کتابت فقیر، از دامن کوه
کشمیر باو رسید، و اثر بی التفاتی و کورنش ندادن پادشاه مرا معلوم کرد،
ازانجا در عریضه که بدرگاه نوشته بود، سفارش مرا نوشت. تا حکم بشیخ
ابوالفضل شد که آن را هم داخل — اکبر نامه — ساخته در مثل میخوانده
باشد.

و آن نقل این است که بتاريخ دهم جمیع الاول سنه الف (۱۰۰۰هـ)

از احمد نگر بلاهور فرستاده :

— عالم پناها ! درینولا دو خویش ملا عبدالقادر از بداون مضطرب حال
گریان و بریان رسیدند و نمودند که : ملا عبدالقادر چندگاه بیمار بود و از
معدی که بدرگاه داشته مختلف شده و اورا کسان پادشاهی بشدت تهاجم برده

اند ، تا عاقبتش کجا انجامد . وگفتند که : امتداد بیماری او بعرض اشرف نرسیده .

شکسته نوازا ! ملا عبدالقادر اهلیت تمام دارد و علوم رسمی — آنچه ملایان هندوستان میخوانند — خوانده پیش خدمت ابوی کسب فضیلت کرده . و قریب بیسی و هفت سال میشود که ، بنده او را میدانم و بسا فضیلت علمی طبع نظم و سلیقه انشای عربی و فارسی و چیزی از نجوم هندی و حساب یاد داشت در همه وادی ، و وقوف در نغمه ولایت و هندی و خبری از شطرنج صغیر و کبیر دارد ، و مشق بین بقدری کرده . باوجود بهره مند بودن ازین همه فضائل به بی طعمی و قناعت و کم تردد نمودن و راستی و درستی و ادب و نارمادی و شکستگی و گذشتگی و بی تعینی و ترک اکثر رسوم تقلید و درستی اخلاص و عقیدت بدرگاه پادشاهی موصوفست .

وقتیکه لشکر بر سر کونپهلیر تعین میشد ، او التماس نموده بامید جانسپاری رفت و انجا ترددی کرد و زخمی هم شده . و بعرض رسیده انعام یافت . اول مرتبه او را جلال خان قورچی بدرگاه آورده بعرض رسانیده بود که : من امامی برای حضرت پیدا کرده ام که حضرت را خوش خواهد آمد ! و میر فتح الله هم اندکی از احوال او بعرض اقدس رسانیده بودند ، و خدمت اخوی بر حال او مطلعند . اما مشهور است :

جوی طالع ، ز خروار هنر ، به !

چون درگاه راستان است ، درین وقت که بی طاقتی زور آورده ، بنده خود را حاضر پایه سریر والا دانسته ، احوال او بعرض رسانید . اگر درین وقت بعرض نمیرسانید نوعی از نارسستگی و بی حقیقتی بود . حق سبحانه بنده های درگاه را ، در سایه فلک پایه حضرت پادشاه ، بر راه راستی و حق گذاری و حقیقت شناسی قدم ثابت کرامت فرماید ، و آن حضرت را بر کل عالم و عالمیان سایه گستر و شکسته پرور و عطا پاش و خطا پوش بهزاران هزار دولت و اقبال و عظمت و جلال دیرگاه دارد ، بعزت پاکان درگاه الهی و روشن دلان سحر خیز صبح گاهی . آمین ! آمین !

اگر کسی گوید که ، از جانب او چندین خواهش و چندین اخلاص بود ، در برابر آن همه مذمت و درشتی ، کدام آئین مروت و وفاست ؟ خصوصاً بعد از وفات یکی را باین روش یاد کردن و از جمله عهد شکنان گشتن و

از — نهی لا تذکروا موتاکم الا بخیر — غافل بودن ، چه باشد ؟ گوئیم :
 این همه راست ! اما چه توان کرد که ، حق دین و حفظ عهد آن ،
 بالاتر از همه حقوق است — والحب لله و البغض لله — قاعده مقرر :
 هر چند سنین اربعین تمام در مصاحبت او گذشت ، اما بعد از تغییر اوضاع
 و فساد مزاج و اختلال احوال آن بمرور خصوصاً در مرض موت مرتفع شد و
 محبت بنفاق انجامیده ، از یکدیگر خلاص یافتیم . و ما همه متوجه بارگاهی
 ایم ، که همه داوریهها آنجا بفیصل میرسد — الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض
 عدو الا المتقون —

از جمله متروکه وی چهار هزار و شش صد کتب مجلد نفیس مصحح
 — که بطریق مبالغه توان گفت که — اکثری بخط مصنف یا در زمان او
 نوشته شده باشد ، بسرکار پادشاهی داخل شد . و در وقت گذرانیدن کتب
 از نظر طومار را سه قسم ساختند .

اعلیٰ : نظم و طب و نجوم و موسیقی را قرار دادند .

و اوسط : حکمت و تصوف و هیئات و هندسه .

و ادنیٰ : تفسیر و حدیث و فقه و سایر شریعات .

ازو صد و یک کتاب نلدمن بود و دیگرها را که در شمار میآورد ،
 و نزدیک بموت ، بمبالغه و الحاح بعضی آشنایان ، بیتی چند در نعت و معراج
 حضرت نبوی (صلی الله علیه و سلم) نوشته درج کرد ؛ و این چند بیت
 از خاتمه آن کتاب است :

شاهنشاهما خرد پڑوها دریا گهرا فلک شکرما

(۱۳۸ بیت دارد ۳ : ۲۹۹-۳۱۰)

۳ طبقات اکبری : شیخ ابوالفیض فیضی ولد شیخ مبارک (۱) ناگوری است که از علمای کبار و مشائخ بزرگوار بوده : در توکل و تجرید شانی

۱- ۳ منتخب التواریخ : شیخ مبارک ناگوری : از علمای کبار روزگار است . و در صلاح و تقوی و توکل ممتاز اینای زمان و خلافت دوران است . در ابتدای حال ریاضت و مجاهده بسیار کرده . و در امر معروف و نهی منکر بنوعی مجتهد بود که اگر کسی در مجلس وعظ انگشتی طلا یا حریر یا موزه سرخ یا جامه سرخ و زرد پوشیده میآمد ، فی الحال میفرمود که : از تن بر آردا و ازاری را ، که از پاشنه گذشته بودی ، حکم بپاره کردن آن میکرد . و اگر آواز نغمه در رهگذری شنودی جست نمودی .

و آخر حال ، از غیرت الهی بطوری مشغوف نغمه شد که یکدم بی استماع صوتی و نقشی و سرودی و سازی آرام نمیگرفت .

القصه ، سالک اطوار مختلف و اوضاع متلون بود . چند گاهی در عهد افغانان بصحبت شیخ علائی بود . و در اوائل عهد پادشاهی چون جماعه نقشبندیه استیلا داشتند ، نسبت خود باین سلسله درست کرد . و چند گاهی منسوب بمشائخ همدانیه بود و آخرها که ، عراقیه دربار را فرو گرفتند ، برنگ ایشان سخن میگفت — و تکلّموا الناس علی قدر عقولهم — شیوه او بود و هلم جراً .

بهر حال ، پیوسته پدرس علوم دینیہ اشتغال داشت و علم شعر معما و فنون و سایر فضائل ، خصوصاً علم تصوف را — برخلاف علمای هند — خوب ورزیده . و شاطبی را یاد داشت و باستحقاق درس میگفت ، و بقرأت عشره قرآن مجید را یاد گرفته بود . و هرگز بخانه ملوک نرفت ، و بسیار خوش صحبت بود ، و نقلهای غریب داشت . و در آخر عمر ضحف بصر پیدا کرد و از مطالعه باز ماند منزوی شد .

تفسیری نوشت مانند — تفسیر کبیر — مشتمل بر چهاو جلد مضخم و — منبع نفائس المیون — نام نهاده . و از غرائب امور است این که ، درخطبه آن تفسیر تحریر مقصدی کرده که از انجا بوی دعوی مجددی مائنه جدید میآید ، و تجدید خود آن بود که معلوم است . و دران ایام که توفیق اتمام آن یافت پیوسته از روی آگاهی — قصیده فارسیه تائیه — که هفصد بیت است و — قصیده برده — و — قصیده کعب بن زهیر — و دیگر قصائد محفوظ را ورد داشت و میخواند . تا در لاهور در هفدهم ذی قعدہ سنه هزار و یک (۱۰۰۱ هـ) ازین جهان درگذشت — اره الهی الله .

لای باین جامعیت بنظر نیامده ، اما حیف که بجهت شومی حب دنیا و جاه ، در لباس

عظيم داشت : شيخ فيضي در خدمت حضرت خليفه الهي نشو و نما كرد و

فقره هيج جاي آشتي دين اسلام نگذاشت . و جامع اوراق در عنفوان شباب با گره چند سال در ملازمتش سبق خوانده . الحق ! صاحب حق عظيم است ، وليكن بجهت ظهور بعضي امور دنياوي و بي ديني و غوص در مال و جاه و زمانه سازي و مكر و فريب و غار در وادي تغير مذهب و ملت ، آنچه سابق داشت اصلا نمازند - قلى انا و اياكم لعلئ اهدى او فى ضلال مبین ا

و همان سخن عوام الناس است كه پسر بر پدر لعنت ميآرد بتقريب همين از يزید گذشته قدم بگستاخي بالاتر مينهند و ميگويند : بر يزید و پدر او لعنت . (۳:۲۷)

● طبقات اكبرى : شيخ مبارك: از فحول علمای روزگار و مشايخ كرام بود . در توكل شاني عظيم داشت . در مبادي احوال ، پيش خطيب ابوالفضل گاذروني ، و مولانا عماد طارمي ، در گجرات كسب علم نموده بود . و در آخر عمر ، تفسيرى نوشته عربى مشتمل بر چهار مجلد موسوم به - منبع العيون - قريب - تفسير كبير - و بغير آن نيز مولفات شريفه دارد .

قريب به پنجاه سال ، در دارالخلافت آگره بسافاده و افاضه گذرانیده . و از آيات کمالات او ، فرزندان صاحب كمال اند ، كه فخر روزگار توانند بود . مثل علامي شيخ ابوالفضل ، و ملك الشعرا شيخ ابوالفيض فيضي ، و شيخ ابوالخير وغيرهم . ميفرمودند كه : اسمای فرزندان را بر وفق مسميات داشته ام .

و در شهر ذى قعدة ، سنه احدى و الف (۱۰۰۱هـ) در لاهور برحمت حق در بيوست . و - شيخ كامل - (۱۰۰۱هـ) و - فخر الكلم - (۱۰۰۱هـ) تاريخ اوست . (ص ۲:۳)

● ذخيرة العوائين: شيخ مبارك: اصل وطن از ايشان سيستان سنده است . پدر شيخ مبارك از انجا برآمده در ناگور مقيم گرديد . شيخ مبارك در مبادي احوال ، پيش خطيب ابوالفضل گاذروني و مولانا عماد لارى در گجرات كسب علوم نموده بود .

در توكل شاني عظيم داشت ، در آخر تفسيرى نوشته عربى مشتمل بر چهار جلد موسوم به - منبع العيون - قريب - تفسير كبير - نمود ، و بغير آن تاليف - جوامع الكلم - دارد . و قريب پنجاه سال در دارالخلافت آگره به افاده و افاضه علوم ديني گذرانیده . و از آيات كمالات ، فرزندان صاحب كمال بهمرسانده ، كه فخر و مستند روزگار بسوده اند . مثل ملك الشعرا شيخ ابوالفيض فيضي و سلامي شيخ ابوالفضل و شيخ ابوالخير د شيخ ابوالبركات و شيخ ابو تراب .

در آخر عمر منصبدار حضرت شاهنشاهي گرديد . در آخر شهر ذيقعدة سنه احدى و الف

بخطاب — ملک الشعرای* (۱) — شرف امتیاز یافته . و در فزون شعر ید بیضا دارد ، و — موارد الکلم — نام کتابی در اخلاق نوشته که حرف منقوط ندارد ،

﴿ ۱۰۰۱ 〉 در لاهور برحمت حق پیوست . — شیخ کامل — و — فخر الکلم — تازیخ قوت اوست .
(۶۳ : ۱)

● مآثر الکرام : شیخ مبارک بن شیخ خضر ناگوری از فحول علما و صنایع فضلاست . جد پنجمین او از دیار ین برآمده گرد جهان گردید و فراوان عجایب صنع الهی مشاهده کرد و در ما ته تاسمه (۵۹۰۰) در قصبه ریل — از توابع سیستان سند — بار غربت کشاد و متوطن و متاهل گردید .

شیخ در مبادی مآته عاشره به گلگشت هند شتافت و بلده ناگور را محل اقامت ساخت . شیخ مبارک در سنه احدی عشر و تسماً ته (۵۹۱۱) درانجا جامه عنصری پوشید . و بعد وصول به ایام شباب جانب احمد آباد رفت و از خطیب ابوالفضل گادرونی و دیگر اکابر آنجا فراوان کمالات اندوخت . و در سنه خمین و تسماً ته (۵۹۵۰) زخصت نهضت بصوب آگره کشید . و قریب پنجاه سال دران مکان انجمن افاده را گرامی بخشید .

از غرائب آنکه پانصد مجلد ضخیم بدست خود تحریر نمود . و در پایان عمر ، آنکه باصره از کار رفته بود ، به قوت حافظه تفسیری بقید قلم آورد . در چهار جلد مسمی به — منبع عیون المعانی — عبارت را مسلسل تقریر میکرد و دبیران کسوت تحریر میپوشانیدند .

وفاتش هفدهم ذی القعدة سنه احدی و الف (۵۱۰۰۱) اتفاق افتاد . خواب گاه آگره .

(۹۸ : ۱)

● در رثاء پدر : فیضی در رثاء پدر مرثیه زیر دارد :

سبک عنان که ازین عرصه تگ برون زده اند	بیاد پای نفس نعل واژگون زده اند
بحرف سلسله مبد و معاد ، مپیچ	که اهل عقل ، هم اینجا ، در جنون زده اند
درین سبوكده منز سوز ، فکر خطاست	که کاسه سر اندیشه ، سر نگون زده اند
طلسم را همه بشکن ، که سالکان یقین	درین مخاطبه ، مسمار بر ظنون زده اند
به هیچ ره ، نتوان کرده نقطه کم و بیش	که مهر ختم ، بمشور کاف و نون زده اند
ز آستین ید الله ، کلید فتح ، طلب	که قفل ، بر در نه کاخ بیستون زده اند

۱- بعد از وفات غزالی مشهدی (متوفی شب جمعه ۲۷ رجب ۵۹۸۰) فیضی این خطاب یافت .

و تفسیر کلام الله نیز بسی نقطه تمام کرده موسوم — بسواطع الالهام — و دیوان شعرش پانزده هزار بیت زیاده است و چند مثنوی دارد. و بموجب حکم

که اهل هوش بر افسانه و فسون زده اند
 ز خود برون شده و نمره از درون زده اند
 سیوسبو، به بم و زیر ارغنون زده اند
 که چنگ صدق، بدامان رهنمون زده اند
 -- مجدد مساه عا شرش -- خطاب کنند
 که فقر را، ز دلش مالک نصاب کنند
 مدققان همه، اندیشه ثواب کنند
 حقایق ازل، از روحش اکتساب کنند
 که آفرین بچندان لوح مستطاب کنند
 اگر ز نقطه یک حرفش، انتخاب کنند
 ادیم دیده ما، جلد آن کتاب کنند
 که نشنگان دلش، مرجع و مآب کنند
 ازین کلید، سماوات فتح بساب کنند
 ازین حلاوت جساوید، کامیاب کنند
 سزد ز خون دلم، پای او خضاب کنند
 که بحر موج زد و با محیط واصل شد
 ز پیش قافله، مردان راه بیسن رفتند
 کز آسمان بچکیدند و در زمین رفتند
 به بحر قدس ز پا لغز ماء و طین رفتند
 ز خسارزار، بگلگشت یاسمین رفتند
 عجب مدارکه، مستان حق چنین رفتند
 کازل قران برسیدند، ابد قرین رفتند
 ز چشم، آبله پایان ره پسین رفتند
 کسی نگفت ز راه و روش، همین رفتند
 که سالکان طریق ادب، برین رفتند
 که خیل مشعله داران راه دین رفتند
 بکاینات بر افشاندند آستین رفتند

تبارک الله! ازین انتظام جزو و کل
 زبان بیند که، ناسوریان زخم قضا
 خوش آن گروه، که تلخابه های زهر اجل
 جلای ناصیه، از گرد راه آنان جوی
 محققان، که کمالات کل، حساب کنند
 امام علم و عمل، مقتدای کشف و شهود
 ز کلک صائب او، نقطه خطا مطلب
 گذاشت کالبد عنصری که، پاک دلان
 نگاه کرده کلکش، شگرف تفسیر است
 همه معارف الهام، در بیسان آید
 چه سرزد این همه اسرار قدس، از اندل پاک
 نوشت کلک قضا — منبع العیون — نامش
 در حقایق کل، بردل که، شد مسدود
 خوشا مواید افضال عالمی، که دلش
 قلم که آبله پا، بینمش درین تگ و پوی
 گلو که، از نظر آن کامل مکمل شد
 دریغ! راهبران ره یقین رفتند
 مثال عنصر پاکان، چو آب باران بود
 سفینه از وحل خاکیان، بدر بردند
 هزار ناخنه از چشم، کاین نظارگیان
 اگر بسدوش کشیدند مهد عنصر شان
 خبر ز پیش و پس کاروانیان اینست
 جواز گرم، بیانگ حدی کشان، راندند
 کسی نیافت ز نام و نشان، همین گفتند
 میرس، مسلک این پر دلان، برین طارم
 سزد که قافله، ره گم کند، درین ظلمت
 سر نظر ز گریبان چرخ بر کردند

شهنشاهی خمسه را میگوید: و در شعر سرآمد شعرای وقت است و در انشا منفرد و یگانه است. علم غریبه و حکمت و طب و دیگر علوم ورزیده:

که بخت محمل رحلت؟ زمین بزلزله چیست
مسافران ابد را، سبیل قافله چیست
چه فتنه خاست ندانم، خبر ز مرحله چیست
ز گریه باز بچشم ستاره آبله چیست
درین حریم ادب با قضا مجادله چیست
درین حریم خرد را ز تنگ حوصله چیست
ز آه اینهمه در نمیروز مشعله چیست
که موت عالم، چون موت عالم است امروز

دگر بمرحله کون، جوش و غلغله چیست
اگر جمازه آن رهنمای کل، بگذشت
اجل گسسته سهار است و غم دریده نقاب
جنازه که، بسدوش ملایک است، روان
مکش بخود خط بطلان ز چین پیشانی
بهوش باش که، سودا نه پیچدت بدماغ
فتاد روز سیه بر سر جهان، ورنه
کدام غمکنده را، روز ماتمست امروز

● در زناء سادر گوید (۱)

رخت ازین منزل بسی نام و نشان بریندید
وانچه بار است درین قافله هان بریندید
چشم غفلت بکشائید و میان بریندید
محرمسان حرم غیب از زبان بریندید
قدسیان ا دیده خورشید روان بریندید
هنبرین پرده، کسرا تا بکران بریندید

دوستان! بار اقامت ز جهان بریندید
آنچه کار است درین بادیه هین بگذارید
نفس صبح رحیل است و دم کوس سفر
کشف اسرار حقیقت، نتوان کرد، بخلق
نمش سلطان عقیف، ز جهان میگذرد
چشم انجم نسد باز، برین مهد عفاف

۱- مولانا شبل نوشته است: فیضی را بسخاندانش نهایت درجه مهر و محبت بود. ابوالفضل را در نامه های خود - علامی اخوی! یا نواب اخوی! - می نویسد. در قصیده فخریه بنسبت به ابوالفضل مینویسد:

با این چنین پدر که، نوشتم مکارمش
صدساله ره، میان من و اوست، در کمال

در سال (۹۹۹هـ) با اکبر در پیشاور بود که خبر رسید مادرش بیمار است. شاه را گذاشته خود حرکت نمود. در رسیدن بلاهور او فوت کرده بود. بیتاب شده و نامه که مینویسد از آن خون فرو میچکد. بدوستش چنین مینویسد:

- بالفعل حالی دارد که بنده را نمیتوان شناخت. بدن در کاهش افتاده و

اندوه کارگر آمده، ضعف و اسهال روی نمود و دل از حیات سرد شده بخدای

خود سوگند که از هزار یکی نوشته است - (شعرالمجم ۳: ۵۵ بحواله لطیفه فیضی)

از روی جامعیت نظیر خود ندارد :

و این فقیر را از صغر سن بآن یگانه عصر نسبت صداقت است . و در

نخل تابوت ، بگلپسای جنان بر بندید
 پاره های دل من هم ، بمیان بر بندید
 بر رخ از دل بنگارم ، که چسان بر بندید
 نخلها را ، همه از برگ خزان بر بندید
 هودج کعبه جانهاست ، گران بر بندید
 این تن زار مرا هم ، بهمان بر بندید
 بکرم ، دیده خونابه چکان بر بندید
 آن گرامی کفن ، از رشته جان بر بندید
 همه بر روی یقین ، راه گمان بر بندید
 جای آنست ، کس از خاک دهان بر بندید
 ناله ، از سینه ام آغشته بسخون می آید
 باز خون گشته ، و از دیده برون می آید
 صد محیط غم و اندوه ، درون می آید
 گر نمی آمد ازین پیش ، کنون می آید
 بسکه در معرکه صبر زبون می آید
 فتنه ، با این همه نیرنگ و فسون می آید
 تا چنین خسته و بیمار ، نمی فرسودم
 که چرا دفتر داناتی خود ، نکشودم
 وز دل خسته ، هفتاد درو می سودم
 میگزیم دست که ، چون پند خرد نشنودم
 طبعش ، آسوده نمی گشت ، نمی آسودم
 بچه حاصل ، که علاج مرضش ننمودم
 و ام می کردم ، و بر عمر تو می افزودم
 درتگاپوی سفر ، باد چرا پیبومدم
 هبسی خویش چنین مانده ، چرا مریم رفت
 ناله ها ، نیز بسوئی فلک اعظم رفت
 کعبه پوشیده جمال از نظر و زمزم رفت

در جنت ، بکلیسید - نفسم ، بکشایند
 نخلبندی ، چو نمائید بگلپسای بهشت
 نخل گل ، گر نه بتابوت ، موافق باشد
 در خزانزار حیاتم ، قدمی رنجه کنید
 کاروانهای دل و دیده ما ، همراه است
 خشک چوبی ، چو یکی تخته تابوت شدم
 پاره های جگرم ، بر سر سزگان ، بنهیسند
 برتن او ، کفن از پر ملائک ، سازید
 همه بر راه گمان ، روی یقین بکشایید
 (فیضی) این جا ، نه ز تسلیم ، سخن میگوید
 دوستان ! از نفسم ، بوی جنون می آید
 خون که ، از مهر تو شد شیر ، و بطغلی خوردم
 یک قدح خون که ، من از دیده برون می ریزم
 گریه را ، نام مبر ، کین همه سیلاب بلا
 آسمان نیز بران شد که ، ستیزد بدلم
 صبر بیچاره ، چه آگاه که ، از گردش دهر
 کاش ! در حالت بیماری او ، می بودم
 همچو دفتر ، دلم از خون سیه ، ته بته است
 هاونی بهر وی ، از کاسه سر می کردم
 هقل میگفت که : خود را برسان در قدمش
 تا به آرامگاه بستر و بسالین شفا
 حدس بقراطق و دراکه جبالینوسی
 گر چنین واقعه دانستی ، از عمر خضر
 آتش افتد به نصیبم ، که در ایام مرض
 مهربان مادرم ، افسوس ! کزین عالم رفت
 روح قدسش ، ره جنت اعلی بس گرفت
 بی رخس ، در گهر دیده من ، آب نماند

مکارم اخلاق و انبساط طبع بیهمتاست : ذات ملکی صفات او را بروزگار منت است . این چند بیت از آن پاک نهاد بر سبیل یادگار قلمی شد :

(۱۶ بیت دارد ۴ : ۲۸۶-۲۸۸)

رفت، و از رفتن او، حال دلم درم رفت
آنچه از خسامه آهن برخ جانم رفست
ریش ناسور شد و خاصیت از مرهم رفت
... ..

عالم و هرچه بعالم گذران میبینم
همه چشم و دل صاحب نظران میبینم
همه جان و تن والا گهران میبینم
چون نظر میکنم از همسفران میبینم
چکنم؟ محمل امید، گران میبینم
چکنم؟ مصلحت کار دران میبینم
دوره چرخ کسران تا بکران میبینم
چون جگر خواری خونین جگران میبینم
حالی صورت حال دگران میبینم

خفت، و از خفتن او، دیده امیدم خفت
روی من دید ز ناخن، دل من دید ز آه
نیست آن درد که گردد بدعا چاره پذیر
صبر می باید و چون صبر ندارم چه کنم
ایدل! ایدل! چو بچشم نگران می میبینم
هر کجا دیده، برین ریگ روان می فکنم
هر کجا راه برین دشت کهن، می سپرم
هر که بر روی زمین، طرح اقامت انداخت
کاروان میگذرد تیز تر از من، چکنم؟
می نشینم مگر از پی بسرد راهروی
برکران نیست کس از دائره محنت و غم
بر رخ، از دیده تر، خون جگر می ریزم
بعد ازین حال دلم، تا بکجا انجامد

● این نیز در رثاء مادر دارد :

جان، بآن جهان پیوسته اند
صد یقین را، با گمان پیوسته اند
این جهان، بآن جهان پیوسته اند
بسا خدائی خود، چندان پیوسته اند
بسا نظر با آسمان پیوسته اند
تسا هلاج کار خود بنمودمی
حقه داروی خود، بکشودمی
و ز دل صافی، گیاهی سودمی
عمر خود، بر عمر او افزودمی
دادمی و خواب خوش فرمودمی
تسا نیسای سودی، نمی آسودمی
همچو عقل خود دمی نغزودمی

دور بینان، دل بجان پیوسته اند
تا همان در پرده ماند راز غیب
تا نگردد، راه بر سالک دراز
تن بآن آئین، که پیوندد بجان
جسم و جان را در زمین فرسوده اند
کاش! بر بالین او، من بودمی
دفتر قانون خود، آوردمی
از مفاک چشم، هاون کردمی
در سرانجام حیاتش، دیدمی
روغن، از بادام چشم خویشتن
جستمی، آسایش جان و تنش
در خیال دفع بسی خوابی او

● آئین اکبری : ابوالفضل راجع به فیضی مینویسد :

— از مهین برادر خود چه گوید ! که بآن کمالات صوری و معنوی، بی رضای خاطر من شوریده، قدمی بر نمداشت و خود را وقف دلجوی من کرد، و سپردگی را پا مرد بودی، و نیک اندیشی را دست مرد. و در تصانیف خود چنان بر میسراید که مرا توانای سپاس نیست — چنانکه در قصیدهٔ فخر به میفرماید :

جای که، از بلندی و پستی سخن رود	از آسمان بلند تر، از خاک کمتر
با این چنین پدر، که نوشتم مکارمش	در فضل، مفتخر ز گرامی برادرم
برهان علم و فضل ابوالفضل، کز دمش	دارد زسانه منزه سال معلوم
صد ساله ره، میان من و اوست، در کمال	در عمر گرچه ازو، دوسه سال، فزون ترم
در چشم باغبان، نشود قدر او، بلند	گر، از درخت گل، گذرد شاخ عرعرم

ولادت او در سال چهارصد و شصت و نه جلالی مطابق زهصد و پنجاه و چهار هجری (۹۵۴هـ) است. هجرت او را بکدام زبان نویسد ! لختی درین نامه نگاشته، و درد دلی را بیرون داده، و آتشکده بآب بیان فرو نشانده، و سیلاب را بند شکسته، و نا شکیبائی را پا مرد شده. تصانیف او، که ترازوی گویائی و بینائی است، و مرغزار مرغان دستان زن مدحت سرائی کنند و خبر کمال او گویند و یاد شمایل او نمایند. (۳ : ۲۱۹)

● هفت اقلیم : شیخ ابوالفیض فیضی، نیز ثمر شجر شیخ مبارک است در فهم و دقت و جاهعیت عاوم و لطف شعر و حسن مقال عدیم‌المثل است و

لیک ازو بودم من دل تنگ دور	از حریم او، بصد فرسنگ دور
عمر من رفتی و جانم سوختی	خود روان گشتی روانم سوختی
مهربان بودی بمن، آخر چه شد	کاینچنین نا مهربانم سوختی
سرو را، پیرانه سر، آتش زنند	تو ز بی مهری، جوانم سوختی

در حدت و کثرت ذکا مشرف بر مرتبه کمال . نظم :

هست ، از لطف ، طبع گوهر بار بسحر اسرار و مخزن اسرار

و او در اندک روزی بنا بر کثرت قابلیت در خدمت حضرت شاهنشاهی نشوونما یافته بخطاب — ملک الشعرای* — شرف امتیاز یافت :

— موارد الکلم — نام کتابی در اخلاق نوشته که حروف منقوطة ندارد .
و تفسیر کلام الله نیز بی نقطه تمام کرده و موسوم به — سواطع الالهام — گرد آورده
و میر حیدر معنائی سوره — قل هو الله — را تاریخ انعام آن یافته .

دیوان شعرش پانزده هزار بیت است که امروز متداول است و بموجب فرموده حضرت شاهنشاهی تتبع خمسه نموده ، و در برابر هر کتاب حکایت چندی گفته ، اما با تمام نرسانیده . و — نل و دمن — را نیز بفرمان حضرت شاهنشاهی نظم نموده ، و با وجود آنکه از همه علوم بخشی دارد اما عربیت و حکمت را بیشتر تتبع نموده ، و در همه انشاء و مکارم اخلاق و انبساط طبع خود بی همتا است . و اشعارش اگرچه ، از غایت اشتها ، احتیاج باظهار ندارد ، اما بنا بر التزام بدین چند بیت اختصار افتاد :

(۳ : ۳۰۴)

● مجمع الخواص : شیخ ابوالفیض فیضی ، برادر شیخ ابوالفضل است که از افاضل ولایت هند و مقرب الحضرة جلال الدین اکبر پادشاه میباشد . تخلصش فیضی است و اشعار خود را خیلی میپسندد و بسبک خود میبالد :

گویا حریفان عراقی — که در اطرافش هستند — از عظمت و هیبت او ، نمیتوانند در شعرش مداخله کنند ، زیرا اشعار عجیبی از دیوانش انتخاب نمود و بعراق فرستاده بود :

(۵۲)

● اکبرنامه : وفات فیضی ؟ بیست و یکم مهر روز شنبه دهم صفر هزار و چهار هجری (۱۰۰۴هـ) ملک الشعرا شیخ فیضی را (که مهین برادر بود) فرمان در رسید : و آن آزاد خاطر آگاه دل ، از آهنگ سفر باز پسین ، کشاده پیشانی ، بشهرستان تقدس خرامش فرمود : بیت :

یوسفی از برادران گم شد نه ز ما کز همه جهان گم شد
دست پرچیم ما بیازی عشق کچه او داشت از میان گم شد

ناظوره سخنوری بسوگواری نشست ، و گروهها گروه مردم به تنگنای غم شدند : پادشاه پایه شناس را دل بهم برآمد ، که حکمت پژوه مدحت سرا پرده بر رو فرو هشت ، و صدر نشین بزم اخلاص را ، ساغر زندگی لبریز گردید : شاهزادگان والا گوهر بافسوس گری بر نشستند ، که استاد دانا دل و مزاجدان دانش آموز از گفت و گو بر خموشید : نوینان بزرگ را گلدسته شادمانی پژمرد ، که سرآمد دمسازان بزم و رزم را پیمانۀ عشرت پر گشت : کار فرو بستگان را نفس در دل شکست ، که گره کشای دشواری روزگار رخت هستی بر بست . ره گرایان بادیه غربت را آه در جگر و گریه در گلو گره شد ، که منزل آرای آسائش خاطر از جهانیان بر گرفت : جهان نوزدان آگهی طلب به تنگدلی نشسته اندیشه سفر از دل ستردند ، که سخن آفرین حقیقت گذار را چشمۀ زندگانی انپاشته شد : نهی دستان آرزومند را خار ناکامی در پا فشرده ، که کام بخش بسی خواهش بر کارگاه تعلق آستین بر فشاند : هر طائفه را شیونی خاص در گرفت ، و باده تازه کیف افسوس بر کشیدند :

داستان صاعقه ریز بکالبد گفت در نیاید و بچوبین پای قلم در نوشته نگردد .

هرگاه زمانیان را حال چنین شد ، اندازه دردناکی من دوستدار صورت

و معنی، که تواند شناخت؟ و جان تابسی و تن افسردگی چگونه بگذارش در گنجد؟ من بر دوخته لب را طفل وار بمویه در آورد و گریه طوفانی جوش بر زد. شیکبائی (که مهین پور خرد بود) بسوگواری جان بسپرد، و آن مایه ده دوشنی بروز تاری برنشست: طبیعت نابینا بدراز دستی در آمد: و وهم سبک سر سر چیرگی یافت. گذاشتن استخوانی کاخ را مردن انگاشت. و گزیدن جاوید زندگی را نیستی بر شمرد. زندگانی و بال دل و بار خاطر شد، و خواب و خور را بیگانگی سپرد: نزدیک بود که عنصری بگسلد، و بار هستی از دوش بر نهد. دیوانه آما گاه با آسمان در آویختی و گاه بنفرین قضا زبان بر کشودی. دوری عنصری برادر مرا بدین روز بنشانند، و جدائی معنوی دوستدار گره کشائی بستگیها کالیوه گردانید. این وحدت گزین کثرت آرا جز او راز پذیرنی نداشت و مرهم درونی ناسور ازو سر انجام مییافت. ناگزیر به پیغوله در شده بجانگاهی سر راه انتظار نشست، و ناخن بر دل زدن و جگر پالودن پیشه گرفت.

شاهنشاهی اندرز و کششهای آن سترگ نیرو، مرا بگریوه صبر آبله پا آورد، و جان بخشی و دلدهی او شهر بند گردانید. عقل رفته باز آمد، و هوش خفته بیدار شد. بر زبان حقیقت طراز گذشت: کردگار بی همتها! بندگان را از راه وارستگی و دل بستگی بخود بر خواند، و بدین دو روش بهم ناسازگار کام دل بر دهد: در فرو شدن حقیقی دوستان نیکوان نخستین را جز رضامندی و تسلیم پیشگی نسزد! و اگر همگی مردم را جاوید زندگی باشد، خرد دوستان کشاده پیشانی و تازه رو باشند، خاصه درین کاروانی سرا که درنگ بر نتابد. و اگر پسین این طرز پیش گیرد، پیوند دلها بگسلد و شهر از آبادی بر افتد. نا خوشنودی ایزدی بار آورد، و زیان زدگی دین و دنیا

اندوزد . اگر یکی را از معنوی بهره غم پیرامون نگردد و خود را بران ندارد ، انسی فطرت را بهیمی طبیعت نام نهاده آید و مردمی را درندگی برخوانده شود . فرخا شهر بندی که درین عالم هر یک را پای خرد بسنگ آید و سر رشته اختیار از دست فروهشته بگوناگون غم در افتد . آن ناشکیبائی که از تو رفت ، ناگزیر وابستگی بود : و بسا دلآویز گفتار آن روحانی پزشک چاره گر آمد .

دو روز، آن سفر گزین، دل را از همه بر گرفته با ایزد بیچون بود ، و نشان آگهی پیدائی نداشت . ناگاه جهان سالار دانش نواز بر بالین او آمد . چشم بر کشود و بزرگ داشت بجای آورد . افسر خدیو بخدای مهربان سپرده باز گردید . و همان دم بعلوی عالم شتافت . در گوهرین ناممائی خود از واپسین سفر آگهی داده . مثنوی :

(فیاضی!) ازین ترانه ، بس کن مرغت بنواست ، در قفس کن
از ساحت این بسیط ، بگذر مستقی ، ازین محیط ، بگذر

دیگر

شاهنشاهها! خرد پزوهها دریا گهرا! فلک شکوها!
بزمی ست جهان بعیش پیوست دور تو شراب آسمان مست
من مطرب پرده های خونی کسلکم بسنوی ارغنونسی
زین بزم، که عشرت تو، ساقی است گر من بروم، ترانه باقی است
سازند سبو کشان، فسانه مطرب نه و بزم پر ترانه

دیگر

کس را قدم سلوک من نیست این کار دل است، کارتین نیست
روبه منشان، بمن چه دارند پیشانی شیر را، چه خارند
من سیر نظر ز خوان قدسم نعمت خور دودمان قدسم
این سگ منشان کوبکسو را مزار خوران بی گلو را
با کرگس روزگار ماندم در مزبله جیفه خوار ماندم
با عیسی جان صبوح کردم در یوزه عمر نسوح کردم
چون از نفس من این سخن زاه خضر آمد و عمر خود بمن داد
گر در برخم فراز کردند عمر سختم دراز کردند

گیتی خداوند را بسیج شکار بود. آن آمادۀ واپسین سفر چنان آرزو کرد که: نگارنده اقبال نامه دستوری چهار روز گرفته نزد او باشد! چون عرضه داشت ازان سگالش باز ماندند. چهارم روز او از جهانیان در کشید، و نهفته دانی او بروز افتاد. و پیش ازین بچهار ماه، در سر آغاز رنجوری، این رباعی بر سخته بود. رباعی:

دیدم که! فلک، چه زهره نیرنگی کرد مرغ دلم، از قفس شب آهنگی کرد
آن سینه که، هالی درو میگنجید تا نیم دمی بر آورم، تنگی کرد

و در بیماری چند بار این بیت بر زبان رفت. بیت:

گر همه عالم، بهم آیند، تنگ به نشود پای یکی مورلنگ
از دیر باز تنهائی دولت داشتی و راه خموشی سپردی، با شاهنشاهی کوشش
خمسه انجام نگرفت. خود ازان آگهی میدهد:

بس قافله رفت کز درای	نشیده	فلک	چنین	صدای
بر بسته بپای مرغ خامه	دارم	بخیال	پنج	نامه
بگرفته هوای آسمانی	مانده	بمیان	ز بس	گرانی
دانم که کم است چرخ فرسای	پرواز	کیوتران	بر پای	
گر پای نه پیچش بدامی	امید	رساندش	پیسامی	
زین هفت رباط چار منزل	بندم	بجمازه	پنج	منزل
آن چار عروس هفت خرگاه	کاوردم	شان	به نیمه	راه
چندی اگرم، امان دهد بخت	یک	یک	ببرم،	بپایه تخت
سازم، دل ازین فسانه، سیراب	زین	پیشترک	که،	گیردم خواب
گر نشکندم سپهر پیمان	بلقیس	برم	بر	سلیمان

(۳ : ۲۳ - ۶۷)

● منتخب التواریخ : وفات فیضی، در دهم ماه صفر (۱۰۰۴هـ) ملک الشعرا
شیخ فیضی بعد از امتداد مرض متضاده و اشتداد ضیق نفس و استسقا و ور
دست و پا و قی کردن خون — که بشش ماه کشیده بود — از عالم در گذشت.

و از بس که با سگان شب و روز بر رخم مسلمانان مخلوط و مربوط بود، میگویند که: در وقت سكرات صياح الكلب از وی شنیدند. و از بس تعصب — که در وادی الحاد و انکار دین اسلام داشت — بی اختیار دران وقت هم با اهل علمی، متشرع، متورع، سخنان مالایعنی، بیهوده، حشو، کفر، معناد خویش از دین — که قبل ازین بران اصرار داشت — میگفت، تا بمقر اصلی خویش رفت، و تاریخ این شد که:

— وی فلسفی و شیعی و دهری و طبیعی —

۸۱۰۰۲

دیگری :

قاعدة الحاد شکست

۸۱۰۰۲

و یکی از آشنایان این تاریخ یافت که (۱).

و هنگام نزع او، پادشاه نیم شبی رسیده سر او را بدست نوازش گرفته و برداشته چند مرتبه فریاد زده فرمود که: شیخ جیو! حکیم علی را همراه آورده ایم، چرا حرف نمیزنید!

چون از خود رفته بود ازو صدای و ندای بر نخاست: چون مکرر پرسیدند دستار خود را بر زمین زد، و آخر شیخ ابوالفضل را تسلی نموده، باز گشتند: و مقارن این حال خبر رسید که او خود را سپرد. (اللهم ثبتنا و امتنا و احیینا علی الایمان و الاسلام.)

و متصل این قضیه بفاصله چند روز حکیم همام در تاریخ ششم ربیع الاول (۸۱۰۰۲) از عالم رفت و بتاریخ هفتم کمالاتی صدر در گذشت. و مالهای این هر دو در ساعت در حجرها قفل گردید و بپارچه کفن محتاج بودند: (۲: ۲۰۵)

● قصیده علی نقی کمره: شیخ علی نقی کمره یی متخلص به نقی، متوفی در (۸۱۰۳۱) از شعرای نامدار زمان خود است: غزل بطرز وقوع میگفته و

قصائدش در مناقب ائمه اثنا عشر و مدح شاه عباس اول، ستایش جانم بیگ اردو بادی اعتمادالدوله است.

این شاعر بزرگوار که تمام اشعارش نغز و دل انگیزست، قصیده شیوایی در ستایش فیضی دارد که عظمت قدر وی را، نزد شعرای بزرگ ایران میرساند. و آن قصیده این است که بنده از دیوان خطی شاعر استنساخ کرده ام (۱):

دگر میسوزد از سوز سخن طبع منیر من
دگر شد موسم نیسان طبع لؤلؤ انگیزم
دلیم گرمی گرفت از حدت این باده، تا حدی
سراسر شو مشام روح و استنشاق راحت کن
فشارد مغز جانم فکر و جوشد در سر معنی
می اندر خم، چو گردد کهنه تر، پر زورتر گردد
مرا عیب قوانی عیب بود، اما درین معنی
درینما، مرکب لفظ روانی کو که، از مبدأ
صلیانه من اندر ملک نظم، اندیشه ام آصف
ملک شایسته در ملک سخن کشور کشا طبعم
مگر افکنده بر نظم امورم پرتو (فیضی)
ظہیر قدوة پیشینیان، حتی ظہیر الدین
دل خود هندوی طبع ائیسر آساش میبینم
اگر هستم مجیر اندر سخن، او هست خالاقانی
کلام بلبسلان نظم را گرچه گل عشرم
کیم با او رسد در شاعری دعوی همجنسی
زیاد جانفزای او روان مدحت سرای دل
بفیض لم یزل گویم، که همنام کهن او
بمدح غیر او، کلکیم اگر مدحترا گردد
زمین هند، با قرب درش نعم النعمیم دل
دوانم چشمه قیریست، لیک از فیض مدح او

دگر مینالد از بسار بنان، کلک دبیر من
دگر زد سائبان رحمت این ابر مطیر من
که خوابم گر پهلوی، آتش افتد در حصیر من
که دارد خوش عبوری بر سر آتش عبیر من
بیا ترکن! دماغ دل ز سر جوش مصیر من
جهان را نیست نقصانی، ز نظم دیر دیر من
ز مجهول تجاها رفت کامد ناگزیر من
عنان بگسسته میریزد معانی بر ضمیر من
درین کشور، سخن بر باد میندند سریر من
نظام الملک کلکست این قلمرو را وزیر من
(ابوالفیض) آن گزین اکبر و شیخ گزیر من
امیر زبده اهل زمان، حتی امیر من
اگرچه در سخن روح اثر آمد اسیر من
وگر من مستحیرم آستان او مجیر من
بود عشر عثیری از قلیل و از کثیر من
که در این خانقاه من، مرید و اوست پیر من
ز مدح دلپذیر او، سخن منت پذیر من
بخورشید فلک گوید، که همزاد ضمیر من
بزنجیر جنون بندد، رقم پای صریر من
هوای خلد، دور از حضرتش بشالمصیر من
ترشح میکند خورشید حرف از قعر قیر من

۱- این عبارت و قصیده از مقاله دانشمند محترم آقای گلچین معانی اخذ کرده ایم. چند شعر ازین قصیده در - سرو آزاد - ثبت شده ولی تاکنون قصیده کامل هیچ جا طبع نشده است.

چو گو، بر خاک غلطانست جسم مستدیر من
شب از عالم بر افگند است لون مستنیر من
شود چون خوشه، از شعرا، درخشان تر ضمیر من
ابد را گوش جان پر بود از بانگ صغیر من
خبردارد دل آگاه من جان خیبر من
که در امثال این خدمت نمیبایدی نظیر من
بکم فیضی نباشد همچو شراب غدیر من
حیاتی بر حیات افزایشت رب قدیر من
ترا پامال باشد خصم و باشی دستگیر من (۱)

دل از جذب خیالش بسکه مقناطیس اعضا شد
بیاد او ضمیرم، بسکه پر تو میدهد بیرون
خورد کشت وجودم آب اگر، از چشمه فیضش
توئی آن گل، که بر شاخ ازل، از شوق روی تو
باین بعد ضروری از تو و درهای فکر تو
(نقی) داد ثنا دادی، دعا از من، ثنا از تو
الا تا چشمه شیرین حیوان حیات افزا
بمقدار حیات آب حیوان خوردگان هر دم
مرا توفیق باشد یار و باشم مدح خوان تو

● قطعه میرزا سید ایوب طالب کاشی: میرزا سید ابوطالب کاشی، از شعرای ایرانی است، که به هندوستان سفر نکرده. وی، چون خبر در گذشت فیضی را شنیده قطعه ذیل را سروده است: (۲)

از جهان رفت و شد جهان خالی
شد ز خورشید، آسمان خالی
گشت ازو تیره خاکدان خالی
گشت از مغز استخوان خالی
شد جسمان از سخنوران خالی
از در و لعل، بحر و کان خالی
شد ز طوطی شکرستان خالی
شد ز گل صحن بوستان خالی
آمد از هند کاروان خالی
بد چو از روح او جنان خالی
— شد سوخلد — و — شد جهان خالی —

۸۱۰۰۴

۸۱۰۰۴

بضرورت ز یسا بدان خالی

شیخ (فیضی) کز و جهان پر بود
بود خورشید، آسمان سخن
شد چو پر نور ازو، فضای جنان
تا تن او گداخت، دانش را
یک سخنور برفیت و پنداری
یک گهر گم شد از خزائن، و شد
یک خوش الحان زبان بخود در بست
چید، یک گل زمانه، زین گلشن
رفت از هند یک سخن پرداز
شد چو خالی جهان، ز رفتن او
این دو تاریخ کلک فکر نگاشت

سوی خلد ارچه واو او با یا ست

- ۱- در سرو آزاد است که علی نقی کمره (۳۵) بیت در قصیده سروده است و اینجا (۳۰) بیت است.
۲- از مقاله جناب آقای گلچین معانی اخذ کرده شد.

تا رسد فیض اهل فضل، مباد
 شیخ ابوالفضل را بقا چندان
 بر سرش باد. ظل اکبر شاه
 هر که گوید سخن بغیر شناس

(خلاصه الاشعار خطی)

● خلاصه الاشعار : شیخ ابوالفضل فیضی خلف ارجمند و فرزند سعادت مند جناب شیخ مبارک آگره ایست ، که مقتدای مشائخ و افاضل ممالک هند است . و در طریق تصوف و معارف مهجودات بتقدیم رسانید، و از قطرات فوائد بحر علوم اصداغ سینۀ سلاک را پر درر و لالی گردانیده . و در سلوک طریق ریاضت و اعتقاد و ارشاد طالبان سبیل سداد ، تتبع شیخ السالکین و قدوة العارفين شیخ نظام الدین اولیا (و) شکر گنج (۲) میکند و همیشه بر بساط پرهیزگاری و خمبول نشسته شرائط افادۀ علوم ظاهری و باطنی بتقدیم میرساند . و سلاطین و امرای آن دیار ، خصوصاً صاحب لوای جمجاه جلال الدین اکبر

۱- او یعنی فیضی .

۲- شبلی راجع بفیضی نوشته است که او (م) شیفته فقرا و اهل دل بود ، بر مزار اکثر بزرگان اهل فکر حاضر میشد . نسبت به خواجه فرید الدین شکر گنج ارادتی خاص داشت . و تئیکه به مزار او رفته چندین قطعه نوشته که یکی ایست :

سفر، گزیده ترین نعمتی است، در عالم
 درین سفر، ز پی طوف اولیای عظام
 رسید بهر طواف مزار، گنج شکر
 بی، چو خوان کرم اهل نعمت آریند
 ز بهر ذوق خدا دانی و خدا بینی
 که بوده اند، شهان در لباس مسکینی
 که کرد زیر سرست، نه سپهر بالینی
 بروی مانده، آخر کشند شیرینی

در قطعه دیگر گوید :

قطب ربانی فریدالدین شکرگنج آنکه خاق
 میگوید :

طوطیان دیدیم، در پرواز، گرد مرقش

گوئی اینهاهم بآن گنج شکر پی برده اند
 (شعرالمجم ۳: ۲۵-۲۶)

پادشاه، بوجود گرمای وی استظهار بسیار دارد، و هر بچند روز بمنزل شریف آنجناب تشریف برده، لوازم مودت ارادت بجای میآرد. و حضرت شیخ زاسه پسر فاضل کامل سخندان است که، در تمامی دارالملک هندوستان بلکه در اکثر بلاد عراق و خراسان، مثل ایشان در فضل و دانش نیستند؛ یکی عالیجناب فضائل و کمالات اکتساب ملاذ العلماء و انضلاء شیخ ابوالفضل، و دیگری حقائق و معارف آگاه شیخ ابوالخیر، و دیگری حضرت افاضت پناه، دقائق و حقائق آگاه، مقرب الحضرت السلطانیه، الملقب به ملک الشعرا شیخ ابوالفیض فیضی.

و این هر سه عالی گهر منظور نظر عاطفت و اشفاق پادشاهی گشته‌اند، و مناصب عالیّه آن سده سنیّه مانند للگی و تعلیم اولاد والا نژاد آن پادشاه، و مصاحبت و منادمت مجلس خاص آن کشورگیر سکندر سپاه بایشان تعلق گرفته. و الحال از غایت اعزاز و احترام و نهایت اجلال و اکرام، در مفر سلطنت آن سلطنت پناه، اعنی لاهور تشریف دارند. و طوائف انام از خواص و عوام ممالک ایران و توران — که در هندوستان جمعند — بوجود فائض الجود ایشان مستفید و مطمئن خاطر گشته، لوازم حسن ارادت و اعتقاد، بظهور میرسانند. اما شیخ ابوالفیض فیضی — که اسن از ایشان است، و در میان برادران بشیوه شاعری و نکته پروری و منصب ملک الشعرائی و فضیلت گستری مخصوص و ممتاز است — در طریق شاعری تتبع حکیم الهی شیخ ابوالمجد سنائی میکند، و قدم بر قدم آن حضرت دارد. و از زمان امیر خسرو تا حال در هند، همچو مشار الیه، صاحب فطرت بر نخاسته. چه مهارتش در جمیع علوم و اقسام سخن بمرتبّه ایست که، جمیع فضلا و شعرا که در آن دیار جمعند، باستادی وی اعتراف دارند، بلکه بشاگردی وی مباهی و مفتخر اند. و بحسب قوت طبع و حدت فهم و کیاست

درک و پختگی در شیوه محاورات، از جمیع دانشوران اطراف عالم، زیاده است، و در اقسام علوم مهارت بیش از وصف دارند. و از بدایع افکاری آن است که تفسیر مینویسند و التزام نموده اند که نقطه نداشته باشد. و قریب بیست جزو بطریق لزوم تفسیر نوشته اند. و تا حال هیچکس از اهل علم و ارباب استعداد این التزام نکرده. و معلوم نیست که دانایان عرصه خاک اگر افکار را باهم جمع کنند، از عهده یک سوره قصیر بطریق مذکور بیرون توانند آمد، تا بدان چه رسد که تمام قرآن را تفسیر نویسند. (۱)

۱- میر حیدر ذهنی کاشانی — که از اقران ملک قمی و ظهوری ترشیزی و ستایشگر ابراهیم عادل شاه بیجاپوری است — درباره تفسیر بی نقطه شیخ ابوالفیض فیضی موسوم به — سواطع الالهام — دو رباعی دارد که بقرار ذیل است :

این نسخه نه از بابت رسمت و رسوم مخفیست درو جهان جهان گنج علوم
تا نیر حرفش از ورق طالع شد پنهان گشتند نقطها همچو نجوم

دیگر

تا بر سر این صحیفه، جنگی نشود و ز نقطه ورق جلد پلنگی نشود
این نسخه، از آن ساده فناد، از نقطه تا صفحه بصفحه جنگ سنگی نشود
(از مقاله آقائی گلچین معانی)

مولانا شبلی رباعیات زیر در — شعرالعجم — از ظهوری و ملک قمی راجع به این تفسیر مرقوم فرموده است :

دانائی ازین دفتر کل دریا شد پیداست نقاطش ز چه نا پیدا شد
شد وقت حصاد، دانهها خرمن گشت شد سیر تمام قطره ها دریا شد

دیگر

از چین سخن گران، سخن نتوان ساخت بوی بوزید، صفحه مشک افشان ساخت
صیاد خیال، از پی آهوئی قلم هر نافه که چید، در بغل پنهان ساخت

دیگر

زین نسخه که، شاد کرد ناشادان را زو ساخته شاگردی، استادان را
بر نقطه ز تار خط نیفگند کمند در بند روا نداشت آزادان را

دیگر

ای بخت بیا ! یاری این بیگس کن تا پیش روم موانع ره پس کن
هر نقطه، که کردند ازین نسخه، برون شد مهر لب سخن، (ظهوری) بس کن

و دیگر از خصائص آن بحر تحقیق آنست که، در شرق و غرب کسی از اهل استعداد و فضل نباشد که آنجناب تحقیق و حالات وی از مسافران هر دیار بواجبی نکرده باشد: چنانچه گوئی سالها او را دیده و بآنکس صحبت داشته: و الیوم — که سن شریف وی بچهل سال رسیده — دیوانی قریب بهائزده هزار بیت ترتیب داده و در آن سفینه بحر آئین، قصائد موعظه آمیز، و غزلیات شوق انگیز، و قطعات و رباعیات بلند و متین، بعبارات تازه و الفاظ رنگین بر منصفه عرض نهاده. و بعضی ازان اشعار سحر آثار جهت ثبت این خلاصه نامدار، بمسود این اوراق فرستاده. و الحق بموجب طبع ممتاز خود انتخابی از دیوان بلاغت نشان فرموده، و ازان گنجینه دری چند در سلک ترتیب انتظام نموده، که جواهر شناسان عرصه ایران، با کمال وقوف و دانش از توصیف آن اشعار عاجزند. و ناطقه سخن سرایان ممالک عراق و خراسان، باوجود چندین جولان در عرصه سخنوری، از تعریف آن قاصر: و بی شائبه تکلف، شاعران این زمان را پایه سخن او نیست، و موزونان این عصر را مایه کلام او نی: چه نثر او از نزه آسمان حکایت میکند، و شعر او از مرتبه شعری باز میگوید. عطارد که مربی ناطقه است، تلمیذ مکتب افادات اوست. و مشتری صاحب سعادت مشتری اشعار با سعادات او: زحل چاکر ذکا و فراست وی. و خورشید با همه ضیا سپرد رای نورگستر او، در ایجاز سخن آثار اعجاز ظاهر گردانیده، و در نظم ابیات معانی

زین خورده چه خردها که نایاب شدند
ذرات درین شمشه سیماب شدند
از پرده لفظ، حسن معنی بدمید
خورشید برآمد، اختران آب شدند

دیگر

فیض ازل، از چهره بر افکند نقاب
از لوح خرد سترده، آثار حجاب
سر زد خورشید معنی، از مشرق لفظ
نیلوفر نقطه، سر فرو برد به آب

(شعرالمجم اردو: ۳: ۵۹-۶۰)

بلند خاص بابلغ وجهی و افصح بیانی بادا رسانیده : صفحه عذار الفاظش از خط و خال تکلف بسادگی ممتاز ، و جمال چهره بیانش از دستکاری مشاطه و پایمیری دلاله بی نیاز : عارض خطوطش از عوارض رنگ آمیزی غازه صنایع دور . و ابروی حروفش از تعرض آلائش و سمه رعونت مستور . مصرع :

برنگ و بوی و خال و خط ، چه حاجت روی زیبا را !

ترصیعات کلامش از کسوت تصنع معرا . و تجنیسات بیانش از وصمت توقع میرا : استعادة آن ، عالم و عامی را یکسان . و استفاده آن ، مبتدی و متهمی را آسان .

لامامی هروی

نوک کلکش ،	چو عنبر آراید	مشک ،	بر مارض سخن ساید
روح واله شود	چو گاه مسیر	پرنیان را	بمنبر آلاید
وحی منزل کند	چو سحر مبین	بزبان صریر	فرماید
قلمش دیده	ممناسی را	روشنی در سواد	بفزاید

شاهد این معنی آنکه در شهر الف هجریه (۱۰۰۰هـ) ازان ولایت بامر پادشاه ، بطریق حجابت بطرف دکن خیرامیدند . و فحول شعرا و فضلالی عراق و خراسان — که در دارالسلطنة احمد نگر اقامت داشتند — بنخدمتش شتافته از وی بافادات و اکرامات لائقه موفور رسیدند . ازانجمله مولانا نورالدین ظهوری ترشیزی (۱) که از شعرای خراسان بچودت ذهن و

۱- فیضی از احمد نگر بحضور پادشاه مرشد داشت فرستاد و دران ذکر ظهوری و ملک قمی در این الفاظ کرده :

— دیگر در احمد نگر دو شاعر خاکی نهاد و صافی مشرب اند ، و در شعر رتبه عالی دارند . یکی ملک قمی که به کس کمتر اختلاط میکند و همیشه مژه تر دارد و ازوست این رباعی و یک بیت . رباعی :

هر جا که بمردمی رسی ، مردم شو	در هر که غباری نگری ، قلمزم شو
آمیزش حسن و عشق ، سر ازلیست	من در تو گم و تو نیز در من گم شو

درستی سلیقه و زیادتی فکر و امتیاز تمام موصوفست ، و در زمرهٔ موزونان
بسلامت نفس و طلاق لسان و حدت حدس معروف ، در کتابتی — که بعضی
از مستعدان این جانب ارسال داشته بود — درانجا بتقریبی شمه یی از
تعریف ، این شیخ بزرگوار و اشعار بلاغت آثار این شاعر نامدار ، مرقوم
کلاک گوهر بار ساخته ، و تعریف و توصیف آن فاضل بالغ سخن را ، بیش از
جدد ، بر لوح بیان پرداخته .

لاجرم قلم مکسوراللسان این کمینه ، در تذکرهٔ احوال آن حضرت بنقل
آن سخنان اکتفا مینماید ، و سواد آن کتابت خوش انشا را ضمیمه و متمم
این صحیفه میگرداند . و هرکس که بصحبت کثیرالفیض آن حاوی کمالات
قدسی ، اعنی شیخ ابوالفیض فیضی رسیده ، و آن نامهٔ محبت اسلوب را بعظ
کتاب آرای مولانا ظهوری — که از ثقافت موزونانست — دیده ، مولانای
مشار الیه را در دعاوی آن مدائح مسلم و راست گوی می شمارد . و راقم این

بیت

رفتم که خار از پاکشم ، حمل نهان گشت از نظر یک لحظه غافل گشتم و صد ساله راهم دور شد
دیگر ملا ظهوری بغایت رنگین کلام است و در مکارم اخلاق تمام . هزیمت آستان بوسی
دارد . ازوست این رباعی و دو بیت :

رباعی

گر نام اثر برد دعا ، از ما نیست حاجت که گهی شود روا ، از ما نیست
صبری که ز ما نیست جدا ، از ما نیست دردی که کشد نیک دوا ، از ما نیست

بیت

بیابان کرد او غمنامه پروازی ، نمیداند کف خونی مگر بر بال مرغ نامه بر ریزد
شوق صد بار فزون میکشدم هر نفسی این قدر مهر روا نیست کسی را بکسی
(در بار اکبری ص ۴۱۳-۴۱۴)

حروف را در نقل و ایراد آن نامه درین اوراق معاف و معذور میدارد.
 علی الجملة بعد از مراسم سلام و تحیات مرقوم کلک درر بار ساخته که :

بلغمه طور افاضتش چراغ علم روشن است، و برشحه بحر افادتش ریاض خرد
 خرم و مزین . شکر نعمت تربیتش بر ذمت ادای سخن پروردگان واجب ،
 وحک و اصلاح کلسک و گزلسکش بر د یباچه کلام عدیم السهوران لازم و
 ثابت . بآب چشمه خامه خواب تیره روزی از دیده بخت سخن شسته ، و بباد
 دامن نامه خساک بسی رونقی از چهره قدر هنر رفته . شاهین لفظ معنی
 شکاران، بقوت تقویت امتیازش سیمرخ احتشام . و تدرؤ نکته رنگین کلامان،
 بجلوه تحسین انصافش طائوس خرام . بصرافسی بصیرتش ، زر ناقص کامل
 هیاران در بوته گداز ، و بمانادی تمیزش، پای معانی کوتاه خردان بقدر گلیم
 الفاظ دراز . از زبان کلک واسطی مولدش، نکته ها همه یونانی . و دز مجلس
 رموز دانیش ، خراسانیان همه هندوستانی . از نزاهت و رطوبت کلام معجز
 نظامش ، خوانندن جوهر لطافت و شنیدن موج طراوت بر آوزده . نثری چون
 نظم ثریا ذی رتبه ، و نظمی چون کواکب مرصوده شمرده . شعر :

گشته از رتبه تفکر او	آسمان پایه ، آستان سخن
لاله طیمش ، از طراوت بست	آب بر رنگ ارغوان سخن
آفتابی ، نکردی ار رایش	ماهتابی ، شدی کتان سخن
کشد از خامه شکسته نویس	مومیایی بر استخوان سخن
گل زخم ، از دل هدف روید	چون شود غنچه ، در کمان سخن
پنجه دقتش ، چو گردد بند	بگسستن رود میان سخن
بحر طوفان بهرعه غلطنند	چون دهد جام امتحان سخن
مهر اشراف عقل کامل او	بر هیار طلای کان سخن
در غنان دلیری قلمش	یکه تازان هفتخوان سخن
طوطیان معانی ، از رقص	پر زفان در شکرستان سخن
منت طبع فکته پردازش	بر سراپای داستان سخن
تخته طبع چاشنی گیرش	نوبر نخل بساغبان سخن
فکر پرمایه سحر خیزش	میسر شبگیر کاروان سخن
نتوان ظلم بر قوافی کرد	حبذا عدل قهرمان سخن
لفظ پهلو ندوزد از معنی	مرحبسا ضبط نپاسیان سخن

دیوان حقائق تبیانش، خود عالمیست مشحون از دلایل قدرت ربانی، و جهانیت ملو از شواهد صنع سبحانی. در بوستان بزم احبا دسته دسته گل در بر دمیدن، و در میدان رزم اعدا نیزه نیزه زخم جگر در قد کشیدن. از عقاقیر تلخ مواعظ، کام غفلت محو لذت آگاهی. و بیاد تازیانه نصاب، توسن حرون نفس گرم جولان خوش راهی. با تنگ ورزی کلمات مجال دقت موی شگافان محال. و از رفتگی عبارات مغز لال ناسفته در گرد انفعال. از لطافت معانی، حروف را زیور لؤلؤ نهادی. و از اصالت الفاظ، معانی را طراز والا نژادی. خسک رشک بهاریات، در گریبان نسرین ارم. و طبل دمدمه شطریات، بر گوشه بام دیر و حرم. حکایات درد و داغ همه ناله خیز و شعله زای، و سخنان شور و جنون همه هنگامه گیر و زنجیر خای. حظانت، خمخانه نوش نشاء خاقانی. بلاغت، پرده پوش فصاحت سبحانی. پنجه هلسوعزم در دامان همت میسی زده، و ریشه نمو غور در زمین تبارک قارون پرده. نگاشته خامه فقر کتابه پیشطاق غنا. نقب تفتیش گمان بر دفرینه گنجینه یقین. عقده رازهای مبهم دستخوش توضیح و تفسیر. در جنب روشنی بیان مبر افشای سهای گمان. فهمیدن بفکرهای دور چون گفتن بزبان نزدیک. جلوه نازکی در پرده سن بویان، غازه رنگینی همگونه عارض آتش خویان. نستر بوی و شقائق رنگ درم شکسته، سنبل آه و لاله اشک بر یکدیگر غلطیده. تمکین نشسته اشارت متانت، شوخی نواخته کرشمه تصرف. خلوت چاشنی گر بادا، حال رقاص ترانه قال. شور غزل نمک خوان شوق، زور قصیده تموید بازوی صبر.

تبار الله! ازین دستگاه فضل و کمال، که زبان چنین شاعر بالغ سخن بامثال این تعاریف جاری گشته: سبحان الله! ازین پایه لطف و جمال، که شخص قلم این سخن ساز صاحب فطن بعقد این دور کمر بسته. اشعار مرسوله بدائع آثار این شاعر ذوالاقتدار، که درین اوراق مثبت است، بر ثبوت این دعاوی برهانیت مبین. و افکار متین این سحر بیان مسیح شعار، که درین سفینه مسطور است، بر وقوع این معانی دلیلیست مبرهن. لاجرم راقم این نسخه خیر مآل، بعد از تسوید آن کتابت، ملاحظه اطباب نموده در ادب خموشی باتمام سخن لب بر خود گزید. و باین دو بیت

مناسب در مدح آن جناب از خود راضی گردید :

شیخ (فیضی) که در مدایح وی نطق، اگر صد کتاب، سازد طی
ماندش شغل آن قدر که برد مدح طی گشته پیش وی لاشی
(خلاصه الاشعار بعد ازین یک هزار و چهار صد بیت دارد)

● ذخیره الخوانین : شیخ ابوالفیض فیضی ولد شیخ مبارک است : در خدمت حضرت خلیفه الهی نشو و نما یافته و بخطاب — ملک الشعرای — شرف امتیاز یافت ، و در فنون شعر ید بیضا داشت . و — موارد الکلم — کتاب در اخلاق نوشته که حرف منقوط ندارد . و تفسیر کلام الله بکلام عربی نیز بی نقط تمام کرده موسوم به — سواطع الالهام — و تاریخ اتمام او تمام — سوره اخلاص — یافته :

علماء عصر در خدمت شاهنشاهی اعتراض بر تصنیف تفسیر بی نقط کردند : علماء فحول در عرب و عجم گذشته اند و هستند هیچ کدامی مرتکب این امر نگشته ! شیخ فوراً جواب داد که : دین و ایمان منحصر بر کلمه طیب است که — لا اله الا الله محمد رسول الله — ملاحظه نمایند که این خلاصه کلام منقوط است یا غیر منقوط ! علماء من حیث المجموع پشت دست نهادند که : من بعد با شما در علم مباحثه نیست !

دیوان شعر او تا دو هزار بیت است : و چند کتاب در مثنوی دارد : چنانچه کتاب — نل دمن — و کتاب — لیلی مجنون — و غیره . بموجب حکم حضرت شاهنشاهی خمسه را جواب گفته . در شعر سرآمد شعرای وقت و در انشا و نثر یگانه و منفرد بود . و در علم عربیت و حکمت و طب و دیگر علوم بی همتا گذشته . و در مکارم اخلاق و انبساط طبع مالکی صفات ، او را بر روزگار منت بود .

این چند بیت متفرق ازان پاک نهاد بر سبیل یادگار قلمی شد (۱) :

این غزل من اوله الی آخره مشهور است :

من براهی میروم کانبجا قدم نا محرم است وز مقامی حرف میگویم که دم نا محرم است
 ما اگر مکتوب ننوشتیم ، عیب ما مکن درمیان زاز مشتاقان ، قلم نا محرم است (۲)

شخصی نا اهل تاریخ فوت آن عزیز :

— شیخ ملحد بود —

۱۱۰۰۲

یافته : (ذخیره الخوانین ۱ : ۶۴)

● سائرالامرا : شیخ ابوالفیض فیضی فیاضی ، پسر کلان شیخ مبارک ناگوری است ، که از علمای وقت بر ریاضت و تقوی مشهور بود . یکی از اسلاف وی ، از دیار یمن در زی اهل تجرید برآمده بهای همت معموره جهان را در نوشت ، و در مآته ناسعه در قصبه ریل از — توابع سیوستان — بار غربت کشاده توطن و تاهل گزید .

و در عنفوان مآته عاشره پدر شیخ بصوب هندوستان رهگرای سیاحت گردیده در بلده ناگور طرح اقامت انداخت . چون وی را فرزندی زنده نمیانند در سنه نهصد و یازده (۱۹۱۱ هـ) شیخ که بوجود آمد به — مبارک — مسمی گردانید . چون سن شباب رسید بگجرات شتافته نزد خطیب ابوالفضل گادرونی و مولانا عماد لاری تلمذ نموده . از صحبت علمای آن دیار و مشائخ بزرگوار فوائد بسیار کسب نموده .

در نهصد و پنجاه (۱۹۵۰ هـ) بدارالخلافت آگره رحل سکونت انداخته

۱- بعد ازین ده بیت دارد .

۲- بعد ازین دو رباعی و یک شعر دارد .

پنجاه سال دران مکان بافاده علوم میپرداخت : و بدرویشی و قناعت بسر میبرد و در توکل شانی عظیم داشت . مبادی حال ، در امر معروف و نهی منکر ، بحدی مبالغه میکرد که از کوچه ، که آواز نغمه میآمد ، نمیگذشت . و آخرها بمرتبه مولع شد که خود سماع و وجد مینمود . اوضاع مختلفه بسیار بدو نسبت داده اند :

در عهد سلیم شاه به ربط شیخ علائی مهدوی بمهدویت شهرت گرفت : و از عالمای وقت چه سرزنشها که نیافت . در عهد آغاز اکبری — که امرای چغتای بیشتر در عرصه بودند — بطریقه نقشبندیه خود را وانمود ، و پس از آن بسلسله مشایخ همدانیه منسوب میکرد . چون آخرها عراقیه دربار را فرو گرفتند ، برنگ ایشان سخن راند ، چنانچه اشتهار یافت .

تفسیری موسوم به — منبع العیون — مقابل — تفسیر کبیر — در چهار جلد نوشته ، و — جوامع الکلم — نیز از مولفات اوست . تذکره اجتماعات عرش آشیانی — که بگواهی علمای عصر مرتب گشت — بخط شیخ تحریر یافته . در ذیل آن مرقوم نمود که : این امری است که از سالها منتظر آن بودم ! گویند آخرها بتکلیف پسران بمنصبی هم امتیاز یافت . اگرچه شیخ ابوالفضل نوشته در آخر عمر ضعف بصر بهم رسانیده .

در سنه یک هزار و یک (۱۰۰۱ هـ) در بلده لاهور زندگی بسپرد :

— شیخ کامل —

۱۰۰۱ هـ

تاریخ قوتش یافته اند :

شیخ فیضی در سنه نهصد و پنجاه و چهار (۹۵۴ هـ) متولد شد . بدقت طبع و جودت ذهن از جمیع علوم بخشی وافر برداشته . در حکمت و عربیت

بیشتر تتبع نموده . و پزشکی دانش فرا پیش گرفته ، رنجوران تهی دست را چاره میکرد . ابتدا بضیق معیشت و تنگی احوال گرفتار بود : روزی بهمراهی پدر نزد شیخ عبدالنبی صدر عرش آشیانی رفته اظهار حال و استدعای صد بیگه مدد معاش نمود . شیخ بتعصب مذهب او را با پدرش بتشیع سرزنشها کرده ، بحقارت از مجلس برخیزاند . شیخ فیضی را حمیت برآن آورد که ، پیداشاه وقت و روشناسی و راه حرف پیدا شود . مکرر بوساطت برخی باریابان فضل و کمال شیخ و سخن طرازی و بلاغت گستری او مذکور محفل سلطانی گشت :

سال دوازدهم — که عرش آشیانی بتسخیر قلعه چیتور متوجه بودند — اشارتی باحضر شیخ سر زد . چون ابنای روزگار ، سیما اهل مدارس را ، بد اندیشی با اینها بود ، این طلب عاطفت را ، مطالبه عتابی وا نموده بحاکم دارالخلافه آگره خاطر نشین کردند که : پدرش مبادا اورا مخفی سازد . چند مغلی فرستاد که ناگهان خانه شیخ قبل نمایند . حسب اتفاق شیخ فیضی دران وقت در خانه نبود ، فی الجمله کشمکشی رفت : چون در رسید — سمعنا و اطعنا — گفته در سر انجام سفر افتاد . چون ابواب مکاسب مسدود بود . بدشواری کشید . آخر بسعی تلامذه آسانی گرفت . و پس از ملازمت محفوف نوازش گردیده ، بتدریج درجه پیمای قرب و مصاحبت گشت : و قسمی پوست کشی شیخ عبدالنبی صدر کرد که ، از منصب و رتبه افتاده بحجاز اخراج یافت و آخر جان و مال بخواری و ذلت در باخت :

و چون شیخ ، حسن شعر را با علی مرتبه رسانیده بود ، در سال سیم (۱)

۱ - علامه شبلی سال سی و سیم نوشته . سال — مآثر الامرا — درست نیست . در همین این سال (۸۹۹۶) فیضی دو سه روز پیشتر از مرحمت خطاب این اشعار در قصیده سروده بود :

آن روز که فیض عام کردند مارا — ملک الکلام — کردند

بخطاب — ملک الشعرا — مورد مراحم گردید : و در سال سی و سوم خوست که زمین خمسه را جولانگاه طبع خود سازد ، برابر — مخزن اسرار — ، مرکز ادوار — بسه هزار بیت ، و مقابل — خسرو شیرین — ، — سلیمان و بلقیس — ، و بجای — لیلی مجنون — ، — نلدمن — که از دیرین داستانهای هندوستان است — هر یک بچهار هزار بیت : در وزن — هفت پیکر — ، هفت کشور — ، و در بحر — سکندرنامه — ، — اکبرنامه — هر کدام به پنج هزار بیت . بر سخته آید : در کمتر زمانی عنوان — پنج نامه — با برخی داستان برشته نظم کشیده دل نهاد ، اتمام نگشت . میگفت که : هنگام ستردن نقش هستی است ، نه نگارین ساختن پیش طاق بلند نامی .

در سال سی و نهم عرش آشیانی بانجام تاکید بکار بردند و حکم شد : اول افسانه نلدمن بترازوی سخن بر سنجد . در همان سال پایان رسانیده از نظر گذرانید . اما چون دیر باز تنهائی دوست داشتی و راه خموشی سپردی با کوشش پادشاهی — خمسه — انجام نگرفت : در سر آغاز رنجوری — که ضیق النفس داشت — بر سخته بود . بیت :

دیدم که ، فلک چه زهره نیرنگی کرد مرغ دلم ، از قفس شب آهنگی کرد
آن سینه که ، عالمی درو ، میگنجید تا نیم دمی بر آورم ، تنگی کرد

و در ایام بیماری مکرر میخواند :

گر همه عالم ، بهم آیند تنگ به نشود ، پای یکی مور لنگ
دهم صفر سنه هزار و چهار هجری (۱۰۰۴) سال چهلم اکبری در گذشت .

— فیاض صبح —
۸۱۰۰۴

از بهر صمود فکرت من آرایش هفت بام کردند
سارا به تمام در ربودند تا کار سخن تمام کردند

(شعرالمجم ۳ : ۲۹)

تاریخ فوت او یافته اند. سالها فیضی تخلص میکرد، سپس فیاضی. خود میگوید:

زین پیش که، سکه ام سخن بود (فیضی) رقم نگین من بود
 اکنون که شدم، بمشق مرتاض (فیاضی) ام از محیط فیاض

یک صد و یک کتاب تالیف شیخ است. و شاید قوی بر فضل او تفسیر — سواطع الالهام — بی نقط است. که میر حیدر معنائی تاریخ تمام آن را — سورة اخلاص — یافته که هزار و دو (۱۰۰۲هـ) است، و ده هزار روپیه صله گرفته. — موارد الکلم — در اخلاق نیز بی نقط نوشته.

علمای عصر اعتراض کردند که: تا حال هیچ کس از فحول علما با ولوع آنها در علوم، تفسیر بی نقط ننوشته اند! شیخ گفت که: هر گاه کلمه طیه — که ایمان موقوف بران است — بی نقط است دیگر کدام دلیل فضیلت خواهد بود!

گویند از متروکه شیخ چهار هزار و سه صد (۲۳۰۰) کتاب صحیح نفیس بسرکار پادشاهی ضبط شد.

پیش آمد و مصاحبت شیخ، در پیشگاه خلافت بعنوان علم و کمال بود، بتعلیم پادشا زادهها مامور میشد، بسفارت هم نزد حکام دکن شتافته. زیاده بر چهار صدی منصب نیافت. و شیخ ابوالفضل با آنکه برادر خرد بود برسم امارت ترقی کرد. در حضور شیخ دو هزار و پانصدی شده. و آخر بمتمتهای مراتب منصب و دولت رسید. جمعی که آفتاب پرستی را بعرش آشیانی نسبت دهند، این قطعه شیخ را استشهاد دارند. شعر:

قسمت نگر که در خور هر جوهری عطا است آلیه با سکندر و با اکبر آفتاب
 او میکند معانته خود در آنسه این میکند مشاهده حق در آفتاب

اگرچه شکی نیست که این نیر اعظم و فروغ بخش عالم از اعظم آیات قدرت الهی است، و بندوبست جهان کون و فساد منوط بدان، اما نوعی تعظیم که نه رسم اهل اسلام است و کلام شیخ ابوالفضل نیز اشعاری بآن دارد، موهم این چنین نسبتها است. اشعار آبدار و قصائد غرای شیخ شهرت تمام دارد. بیتی بر مینویسد. شعر:

چه دست میبری، ای تیغ عشق! اگر داد است به بر زبان، ملامت گر زلیخا را
(۲: ۵۸۲-۵۹۰)

● مجمع النفائس: شیخ فیضی بن شیخ مبارک. تقی اوحدی گوید:

شهریار اقلیم سخن و تازہ ساز رسمهای کهن است. نفیات بیانش همه
نا قوسی و نطحات کلامش همه قدوسی. منشاء ترقی اهل حال و مردم
صاحب کمال، خصراً شمر او نصحا، بود.

شیمی فطری و موحد جبل است. گمان نقص کمال و سستی اعتقاد
بر او، از نقص کمال است. جمیع متاخران، حتی مولانا عرفی، انکاره تیغ
مهند طابع شان از سوهان فطرت و مصاحبت او باصلاح آمده. و از جمله
امور غریبه و عجیبه، داله بر کمال او تفسیر بی نقط است. آفرین آفرین
بر سخن آفرینی که، ترکیب الفاظ بی نقط بر طبق مدهات خود برین
نسق آوردی. فی الواقع اگر آن سحر پرداز دعوای اعجاز میکرد،
سخن سازان را بجز ایمان آوردن چاره نبود.

مولد و منشاء وی دارالملک آگره است، و وفاتش در لاهور، و
باگره جسدش را نقل نمودند. کلیات وی از قصائد و غزل و مثنوی
و غیره تخمیناً بیست هزار بیت متداول است.

فقیر آرزو گوید که: تقی اوحدی اگرچه معاصر شیخ فیضی بود لیکن
بیگانه است، و از احوال او خوب مطلع نه. محملاً اجدادش از عرب بملک
سند آمده توطن اختیار نموده اند. یکی ازان در ناگور — که سابق شهری

بود اسلامی — فروکش کرده : شیخ مبارک والد شیخ مذکور ، در آنجا پیدا شده و کسب کمالات نموده . و حالات او از کتب دیگر مثل — تاریخ بداونی — و غیرها ظاهر میگردد : بعد از آن شیخ مبارک در عهد اکبر پادشاه ، شیخ ابوالفیض فیضی و شیخ ابوالفضل را — که چند سال خرد تر از فیضی است — همراه گرفته بدارالسلطنت رسیده ، و باستادی اکبر پادشاه سرفراز شده . و پسران نیز ترقیات نمودند . و شیخ فیضی که مردی فاضل کامل بود بر در شاعری زد و آن را بپایه کمال رسانید . و چون در عربیت بی نظیر بود ، تفسیر بی نقط مسمی به — سواطع الالهام — نوشت و میر رفیع الدین حیدر معمای تمام — سوره اخلاص — تاریخ اتمام آن یافت . و نیز نسخه دیگر نوشته بزبان عربی مسمی به — موارد الکلم — و دران کتاب داد فصاحت و بلاغت داده ، و خاتمه آن تمام منقوطة است : فقیر اوائل شباب ، که در اکبرآباد آگره مشغول درس بود ، مطالعه نموده : و قصیده عربی که در مدح اکبر پادشاه گفته انتخاب زده .

راستی آنکه ، بعد از امیر خسرو مثل شیخ فیضی از هندوستان بر نخاسته . خدا داند که جناب امیر خسرو در عربیت این قدر بود یا نبود . او آخر فیاضی تخلص کرد . و اغلب که بسبب اشتراک باشد چنانکه در — مرکز ادوار — که مقابل — مخزن اسرار — گفته ، گوید :

من که درین میکده (فیاضی) ام صاف و کدر هر چه رسد راضیم

لیکن در غزلها همین تخلص دارد .

مخفی نماند که مثنوی — مرکز ادوار — و — اکبر نامه — او مضبوط تر است از — مثنوی نلدمن — و سببش غالباً آنست که ، چون قصه نلدمن در

اصل هندی بود، و شیخ مراعات ربط فارسی و هندی میخواست، و نیز بسبب فرمایش پادشاه اراده داشت که زود تر بگوید، چندان خوب نگفته، و بر کسی که ماهر فن باشد، بعد مطالعه، این معنی بوضوح میبویسد.

ازوست :

از برق بلا، بخرمنم، اخگر ریخت
کز دیده، بجای اشک، خاکستر ریخت
برقی بجست و کشتی مسارا، بآب سوخت
تا قیامت خواب بستی خفتگان خاک را
سجده کرد و ندانست که مبعود کجاست
نومید نیستم، که در فیض، بسته نیست
فردای حشر طالب فردای دیگر است
سنگ آهدن ربا مگر، دل تست
مرغی که شد آموخته، خود در قفس آمد
که شب روان حرم، نقب در درون زده اند
که از روان دل، خویش را نیفگندند
بر آب خضر، سد سکندر نه بسته اند
خاک بر سر از لحد خیزیم و فریادی کنیم
که گهی پس ماندگان راه، منزل میکنند

عشق آمد و، خاک محنتم، بر سر ریخت
خون در رگ و ریشه دلم، سوخت چنان
از اشک گرم و سینه سوزان ما، میسرس
زین فسون، کاموختی، آن غمزه بیباک را
وای زاهد! که بمحراب عبادت عمری
گرباده، در کف من خاطر شکسته، نیست
آه از دروغ وعده، من کز پی فریب
دل خوبان شهر، مسائل تست
دل در غم زلفش رود و باز پس آمد
بجایان در کعبه، کس نمیگوید
خوشا بلندی، افتادگان خاک نشین!
از جان مترس، تا بحیات ابد رسی
کوقیامت، تا ازین عاشق کشان، دادی کنیم
کعبه را ویران مکن، ای عشق! اکانجایک نفس

این اشعار از منتخبات میرزا صائب (علیه الرحمه):

که باده با نمک آمیختند، و بد مستند
نفس گداخته مرغان، درین چمن هستند
مردان، بره برهنه نهادند، پای را
چند رفوگری کنند صبر، دل دونیم را
سمن بران، کف دست مرا، پیاله کنند
که، زخم تیغ شهادت، حمائل افتاده است
که صد نگاه ازو گل بدست میگردد
خونم حلال، گر طلیم خونبهای خویش

درین دیار، گروهی شکر لبان، هستند
پناله، شهره عشقت صدلیب، ارنه
مژگان میند، چون قدم از دیده میکنی
با که گدازم و ز نو، طرح دل دگر کنم
خوش آن بهار که، مستان چو گشت لاله کنند
بگردنم، ز تو تمویذ دوستی، این بس
ز تاب می، رخ ساقی، عجب گل افشان است
بگذارینم، کشته مرا، زیر پای خویش

گوش شنوا نیست درین دشت ، وگر نه
 ای که ! سر حلقه سبزان سیه فام ، توئی
 بر سر کوی تو، شبها گزrandیم بعیش
 گویند همرهان موافق ، که ای رفیق !
 هر ذره این ریگ روانست ، درآئی
 چشم بد دور که ، خال رخ ایام توئی
 کاسمان پوشش ما بود و زمین بستر ما
 غافل مشوکه ، قافله فناگاه میرود

چند بیت از قصیده عربی شیخ فیضی که در — موارد الکلم — در مدج
 اکبر پادشاه گفته ، نوشته میشود :

دور ورد ادر صواع مدام	صاح صاح الحمام حول کهام
دارکاس المدام راس العام	لاح دارالحمال و حال الخول
المدام المدام وهو مرام	اللماع اللماع وهو مرام
بملاح مع المدام سلام	مطلع السراج کلها ملاح

(۲۷۲ الف - ۲۷۳ الف)

● سرو آزاد : فیضی و فیاضی ، شیخ ابوالفیض اکبرآبادی ، طوطی
 هند سخن گستری است و — ملک الشعراء — درگاه اکبری . در طبقه
 سلاطین تیموریه هند ، اول کسیکه بخطاب — ملک الشعرائی — تحصیل مباحثات
 نمود ، غزالی مشهدی (۱) است که از پیشگاه اکبر پادشاه باین خطاب نامور
 گردید : و بعد رمیدن او از صحرای فنا بمرغزار بقا ، شیخ فیضی باین
 لقب بلند آوازه گشت . و در عهد جهانگیر پادشاه طالب آملی و در زمان
 صاحبقران شاه جهان (انارالله برهانه) ابو طالب کلیم همدانی ، باین خطاب
 سکه تفاخر در آفاق زدند . (۲) .

۱- فیضی تاریخ وفات او گفته است :

همه از طبع خدا داد نوشت	قدرة نظم غزالی ، که سخن
سنة نه صد و هشتاد نوشت	هقل تاریخ وفاتش بدو طور (۳)

۸۹۸۰

۲- گویا در عهد مغول سه کس — ملک الشعراء — از ایران بودند و یک هندی نژاد .
 ۳- صوری و معنی .

و بر متبعان اخبار موزونان روزگار هویدا ست که ، از شعراء ولایت ایران و توران کسانی که بمداحی سلاطین و امراء هند پرداخته ، دو قسم اند :
قسم اول ، جمعی که از اوطان خود بگلگشت هند شتافته اند ، و صحبت ممدوحان دریافته :

مثل حکیم روحانی سمرقندی . صاحب — تاریخ صبح صادق — گوید که :
سلطان شمس الدین ایلتمش والی دهلی در سنه ثلث و عشرين و ستمائة (۸۶۲۳) قصد رننهبور کرد و گرفت . پس بمندو رفت و استیلا یافت . حکیم روحانی سمرقندی در آن آوان از بخارا بخدمت او پیوست و قصیده بعرض رسانید و صله جزیل یافت ، مطلعش این است :

خبر به اهل سا برد ، جبرئیل امین ز فتحنامه سلطان مصر شمس الدین
و مثل بدر چاچی که در پایان عمر بهند خرامید و مشمول فراوان عنایت
و رعایت سلطان مجد تغلق شاه گردید : و به — فخر زمان — مخاطب گشت .
دیوانش بین الجمهور مشهور است . طور خاصی دارد و تشبیه و کنایت اکثر
بکار میبرد :

و مثل شیخ آذری اسفرانی ، که بعد تحصیل زیارت حرمین مکرمین (شرفها
الله تعالی) بسیر هند شتافت و با سلطان مجد نیره رایات اعلیٰ خضر خان
فرمانروای دهلی برخورد ، و از انجا رو بدکن آورد . سلطان احمد شاه بهمینی
باعزاز و کرام پیش آمد . اتفاقاً سلطان دران ایام شهر — بیدر — بنیاد میکرد ،
و در دارالامارة در کمال شکوه طرح انداخت : شعراء پای تخت کتابه عمارت
بنظم آوردند . شیخ آذری هم چند بیت موزون ساخت . از انجمله است
این دو بیت :

حبذا قصر مشید ، که ز فرط عظمت	آسمان پایه ، از سده این درگاه است
آسمان هم نتوان گفت که ترک ادب است	قصر سلطان جهان احمد بهمین شاه است

سلطان در وجه صله دوازده هزار بسته قماش عنایت نمود. شیخ گفت: لا تحمل عطا یا کم الاما یا کم! سلطان بیست هزار تنکه دیگر وجه کرایه راه رعایت فرمود. شیخ با احمال و ائقال بخرامان عطف عنان نمود (۱). و مثل شهدی قمی، که بعد فوت سلطان یعقوب بدیار هند هجرت برگزید و در دکن و گجرات زندگانی بسر برد. صاحب — تاریخ فرشته — (۲) گوید که: چون اسماعیل عادل شاه در سنه ست و ثلثین و تسعماته (۹۳۶ هـ) قلعه — بیدر — مفتوح ساخت و خزائن را بکلید سخاوت بر روی خلائی باز کرد، مولانا شیدی قمی — که از کمال شهرت از تعریف مستغنی است — در آن مدت از خطه گجرات آمده بود، و بواسطه سمت شاعری کمال تقرب نزد سلطان پیدا کرد. سلطان حکم فرمود که: بخزانه رفته آن قدر زر احمر که حملش مقدور باشد بردارد. چون مولانا از رنج سفر فی الجملة ضعف و ناتوانی داشت، بعرض رسانید که: روزی از گجرات متوجه این درگاه میشدم دو چندان این قوت داشتم، چه باشد که بعد از چند روز که، آن توانائی عود نماید، برین خدمت روح پرور سرفراز شوم! سلطان سخن پرور نکته گذار لب به تبسم شیرین کرده گفت: نشینده:

که آنتها ست در تاغیر و طالب را زیان داره!

باید که، دو دفعه بخزانه رفته آنچه از دست بر آید تقصیر نکنی و وقت فرصت غنیمت شماری! چون این حکم عین مدعای مولانا بود، شگفته و خندان از مجلس برخاسته دو کورت بخزانه شتافت و همیانهای بیست و پنج هزار هون طلا بیرون آورد. چون خازن این خیر بسمع پادشاه رسانید، فرمود: مولانا راست میگفت که: من قوت ندارم! و نزاکت این کلام بر ارباب ادراک واضح و روشن است که هم جانب خوش طبعی منظور است

۱- فرشته ۱: ۶۲۷ بمبئی. دولت شاه چاپ اروپا ص ۴۰۰.

۲- فرشته ۲: ۲۳ بمبئی.

و هم جانب همت :

قسم ثانی ، جمعی که قدم سعی باین دیار نفرسوده اند و غائبانه تحفه
گرانمایه مدح ارسال نموده :

مثل خواجه شیرازی (قدس سره) که بدرگاه سلطان غیاث الدین والی
بنگاله غزلی فرستاد (۱) : این دو بیت ازان است :

شکر شکن شوند همه طوطیان هند زین قند پارسی که به بنگاله میرود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین غافل مشو که کار تو از ناله میرود

و مثل عارف جامی (قدس سره) (۲) که او را با ملک التجار خواجه محمود
گوان (۳) امیر الامراء سلطان محمد شاه بهمنی والی دکن ارتباط خاص بود و
ارمغان مدائح ارسال میفرمود . ازانجمله قصیده ایست که یک بیتش این است :

م جهان را خواجه و هم فقر را دیباچه است سرالفقر است لیکن، تحت استارالفنا
و در خاتمه غزلی میفرماید :

(جامی) اشعار دلاویز تو، جنسی است لطیف بودش از حسن ادا لطف معانی تارش
همره قافله هند، روان کن که رسد شرف مسر قیول از ملک التجارش

اما در عهد اکبر پادشاه عدد هر دو قسم بحد کثرت رسید . و بازار
هر دو گروه نهایت گرم گردید . طائفه اولی عیان اند ، مستغنی از احاطت
بیان . و طائفه ثانی را شیخ ابوالفضل در آئین اکبری بیان میکند و میگوید :

و آنانکه سعادت بار نیافتند و از دور دستها گیتی خرداوند را ثنا
گزارند بس انبوه، چون : قاسم گونا بادی ، ضمیر سپاهانی ، وحشی بافقی ،

۱- رک : ریاض السلاطین ص ۱۰۶ چاپ کلکته . عباس اقبال از این واقعه انکار کرده است .

۲- فرشته ۱ : ۶۹۲ .

۳- مقتول (۵ صفر ۸۸۶هـ) در انشائی جامی مکاتیب حضرت جامی موجود است و همین طور پاسخ
محمود گوان هم در - ریاض الانشا - دیده میشود .

محتشم کاشی (۱)، ملک قمی، ظهوری ترشیزی، رشکی همدانی، ولی دشت
بیاضی، نیکی، نظیری، صبری اردستانی، فگاری اسفرائینی، میر حضوری
قمی، قاضی نوری سپاهانی، صافی، یمینی، طوفی تبریزی. (۲)

و از جمله ثنائی شیخ علی نقی کمره قصیده سی و پنج بیت در ستایش
فیضی پرداخته و از صفاهان بهمند روان ساخته، ازان است:

مگر افگند بر نظم امورم پسترو (فیضی) ابو الفیض) آن گزین اکبر و شاه کبیر من
ظہیر قدوة پیشینیان، حتی ظہیرالدین امیر زبده اهل زمان، حتی امیر من
اگر هستم مجیر اندر سخن، او هست خاقانی و گر من مستحیرم، آستان او مجیر من
کیم، با او رسد در شاعری، دعوی همچومی که در این خانقاه من مرید او ست پیر من
زمین هند، با قرب درش نعم النمیم دل هوای خلد، دور از حضرتش بش المصیر من

و شیخ فیضی را وقت سفارت برهان شاه ولی احمد نگر با ملا ملک
قمی (۳) و ملا ظهوری ترشیزی ملاقات واقع شد و صحبت کبری افتاد؛
بعد معاودت از جانبین ابواب محبت نامها مفتوح بود:

ملا ظهوری نثر لطینی در مدح شیخ فیضی بقلم آورده. حکیم عین الملک
شیرازی مکتوبات شیخ جمع نموده (۴) و در خاتمه مکتوبات نثر مذکور
مندرج ساخته.

مرزا صائب او را بخوبی یاد میکنند و میفرماید:

این آن غزل که (فیضی) شیرین کلام گفت: در دیده ام خلیده و در دل نشسته

۱- فیضی توصیف کرده است.

حریر باف سخن، محتشم، که در کاشان بطرز تازة طرز سخنموری دارد
یکی ز نکته وران گفت: دیدم اشعارش عبارتست که، معنی سرسری دارد
بگفتش: سخن او عبارتست، ست، ولی عبارتست که بمعنی برابرست دارد
(شعر المعجم ۳: ۶۴)

۲- آئین اکبری ۱: ۱۸۲ لکهنؤ (۱۸۸۲ع).

۳- بدایونی مینویسد که: تمام کلیات او را شیخ فیضی از دکن آورده بود (۳: ۲۲۳)

۴- لطیفه فیضی نام آن مجوعه است.

احوال شیخ فیضی تفصیلاً در فصل ثانی از دفتر اول پیرایه بیان پوشیده (۱) اینجا آنچه مناسب منصب شاعری است سمت گذارش مییابد .


۱- مآثرالکرام : شیخ ابوالفیض فیضی بن شیخ مبارک . پنجم شعبان اربع و خمسين و تسعمائة (۹۵۴) در آگره به وجود آمد . و فنون متداوله را نزد پدر در چهارده سالگی به انجام رسانید . و حکمت و عربیت را بیشتر مشق کرد . و غلغله یکتائی در هم عصران بلند ساخت . و درین وادی جرسی میجنانند :

آنم که ، فنون ذو فنونان دارم انوار چراغ رهنمونان دارم
این کالبدم ، ز خاک هنداست ، ولی در هر بن موهزار یونان دارم

چون جوهر قابلیت او به عرض اکبر پادشاه رسید در سنه اربع و سبعین و تسعمائة (۹۷۴) منشور طلب صادر گشت . و بعد ادراک ملازمت مورد عنایات گردید . و به تقریب و مصاحبت اختصاص یافت . و به خطاب — ملک الشعرانی — تارک مباهات به شعری رسانید . اوصاف شیخ آنچه به شاعری تعلق دارد در دفتر شعرا به تحریر میآید .

و او در تسع و تسعین و تسعمائة سنه (۹۹۹) رسم سفارت از درگاه اکبری جانب راجا هل خان والی خاندیس رخصت یافت . و بعد ابلاغ احکام از همانجا به ادای سفارت نزد برهان شاه والی احمد نگر مامور گردید (۱) و در اثنین و الف سنه (۱۰۰۲) به پایه سریر اکبری معاودت نمود . و دهم صفر اربع و الف سنه (۱۰۰۳) قالب تهیه کرد . و نزد پدر خود مدفون گردید . وقت احتضار نیم شبی اکبر پادشاه به عیادت آمد و سر او را گرفته بر زانوی خود گذاشت .

برهان فضیلت شیخ فیضی — سواطع الالهام — تفسیر بی نقطه است که درین هزار سال پیشتر هیچ مستعدی را میسر نشد . طرفه این که چنین کار دشوار را در عرض دو سال از میده به منتجی رسانید . میر حمیدر معانی کاشی تاریخ اتمام تفسیر که در سنه (۱۰۰۲) اثنین و الف صورت گرفت — سورة اخلاص — (۲) بر آورد و ده هزار روپیه صله یافت .

فضلای عصر برین تفسیر توقیعات نوشتند ، مثل شیخ یعقوب کشمیری و سید محمد شامی 

۱- فوضی یک سال هشت ماه و چهارده روز آنجا بسر کرده در سال (۱۰۰۱) بدارالسلطنت آگره مراجعت کرد .

۲- یعنی اعداد حروف سورة قل هو الله برابر سال (۱۰۰۲) است .

نامش ابوالفیض است، سالها فیضی تخلص کرد آخر فیاضی قرار داد .
و اشعار باین معنی مینماید :

زین پیش که ، سکه ام سخن بود (فیضی) رقم نگین من بود
اکون که ، شدم بهشق مرتاض (فیاضی) ام از محیط فیاض
پادشاه او را بنظم خمسه مامور ساخت . در مدت پنج ماه کتاب
— نلدمن — چهار هزار و دوست بیت مقابل — لیلی مجنون — موزون ساخت .
و با اشرفیهها از نظر پادشاه گذرانید . درجه استحسان یافت . حکم شد که :

و ایضاً ملا ظهوری قرشیزی قصیده غرای قریب هفتاد رباعی در لطائف اہمال نظم
کرد . و ملا ملک قمی نیز رباعیات در سلک نظم کشید (۱) . چون نسخه تفسیر
کم یاب است ، (۲) تفسیر سورة کوثر — که اقصر سوز است — به تحریر میآید ، تا کیفیت
آن فی الجمله چہرہ وضوح و نماید :

— بسم الله الرحمن الرحيم لما رحل ولد رسول الله صلعم و ادرکه السام و
صمه العاص و کلم و هو عور لا ولد له لو ادرکه السام هلک و جسم اسمہ صلعم
ارسل الله انا اعطیناک ، عدا ، السکوثر العطاء الکامل علما و عملا و المورد
الامرہ ماء والاحمد هواء و ورد ماء المدام و هو مورد رسول الله صلعم اعطاه
الله صلعم کرما او المراد الاولاد او علماء الاسلام او کلام الله المرسل فصل
دواما لربک لله لا لبا سواه کما هو عمل مرء مرء عمه الا سهوا وانحر و اسبح
لله و اعطه اهل السؤال و هو عکس الکلام الاول المصرح لاحوال اهل السهو و
العمدہ و اعماهم ان شانک عدوک هو الابر الممدوم لا ولد له ادام الله
اولادک و مراسم اوامرک و مکارم عسرک و محامد مراسمک —

حواشی :

تمام مرگ . و صم عیب کردن . هور بالفتح دشوار زاینده . جسم بالفتح بریدن .
امرء بالفتح گسوارا تر . مرء ریا کننده . صدح ذبح کردن . مراد از کلام اول سورة
معاون است .

و ایضاً — موارد الکلام — نام رساله دارد غیر منقوط در علم اخلاق . و ترجمه — لیلوتی —
که کتابی است بزبان هندی در علم حساب . (۱ : ۱۹۸-۲۰۰)

۱- رک: تحت تصانیف فیضی .

۲- در لکهنؤ چاپ شده است .

نسخه دیگر نوشته مصور سازند : و نقیب خان در حضور میخوانده باشد :
ازان کتاب است :

بانگ قلم ، درین شب تار بس معنی خفته ، کرد بیدار
و در برابر — مخزن اسرار — ، — مرکز ادوار — نقش بست . و آن سواد
را بعد وفات او شیخ ابوالفضل به بیاض رسانید .

و در پهلوی — شیرین خسرو — ، — سلیمان بلقیس — ، در ازاء ،
— سکندر نامه — ، — اکبر نامه — و در تقابل — هفت پیکر — ، — هفت کشور —
آغاز کرد . اما با تمام نرسانید . از مقطعات اوست :

منم (فیضی) که در میدان معنی چو من چابک سواری تیزنگ نیست
بجلد شعر ، من از پوست تا مغز هجای مردم ناپاک رگ نیست
بدان میانند این پاکیزه گفتار که در دیوان حافظ نام سگ نیست

شیخ مجد یحیی اله آبادی در کتاب — اعلام الانام — گوید : صاحب قطعه
را این بیت بنظر نرسیده :

شنیده ام که سگان را قلاده میندی چرا بگردن حافظ نهینمی رسی

راقم الحروف گوید : در بعضی نسخ دیوان خواجه حافظ بجای لفظ
حافظ لفظ عاشق واقع شده ، و مقطع چنین است :

مزاج دهر ته شد درین بلا حافظ کجاست فکر حکیمی و رای برهمنی

از حسن اتفاقات اینکه چیزی که شیخ فیضی میخواست در دیوان فقیر
آزاد موجود است و ازین لفظ مبراست :

دیوان شیخ فیضی بنظر در آمد متضمن اصناف شعر است . بیتی چند
از غزلیات او فرا گرفته شد :
(هشت شعر دارد ۱۵-۲۱)

● مدفن فیضی : مولانا محمد حسین آزاد در دربار اکبری راجع بمدفن فیضی نوشته است : در آگره تقریباً بر فاصله یک کروه جانب شرق یک مقبره بنام — روضه لادلی — معروف است : و دیوار و دروازه او مدت است که منهدم شده است . بقول — مفتاح التواریخ — شیخ مبارک ، فیضی ، و ابوالفضل (۱) آنجا مدفون هستند ؟

ولی ابوالفضل در آئین اکبری نوشته است که : خود در جوار چار باغ — که بنا کرده بابر پادشاه است — بوجود آمد و شیخ مبارک و فیضی در خاک آنجا مدفون اند : هم آنجا شیخ علاؤالدین مجذوب و میر رفیع الدین صفوی خوابیده اند .

مولانا آزاد کتیبه زیر ثبت کرده و نوشته است که : این کتبه بر دروازه مدخل آن احاطه ناکنون دیده میشود .

بسم الله الرحمن الرحيم

هذه الروضة للعالم الرباني و العارف الحمداني جامع العلوم شيخ مبارك (قدس سره) وقف نيانه ببحر العلوم شيخ ابوالفضل سلمه الله تعالى في ظل دولة الملك العادل (نطلبه المجد والاقبال والكرم) جلال الدين والدنيا اكبر پادشاه غازي (خلدالله تعالى ظلال السلطنة) باهتمام حضرت ابي البركات في سنة اربع و الف (۲) .

۱- مولانا آزاد می نویسد که : قسیر ابوالفضل در قصبة انتری ، که پنج کروه از گوالیار میباشد ، موجود هست . و مردمان انتری شب جمعه آنجا رفته چراغ روشن میکنند . (دربار اکبری ص ۲۸۷)

۲- دربار اکبری ص ۳۵۸

راجع بمدفن فیضی در سال (۱۹۶۰ع) یک راپورت روزنامه دان کراچی به این قرار چاپ کرده است که عیناً اینجا ثبت میکنیم :

Burial places of Abul Fazal & Faizi found ?

Down, April 9, 1960

NEW DELHI, April 8. The site where the palaces and tombs of the famous brothers, Abul Fazal and Faizi, and their, sister Ladli Begum, were located, has been identified by researchers. It is about four miles, north-west of Agra according to a report in the "Statasman" yesterday.

Ladli Begum was the wife of Islam Khan, Governor of Bengal during Jehangir's reign.

According to a scholar, who has conducted an investigation, the Bagh Ladli Begum was purchased by a Seth of Mathura in 1866. An agent of the Seth arranged to have the tomb pulled down and the ground levelled up. Dr. Mukandlal, then Civil Surgeon of Agra., was present when the tomb was opened, and he is said to have found the corpse, wrapped in a green cloth, intact.

As soon as it was exposed, it is said the body turned into a heap of dust. Three days later the Seth's agent died and within the next few days the whole family was wiped out.

It is not possible to ascertain what truth there is in this story, but certain letters published in The "Pioneer" in July 1896 are said to bear out the story.

According to Abul Fazal's account in Ain-i-Akbari, his father, Sheikh Mubarak, and brother were buried close to the mausoleum of Sheikh Alauddin Majzooob, in the Charbagh of Babar on the other side of the Jamuna. The bodies were removed to this side of the river by Abul Fazal, who built the mausoleum.

The Agra Gazetter of 1905 says that the Bagh Ladli Begum was surrounded by a lofty wall of red sandstone with a tower at each corner. There was a high arched gateway on the southern side, built in the early Moghul style. The mausoleum stood in the centre on a raised platform and contained the tombs of Abul Fazal, Faizi, Ladli Begum and Sheikh Mubarak.

Nothing remains of the tombs now, except a small mound. People who live in the neighbourhood believe that a treasure lies under the mound. They say that big black cobras protect the treasure; one of them is so deadly that the grass is scorched when it passes over it.—UPP.


● آثار فیضی : مؤلف — مآثر الامرا — تعداد تالیفات فیضی را یکصد و یک نوشته : آنکه در دست داریم یا در شرح حال فیضی نویسندگان ذکر کرده اند ، بقرار ذیل است :

۱) دیوان طباشیرالصبح : آن در حدود یکه هزار شعر است . در دیباچه که خود نوشته این تعداد را ذکر کرده است . این قطعه در آخر دیباچه ثبت است که ازان نیز تعداد ظاهر میشود :

صد آفرین، بخامه فیضی، که هر نفس هر سوی جلوه میکند این آتشین کمیت
از بهر بساز کردن، گوش گران سران کوش بشش جهت زده این شش هزار بیت

نام این دیوان را او — طباشیرالصبح — گذارده است و از یک نامه که به دوستش نوشته معلوم میشود که دیوان مزبور وقتیکه مرتب شده، سنش بالغ بر چهل بوده است. و این نیز از نامه مزبور ثابت میشود که سلسله غزل سرائی متوقف نبوده بلکه آن دوام داشته و دیوان دیگری مهیا و حاضر کرده است. و سه هزار شعر اضافه کرده دیوانی مشتمل بر نه هزار شعر در حیات خود ترتیب داد و در قطعه که بالا نوشته شد بتغییر تعداد اشعار به این قرار ثبت نمود :

صد آفرین، بخامه فیضی، که هر نفس هر سوی جلوه میکند این آتشین کمیت
از بهر بساز کردن، گوش گران سران کوسی به نه فلک زده این نه هزار بیت (۱)

۱- نسخه دیوان که در کتابخانه ملی ملک تهران هست ، دارای شش هزار شعر است . و نسخه که موزه ملی بریتانیه (مکتوبه ۵۱۰۵۰) دارد، آن دارای نه هزار شعر میباشد . و نسخه 

دیوان در سال (۹۹۵هـ) ترتیب یافت و دیوان دیگر بین سنوات (۱۰۰۱-۱۰۰۴هـ) مکمل شد. و دران قطعه تاریخ وفات شیخ مبارک ثبت است.

از دیوان فیضی سه بار انتخاب اشعار بقرار ذیل بچاپ رسیده است :

(الف) دیوان فیضی چاپ مطبع افتخار دهلی (۱۸۹۴ع) ص ۱۸۸ (۱)

(ب) دیوان فیضی چاپ مفیدالخلاقیق دهلی غره رمضان (۱۲۶۸هـ ۱۸۰۱ع)

(ج) دیوان فیضی فیاضی چاپ فیروزالدین لاهور ص ۱۱۷

مجلس تحقیقات پاکستان دانشگاه لاهور تازگی در سال (۱۹۶۷ع) دیوان غزلیات (قسمت اول) وی را بتصحیح آقائی ارشد چاپ کرده است و اولین بار است که کامل دیوان بچاپ رسیده است.

نسخه خطی دیوان که تاکنون قریب بعهد فیضی در دست داریم، همان نسخه ایست که در دانشگاه علیگره بشماره (۱۳۱) مضبوط است، و سند. لال کاتب خصوصی فیضی در سال (۱۰۰۴هـ) استنساخ کرده است. و در کتب خانه اکبر پادشاه نیز داخل

که در کتابخانه مجلس تهران موجود و بسال (۱۰۸۶هـ) نگارش یافته (شماره ۶۲۱) فیز نه هزار و کسری بیت میباشد (سپه سالار ۲ : ۵۲۱)

تقی کاشانی نوشته که در سن چهل فیضی دیوانی داشت دارای قریب پانزده هزار بیت و مشتمل بر تمام اصناف سخن. در کتبخانه بانکیپور دیوان فیضی (مکتوبه ۱۱۲۲هـ) هست که دوازده هزار شعر دارد. از نوشته ابوالفضل ظاهر میشود که کلام فیضی من حیث المجموع در حدود پنجاه هزار میشود. (شعرالمجم ۳ : ص ۵۵)

۱- فهرست کتب چاپی فارسی موزه بریطانیه لندن ص ۲۰۴ این نسخه در ذخیره نگارنده هست.

(۲ رمضان ۱۰۰۶ هـ) داخل بود : (۱)

(۲) **خمسه فيضی** : در سال (۹۹۳ هـ) اکبر فيضی را برای نوشتن **خمسه بطرز** نظامی امر فرمود و فيضی در همان سال گفتن آغاز کرد . (۲)

(۱) **مرکز ادوار (مرآة القلوب)** : بجواب **مخزن الاسرار** در سال (۱۰۰۳ هـ) با تمام رسانید و بعد از مرگ فيضی ابوالفضل او را ترتيب داد : و این مثنوی اکثر در فتح پور گفته شده است : در اکبر نامه است که فيضی مامور بود که — مرکز ادوار — را در سه هزار بيت بانجام رساند ولی مثنوی که موجود است آن دارای (۱۴۶۲) بيت است (۳) دو بيت زیر سال تالیف و عمر ناظم را ميرساند :

این منی بيفش که کشیدم بغور دور نخستین بود از پنج دور
شرق کزین نامه پر و بال داشت عقل کمال چهلم سال داشت

(۲) **سليمان و بلقيس** : بجواب **خسرو شیرين** در لاهور آغاز کرد ولی بتکمیل نرسانید . اشعار مختلف یافته میشود .

(۳) **نلدمن** : بجواب **ليلی مجنون**

۱- مقدمه کلیات فيضی ص ۱۲ چاپ ارشد .

۲- مولانا شبلی نوشته که : در سال سی ام جلوس اکبر فيضی بفکر **خمسه افتاد** و اول از همه به — مرکز ادوار — دست برده، و در عین حال سایر مثنویات را هم بنیاد نهاد . و راجع بهر کدام اشعاری گفت ولی نظر بتراکم امور زیاد و مساوی که پیش میآمده ، هیچ کتابی را نتوانست پایان برساند . در سال (۱۰۰۲ هـ) ۳۹ جلوس اکبر مصلماً گفت که باید **خمسه** را بانجام برساند ! و اول از همه — نلدمن — با تمام رسیده (ص ۵۰)

۳- فهرست سه سالار ۲ : ۵۲۲

در ظرف چهار ماه (۱۰۰۲هـ) در لاهور بپایان رسانید : و عدۀ اشعار آن چهار هزار است، چنانکه خود گفته است :

این چهار هزار در ناهاب کا نگیخته ام به آتشین آب
فیضی این مثنوی را از نظر شاه گذرانید ، و بعطایا و انعامات شاهانه برخوردار گردید . چون قصه اش مربوط به هند بود و مورد علاقه خاص اکبر بود ، امر شد آنرا با خط خوش نوشته و جابجا مرقعات و تصاویر ضمیمه نمایند . و نقیب خان مخصوصاً مامور شد که آنرا برای شاه بخواند :

ملا عبدالقادر بدایونی هر جا ذکری از فیضی میآید عادتاً نیش میزند و آزار میرساند ، لیکن در اینجا مجبور شده تعریف کند و میگوید :

— والحق مثنوی است که در این سی صد سال مثل آن بعد از امیر خسرو شاید در هند کسی دیگر نگفته باشد —

مثنوی نلدمن چند بار چاپ شده است مثلاً :

الف) چاپ ایشیاتک لیتهوگرافیک کمپنی کلکته با تصحیح مولوی تمیزالدین ارزانی (۱۸۳۱ع) ص ۲۵۱ .

ب) چاپ مرتضوی لکهنو (۱۲۶۳-۱۸۴۰ع) ص ۱۴۲ .

ج) چاپ مطبع مظہرالعجائب شاهجهان آباد (۱۲۶۹-۱۸۵۳ع) ص ۱۲۲ .

د) چاپ نظامی لکهنو روز یکشنبه ۱۳ جمادی الاول (۱۲۰۳هـ) (۱۱ جنوری ۱۸۵۰ع) ص ۱۲۲ .

- (ه) چاپ کانپور (۱۸۷۳ع) ص ۱۲۲ (۱) .
 (و) چاپ لکهنو (۱۸۷۷ع) (۲) .
 (ز) چاپ نولکشور: مارچ (۱۹۳۰ع) ص ۲۵۷ .
 در ترقیمه عبارت زیر دارد:

— الحمدلله والمنة که مثنوی نلدمن فارسی مصنفه ملا فیضی
 فیاضی که از مرور ایام و کثرت طبع مسخ گردیده بود ،
 از نسخه قلمی محرره سنه (۱۰۸۲هـ) حرف بحرف مقابله
 کنانیده در مطبع منشی نولکشور واقع لکهنو بسرپرستی جناب
 منشی بشن نراین صاحب بهادر بهارگو و باهمتمام کیسری داس
 سینه سپرنندان در حیز طبع آمده جلا بخش دیده ناظرین
 والا تمکین گردید (۳)

نسخه خطی از این مثنوی در ذخیره نگارنده است که بتاریخ
 دوازدهم شهر ربیع الثانی روز سه شنبه (سنه ۱۳) موافق (۱۰۸۲هـ)
 استنساخ شده است .

(۴) هفت کشور: بجواب هفت پیکر

در احوال هفت اقلیم ولی گفته نشد .

(۵) اکبر نامه: بجواب سکندر نامه

کامل نشد جسته جسته وقتی گفته بود :

(۳) مثنوی راجع بگجرات: فیضی در غائله گجرات اکبر یک مثنوی نوشته که

۱- فهرست کتب چاپی فارسی موزه برطانیه ص ۲۶۶ .

۲- فهرست کتب چاپی فارسی در اندیا آفیس ص ۲۷۶ .

۳- این نسخه در ذخیره نگارنده است .

آنهم بقول مولانا شبلی ناپسند است ، چند بیت در یک نامه نقل شده که شبلی آنرا ثبت کرده است (۱) .

(۲) موارد الکلام : (در زبان عربی) زمانیکه تصمیم گرفت تفسیر غیر منقوط بنویسد این کتاب را قبلاً بطور مشق و تمرین - و اینکه زمینه را فراهم کرده باشد - نوشت . فیضی این در سال (۵۹۸۵) تالیف کرد و ببلاد عرب فرستاد و مورد تسحین واقع شده است (۲) این کتاب در کلکته بچاپ رسیده است .

(۵) سواطع الهام : تفسیر غیر منقوط در عاشر ربیع الثانی سال (۵۱۰۰۲) بانجام رسانیده و مدت تالیف آن کلیه دو سال و نیم است (۳) .
 نامه های که بدوستان خود نوشته ، در آن نامه ها ، اکثر بطور فخر و مباهات از آن ذکر کرده . و کسان هم که تاریخ و تقریظ برای نوشته اند ، نام آنها را هم مذکور داشته است :
 مولانا شبلی علیه رحمة میفرماید : تفسیر را کار نداریم ، هرچه هست باشد ، لیکن تاریخها و تقریظ ها خوب نوشته شده اند .
 ملا خیدر کاشانی از - قل هو الله - تمام تاریخ بیرون آورد . یکی دیگر از آبه - ولا رطب ولا یابس الافی کتاب مبین - (۴) تاریخ آنرا استخراج کرد . ظهوری و ملک قمی قصائد و رباعیها

۱- شعرا المعجم ۳ : ۵۱ .

۲- شعرا المعجم ۳ : ۵۲ آزاد نوشته است که نام این کتاب - موارد الکلام در الحکم - تاریخی است .

۳- دیباچه در یک هزار بیت نوشته و خانمه در ۹۹ فقره است که هر فقره دارای تاریخ میباشد .

نوشتند (۱) جایی بس تعجب است که یکمرد فیلسوف و دانشمندی مثل فیضی چگونه بر خود گوارا کرده که مغزش را اینطور بیموده بکار ببرد. شما تفسیر را که میخوانید بجز یکمشت الفاظ بیمعنی و مهممل — که بجا یا بیجا جمع کرده، اثری در طبیعت داشته باشد — ندارد. راست است، کس نمیتوانسته این کمانرا زه کند، و معذالک آن یک کار لغو و بیموده است، از کسی بر بیاید یا نیاید.

تعجب آور تر از همه اینست که مخالفین فیضی، در این قسمت هم بر او حمله و اعتراض کرده اند که: تاکنون کسی تفسیر بی نقص نوشته است و این بدعتی است او گذارده و آن خلاف شرع و شریعت است!

فیضی آنرا جواب برجسته داده میگوید:

کلمة — لاله الا الله محمد رسول الله — سراسر غیر منقوط است (۲). آقای یوسف شیرازی، فهرست نگار کتابخانه سپه سالار، راجع به این تفسیر نوشته که: راستی، مؤلف قدرت ادبی و اطلاع کاملی خود را بر لغت و توانائی زیاد بر انشا را بواسطه تالیف آن نشان داده (۳).

این تفسیر بسال (۱۳۰۶ هـ) در نوالکشور چاپ شده.

۱- رک: پاورقی صفحه ۱۱۶۴ کتاب حاضر.

۲- شعرالمجم ۳: ص ۵۳-۵۴.

۳- فهرست سپه سار ۲: ص ۵۲۱.

۶) لطیفه فیاضی: یعنی انشای فیضی، نورالدین مجد عبدالله بن حکیم ابن الملک که نسل از ایرانی و مولدش هندوستان بود و خواهرزاده و شاگرد فیضی بوده است: او تمام مکاتیب و خطوط فیضی را، بقول مجد حسین آزاد در سال (۱۰۳۵هـ) جمع آوری کرده و مجموعه مرتب ساخت، و اسم آنرا — لطیفه فیضی — نهاد.

مولانا شبلی میفرماید: از خطوط و نامه ها تا آنوقت بجای بیان واقعه، مقصود بیشتر اظهار هنر و انشا پردازی بوده است: و فیضی اول کسی است که ابتدا بساده نگاری کرده و در این طرز رقیبی که دارد همانا حکیم ابوالفتح است که رقعاتش — بچهار باغ — مشهور میباشد.

از خطوط و نامه هائی فیضی، تمدن و تهذیب اجتماع آداب و رسوم و هر گونه اوضاع و حالات آن زمان را، میتوان معلوم داشت: در بعضی موارد الفاظ هندی هم گفته میشود: مثلاً مادر را که — بوا جیو — میگفتند در نامه ای که ذکر آمد همین لفظ استعمال شده است. (۱)

۷) کلدسته نثر و نظم: این جنگ مشتمل بر انتخاب نثر و نظم اساتذۀ متقدمین است که فیضی برای خود جمع آوری نموده است. و ابوالفضل برآن دیباچه افزوده است: (۳)

۱- شعرالمجم ۳: ۵۲

۲- دربار اکبری ص ۳۷۲

۸) تذکره شعرا : این تالیف را آغاز کرده بود ولی پایان نه رسانید . زیرا که نشانی از آن در دست نیست : جز اینکه بدوستی در یک نامه چنین مینویسد :

— کتاب مقاصد الشعرا را البته چون تشریف آرند همراه آرند که اختتام تذکره موقوف بآن مانده . و از کتب دیگر هم آنچه توانند استنباط فرمایند ، که فقیر میخوام در خطبه آن ذکر شریف کنم — (۱)

۹) لیلوتی : این کتاب در فن ریاضی و هندسه از سنسکرت بفارسی در آورد . مؤلف آن بهاسکرا اچاریه است .

این کتاب بنام نسخه لیلوتی در ایدوکیشن پریس کلکته بسال ۱۲۴۲هـ (۱۸۲۷ع) چاپ شده است (۲) صفحه (۱۸۵). ترجمه اردو نیز در سال ۱۲۷۱هـ (۱۸۵۴ع) چاپ شده است (۳) .

۱۰) مها بهارتا : در سال (۸۹۹۰هـ) اکبر امر فرمود که مها بهارت را ترجمه کنند! علمای بزرگ و نامی هنوز جمع شدند . اکبر خود مطلب عبارت را به نقیب خان بیان میکرد و او بفارسی نقل مینمود . بعد ملا عبدالقادر بدایونی و ملا شیری (۴) وغیره را طلبیده بهر کدام قسمتی از آنرا واگذار نمود . و درین میانه دو فن یا دو قسمت از آن به فیضی محمول گردید (۵) .

۱- شعرالمجم ۳ : ۵۵ بقول آزاد این نامه به شیخ حسن کالپی نوشته شده است . دربار اکبری ص ۳۷۶

۲- فهرست کتب چاپی اندیا آفیس ص ۲۶۸ و فهرست کتب چاپی موزه برتانیه ص ۱۵۶ .

۳- آصفیه ۱ : ۸۲۱ .

۴- این همان ملا شیرینست که راجع به پادشاه نوشته بود .

شاه ما ، امسال دعوای نبوت کرده است گر خدا خواهد ، پس از سالی ، خدا خواهد شود

۵- شعرالمجم ۳ : ص ۵۵ بحواله بدایونی واقعات (۸۹۹۰) .

این کتاب از (ادی‌پردا) تا (دروناپ) ترجمه شده است ،
نسخه چاپی از آن است .

(۱) چاپ لکهنو ۱۸۹۷ تا ۱۹۰۰ پنج حصه (۱) .

یک نسخه خطی با تصویر بنام — رزم‌نامه — در کتابخانه شاهی
جیپور است و T. H. Hendley در فهرست نمایشنامه جیپور از آن
معرفی کرده (Vol IV. RAZM NAMEH - لندن ۱۸۸۳ع) (۲) .

(۱۱) بهاگوت گیتا : ترجمه آن نیز بفیضی منسوب است . لیکن از بیان
عبدالقادر بدایونی همینقدر ثابت میشود که : در سال (۸۹۸۳)
یسکنفر برهمن موسوم به بهاون ساکن اسلام آورد و در
دربار حاضر شد . باو از طرف اکبر امر شد که کتاب
مزبور را ترجمه نماید . این کار در اول به ملا عبدالقادر سپرده
شده بود ، باین معنی که بهاون مطلب را میفهمانیده و او
بفارسی نقل میکرد است . لیکن چون عبارت او مغلق و پیچیده
بود ملا عذر آورد و اکبر بجای او فیضی و پس بجای فیضی
ابراهیم سرهندی را بدین مهم گماشت . (۳)

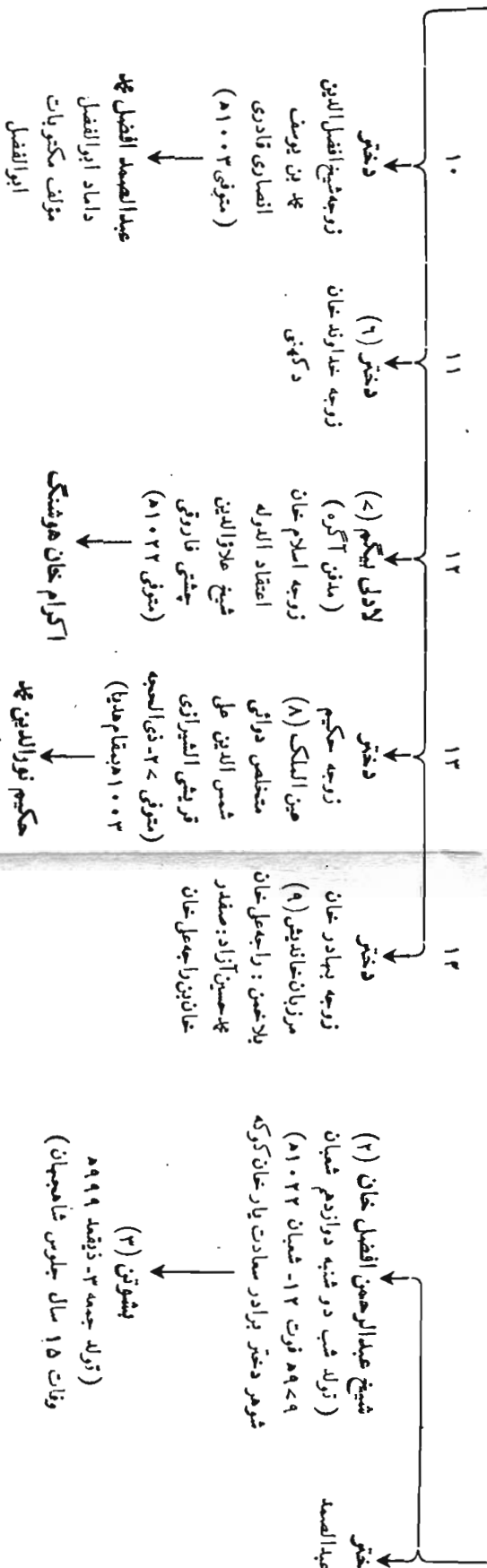
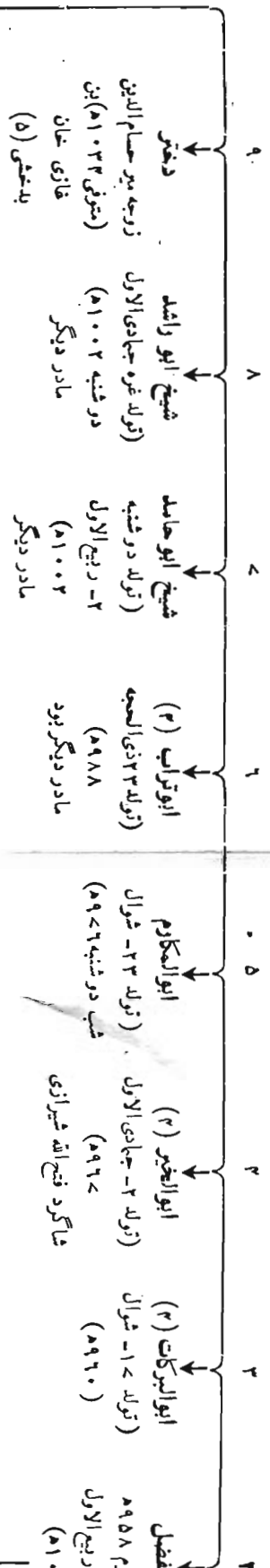
۱- فهرست کتب چاپی موزه بریتانیه ص ۳۶۵ .

۲- فهرست کتب چاپی موزه بریتانیه ۲۵۸-۳۶۵ غالباً همین کتاب است که ترجمه آن در
انگلس در سلسله Oriental Translation Fund of Great Britain & Ireland در
(سال ۱۸۳۱-۳۲) چاپ شده است . مترجم آن نوشته است که از همان نسخه ترجمه شده
است که با نام اکبر نقیب خان بفارسی در آورده است . (فهرست کتب چاپی موزه بریتانیه
ص ۳۶۶)

۳- شعرالجم ۳: ۵۶ و دربار اکبری ص ۲۷۴

این رساله ناپید است . (۱)

- ۱- فهرست تالیفات افراد این خانواده اینجا ثبت کرده میشود تا معلوم شود خدمات علمی این خانواده اصیل و جلیل چه قدر است :
- شیخ مبارک : (۱) منبع نفائس العلوم : تفسیر در چهار جلد .
- (۲) حیوة الحیوان : ترجمه از عربی .
- ابوالفضل : (۱) اکبر نامه (دفتر اول) در سه جلد واقعات تا (۸۱۰۱۱) .
- (۲) آئین اکبری (دفتر دوم) در (۸۱۰۰۶) تالیف کرد .
- (۳) مکاتبات علامی (سه دفتر) دفتر اول : مراسلات پادشاهان .
- دفتر دوم : رقعات و نامه های شخصی .
- دفتر سوم : تقاریظ و دیباچه و نثر .
- (۴) عیار دانش : کلیله و دمنه را در (۸۹۹۶) بفارسی آورد و از انوار سهیلی کاشفی آسان و صاف تر است .
- (۵) رقعات ابوالفضل : نامهای شخصی ابوالفضل .
- (۶) کشکول : مشتمل بر عبارات و اشعار . مولانا آزاد یک نسخه از او در دهلی دیده بود که بخط شیخ ابوالخیر بود .
- (۷) جامع اللغات : در ایام جوانی نوشته بود .
- (۸) خطبه بر زمانه : دو جزو است .
- عین الملک : (۱) طریقه قادریه .
- نورالدین محمد : (۱) لطیفه فیاضی : (۸۱۰۳۵) .
- (۲) رقعات ابوالفضل : (۸۱۰۳۵) این دو را ترتیب داده .
- (۳) انشای طرب الصبیان : (۸۱۰۳۷) (اندیا آفیس) .
- (۴) انشا راجع به عیار دانش : (۸۱۰۳۷) (اندیا آفیس) .
- (۵) الفاظ ادویه : (۸۱۰۳۸) (مطبوعه دهلی و مدراس ۱۲۶۵) .
- (۶) قسطاس الاطبا : در اصلاحات طبیه (تاریخ : الفاظ جید طب ۸۱۰۴۰) .
- (۷) مراتب الوجود : اصطلاحات تصوف (اندیا آفیس) .
- عبدالصمد : (۱) اخبار الاصفیا : در (۸۱۰۱۴) تالیف کرد .
- (۲) انیس الفربا : در تصوف تالیف (۸۱۰۱۱) .
- (۳) مکاتبات علامی : در (۸۱۰۱۱) ترتیب داد (تاریخ : مکاتبات علامی ۸۱۰۱۱) .
- (۴) مثنوی و مجموعه اشعار : صوفیانه اشعار .
- (رک : مآثر الامراء ۱۱۵ : ۲ - ۵۸۴ - ۶۰۸ - ۳۲۳ : ۳ - معارف اپریل ۱۹۶۰ - ۲۸۹ - ۲۹۹)
- فهرست ریو ۸۴۳ الف - فهرست اندیا آفیس) نیز رک : سلسله نسب شامل این کتاب .



عبدالصمد افضل محمد
 داماد ابوالفضل
 مؤلف مکتوبات
 ابوالفضل

اکرام خان هوشنگ

حکیم نورالدین محمد
 در (۱۰۵۰هـ) زنده بود
 فیضی باری بسیار
 ملاقه داشت
 مؤلف لطیفه فیاضی

۵- سنه قندهار، الاصل، قوله کلام، مرید خواجها ساقی، باقیه

۵- سنه قندهار، الاصل، قوله کلام، مرید خواجها ساقی، باقیه

۵- سنه قندهار، الاصل، قوله کلام، مرید خواجها ساقی، باقیه

● اولاد فیضی : فیضی اولاد غالباً نداشت ، یک پسر بنام مجد کمال بود که در سه سالگی وفات یافت و تاثیری بسیار بر دل فیضی گذاشت . فیضی در رثای این پسر مرثیه زیر سروده است که در سوز و اثر معادل ندارد :

مرثیه مجد کمال پسر سه ساله

بر بسام شادمانی دل ، کوس غم زدن
از حسب حال خود ، دوسه حرفی رقم زدن
هنگامه نشاط جهانی بهم زدن
زین ماجرا که بر سر من رفت دم زدن
بر خوابگاه خلوتیان عدم زدن
دستی بفرق ماندن و در خون قدم زدن
بیهوش داروی ، بشراب الم زدن
بر آبگینه ام همه سنگ ستم زدن
خواهم سواد دیده بنوک قلم زدن
منشور ماتم است ز سلطان غم مرا
آتش بجای آب ز چشم علم کشد
تا این سیاه پوش معافی رقم کشد
دستم بصد هزار گرانی قلم کشد
گاهی ، چگونه اینهمه ، کوه ستم کشد
کاتش سیو سیو ز شراب عدم کشد
خونی بهم بگیرد و آهی بهم کشد
تا این زمین ، که تشنه بخونست ، نم کشد
خونابه بر تراود و شورابه هم کشد
خواهم که ، نیم مرده من ، یک دودم کشد
آتش زنیذ خانه که شمع مراد مرد
خونابه گره شده ، از دل بیرون کنم
وان ناله ایکه ، پیش نکردم ، کنون کنم
در جان نیم سوخته ، آتش فزون کنم
از یک تپانچه اش یکف غم زبون کنم

خواهم دگر ، بحلقه ماتم ، علم زدن
خواهم دگر ، بکلک سیه روی دل خراش
خواهم دگر ، بشورش یک آتشین خروش
خواهم دگر ، بدود دل و آتش جسگر
خورم دگر ، ز سوز درون نمره بلند
خواهم دگر ، بچشم رفیقان آشنا
خواهم دگر ، ز بهر حرفان زهر نوش
هشدار ! تاکی ای فلک آبگینه چشم !
تا این سیاه نامه نیفتد بچشم من
این نامه ای رسید ، ز ملک عدم مرا
بازم چه شده ، دل همه طرفان غم کشد
بازم قلم ، چو پیکر تابوت غم فزا ست
باز این ، چه قصه میکنم املا ، که هر زمان
در شرح غم ، خمیده روانست خامه ام
دل از کجا و آب بقا ، اینکه آن نفس
در روزگار همنفسی نیست ، تا کسی
ایدل ! بیا و از مژه خون بها بریز
لیکن چه سود ؟ دیده و دل گر هزار بار
یاران ! ملامت میکنید ، از خروش دل
ای همدمان ! چراغ من از تند باد مرد
شد وقت آنکه ، دیده چو دل ، غرق خون کنم
آن غصه ایکه ، پیش نخوردم ، کنون خورم
دل بر گدازم از تف آه و ز خون گرم
صبر دلیر پایم ، اگر روبرو شود

دل را که ، لاف صبر زدی در برابرم
 وین عقل را که ، پرده نشین سلامت است
 گویند غافلان ، ره صبر اختیار کن!
 تنها درین الم ، غم یک دل بسنده نیست
 تا گوهر نهفته بخاکم برون فتنه
 دردا که ! کرد ناگه ازین تنگنا خرام
 وا حسرتا ! کزین چمن آن نونهای رفت
 چون لاله ، داغها بدل ماست ، کز جهان
 در خاک و خون بجلوه چو طائوس بسلم
 طفلان بجای شیر و شکر ، خاک و خون خوردند
 صبیری که ، سالها نگهش داشتم بدل
 در احتراق مانده ام از بخت خویشتن
 فرخنده کوکبی که ، بسوقت غروب او
 گه چشم خویش مالم و گه دست خویشتن
 عالم بود بدیده من تیره ، بسی رخس
 آنکو غمش براه الم توشه منبت
 طفلی گذشت ، کو ادب آموز ، پیر بود
 مهرش ، بجان بنده و آزاده ، راه داشت
 زین غم ، زبانه میزدم ، آتش درون
 بشگاف خاک ، و گرد برویش نشسته ، بین
 بر دل خدراش تخته تابوت مانده تن
 کردی بختده های دلایز ، صید خساق
 میریخت خون دل ، بشکر خنده های گرم
 فگرفته ، از معلم آداب ، لوح علم
 از بسکه ، بود عقل هیولانیش ، بلند
 طمع ادب طراز و معانی نورد داشت
 بر خاک ریخت همچو گل آن تازه رودریغ
 این چرخ خیره چشم ، که خاکش بفرق باد
 گفتم بناله بکشایم دل حزین
 می جستمش ولی ز چنین گوهر مراد
 یابید ز خاک تیره ، تیمم کنند خلق

کو ، تا بصد هزار بلا آزون کنم
 از نیم ناله ، بادیه گرد جنون کنم
 چون اختیار در کف من نیست ، چون کنم
 خواهم بدل غم همه عالم درون کنم
 چون آسمان ، سزد که ، زمین سرتگون کنم
 آن کز کمال هیچ ندیده بغیر نام
 و ز رفتنش ، ز باغ طرب ، اعتدال رفت
 ناچیده لاله هوس آن غزال رفت
 زان طوطی بهشت ، که نکشوده بال رفت
 کان طفل شیر خواره شکر مقال رفت
 پیرانه سر ، ز رفتن آن خرد سال رفت
 کان ، اختر سعادت من ، در وبال رفت
 پرتوز آفتاب و ، فروغ از هلال رفت
 کان یک دو روزه مهر بخواب و خیال رفت
 من نیز می روم ، چو ز عالم ، کمال رفت
 دلبنده دیگران و جگر گوشه منست
 حسش بچشم پاکدلان دلپذیر بود
 حرفش ، بگوش پیرو جوان ، جای گیر بود
 کانش فکن شراره من ، زود میر بود
 آنکو ، غبار آینه اش ، از عبیر بود
 نازک تنی که ، تکیه گه او حریر بود
 تنها نه ، جان سوخته من ، اسیر بود
 با آنکه ، غنچه اش شکر آلود شیر بود
 در اعتدال ، حسن ادب ، بسی نظیر بود
 میکرد ظاهر آنچه مرا در ضمیر بود
 طفل سه ساله ، دانش می سه ساله مرد داشت
 خورشید پاره ای بزمین شد فرو دریغ
 بر خاک تیره ریخت مرا آبرو دریغ
 ماندست پاره پاره جگر در گلو دریغ
 تا فرق سوده شد قدم جست و جو دریغ
 ز آب زلال بسهر نمایش وضو دریغ

زان دلربا فرشته جبریل خو درین
 کان آب رفته ، باز نیاید بجو درین
 زان آب و تاب حیف و زان رنگ و بو درین
 بویش، ولی نمیرسد از هیچ سو درین
 طاقت نماند آه کجا شد کمال من

یا قوت پاره ز کف من ربود و رفت
 بر من هزار تیغ بلا آزمود و رفت
 آن شاخ را ز بیخ بناگه درود و رفت
 زین آتش نهفته برآورد دود و رفت
 گوئی: زدور گوشه ابرو نمود و رفت
 کز دل، هزار چشمه خونین، کشود و رفت
 جانگاہ نالها ز پی هم فزود و رفت
 چشمش ز بهر خواب گرانی غنود و رفت
 برگ گلی نچید ز باغ وجود و رفت
 دلهای پاره بسته نخل جنازه اش

من بی تو تیره روز، تو بی من چگونه
 تا در کفن تو پسای بدامن چگونه
 تو زیر خاک ساخته مسکن چگونه
 تو در لحد گرفته نشیمن چگونه
 ای یاسمین عذار سمن تن چگونه
 ای رنگ بخش، این گل و گلشن چگونه
 هنگامه ساز حلقه شیون چگونه
 ای شعله های غم بدل افکن چگونه
 ای رنگ و بوی سوری و سوسن چگونه
 گویم دعا بشادی روح و روان تو

نور تو، شمع خلوت دارالسرور باد
 پروانه ضیاء ده اهل قبور باد
 لبریز ساغر ز شراب طهور باد
 آرام بخش نخل تو آغوش حور باد
 فریاد های مانعیان از تو دور باد
 از نور بر فروخته چون نخل طور باد

شکل و شمائلش نه بود حد آدمی
 ایدل! چه سود ازین همه خونابه ریزیت
 گلدسته مراد، ز دستم بخاک ریخت
 هر سو چو باد صبح، سراسیمه میروم
 زین هجر جانگداز خرابست حال من
 آه از اجل که، بردلم الماس سود و رفت
 این ترک فتنه جو، که جهانی شهید اوست
 گفتم که: میوه ای خورم از شاخ آرزو
 تا روز من سیه کند و روزگار هم
 حسرت فزاست رفتن آن نورسیده ام
 از کاوش جگر، مژه ام در تراوش است
 دل سوز داغها بر هم نهاد و سوخت
 آن شاخ نرگسی که، سراپا شگفته بود
 صد خار حسرت است مرا در جگر، که او
 بینید آن جنازه و آن نخل تازه اش
 ای روشنی دیده روشن! چگونه
 من در فراق، دست و گریبان صد غم
 مسکین من از فراق تو در آب و آتشم
 ماتم سراسر خانه من، در فراق تو
 برخار و خس که بستر و بالین خواب تست
 گل گل شگفته گلشن چشمم، ز خون دل
 داریم ناله ای که، جگر میکند شگاف
 میسوزم از فراق و نشانت نمی دهد
 پژمرد، بی نسیم تو باغ و بهار من
 چون در جهان نمیدهم کس نشان تو
 یا رب! رخت چراغ شبستان نور باد
 شمی که روشن است ازو طاق مسرقت
 زان سانکه جام لعل تو سرشار شیر بود
 گر از کنار دایه ات ایسام بر گرفت
 هر دم ز پرخ میگردد بی توناله ام
 در گرد روضه تو، گیاهی که بر دم

چندان که میخورم غم هجران تو شادباش
چون عاقبت، رخ تو باین چشم دیدنی است
دائم، فغان خلاق گرانست، بسردلت
گر بس کنم ز ناله، نه از یاد بردمت

وین مائمی که میگذرد بر تو سور باد
صبر من از تو تادم صبح نشور باد
در شورش غمت دل (فیضی) صبور باد
آسوده ام که، در کنف حق سپردمت

● فیضی در صفت خود :

شکر خدا که، عشق بتان است رهبرم
بت چیست، رخ نگاشته معنی دلنشین
استاد برهنم، که به بتخانه خیال
زنار، موی پیچ خطوط مسلمانم
در سومنات فکر و صنم خانه خیال
پاکی عشق بین که، دل و دین ربوده اند
سیماب رمز، و طلق معانی، و مس لفظ
درکنج فکر، آتش موسی معانقم
مزمار محفل جبروت است، خامه ام
با خضر، نیم قطره نه پیموده ام، ولی
گر نوک خامه ام، نشود خشک، بنگری
دست تخیلم، چو در آسمان زند
آئینه ببرد نفس من، که قدسیان
از صبح پرده ام بدم آتشین گرو
در بحر معرفت، که کنارش، پدید نیست
لایح بود لوامع قدس، از حدیث من
بر عطر من برقص، که بیرون کشیده ام
دائم بود سجنجل مه پیکران غیب
حرفم بخوان، که رقه این لوح، نه خطم
نقشی است دوستی، ز تصاویر فطرتم
بر آستان قدس، گدای معینم
نشناخته رسانت بیت الخیال من
با نور طبع، بر افق علم کوکبم
با دقت خیال، درج سنج طارقم
پیموده ام محسب افلاک سربس

در ملت برهنم و در دین آذر
کاندر کلیسای ضمیر است مضموم
در سجده حضور فرود آورد سرم
ناقوس، نغمه خیز دوات معنبرم
رهبان بت پرستم و فسیس بتگرم
کلک و ورق ز سرو قدان سمن برسم
حل کرد آتشین نفس کیمیا گرم
در راه حرف، باد مسیحا تگ آورم
قانون مجلس ملکوت است، مسعارم
آب حیات، میچکد از خامه نرسم
دامان روزگار، پر از نخل نوبرم
سازند در هزار معانی بخیرم
صد نامه بسته اند، بیبال کبوترم
جز آفتاب نیست درین قصه داورم
مردانه، بر سبوی دل خود، شناورم
جوهر نمای آئینه های سکندرم
از نافه آهوان حرم، مشک اذفرم
در دست روزگار خود آرا نه در خورم
نقشم بین که، مهره این دبر شلدرم
مدیست راستی، ز مبادی دفترم
بسر خوان غیب، راتبه خوان مقررم
معمار گل مگوی، که بنسای مرمرم
با فهم راست، بر فلک فضل محسورم
با فکرت بلند، رصد بند اخترم
هر چند اوفتاده چاه مقعرم

ازهار قدس را ، چمن آرای دوحه ام
 در سر ، مراست عقل فلاطون خم نشین
 در جدول وجود ، که زهت گه صفاست
 آن نیستم که ، بودم ازین پیش عمرها
 ماهیتی دگر شده ام ، کاندرا آئنه
 برخوردارم ز راستی خود ، که کرده اند
 نظاره چمن ، نگوارد بچشم من
 در ظاهر ، از کلیم ملامت مخاطبم
 خوابم مکن خیال ، که از عین غفلت است
 صورت پرست ! در شیخ ظاهر مبین
 طبع دلیر دارم و بساریکی خیال
 از آسمان ، سری نتواند ، برون کشید
 گر اخترم ، دلیل بگردد بدست عشق
 در شاهراه عشق ، بلند است مقصدم
 از خاک بر گرفته خاقان اعظم
 در حضرتش ، بظاهر و باطن ، مکرم
 از فیض اوست ، این همه سیراب گلشنم
 باغ فریب چشم ملک نقش خوشترم
 دارم خطابه خطابه سرای مدحتش
 شایسته بی بها گهرم ، گنج شاه را
 رخسار من ، ز حال دورنگی ، منزله است
 تا هست ، گوهر سختم ، گوشوار عرش
 دست عطفش که ، بفرقم رسیده بود
 فتح است ، بر جنود مخالف صف مرا
 طالع ، مرا چو بسته ، بفتراک دولتش
 مغزم پر است ، از نمک خوان نعمتش
 پرورده ام ، بجائده های نعیم شاه
 هر بامداد ، قبله من ، آستان اوست
 آید مگر کلید سعادت ، بجیب من
 دارم نطق چاکری و طوق بندگی
 هندوستانی چو منش بنده عیب نیست

اعراض عقل را ، نظر افروز جوهرم
 کز فیض اوست ، عالم معنی بصورم
 موزون نهال فضل ، چو شعر زمخشرم
 حیران خود شوم ، چو بخود باز بنگرم
 تمثال خویش مینگرم ، نیست باورم
 پیوند سیب و نار بسرو و صنوبرم
 بر سوری و سمن ، نشود باز عبورم
 در پرده ، با عنایت حکمت موقرم
 گر پنبه های گوش بود ، حشو بستم
 فضل مصورست ، که در جسم لاغرم
 خون در دل عدوست ز موی غضنفرم
 حیران حقه بازی این هفت چنبرم
 با همراهی ریگ روان ، راه بسپرم
 کز عاشقان ، حضرت خورشید انورم
 بر آسمان کشیده دارای اکبرم
 در دولتش ، بصورت و معنی ، توانگرم
 در بزم اوست ، این همه لپریز ساغرم
 عطر دماغ ، روح قدس ، دود مجرم
 پست و بلند ساخته اندیشه منبرم
 لیکن نه گوهری که ، بگیرند در زرم
 الهاس ایضم من و یاقوت اصفرم
 مدحت سرای قخت و دعاگوی افسرم
 در کارزار نفس ، همانست مفسرم
 کز خیل بندگان خدیو مظفرم
 کس ، چون گمان برد که ، شکار محترم
 یعنی که ، با خلوص عقیدت مخرم
 زان با زبان چسب چو لوز مقشرم
 کز شوق آفتاب شرف رو بخاورم
 بر آستانه سلسله بر پای چون دزم
 در حضرتش مباد ، جز این زیب و زیورم
 از لشکرم اگر چه سیاهمی لشکرم

همواره باد، سایه فگن چتر منجرم
 وز خود گدا، گدای در قصر قیصرم
 کاندر نبرد معرکه خصم صفدم
 گر بساب انفعال گرفتند مصدرم
 با لوح ساده آئینه هفت کشورم
 شاگرد نو رسیده استاد پرورم
 روز نخست، حرف ادب کرد از برم
 بیرون کشیده از صدف صلب گوهرم
 کافضالها ست از برکاتش میسرم
 کز فیض او، چو ابر بذیل مطهرم
 نه بحر، فخر کرد بپاک گوهرم
 نور دو چشم نه پدر و هفت مادرم
 کز شیر اوست، این همه پرورده شکرم
 روشن شراره که، درخشنده اخترم
 کسز دودمان علم، چراغ منورم
 چون حوت در شناوری بحر اخضرم
 از فضل طایلسان شرف کرد در برم
 معروف چار رکن به نیکی محضرم
 تا در زمانه نام بغیضی بر آورم
 دریافتی که، فیض ازل را، چه مظهرم
 او بود در تلاطم امواج لنگرم
 چوب عصای همت او گشت رهبرم
 در کارزار نفس، همانست مغفرم
 چون مهتدی، بشارع شیخ معمرم
 و ز سروران علم و ادب، اوست سرورم
 هم نکتها، چو موی بیا موخت بیمرم
 بادا بصد شگوفه و گل، سایه گسترم
 در فضل، مفتخر ز گرامی برادرم
 دارد زمانه، مغز معانی معطرم
 در عمر اگر ازو، دو سه سالی، فزون ترم
 گر از درخت گل گذرد شاخ عبرم

پروای آسمان نبود، همت مرا
 هر چند قدوة الشعرایم، نیم گدا
 از مدحش آب یافته تیغ زبان من
 افعال من مطابق میزان استوا
 نقش و نگار دهر ندارد ضمیر من
 بی پیر نیستم، چو جوانان بی ادب
 استاد من، کسی است که، در درگاه دل
 بحریت موج خیز، که از جنبش نخست
 دانی مبارک و متبرک باسم و وصف
 دریای همت است بر آفاق موج زن
 روزیکه شد، ز بطن بطون، گوهرم برون
 نازم باسمان و زمین، کز فروغ عقل
 چندین حقوق، دایه توفیق، بر من است
 از من هزار شمع فرزند، که در نسب
 هر صفحه ام، ز باد مخالف، پناه باد
 حوت است طالع من و زین طالع شرف
 چون، مشتری بخانه خود، بود مستقیم
 از میمنت فشانسی اوتاد اربعه
 از آسمان رسید ابوالفیض نام من
 دیدی پدر، چو زانچه طالع مرا
 روزیکه، شد سفینه امید من، روان
 در ورطه که، کشتی من، تخته تخته شد
 دست عطوفتش که، بفرقم رسیده بود
 از گمراهی عقل، نترسم شب شباب
 از صاحبان فضل و هنر، اوست صاحبم
 هم علمها، چو نقطه بیندوخت بی حدم
 خوش دوحه ایست، بارور از روضه صفا
 با این چنین پدر، که نوشتم مکارمش
 برهان علم و عقل ابوالفضل، کزدمش
 صد ساله ره، میان من و اوست، در کمال
 در چشم باغبان، نشود. قنبر من بلند

از آسمان بزرگ تر از خاک کمترم
 در بحر اگر نهنگ ، در آتش سمندرم
 از خاک و باد آتش و آبست پیکرم
 بر چهره زریز سرشک معصومم
 طعم مزه که ، مورد حکم مقامم
 هریان تن اوفتاده ، درین هفت چادرم
 بسا عندلیب نغمه زن فارس همپرم
 نشناسد از صفیر ملک ، صیت شپیرم
 تا در برابر است ، فغان در برابرم
 خر بانگ زد بلند ، که من گاو عنبرم
 گر زر جعفری است ، بیک جونمیخرم
 کآز زده خاطر ، از سخنان مزورم
 بر فرق ، منکران سخن ، زخم منکرم
 زمین دیوباد چشمه نگرده مکدرم
 کز ، بهر خرمن خس و خاشاک سرصرم
 از سینه حسود غلافی ، بخنجرم
 غرق عرق ، ز گری طبع دلاورم
 کافتاده ذره وار برین کسوی اغبرم
 کز نفس خچود ذمائم اخلاق بشمرم
 دارد نشان سندان بت جسم کافرم
 هست از درون زبانه زنان نقش اژدرم
 صد خنده میزنند ، ازین هفت منظرم
 تصریف دهر کرده ، چو لفظ مصفرم
 کز پیشگاه مرتبه ، پس مانده چاکرم
 او پارسای متکف و من قلندرم
 خاشاک وار مضطرب احوال و مضطرم
 تا چند بر لب آرم و تاکی فروربرم
 از استماع حرف نیایی اگر کریم
 این هاقلان دگر ، من دیوانه دیگرم
 با خود کجا دگر کشد افکار ابترم
 کین تشنگی نه کم شود ، از آب کوثرم

جانیکه ، از بلندی و پستی سخن رود
 در هر مقام ، با صفتی میکنم ضهور
 چون دیو خانه سوز نیم آتشی مزاج
 ترسم که ، نام من به دو رنگی برآورد
 گر نقش من خطاست ، ولی حرف من صواب
 در قیسه روزگار ، گرفتاریم میبین
 طوطی نکته پرور هنرم ، که در خیال
 طؤس سدره ، جلوه ده بارگاه قدس
 زاغان جیفه خوار ، سیه روزگار ، را
 این آن دعوی هست که ، بر ساحل محیط
 هر گوهز سخن که ، بر آید ز کان جهل
 آزار اگر رسد بمزور زمن ، رواست
 از نقش تازیانه تادیب کمتر است
 طبع مرا غم از دم غولان دشت نیست
 بر ازدحام مدعیانم ، چه التفات
 تیغ مرا برهنه نیایی ، که دوختند
 استغفرالله! این چه گزاف است و این چه لاف
 من از کجا ، و عرصه چوگان افتخار
 هر موی من ، نشانه سزد از پی شمار
 خاک حرم ، بناصیه طاعتم ولی
 بر گرد لب دم ملکی عود سوز روح
 پایم بگل فروشد تا فرق ، و عرشیان
 با ازدیاد صوری ، و نقصان معنوی
 من از کجا و قرب سریر سرور شاه
 من کیستم؟ مرا بپدر نیست نسبتی
 نام ثبات نخل کهن میبرم ، ولی
 این نیم جان سوخته ، کش گوئیم نفس
 سیاه ناگداخته ، در گوش من ، بریز
 با اهل روزگار ، مرا نیست الفتی
 حرفی بخویش دارم و خوش میکنم دل
 آتش بمن زیند که ، بگدازدم تمام

گر مردیم علم نشود در نبرد خویش نسی در خسور کلاه که شایان معجزم
 مردانه بسته ام کمری، در مصاف خود بادا درین مصادقه توفیق یساورم

در ستایش خویشتن

حریت خلوت من ، عقل ذوقن من است
 اگر ، ز چهره علم ، نقاب بردارند
 وگر ز دیده عقلم ، حجاب برگیرند
 عجب که ، حوصله روزگار بر ناپد
 جمازه ، کز پی شبگیر آسمان ، بدم
 محیط قدسم و ، از موج فیض ، میجوشم
 بااعتدال خرد آن جهان منتظم
 بهفت دریا ، پرورده اند ، گوهر من
 کسیکه جوهر انصاف نیست در گهرش
 دران عروج که ، دارند سلم عقلم
 ستوده مستخب کارگاه ابداعم
 بکائنات ، درون و برون ، بیک رنگم
 به پیشگاه ادب ، تا ز حرف لب بستم
 به جادوی نفسم صبح بر نمی آید
 گرت هوای بلندی است سر فگنده خرام
 عزیز مصر معانی ، درین جزیره ، منم
 به عرصه سخن ، آن شهسوار گرم روم
 بغیر رائض توفیق ، کس نمی بینم
 ز نوک خامه من ، نیم نقطه بیرون نیست
 گزین بنای بر آورده یداللهم
 بلند دوحه باغ بهار افضالم
 دریده چشم منم ، در نظاره ملکوت
 قرايه ام ، ز رحيق رقيق دهر ، تهی است
 علو پایه نظم ، بدان مقام ، رسید
 بروز شمع دانشم جهان بگرفت
 سری به تیغ قضا ، میزند معاند من
 طلسم هستی من ، مظهری است ربانی

صریر کلک من ، آواز ارغنون من است
 یقین متعینان اولین طنون من است
 معارف علما ، نشئه جنون من است
 اگر برون فگنم ، آنچه در درون من است
 ستاره ، همسر و اندیشه رهنمون من است
 بحور فیکرت دریا دلان عیون من است
 که آسمان وزمین ، جنبش و سکون من است
 صفات آنچه درون من و برون من است
 بهیب چنین عقل هنر فزون من است
 بلندی سخن ، از پایه های دون من است
 زمانه کیست ، که در بند آزمون من است
 ظهور من ، همه آئینه بطون من است
 به هر کجا که زبان آوری زبون من است
 زبان مدعیان بسته فزون من است
 که سر بلندیم از کلک سر نگون من است
 سپهر ، قطره دریای نیلگون من است
 که برق ، نعل برون جسته هیون من است
 که تازیانه زن توسن حرون من است
 شروح انفس و آفاق ، در بطون من است
 فراز عرش ، برین کرسی ستون من است
 نهال طویسی پیکار غصون من است
 بهفت پییده عصمت نظر مصون من است
 قوام بساده سدهوشیم ، زخون من است
 که درین من بود امروز هر که دون من است
 از آن چه سرد که ، نادان پی نگون من است
 در اختلاف زدن خصم را شگون من است
 که کائنات بنظاره شیون من است

سخن ز مپیده فیاض میکسند (فیضی) سیه دل آنکه ، گرفتار چند و چون من است
فروتنی ز خسان ، کی بود تمنایم به سجده ادبم کلکک واژگون من است

● فیضی در کشمیر : اکبر در آغاز سال سی و چهارم — که از شب سه شنبه چهارم جمادی الاول (۵۹۹۷) شروع شد — عازم سفر اول کشمیر شد و بتاریخ شانزدهم از آب راوی گذشته بتاریخ بیست و پنج خرداد در حدود سرینگر نزول فرمود . در اکبر نامه هست :

— بیست و پنج خرداد پس از هشت ساعت و بیست و چهار دقیقه یک نیم گروه و هیژده بانس در نوردیده بشهر سرینگر رایات همایون بر افراخته آمد . جوق جوق مردم پذیرا شده بنوازش کام دل بر گرفتند و بنثار و پیشکش بهروزی اندوختند . بسوالا کاخ یوسف خسان مرزبان کشمیر قدسی نزول شد . و سپاهی خانها به دیگر بندگان بخش کردند . و فرمان شد که لشکری در منزل رعیت فرود نیاید . از دارالملک لاهور تا این جا نود و هفت گروه و هفت باس در بیست و چهار کوچ سپردند . اگرچه بشماره گروه دوری ندارد، لیکن اژان نشیب و فراز نابهنجار بس دور و دشوار نما . الله ! که دیرین آرزوی کشور خدا باسان روشی بر آمد . و در خواش آنچه فرمان دهان باستانی فرو شدند ، بکمر توجیه فرا دست رسید — (۱)

ابوالفضل راجع به سرینگر نوشته :

— سرینگر بزرگ شهر است بدراز آباد . رود بار بهت از میان آن برگردد . و دران بیشتر چسبین کاخها تا پنج آشپانه بر سازند . و بر فراز بامها لاله و رنگا رنگ گل بکارند ، و در بهاران رشک افزای گلستان گردد . در هنگامیکه بهند بارش شود درانجا نیز بارد . و چون توران و ایران ، در زمستان فراوان برف ریزش کند . و در بهار باران . و از کم بارش کشت و کار را کمتر زیان رسد . ثنا طرازی این ملک به تنگنای گفت در نیاید — (۱)

این سفر تا غره امر داد ماه الهی طول کشید و به این تاریخ پادشاه براه پاکلی باز گشت را آغاز کرد :

عرفی و فیضی در این سفر در رکاب شاه بودند ، ابوالفضل قصیده ، که فیضی در آن موقع در حضور شاه گذرانید ، در — اکبر نامه — ثبت کرده است که به این قرار است . (۱)

قصیده

که بار عیش کشاید به عرصه کشمیر
 ورق نگار خیالست و نقشبند ضمیر
 زمین او متلون ، چو صفحه تصویر
 به نقش های عجب ، کارنامه تقدیر
 گیاه او ، بتوان گفت روح را ، اکسیر
 بجان ، مناسبت باد او ، چو شکر و شیر
 به نزد آب روانش ، زلال خضر غدیر
 بدل به نمره مستانه ، صیحه تذکیر
 صدای آب ز آواز ارغنون تعبیر
 فداش . نمره تمهیل و غلغل تکبیر
 بهم یکی دی و اردی بهشت و بهمن و تیر
 بیسیاد داده ز آمیزش گلاب و عسیر
 که باد را ، نتوان داشت پای در زنجیر
 کنند قسمت بر جزو جزو عالم پیر
 که آب و خاک طرب را ، چنین بود تاثیر
 هزار چشمه جوشنده ، چون دل نحریر
 کنند محتسبان ولایتش تعزیر
 که سرزند همه عناب از نهال زریر
 بهر نظاره ، بتازد نظر ، بصنع قدیر
 بس است از لب مرغان نغمه سنج صغیر

هزار فاصله شوق ، میکند شبگیر
 قبارک الله ! ازان عرصه که ، دیدن او
 سواد او متنوع ، چو عرصه نقاش
 به طرزهای گزین ، کارخانه ابداع
 غبار او ، بتوان خواند چشم را ، دارو
 بتن ، موافقت آب او ، چو باده و گل
 به پیش فیض نسیمش ، دم مسیح ، سدوم
 گرو بمیکده عشق ، خانقاه ورع
 غریو کوس ز جوش و خروش می ایما
 ز هوش میبرد ، الله اکبر ! این چه صداست
 فصول او ، متشابه ز اعتدال هوا
 زمین صندلیش ، نم ز برف کافوری
 نسیم او ، ز سر آب ، تیز میگذرد
 ز سر جوان شود ، از یک نسیم صبحدمش
 درو ، بجای گیا ، زعفران همیروید
 بهر طرف روی ، از بحر فیض مالا مال
 اگر نه مفتی او میکشد به قاضی شهر
 ز اعتدال هوایش ، شگفت نیست شگفت
 بحیرتم که ، چه آثار قدرت ازلیست
 درین دیار ، مفتی ! قرانه ساز مکن

که تشنگان هوس را، همین بود تدبیر
 بمقل درتگ و تازو، بصیر در زد و گیر
 اگر ازو فگنی قسطه بچشمه قیر
 شعاع جوهر او گرفتد بچشم ضریر
 کنند از تف این باده برگ گلی تقطیر
 کش از میان فواکه گرفته اند امیر
 نسیم بر فگند طبع ذوق در تعطیر
 که با هزار دل آید درین چمن انجیر
 که هست، بر قدمی، لباس حرف قصیر
 کشیده شیردلان را بدام عشق اسیر
 کنند دست حمایل بگردن نخچیر
 سپهر کرده مگر، خاک او بباده خمیر
 فگنده لاله و گل را، بجای قرش حریر
 خدیو غیب سپه، پادشاه عقل وزیر
 نه بخت را، به سرانجام دولتش تقصیر
 مصون مکارم ذاتش ز وصمت تغیر
 چو اسم اعظم در لوحه لوحه نکیر
 بود احاطه او، بر نقیر و بر قطیر
 بلطف و قهر شد آفاق را بشیر و نذیر
 بمعجزی نظارش، نقد هفت گنج حقیر
 نوشته عامل جودش بر آرزو توقیر
 که دست همت او زد طپانچه تشویر
 مگر بزهر هلاهل کنند شان تخدیر
 چراوست زنده جاوید، گوحسود، بمیر
 کتاب فضل بنامش خرد کند تسطیر
 نماند قلب ریا، در دکانه تزییر
 که عقل در لمانست و فیض در نکثیر
 نوید فتح رسانند، منهبسان بشیر
 بدان صفت که، سلیمان، پری کند تسخیر
 دران زمین سعادت، بسجده شکر پذیر
 خرابه دل درویش را، کند تعمیر

شراب خورده حریمان، بجای آب، درو
 خراب آن می بیفش شوم، که هست چو عشق
 بعینه زر مخلول، آیدت به نظر
 کند مشاهده نصف النهار، جرم سها
 اگر دماغ لطافت، شود گلاب طلب
 خروج کرده، غیب در چمن، سپاه سپاه
 شمیم سبب دهد، مغز روح را، ترطیب
 بسنده نیست مگر یکدلش، چومن، در عشق
 بهجز معترفم در شمار میوه و گل
 به جلوه های فریب، آهوان مشکبیش
 ز بسکه مست کند نکمت ریاحینش
 زمین او، چو دل بی غمان، طرب خیز است
 زمانه تسا برسد، پای شهر یسار، بر او
 بهین گزیده ایزد، یگانه اکبر شاه
 نه چرخ را، بتگاپوی خدمتش اهمال
 نموده همچو صفات خدای عز و جل
 نوشته اند در الواح آسمان نامش
 چنانچه واجب بر جزو کل بود عالم
 نظام کل، بکف همیش، چو داد قضا
 بدتر کرشم، جمع نه سپهر، قلیل
 در آن زمین که، بدولت فشاند گنج روان
 ز موج، بر رخ دریا، چنین نمودار است
 هجب که درد حسد، کم شود زاعدایش
 چراوست کوه گهر بخش، گوعدو، میگاه
 چنانچه عقل کل آمد نخست سطر وجود
 بدور صیرفی عقل، راست معیارش
 دگر، صلاهی هدایت دهید، عالم را
 رسید وقت که، دیگر ز هفت اقلیمش
 دیار دلکش کشمیر را، مسخر کرد
 چو داد ایزدش آن ملک، خواست تا گردد
 غرض ز سیر و سارکش همین که، از نظری

چو کارها، همه در وقت خورشستن، گرواست
 به ساعتی که بود زبدهٔ زمان شرف
 چه مشتزی بسعادت، چه زهره عیش سگال
 ز عیش، در ره آن عرصه راند، موکب عزم
 زهی چو طالع عاشق، همه نشیب و فراز
 بجشم دانا، چون راه های معنی صعب
 ز مارپیچ رهش رم کند نظر، که دروست
 بدان صفت که دل من بود ز سنگدلان
 اگر نه این همه اوتساده کسوه می بودی
 بحکم خسرو والا، ز تیشه کوهکنان
 چنان بکوه و کمر خاره را تراشیدند
 بجشمه چشمه نظر کن به سیل سیل ببین
 زمین عرصه کشمیر ز آسمان بگذشت
 شدند نورپذیر از رخس وضع و شریف
 دران فضای فریبنده مجلسی آراست
 دل نظارگیان مست بوی لاله و گل
 هوس پیاله بلب، در ترنم نسی و نوش
 صبا، بمرحله برگست، در پی تنسیم
 بنمزه و ننگه افتاد، کار اهل نظر
 دمیده، دمیدم افسون بیخودی، بر دل
 ز بسکه ریخت بدامان از نقد مراد
 پرند پوش شدند اوفتادگان نیاز
 ثنا طرازی این بزم، در نمیگنجد
 بسال سی و چهارم، اواسط خرداد

محال اگر سرموی دران رود تاخیر
 به ساعتی که، به سرد نخبه تران کبیر
 که ماه در شرف و آفتاب در تنویر
 که شوق را، ز تماشای او، نبود گزیر
 زهی چو فکرت عاقل، همه مدار و مسیر
 بپیش سالک، چون کوجهای عشق خطایر
 هزار کوه، و همه چون فلک، به صد تزویر
 ز سنگ او بخط شیشه سپهر اثر
 زمین ز جای، برفتن عسیر به عسیر
 هزارجوی روان کرد، صاف تر از شیر
 که بهر موکب شاهی سزد مرو مسیر
 مگر گرانی او کرده، کوه را تمصیر
 به فر دولت تقبیل پایه های سریر
 شدند فیض ستان از کفش کبیر و صنیر
 کز ان بحسن مجسم نظر کنند تفسیر
 دماغ مجلسیان تازه از نبیله و عصیر
 نشاط دائره برکف، به نغمه بم و زیر
 شمال، مجمره گل بدست، در تبخیر
 اگرچه بزم طرب نیست جای خنجر و تیر
 مغنیان لطافت سرا، به هر تخذیر
 بر آستان هوس آرزو نماند فقیر
 که سر نوشت ازل داشتند نقش حصیر
 به نظم شاعر معنی نگار و نثر دبیر
 ز ابتدای جلوس خدیو عالمگیر

ز نه صد و نود و هفت بود ماه رجب < ۹۹۹ هـ که یافت کسرکب اقبال او چنین تیسیر

خدا یگانا! تقدیر شد بفرمانت
 شمائی که، خداوند در تو، تعبیه کرد
 بظاهار شمرم، دهر را تو، صاحب و شاه
 ترا سه گسوه یکتاست گسوه شوره بخت
 از ان سه جوهر قدسی یکی سپهر کمال

بهفت کشور فرمان بران، برین تقدیر
 خرد نیافت، در آئینه خیال نظیر
 بیاطن ارنگرم، خلق را تو، مرشد و پیر
 جلای آئینه چشم ناقصدان بصیر
 دوم محیط سعادت، سیوم، سحاب مطیر

بمعدلت ، همه آفتاب را ، معین و ظمیر
 که کس با ینهمه دولت ، نبود جز تو جدیر
 بشوق رخس تباذ و ، بتیغ ملک بگریز
 که باتو نیست ، کس از روزگار ، در یک تبر
 ز غنچه گل صد برگ تا بمقدد سیر
 برون ز حیطة فهم و احاطه تقریر
 که بر بیاض سحر ، مدحت کنم تحریر
 هزار رقص کند آسمان ، ببانگ صریر
 مرا ز دانش یونانیان دلیست خبیر
 بدست فکر ، نور دیده ام ، سفیر سفیر
 نهاده بر سر عظم ، عمامه توقیر
 دلم رسانده به نه پرده سپهر نفیر
 که میر قافله نستوان شدن بجنس یسیر
 فلک نیارد دیدن بدیده تحقیر
 چنانکه نظم شود منتظم ، بحرف اخیر
 که در دوازده برج آید آفتاب منیر
 که این دوازده ز اوصاف تست عشر هشیر
 فلک مشاور و ، دولت جلیس و ، بخت مشیر
 قضا مطیع و ، قدر یاور و ، خدای نصیر

بمکرمت ، همه آفتاب را ، ملاذ و معاد
 خدا ز انفس و آفتاب ، بسرگزید ترا
 بعیش بزم فروز و بجیش رزم بساز
 قسم ، به قبضه قدر کمان ، قدرت بحق
 بصورت ارچه منشا به بود ، ولی فرق است
 رخ سخن چه نگارم ؟ که قدر عالی تست
 سخن شناسا ! من (فیضیم) ثنا گسویت
 چو در نگارش معنی ، قلم بجنابانم
 اگر چه ، هند نژادم ، ولی به اقبالت
 بچشم عقل ، نظر کرده ام ، سواد سواد
 باتفاق عطارد ، ز فرق خود ، برجیس
 معین زبان خموشم ، که از سراق شوق
 جواهر سخنم ، بر حمازه میگرد
 عزیز ساخته کبریای لطف ترا
 دگر سخن بدعای تو ، ختم خواهم کرد
 همیشه ، تا که بود سال را ، دوازده ماه
 دوازده صفتت خواهم ، ارچه میدانم
 جهان مسخر و ، طالع سعید و ، عمر دراز
 خزیه وافر و ، لشکر فزون ، و ملک آباد

● انتخاب کلام فیضی :

رفتید! ولی نه ، از دل ما
 هر چه ز (فیضی) است ازان شما
 فریاد چه تاثیر کند ، ناشنوان را
 میکنسی لطفی ، اگر معذور میداری مرا
 که کاروان چمن ، در کمینگه تلف است
 اگر قدم نهی از صدق ، رهنمون کم نیست
 تنها نه ، زلف و خال و خط قد و قامت است
 بازار ، گل و گلاب ، بشکست
 که دور بینم و چشم بمنزل افتادست

ای همسنگان محفل ما
 سیمبران از خرد و صبر هوش
 (فیضی) چه کنی ناله ؟ ز بیداد نکویان
 ناصحا! از لطف میگری که : ترک عشق گیر
 درای غنچه ، صدا میدهد ، ببانگ بلند
 ز شاهراه محبت ، نشان چه میبری
 دو حسن خلق کوشش ، که اسباب دلبری
 مست آمد و ، از لب می آلود
 مسافران طریقت ! زمن جدا میشود

بزم نشاط، باده گساران، غنیمت است
 بست همسایه من، بار اقامت، آخر
 دوش هر باده که، بر یاد حریفان خوردم
 ای درون بزم، با شیرین لبان، پیمانہ کش!
 مجنون عشق را، چه بزنجیر میکشی
 ای خوش آن صبح که، عاشق ز شکر خواب وصال
 کدام دیده که، از دیدنت، فریب نخورد
 کدام ذره که، دیدیم و آفتاب نبود
 کاروان کمبیه، شد منزل نشین
 جام امیدت، ز صیبهای طرب، لبریز باد
 میروید بیداد بر بیداد، بر من، چون کم
 من براهی میروم، کانجا قدم نا محرم است
 اهل جهان، همه پنی کاری گرفته اند
 نزدیک و دور، در ره عاشق، برابر است
 فسانه جم جامش، مگسو، کزین دستبان
 قومی که، غافلند ز ناز و کرشمه اش
 یارب! ز سیل حادثه طوفان رسیده باد
 در سجده که، سر نه زتن، میشود جدا
 یارب! آن تازه گل گلشن امید، کجاست
 خنک آن سوخته جانان، که چو (فیضی) دل خویش
 بنده آن چشم طنازم، که چون بندد نظر
 ای گسرم روان وادی عشق!
 ای سنگدلان نمساند صبرم
 بجان تو که، نیامد ز هجر بز جانم
 رفیقان! میروید از پیش من، گر باز پرس افتد
 ساقی! بیار باده که، مستان بزم عشق
 ز فیض محتسب، میخانه امروز
 دل در چمن میند که، گر راست بنگری
 کجا عقل و کجا دین و کجا من
 من از حرف ملامت، سر نه پیچم
 بصد خواری گشتم، زان سر کسو

ساقی بیا که، صحبت یاران، غنیمت است
 چه کند، طاقت فریاد جگر تاب نداشت
 دل من سوخت مگر گرمی احباب نداشت
 گاه گاهی هم بیاد آور که، در بیرون یکیست
 یکتار من و فسا، بسلاسل برابر است
 دست در گردن معشوق، حائل برخواست
 کدام دل که، ز عشق تو، نا شکبیا نیست
 کدام قطره که، چون بنگرند دریا نیست
 رهروان عشق را، آرام نیست
 گرچه مارا بیتو، خوناب و می گلگون یکیست
 هجر پنداری، دزین ایام، با گردون یکیست
 از مقامی حرف میگویم که، دم نا محرم است
 خوشوقت آن حریف که، ساغر گرفته است
 ای بیخبر! فراق کدام و وصال چیست
 بسی بگوش در آمد، بسی ز گوش برفت
 خورشید خوانده اند و مهش نام کرده اند
 بتخانه کسه، خانقش نام کرده اند
 در ملت و فسا، گنیش نام کرده اند
 که بهر گوشه، ز بویش چمنی ساخته اند
 هدف غمزه ناوک فگنی ساخته اند
 از پس مژگان، اشارتهای پنهانم کند
 مساهیت این سفر، بگوئید
 گویم غم خود، اگر، بگوئید
 هر آنچه بر دلم، از انتظار می آید
 خبر گوئید یاران را که: آن فرزانه، مجنون شد
 باهم چو شیشه، صاف دل و صاف سینه اند
 هوای مسجد آدینه دارد
 نخل به قسامت تو، برابر نه بسته اند
 من دیوانه را، اینها مگوئید
 ولی پاین را، بمن تنها مگوئید
 عزیزان، سرگشتم و میگوئید

در بزمگاه ما، چو رسیدی، خموش باش
 در دلم باشی و از دل غافل
 نیم جانی، از برائی نیم نازش داشتم
 رفتیم و صنم بر سر محراب شکستیم
 خود را، نه به اختیار بردیم
 اسرار عشق، آنچه توان گفت، گفته ایم
 مآدام که هست بسهر ما دام
 نکتهای عشق را، بی اختیار آموختیم
 دلم را بشکن و بسیار بشکن
 ساقی! بده پیاله، مطرب! بزن ترانه
 در دیده ام خلیده و در دل نشسته ای
 خوابی درین گمان، که به، مخفل نشسته ای
 گه گهی پس ماندگان راه، منزل میکنند
 اول در آخر خوانده ام، آخر در اول دیده ام
 فتنه روزگار را، رشته دراز یافتم
 سر حقیقت از ره عشق مسجاز یافتم
 که بی پروا تری، از خویش دادم
 دل خود را تسلی بیش دادم
 صد پرده دل، بر در و دیوار بیندم
 گلدسته تر بیند و من خار بیندم
 نتوان یافتن بسکب علوم
 کز خون دیده، دست ز احباب شسته ایم
 کز سر غبار سجده محراب شسته ایم
 خود را بتیغ غمزه احباب کشته ایم
 کز راستی، چو تیر، به هر کیش رفته ایم
 پیوسته شاه آمده، درویش رفته ایم
 از حسن آیتی ست که، تفسیر کرده ایم
 ما خون خود، بریگ بیابان فروختیم
 روسوی بت و پشت بمحراب نشستیم
 زاهدان دیگرنند و ما دگریم

هر جا، سخن طراز و عبارت فروش، باش
 جان من! اینهمه نادانی چیست؟
 قصد من بی او، اجل میکرد، باز داشتم
 هم کعبه و هم بتکده، سنگ ره ما بود
 ما را، چه ملامتست، در عشق
 (فیضی) گمان مبر که، غم دل نگفته ماند
 هستیم، بدم زلف او، رام
 نیست ما را، اختیار خود، بفن عاشقی
 اگر خواهی شکست عالمی را
 بزم نشاط دوران، چو ن نیست، جاودانه
 ای ترک غمزه زن! که مقابل نشسته ای
 آرام کرده! بنهانشخانه دلم
 کعبه را ویران مکن، ای شیخ! کانچا یکنفس
 در چشم عارضه، از ازل فرقی نپاشد تا ابد
 دوش پگاه سرخوشی، زلف تو باز داشتم
 نور خدای در دلم، تافت ز طلعت بستان
 چه بی پروا کسی بودم، که دلرا
 سم چندانکه بر خود بیش دیدم
 آن روز که، در خانه من، جلوه نمای
 خون گریم ازین بخت که، هر کس بگلستان
 (فیضی) اسرار عشق را هرگز
 آسان فکنده ایم، دل از، بزم بی غمی
 زیننده باد، صندل بت بر جبین ما
 اعدا بخون ما، کمری بسته اند، و ما
 بر ما کمان کشیده ملامت گران دهر
 (فیضی) چه حکمتست که، در بزمگاه تو
 (فیضی) ز مصحف رخ او، هر چه گفته ایم
 ای راهبر! به چشمه، میر کاروان ما
 دیدیم که، از کعبه بجای، نرسیدیم
 (فیضی) از ما مجو طریق صلاح

همان بهتر که، بی سودا نجاشیم
 ز بزم شوق میجوشم، ز جام عشق میگویم
 بگرد و! کاروان کعبه را، از راه برگردان
 یک نگاه آشنا مانسند کن
 مسلمانان! چه سازم با نگاه بدگمان او
 شب وصل است وخواهم اندک، آهسته ترگردی
 گناهگار محبت کنسی و باز کشی
 صبر همه، بگیری و تنها بمن دهی
 مباد، شیشه دل را، رسد شکست اینجا
 بمرم زدیم، سلسله روزگار را
 الم تر انهم فی کل وادی
 یکبار شد میسر و دیگر نمیشود
 تکرار می کنیم و مکرر نمیشود (۱)
 که دل کجا شد و، طاقت کجا، و تاب کجا
 سفال تیره کجا، جام آفتاب کجا
 لله الحمد! که احوال بخیر است اینجا
 چه سر قصه موسی و عزیز است اینجا
 گردش چرخ، همین گردش جام است اینجا
 کار صد خضر، بیک جرعه تمام است اینجا
 کز کفش، کار دو عالم، بنظام است اینجا
 پای بردار که، کونین دو گام است اینجا
 سخن پخته مگوئید که، خام است اینجا
 این مقامی است که، ناموس نه نام است اینجا
 کز دم پر مغسان، فیض مدام است اینجا
 جز عشق، اقامت نکند دیگری اینجا
 بصد هزار گره، رشته تمنا را
 طپیدن دل مرغان رشته برپا را
 آورده، در اضطراب ما را

چو بازار نظر، گرم است (فیضی)
 حریف عشق را، جوش و خروش، از می نمیباشد
 چه بستی محمل راه حجاز، از شهر خود (فیضی)
 گسریه میدانم، نگریدی آشنا
 گیانش اینکه، دارم طاقت فریاد و خاموشم
 فلک! از کج رویهات، نمیگویم که برگردی
 ستمگری که، اگر روز حشر زنده شوم
 دارم هوس که، جان شکبیا، بمن دهی
 بتان سنگ دل اینجا، پیاله میگیرند
 روزیکه، یافتم بکف زلف یار را
 گهی عشاق را غم، گاه شادی
 وصلت، چو عمر رفته، میسر نمیشود
 حرفت حرف عشق، که هر چند، بر زبان
 بشدور عشق تو ای دلربا! نمیدانم
 طمع مدار ز حاسد، فروغ دل، (فیضی)
 ساقی و، جام می و، گوشه دیر است اینجا
 (فیضی!) افسانه عیسی نفسانم، هوس است
 نیست در انجمن ما، خیر از دور فلک
 ای که! سر چشمه حیوان طلبی، در ظلمات
 (فیضی!) از دایره پیر خرابات، مرو
 ای که! از بادیه عشق، خنجر میپرسی
 راز سر بسته خم، پیش خرد، مکشائید
 نام و ناموس، ز ما خاک نشینان، مطلب
 چون شدی معتکف میسکه (فیضی) هشدار
 آواره شو، ای عقل ازین شهر، که هرگز
 روای صبا! که بهر تار موی او، بستم
 تو ای کبوتر بام حرم! چه میدانی
 ما نخل غمیم، صر صر هجر

۱- انتخاب از دوست بسیار عزیز آقای میرزا به ستور.

بی نسام و نشان، فتاده بودیم
 اکنون که، بدمام دل، فتادیم
 بدمستی و گوش تو، باواز حریمان
 گرنیستی، از بهر شکیب دل عاشق
 کای! فراموشی سراسر کسار تو
 یارب! جدا ز دوست، مرا زندگی مباد
 (فیضی!) ز قید سبوحه و زنار، فارغیم
 ای نقل مجلس دگران تا بسکی، ز رشک
 آهن دل گذار بمن، ورنه بر کشم
 چه قصه ها که بیاد، از غم تونست مرا
 بر آمد از غم تو، جان من! ز خانه تن
 همیشه تیره بود، بی تو، کلبه (فیضی)
 نیست امروز نظر، بر من دلسوز، ترا
 بروای محتشم دهر، که ارزانی بباد
 (فیضی) امروز ادای تو، جنون آمیز است
 باهجوم عشق، صبر از من چه میجویی، که کرد
 لعل تو، افسانه کرد، عشرت پرویز را
 دور جهان تمام شد، وعده هنوز، همچنان
 عشق، چوکوس عام زد، خنده ببنگ و نام زد
 ز کسوتین رستند، آزاده جانانان
 ز من پرس آغاز و انجام هستی
 اگر، شوق گلگشت این باغ، داری
 آن سلسله برپا، که پی محمل لیلی است
 مجنون که و، فرهاد چه داند، ره غم را
 دارند نهبان داغ تو، جان و دل مسکین
 دلها بگدازند و جگرها بشگافند
 چشمی که تو (فیضی) برخ دوست کشودی
 مسلمانان! دل و دینم بدنبال بتان، گم شد
 طریق زهد، ز (فیضی) مجرکه، مرشد عشق

عشق تو، بسما نمود ما را
 بی صبیری ما، چه سود ما را
 کی گوش کنی؟ نمره مستانه ما را
 بر سنگ زدی بهرچه پیمانۀ ما را
 گاه گاهی، یسار کن احساب را
 گر از حیات به شمارم بمات را
 طی کرده ایم، صومعه و سومات را
 بر آتش افکنم جگر لغت لغت را
 آهی که، نرم ساخته دلهای سخت را
 ولی تو هیچ نپرسی، چه قصه ایست ترا
 تو نیز جان منی، یک نفس ز خانه بر آ
 دمی بخانه تاریک او، چو شمع در آ
 تا چه گفتند، حریمان بد آموز ترا
 دل بد بخت مرا، طالع فیروز ترا
 دی باین حال نبود، چه شد امروز ترا
 لشکر بیگانه ویران، کشور آباد را
 چشم تو، از یاد برد، فتنۀ چنگیز را
 وه چه دراز کرده ای، سلسله هنوز را
 بانگ گدای شام زد خسرو نه روز را
 چه دانند؟ این شاهبازان، نفس را
 درین ره نظر کرده ام پیش و پس را
 کم از لاله و گل، مبین خار و خس را
 داند که بزنجیر، چه راز است جرس را
 در عشق، صلاست عرب را و عجم را
 مانند فقیران، که بیابند درم را
 این قاعده غمزه بود، عشوه گران را
 باید که، بآن چشم، نه بینی دگران را
 مگر لطف خدا، آرد بره، گم کرده راهان را
 نمود راه خسرا بات پارسایان را

رندان! ککش عشق ببینید، که نساگه
 بگریه محضر دیوان (فیضی) و بنگر
 سیاه نامه مستان، بسپاده میشویند
 ای کاش همدمی که، رسانید نامه ات
 چون بگذری ز قربت من، در دودیده ککش
 بهر تمام کردن ما، غمزۀ بس است
 (فیضی) تو کیستی که زنده تیغ غمزۀ ات
 آن چنگ بشکنم، که بتار بریشمین
 روزی که، گنج گنج نهادند آرزو
 گسر بدانی، قدر لذت یکتائی را
 دست بر سر زدم آن روز که، زرین کمران
 گه بچشم تو نظر بازم و، گه با مژه ات
 (فیضی) اجسنت ازین عشق، که دوران امروز
 دور فلک آن نیست که، در دست تو باشد
 زان تازه خبرها که، حریران تو گفتند
 (فیضی) ز قامت تو، سخن تا بلند کرد
 عالم خراب حسن قیامت نشان کیست
 در بزم اهل حال، حدیث که، می رود
 (فیضی) تویی بزم سخن، آتشین نفس
 آن نیست که من همفسان را بگذارم
 هزار مرتبه (فیضی) ز عشق ممنونم
 بازم، دل پر خون، ز غم بزم نشینی است
 آن چشم که، عمری به مه نو، نکشودم
 بی دوست بجان کندن ازانم، که ز عمرم
 دل تو، نرم نگردهد، ز آب دیده من
 بصبر و طاقت، او کیست درجهان (فیضی)
 اگر زمانه، چنین تلخ بگذرد، دانم
 شدیم خساک، ولیکن بیوی قربت ما
 فسانه خوانی همچون مکن، که در ره عشق
 کدام گل بشگفت و، چه مرغ ناله کشید
 (فیضی) قرین انجمن اهل عشق باش

یا خانه کشیدم، بخود آن، خانه نشین را
 سخن طرازی، زندی هزار مذهب را
 خبر برید، ملامت کشان میکده را
 گوید بمن حقیقت حرف سترده را
 خاکي باستان محبت سپرده را
 در کار غیر کن نگه نا شمرده را
 یک زهر چشم بس چو تو صد نیم مرده را
 بر تومن خرد نزند تازیانه را
 عشقم بدست داد کلید خزانۀ را
 بدو عالم ندهی، یک دم تنهائی را
 بر شکسته، کله گوشه رعنائی را
 دل، بیک جا نبود، عاشق هرجائی را
 گرم دارد ز تو، هنگامه رسوائی را
 آخر شب پیدا و مرا هم سحری هست
 هشدار که، در مجلس ما تازه تری هست
 دانستم ام، که مرتبه اعتدال چیست
 دور کدام فتنه گر است و زمان کیست
 هنگامه ساز خلوتیان داستان کیست
 خساموشیت، ز غمزۀ جادو بیان کیست
 با آبله پایان چکنم؟ قافله تیز است
 که در هوس کده سینه، مدعا نگذاشت
 شورابه اشکم، بخیال نمکینی است
 سیاره نشان، از غم خورشید جبینی است
 هر روز که بی او گذرد، روز پسینی است
 چه غم ز سیل، که از سنگ خاره میگذرد
 کسیکه، از سر کویش دوباره میگذرد
 که خضر را، دل ازین آبخورد، میخیزد
 توان شناخت، کزین خلک مرد میخیزد
 چنین، هزار بیجان نورد میخیزد
 که جان بچشم دوید و نظر بگوش آمد
 کین قوم در طریق وفا، بی قرینه اند

گل گل شگفته اند حسیرقان نخلینسد
 قومی که ، دیده اند ز عمر اید ، نشان
 (فیضی) زبان میند که ، در بزم گاه عشق
 دریا دلان کسه ، دست ز اسباب شسته اند
 بر مستیم مگیر ، که بس پاک دامنان
 (فیضی) مجوی باده عشرت ، که اهل ذوق
 (فیضی!) فراق نامه عشاق ، خوانده ایم
 ما خود از حلقه تسبیح ، فدیدیم کشاد
 زحمت مکش طیب ، که دل خستگان عشق
 آسان مبین وصال ، که لب تشنگان هجر
 مسافران که ، قدم زین جهان ، برون زده اند
 فلک بکام نه گردد ، وگر نه ، گرم روان
 ز داغ بر سر دیوانه ها ، که اهل خرد
 پیام دوست نشین و ، ز دام راه مپرس
 خطی ، کز فتنه جانان نوشتند
 بشهر نیکوان ، هر دل که ، گم شد
 چو ناوک ، در کف مژگان نهادند
 بنام هندروی چشم سیاهش
 فسون غمزه ، چون یک یک رقم یافت
 رقم کردند ، چون طومار هستی
 دران کشور که ، جانسازان عشق اند
 چو برخواندند رندان ، شعر (فیضی)
 پنهان نگهی ، رسم بتان بود ، ولیکن
 هر نامه ، که شد نامزد اهل ملامت
 چون وصل بتان ، قسمت عشاق نمودند
 مزد نظر پاک ، چو دادند به (فیضی)
 مپرس اهل نظر ، چون بمرش پیوستند
 صلا زیند ! تماشاایان هالم را
 بخساک راه ، چو بینی شکسته پایان را
 بناله ، شهره عشق است عندلیب ، ار نه
 عشق ، صبر و خرد و هوش ، ز (فیضی) بر بود

گلدسته سخن ، ز برای تو بسته اند
 سر رشته را ، بزلف دوتای تو بسته اند
 احیاب ، دل بطرز ادای تو بسته اند
 صد بار رخت خانه ، بسیلاب شسته اند
 سجاده حرم ، به می ناب شسته اند
 پیاننه حسیات ، بزهراب شسته اند
 از عشق ماست ، کین همه مضمون نوشته اند
 خرم آنها که ، ازان رشته ، سری یافته اند
 جان داده اند ، و زهر هلاهل گرفته اند
 دریا فرسو کشیده و ساحل گرفته اند
 پپای توسن خود ، نعل واژگون ، زده اند
 چه تازیانه برین توسن حرون ، زده اند
 بنام جسور کشان ، سکه جنون زده اند
 که طائران حرم ، زین فریب وا رستند
 گنجاه غمزه ، بر مژگان نوشتند
 بنام خنده پنهان نوشتند
 نشان قتل ، بر پیکان نوشتند
 خط تساراج قرکمتسان نوشتند
 فریب و هشوه ، در پایان نوشتند
 حدیث عشق ، بر عنوان نوشتند
 مسیح و خضر را ، بی جان نوشتند
 هزار احسنت ! بر دیوان نوشتند
 آن رسم بدور تو ، بر افتاده نوشتند
 سر نامه ، بنام من بدنام نوشتند
 در طالع ما ، بوسه به پیغام نوشتند
 گنجینه کونین ، بانام نوشتند
 که پا ، بکنگره دل نهاده ، بر جستند
 بشهر حسن ، که آئین ، بخون ما بستند
 بیوس پای که ، بس آفتاب همدستند
 نفس گذاخته مرغان ، درین چمن هستند
 دزد ره ، بین که به این قافله سالار چه کرد

یابی از زندگی خویش، پشیمانی چند
 خاندان باخته بسی سروسامانی چند
 جز بیزمیکه، نشینند سخنندانی چند
 رخصت دیدن آئینه ذاتم دادند
 که هلاهل بنمودند و نباتم دادند
 کس چه داند که، بهر ذره چها بخشیدند
 درد بر خود بگیرتند و دوا بخشیدند
 گره زنده و، پس آنکه، گره کشا بخشند
 هزار گنج اجابت، بیک دعا بخشند
 کز صد هزار کوه، سرطور شد بلند
 او بصد هریده و جنگ، چرا میآید
 غرضش چیست؟ باین رنگ، چرا میآید
 سویم آن طفل، بکف سنگ، چرا میآید
 هر شب از بزم وی آهنگ، چرا میآید
 مرا ز آمدنش بسوی یار میآید
 هر آنچه بز دلم، از انتظار میآید
 ولی اگر تو نیانی، چه کار میآید
 اگر ز نامه و قاصد هزار میآید
 که زهر در گلویم خوشگوار میآید
 که بادشاه من از، راه دور میآید
 خبر دهید که، موسی بطور میآید
 ز بزم عیش، صدای سرور میآید
 هزار گونه طرب در ظهور میآید
 چها بجان و دل نا صبور میآید
 کسه عسالمی بمقام حضور میآید
 مگر از موکب اقبال اکبر شاه میآید
 که گل در بوستان و شمع در خرگاه میآید
 که در گوشم، صدای پای شاهنشاه میآید
 بشارت ده که، بر اوج ثریا ماه میآید
 که بسال افشان، همای چتر ظل الله میآید
 نشاط دوستان بر دشمنان جانسگام میآید

در صف حشر، اگر سوی شهیدان گذری
 سرکوی تو مقامست، که باشند درو
 (فیضی) از نکته شناسی، سخن عشق مگو
 دیده بستند بصد پرده حیرت، وانگاه
 خطری، گر بره عشق بگویند، مترس
 منکر خاک نشینان مشو، ای نکته شناس
 هر کجا سوخته ای، درد دل، پیدا کرد
 ز کار بسته دل، غم مخور که، عشوه گران
 دمی ز صدق بر آور که، آرزو بسخشان
 شایسته فروغ محبت، نه هر دلیست
 ما بجولانگه نازش، سپر انداخته ایم
 میرسد، چهره بر آفرخته، شمشیر بکف
 گر نه دیوانه خود یافت من سوخته را
 گر نه با غیر سر مطرب و ساقی دارد
 علی الصباح، کسه بساد بهسار میآید
 بجان تو که، نیامد ز هجر بر جانم
 خبر ز آمدن قاصد تو، میگویند
 تسلی دل من، در فراق ممکن نیست
 ز دوری تو، چنان زندگانیم، تلخ است
 نسیم خوشدلی، از فتحپور، بیآید
 چنین که، خسرو آفاق، راه کوه گرفت
 درون کوه، صدای نشاط میپیچد
 چه دولتیت قدومش، که هر دم از دل خلق
 ز من میرس که، در انتظار هم نفسان
 خجسته باد بعالم، قدوم او، (فیضی)
 نسیم صبح، مشک افشان ز گرد راه میآید
 شبستان سادات را به نقل و می لبالب کن
 مثنی حجره های ارغنون را، قفل بر در نه
 منجم! بر سادات های روز افزون، کواکب را
 بمهد سایه دولت جهان گو بادشاهی کن
 اگر غم، در غم شادی همیرد، جای آن دارد

بوی گلی. بلبلیل شیدا، نمیرسد
 ز اهل فقر همت جو، که در میدان سربازان
 خموشی را بلند آوازه کن اینجا، که از حیرت
 بسازم آلسوده آتش، نفسی میآید
 ز گرانباری دل، پا تو چه گویم، که ترا
 در مدرسه عشق نخوانند رسائل
 از دیده، صد نگاه فراهم نموده ام
 چون نیست درمیانه دوتی، هم بیاد تو
 سویت، از بی اختیاری گر، نگاهی کرده ام
 تا عشق بتان، ساخته دیوانه خویشم
 (فیضی) ز غم و شادی عالم، خبری نیست
 امروز بیسقرار تر از، روز دیگرم
 (فیضی!) ستاره سوخته همچو من، کجاست
 سخوام، بغیر عشق شماری دگر کم
 از رنگ و بوی گلشن صورت گرفت دل
 گر از دلم، غزاله نگاهان رمیده اند
 از کوی عشق، راه بجای نمیرسد
 (فیضی!) چو درد سر رسد از ساقیان بزم
 ز قید سلسله مویان خلاصیم، هوس است
 ز بسکه، پیش خیالت، همیشه در جنگم
 یکی کرشمه کنان، سوی تربتم بخرام
 شاید، عنان شاهسواری، توان گرفت
 ای ابر نوبهار! گذاری بکشت من
 (فیضی!) کفم تپسی، و ره عاشقی، به پیش
 ما صد هزار مرحله، از خویش رفته ایم
 مقصد پذیر نیست، دریفا! و گرنه ما
 راهی که، شوق آبله پا، گام میزند
 بر ما، کمان کشید ملاست گران دهر
 ما از وفا، بدولت سرمد، رسیده ایم
 بیا که، روی به محراب گاه نور، نیم
 اساس کمه شکست و بنای کمه پریخت

بد مستی، نسیم صبا را، نگه کنید
 ز صد لشکر نیاید، آنچه از یک آه میآید
 عبارت تنگ میخیزد نفس کسوتاه میآید
 عشق را، بر سر هر دور، کمی میآید
 شغب ناقه، چو بانگ جرسی میآید
 این مسئله، معلوم شد از ترک مسائل
 تا کرد صد نظر، ز عذار تو رفته ام
 بسا خود حدیث گفته و از خود شفته ام
 آنچنان نجیده ای، گویا نگاهی کرده ام
 اندیشه خویش و غم بیگانه ندارم
 شادم که، بدل جز غم جانانه ندارم
 با سینه پسر آبله، از سوز دیگرم
 از روز من میرس، که بد روز دیگرم
 راهی دگر بگیرم و کاری دگر کم
 نظاره شگفته بهاری دگر کم
 زین شاهباز قدس، شکاری دگر کم
 دیگر گذر، ز راهگذاری دگر کم
 خود را، حریف باده گساری دگر کم
 جنون نگر که، چه اندیشه محال کم
 سرا چو بنه گرم اظهار انفعال کم
 که خیزم از لحد و بیخودانه حال کم
 گلگون اشک را قدری گرم رو کم
 تا شرح خاک بیزی خود، جو بجو کم
 دیوان خود، مگر به دو عالم گرو کم
 صد منزل آن طرف، ز عدم پیش رفته ایم
 در هر دهی، هزار قدم پیش رفته ایم
 همراه صبر مصلحت اندیش رفته ایم
 کز راستی، چو تیر، به هر کیش رفته ایم
 وز شاهراه عشق بمقصد رسیده ایم
 بنای، کعبه دیگر، ز سنگ طور نیم
 بطرز تازه، یکی قصر بیقصور نیم

گر در زسانه نیک وگر بد رسیده ایم
 بر بام نه رواق زبرجد رسیده ایم
 بخون دل، زبان شستم که، نام عشق میگویم
 ز ملک درد میآیم، سلام عشق میگویم
 نظری میسکنیم و میگذریم
 که از پیاله، که از خم، که از سبو گویم
 بن معامله کن که، راست گفتاریم
 طسی کرده زاه هجر، بمنزل نشسته
 ترا که گفت که، با درد عشق خو کردی
 آب چشم خود بخوناب جگر آمیخته
 هزار خنده کفر است، بر مسلمانی (۱)

مارا چه التفات، به رد و قبول خلق
 عشقای همتیم که از دامگاه خاک
 کشیده ناله ای، یعنی پیغام عشق، میگویم
 رسیدم باخروش بیخودی، از من چه میپرسی
 ما بسکویش، خراب یک نظریم
 دمی که، یاد کنم، همدمان میکده را
 فدایس دل و دین، میدم بنیم نگاه
 (فیضی!) توئی عجب، که باین گام آرزو
 بهر که مینگرم، کامیاب عافیت است
 هیچ با (فیضی) نیامیزی، که او با یاد تو
 اگر حقیقت اسلام، در جهان اینست

۱۹۳ - قابل، محمد پناه کشمیری

● سفینه خوشگو: محمد پناه قابل تخلص، اصلش از نجبای کشمیر است.
 خیلی قابل و فاضل و زبان آور واقع شده. مشق سخن در خدمت مرزا
 بیدل درست کرده. مدتی با آغرخان دیده تخلص (۲) بسر میبرد تا آنکه
 همراه همت دلرخان، نائب صوبه تهته، تا لاهور رسیده خرقة درویشی اختیار
 نموده، بدارالخلافه شاهجهان آباد باز آمده بود. بعد ازان بعزم آستانه بوس
 مرشد خود و تکمیل جوهر خویش باز به لاهور رفته.

بسیار خوب سخن و معنی تلاش است. مثنویات و غزلیات بسیار دارد.
 بر فقیر خیلی مهربان بوده. این دو بیت روز مشاعره در سفینه فقیر نوشته:

اگر معشوق پیغمبر بود نا آشنا باشد
 گلستانها ز بیداد تو دشت کربلا باشد
 این تیر زمین دوز، گذشت الا جگر من
 این قیغ مزق بسر سر هر کس بسر من
 چندین هزار سال ز آدم گذشته است
 زین پیش داشت فائده، حالا چه فائده

ولی زلیخا طالب عشق خدا باشد
 چه ظلمت اینکه، هر گل از خونین کرده پیراهن
 ظالم! ننگه شرم تو دارد خبسر من
 حیف است نگاه تو، شود قاتل اغیار
 (قابل!) درین زمانه ز آدم، نشان مغواه
 اکنون که، دل نماند، دلاسا چه فائده

۱- انتخاب از نگارنده این سطور.

۲- رک: تحت دیده ص ۲۴۳ کتاب حاضر.

میکشان تکلیف میخواری بمن کمتر کنید
دوئی را، رنگ وحدت میدهد، یکتانیم (قابل)
من نخواهم خورد، این آب اندکی بوداشته است
دو مصرع گر بدیوانم نشیند فرد برخیزد (۱)
(ص ۲۶)

● تذکره حسینی: قابل، شاعر کامل مجد پناه از سخن سنجان کشمیر
ست. درین ولا بشاهجهان آباد میگذراند. وزیر است.
(دو شعر دارد ص ۲۷)

● تذکره بینظیر: قابل، مجد پناه کشمیری. جوهر قابل و از تلامذۀ میرزا
عبدالقادر بیدل است: اقسام دارد و بسیار دارد، و آیین شهرستان سخن
می بندد:

بسکه، در خواب نباید رخ خود، یار مرا
نه طرب بود غرض، گر قلع مل زده ام
درین غفلت سرا، آگاهی مردم هوس دارم
این چه بیدادست، کز زلف و زخت بردل رود
کسی گر باده مینوشد، نمیدانم، چه خو دارد
بر چرخ میرسد ز تنزل، یقین بود
روزیکه ما و یار گذشتیم از چمن
سوز دل پروانه، زد آتش، کفنم را

چشم خوابیده، بود دولت بیدار مرا
یکدم از نواز دو عالم، به تفاعل زده ام
چو صبح، از یک تبسم بر جهان، حق نفس دارم
پیش ازین هم در جهان لیل و نهاری بوده است
طبیعت کی کند رغبت، به آن آبی که، بو دارد
یک نیمۀ فلک همه زیر زمین بود
فالسید باغبان که: بهار و خزان گذشت (۲)
امشب که، برافروخته شمی بمزارم (۲)
(ص ۱۰۴)

● مقالات الشعرا: قابل خان، بخشی لشکر نواب معین الملک دلیر دلخان
بوده (۱) صاحب دیوان است. این بیت از منظومۀ اوست، که زبانی

۱- تذکره حسینی و مردم دیده و شمع انجمن دارد.

۲- مردم دیده دارد.

۳- حاکم تسته از (۱۱۴۳هـ) تا (۱۱۴۵هـ) - تبصرة الناظرین - دارد: (۱۱۴۵هـ) همدین
سال صوبه داری بلده تته، از تغیر نواب دلیر دل خان، بنواب امیر خان - که منظور عاطفت
حضرت ظل سبحانی اند - مقرر گشت. خود (امیر خان) بموجب امر اقدس در حضور
پر نور ماند و نیابت آنجا بخان بلند مکان همت دلیر خان خلف رشید نواب دلیر دل خان

نواب بطرف لطف علی خان (۱) نوشته : منته :

کسی را تمنای تهتا بود که، پس کوچۀ عالمش، جا بود

(ص ۲۹۹)

● مردم دهنده : مجد پناه قابل تخلص از مردم کشمیر است . بشاگردی میرزا بیدل سر افتخار می افراشت . دیوان ضخیمی قریب به پنجاه شصت هزار بیت دارد .

در وقتی، از اوقات که بلاهور رفته بود، بخدمت شاه آفرین رسیده . هنگامی که فقیر بجهان آباد وارد شدم قابل مرحوم را بطریق دعوت طلبیدم، آمد و تا دیری نشست . مرد پیری منحنی بود . اشعار بسیاری از خود خواند . و دیوانی — سوای دیوان سابق که در جواب حضرت شیراز گفته بود — بفقیر برای انتخاب عنایت کرد . هر چند مطالعه نمودم و سر تا سر آن گردیدم ، خاطر خواه بر نیامد .

نقل رنگینی یاد میآمد که : در ایران شاعری جواب دیوان خواجه شیراز گفت و بنظر شاه عباس گذرانید . شاه فرمود که : تو جواب دیوان حافظ گفتی . فردا بخدا چه جواب خواهی داد؟ ظاهراً این لطیفه بگوش شاه قابل نخورد و الا البته طرف بخواجه نمیشد . چنانچه میرزا صائب میفرمایند :

(صائب) چه توان کرد به تکلیف مزیزان ورنه ، طرف خواجه شدن بی بصری بود

عدم اشتها این دیوان محض کرامت حضرت خواجه است، و الا شعرهای

مفوض گردید و همدین سال صوروبه کشمیر بنسواب دلیر دل خان تفویض یافت . خود در لاهور بسبب خوی آب و هوا — که با مزاج نواب سازگار است — اقامت ورزید ، و نیابت خود به ابوالبرکات خان مقرر فرمودند (خطی ۱۷۲ - نیز رک : مائرا الامرا ۳ : ۱۷۷ و مقالات الشعرا ۳۹-۶-۱۷۸-۱۷۷-۱۷۷) .

۱- نواب میر لطف علی خان رضوی بکهری حاکم تته از (۱۱۲۵هـ) تا (۱۱۲۷هـ)

جسته جسته او بد نیست . و مجد علی خان متین تخلص که در تعریف و توصیف او در تذکره خود، زیاده از حد مبالغه نموده، حمل بر چه توان کرد . بهر حال مرد بزرگ و مسن بود : خدایش بیامزد :

ببزم دود بهاند ، ز بعد کشتن شمع چو ما بداغ تو مردیم ، آه ما باقی است
(چهار بیت دارد ۱۸۱)

● سفینه هندی : قابل ، شاه قابل تخلص نامش مجد پناه و اصلش کشمیر است ، در دهلی میبود ، شاگرد میرزا بیدل بوده : در تصوف ربطی داشت و در لباس درویشی باصلاح و تقوی می زیست ، اعزّه دهلی عزتش می کردند ، آخر جواب دیوان خواجه حافظ شیرازی می گفته که زندگی را جواب داد . ازوست :

بقتلم اندکی ، ظالم تامل میتوان کردن من از خود رفته ام ، باید کشیدن انتظار من
کی بکویش از کفم ، جام شراب افتاده است بر در ساقی ، نگه کن ، آفتاب افتاده است
باده خوردن بی گزک ، چندان ندارد لذتی میکشی با غیر می ، (قابل) کباب افتاده است
(ص ۱۷۰)

● نتایج الافکار : پسندیده اقران و امثال نجد پناه متخلص به قابل که از خطه دلپذیر کشمیر است . آثار قابلیت از بشره او هویدا بود و لمعان لیاقت از جبینش پیدا . در فکر سخن طبع خوش وقتی داشت و از میرزا بیدل درین فن فوائد وافیه برداشت . مدتی با اغر خان دیده بعزت بسر برد ، آخر بترک لباس پرداخته در شاهجهان آباد و لاهور میگذرانید . و در عشره سابع بعد مأته و الف خرقه فنا پوشید . از کلام اوست :

نصیب آسمان ، از سرکشی شد ، بیقراریها زمین ، آرامها دارد ، ز فیض خاکساریها
هر که چون خورشید ، بنهاید کمال خویش را در جهان ، هر روز می بیند ، زوال خویش را
توان شناخت غباریکه ، از دلم برخاست بصورت خط مشکین ، بروی یار نشست
جز بیخودی ، از نشه می ، نیست تمنا از خویش تهی شوکه ، ایای به ازین نیست
(ص ۵۷۲)

● **شمع انجمن :** قابل ، محمد پناه کشمیری : در — ید بیضا — (۱) نوشته :
 که از شعرای این روزگار است ، در شاهجهان آباد میگذراند و فکر سخن
 بتلاش مینماید، و با بعضی از آشنایان فقیر مرتبط است :
 هر که قائل شد بوحدهت، مرد خاموشی، فن است یک سخن را از در لب گفتن، مکرر گفتن است
 (یک شعر دارد ۳۸۶)

۱۹۲ - قاری ، خواجه مومن جیل

● **تاریخ اعظمی :** خواجه مومن جیل متخلص بقاری ، پسر خواجه
 ابوالقاسم جیل ست که رفیق یوسف خان کشمیری بود ، و در علم موسیقی
 تالیفات دارد . و این خواجه مومن استفاده علوم اول در پیش مولوی ملا
 جوهر نانت ، بعد آن از خدمت مولوی خواجه جیدر چرخنی کرده . و ترک دنیا
 نموده بطلب مرشد سفر اختیار کرده ، و بادای حج موفق شده :

و از روضه شریفه جناب نبوت مآب (صلی الله علیه و سلم) مبشر شده
 که : مرشد تو در وطن تست ! از آنجا به کشمیر آمده و دلش در صحبت سیه
 ریشه بابا در پرگنه کامراج قرار گرفته . دو هفته پیش او بوده و ازو جواب
 یافته که : بآنکه مبشر شدی من نیستم ! شیخ تو ابوالفقرا بابا نصیب است !
 بنا بران بخدمت ایشان رسیده . متوجه شدند و بدرجه بلند رسیده ، تا حیات
 ایشان در خدمت ایشان بود . چون ایشان بر خمت الهی پیوستند ، باز سفر کرده
 در بغداد رسید و آنجا پذیره بسیار یافته و مرشد و مقتدای طالبان الهی شد .
 برادرش خواجه عبدالخالق بعد فراغ حج به بغداد رسیده و با او
 ملاقات کرد و چند صبا یکجا بودند . چون حاجی عبدالخالق بقصد

وطن اجازت خواست ، وقت مفارقت فرمود که : ای حاجی عبدالخالق !
تاریخ یاد بگذار که حظ نماند ! طبع عالی داشته چنانکه تاریخ رحلت شیخ
ابوالفقرا گفت :

— شیخ مومن —

۸۱۰۲۶

از واردات اوست : بیت :

ای باد اوتر ! گر گذری در دیوه سر از من خبیری نیز بآن دلبر بر
کشمیری و فارسی اگر، گوش نکرد هندیش بگوی که : اوتر میر اوتر در

وله :

عمریست درین رشته پریشان گشتیم گفتیم : گران شویم و ارزان گشتیم
در طالع ما ، کساد بازاری بود آئینه فروش شهر کوران گشتیم

(۱۵۸-۱۵۹)

۱۹۵- قانع ، مولانا عزیزالله

● تاریخ اعظمی : قانع ، مولانا عزیزالله ، از فضلاء عهد بجزودت طبع
و حدت امتیاز داشت و بکلمات عربیه و فارسیه و خط و انشا فائز بود .
جسته جسته شعرى هم میگفت ، قانع تخلص میکرد .

بنا بر تشت روزگار و گردش لیل و نهار ، در عهد پادشاه فرخ سیر به
شاهجهان آباد رفت ، بهره از دنیا نیافت . و در خدمت خواجه مجد سعید
نقشبندی شتافت . در همان اثنا بحالت غریب در شاهجهان آباد رحلت نمود .
(ص ۲۲۷)

۱۹۶- قدسی مشهدی ، حاجی محمدجان

● تذکره میخانه : مولد این بلبل گلستان خیال از مشهد مقدس است .

در وطن خود بسن رشد و تمیز رسیده . درین جزو زمان ، کسی از شعرای آن بلده طیبه ، بفصاحت بیان و طلاق لسان ، مانند او نیست . شعر را بغایت و بی نهایت بمرزه میگوید :

نام او مجد جان است و تخلص قدسی و بتحقیق پیوسته که . آن گرامی سخنور صاحب امتیازی از روی تشویق و نیاز ، عازم سفر حجاز شده ، بعد از سعادت دریافت زیارات حرمین و پس از طواف مقامات شریفین ، بوطن خود عود نموده . الحال که سال هجرت حضرت رسالت بهزار و بیست و هشت (۱۰۲۸هـ) رسیده در مسکن خود باسایش میگذرانند . از اکثر مسافران فهمیده و سیاحان سنجدیده چنان استماع افتداد که : قبل ازین وجیه معیشت قدسی از بقالی میگذشت و ازان کار ثروت و جمعیت بسیار بهم رسانده بود . اما اکثر اوقات با حکام مشهد همنشین میباشد و اغلب ساعات در مجلس اکابر با عزت و آبرو قرین . و درین ایام خجسته آغاز فرخنده انجام ، از عنایت بلا نهایت ایزد بی همتا ، خزینه دار حضرت امام رضا (علیه التحیه والثناء) گردیده :

دیوان آن یگانه زمانه بنظر مولف — میخانه — در نیامده تا تعداد اشعارش نماید . این دو بیت از آن فریاد زمان — که مناسبتی بسیاق این اوراق پریشان دارد — ثبت نمود :

هر که امشب می ننوشد ، او بها منسوب نیست پارسا ، در حلقه مستان نشستن ، خوب نیست
در چنین فصلی که ، بلبلست و گلشن پرگلت گر همه پیمانۀ عمرست خالی ، خوب نیست (۱)

این رباعی نیز از واردات طبیعت عالی اوست :

۱- شاهجهان نامه ، سرو آزاد ، کلمات الشعرا ، تاریخ اعظمی ، مجمع النفائس ، تذکره شعرای متقدمین دارد .

گویند که : دستش ز حنا گلگون شد نیانی ! ز حنا نیست ، بگویم چون شد
چون شانه بزلف خویش دستش میزد ناخن بدلم خوره و کفش پر خون شد (۱)
(ص ۸۳۱-۸۳۲)

● شاهجهان نامه : چمد جان قدسی ، از متوطنان مشهد مقدس است و به نهایت مرتبه تقدس ذات و پاکیزگی صفات و ورع و تقوی متصف . صاحب طبع ستوده است و در شیوه سخنوری متانت و جزالت را — چنانچه باید — رعایت میفرماید . چون ظهور فیض باندیشه او موقوف است ، و خفای نیر معانی به بیفکری او موصوف ، در قصیده ، قصیدهای نیک مینگارد و در قطعه و غزل و رباعی ، و بتخصیص مثنوی ، داد صنائع و بدائع لفظی و معنوی داده ، ایراد معنیهای برجسته بی آهو مینماید . از روی انصاف هیچکس از سخنوران بر سخنش انگشت نتواند نهاد ، و در گفتار سحر آثارش ناخن بند نتواند نمود . زیرا که ، سخن او مانند زر پخته از آلاش خامی منزّه است و بجمیع وجوه ، نزد عیار شناسان معنی ، معقول و موجه .

القصه سخن بلند پایه را همواره از فیض طبعش سرمایه بلندی جاوید حاصلست ، و اکثر معنی پیش پا افتاده را ، آن چنان میندد که ، از معنی بالادست ، پای کم نمی آرد ، تا بمعنی والا چه رسد . باعتقاد عزیزان سخن فهم ازین جهت ، که مدتها تن به بوته سخن سنجی گذاخته و قلم را رگ ابر معانی ساخته ، از هم روزگاران سرزنش ترجیح و شایستگی تفضیل دارد . اگرچه بحسب وجود از زمره متاخران است . اما باعتبار معنی ، در مقدمان بشمار می آید .

در سال جلوس پنجم موافق سال هزار و چهل و یک (۱۰۴۱هـ) از

وطن احرام طواف رکن و مقام این قبله امانی و آمال محتاجان و کعبه جاه و جلال انس و جان بسته . چون خود را بادراک این ساعات عظمی رسانید، بانعام نقد و خلعت سر افزاری یافته بروز یانه گرانمند در حلقه ثنا طرازان بارگاه گیتی پناه جا یافت (۱) .

این چند بیت که به بیوت کواکب پهلو میزند ازان خورشید آسمان فضل بظهور آمده . ابیات :

چو شمع ، زنده سرخویش دیده ام ، بر پا (۲)
 نفس کند بدلم کار ریزه مینا
 دگر نشد به نشان آشنا ، چو تیر خطا
 بتنگ عیشی من ، کس مباد در دنیا
 چو شمع جان ، بسر انگشتم آید از اعضا
 وگر نه ، بر کف دریا ، کسی نه بسته حنا
 نه شان ابر شناسد نه شوکت دریا (۲)
 مردم چشم مرا ، خاک رخت ، نوو بصر
 که توان خواندنش از رو نتوان کرد از بر
 همه گفتند که : بر آب نویسد محضر
 غنچه از شاخ چوپیکان محبت ز جگر
 اول شب میکشد مفلس ، چراغ خویش (۳)
 کاش! گل غنچه شود ، تا دل ما بکشاید (۲)
 هر که دیدش گفت : مضمونی درین مکتوب نیست
 پهای خامه سزد گر رقم شود زنجیر (۲)
 نشانده آتش حرص مرا بوج حصیر

من آن نیم که کم ، سرکشی ، ز تیغ جفا
 دمی که ، بگذردم بی کرشمه ساقی
 کسی که ، لذت پیکان بی نشانی یافت
 نه غم بسینه ، نه پیکان بدل ، نه خار پهای
 شبی که ، عقده کشایم بناخن ، از مویش
 برای زینت مزگان ، بدیده خواهم خون
 باب خود ، چو زمرد کسی ، که سبز بود
 ای مرا بی زخت ، افتاده دو عالم ز نظر
 خط رخساز تو ، با خویش طلسمی دارد
 بحر ، بادست تو ، منشور سخا میطلبید
 گسر کنی نسامیه را منع ، نیاید بیرون
 زود به کردم ، من بی صبر ، داغ خویش را
 عیش این باغ ، به اندازه ، یک تنگ دل است
 سر نوشتم را قضا از بس پریشان زد رقم
 کند چو حرف گرفتاری ام را تحریر
 غلام همت درویشی ام ، که بی منت

۱- در ماه ربیع الثانی (۸۱۰۲۲) بار یافت .

۲- همیشه بهار دارد .

۳- سر و آزاد ، کلمات الشعرا ، همیشه بهار ، تاریخ اعظمی ، مجمع النفاس ، تذکره شعرای متقدمین دارد

گذشتنم ز تو، باشد چو رشته سوزن
 در دل من ز نم آبله میروید خار
 جوهر ذات، تهمی دستی جاوید آرد
 بیم نقصان بود آنرا که، کمال دارد
 عاشقان را بدو محراب حرام است نماز
 من نمیگویم، بچشم نه قدم، یا بر زمین!
 کشتی چشم تر من بود با دریا قدر
 یاد روی تو بخاطر رسد، از دیدن گل
 رشک بر زندگی خضر ندارم، بجز این
 جا بود، افتادگان عشق را، بر آسمان
 آنکه، هرگز بر نمیدارد قدم، از چشم من
 دل بزلفش بسته (قدسی) چه میخواهی دیگر

رباعی

در ساغر من، می طلبی را، جا نیست
 بسا گوهر اشک خویشتن، ساخته ام
 دانی ز چه بی حجاب میخندد صبح
 این غمکده، چون مقام خندیدن نیست

میگویم و از، هیچ کسم پروا نیست
 چشمم چو حباب بر کف دریا نیست
 افکنده ز رخ نقاب میخندد صبح
 بر خنده آفتاب، میخندد صبح (۱)

مثنوی

غنیمت شمار این چنین دوستی
 سخن آن چنان در وی افشوده پای
 ز پیوستن خلق تجرید به
 مییوند با هیچکس زینهار
 ز قطع تعلق چه بهتر بود
 که دید این قدر مغز در پوستی
 که از نقل کردن نه جنبد ز جای
 ز پیوند بر شاخ روید گره
 که ناقص بود ظرف پیوند دار
 گلی چیده را جای بر سر بود
 (۳۸۹:۳-۳۹۳:۳)

ورود قدسی

● و در همین ایام (۲) شاعر نادر فن جادو کلام حاجی محمد جان قدسی

۱- همیشه بهار دارد .

۲- در اوقات روز جمعه سلخ ربیع الاول (۱۰۴۳) (پنجمین سال جلوس شاهجهانی) در پادشاهنامه هشتم ربیع الثانی (۱: ۱: ۲۴۰)

تخلص از اهل مشهد ، که به نهایت مرتبه تقدس ذات و تنزه صفات و غایت ورع و پرهیزگاری ، با کمال تفرد در فن شاعری و سخنوری — که اجتماع این مراتب در یک ذات کمتر دست بهم داده — انصاف دارد ، از وطن احرام طواف رکن و مقام این قبله امانی و آمال محتاجان و کعبه جاه و جلال انس و جان از ته دل بر میان جان بسته ، خود را بادراک این سعادت عظمی رسانید . و قصیده غرا که در ستایش بندگان درگاه جهان پناه — بطریق ره آورد — انشا کرده بود ، در حضور پر نور انشاد نمود . و از مرحمت خلعت فاخر سره‌ایه مفاخرت سرمد اندوخته ، دو هزار روپیه برسم صله یافت . و از راه تحریک بخت کار فرما — که او را بدین قبله ارباب طریقت راهنما شده بود — در حلقه ثنا طرازان بارگاه خدیو زمین و زمان در آمده به سلک بندهای درگاه والا شرف انتظام یافت . و این چند بیت ازان قصیده است :

در ثنای قبله دین ثنائی صاحبقران
قبله اقبال خانان زمن شاه جهان (۱)
از برای خدمتش ، زد چرخ دامن بر میان
جوهر تیغ شجاعت ، مصدر امن و امان
چون عقاب تیر ، بر شاخ کمانش ، آشیان
با بدونیک است ، چون خورشید ، گرم و مهربان
زد بسداسان بقایش دست عمر جاودان (۱)
نصرتش از تیغ لامع ، همچو مهر از خاوران (۱)
سازگار یهای عدلش چون نهد ، پا در میان
تهمت زنجیر عدل ، از گردن نوشیروان
ربع مسکون کو دگر بنشین بعیش جاودان
از زمان حضرت صاحبقران تا این زمان
مهر در حد کمال آید پدید ، از خاوران

ای قلم! بر خود بهال از شادی و بکشا زبان
آبروی آفرینش کعبه صدق و صفا
جوهر اول ، شهاب الدین محمد ، کز ازل
اختر برج کرامت ، مظهر لطف اله
آنکه از آغاز فطرت ، بسته شهباز ظفر
گر مخالف و موافق ، از ولایش ، دم زنند
تا زمین دولتش ، ایمن شود از حادثات
دولت از پیشانیش پیدا ، چو نور ، از آفتاب
سرمه چشم غزالان سازد ، از داغ پلنگ
شهرت آثار عدلش ، زود بر خواهد گرفت
خوش نشست از نقش پایش ، نقش هفت اقلیم را
آفتابی این چنین ظالم نشد ، در هیچ قرن
جای حیرت کی بود ، گر کامل آمد از ازل

سرغینى بر ضمير روشت، پوشيده نيست
 حیداً دولت که، بیند با تو خود را در رکاب
 راز خود تقدیر، با رای تو، دارد در میان
 مرحبا نصرت که، باشد با تو دائم، همنان
 (کلکته ۱: ۵۰۸-۵۰۹)

تخت طائوس و قدسى

● چون ساعت مسعود برای نزول همایون موکب اقبال بمركز محیط دولت
 يعنى دارالخلافت عظمی، (۱) و جلوس مبارک آن نایب منایب نیر اعظم
 بر سریر سپهر نظیر مرصع — که درین ایام آن نمودار فلک ثوابت صورت
 اتمام یافته — باختیار منجمین روز جمعه سوم فروردی (مطابق روز جمعه سیوم
 شهر شوال ۱۰۲۲ هـ) قرار یافته بود . بنا برین جشن تحویل آفتاب جهانتاب
 و انجمن نوروز گیتی افروز در دولت سرای گهات سامی مقرر شد .

و سامان طرازان کارخانجات سلطنت به تزئین محفل نوروزی ، بر طبق
 دستور هر ساله و آذین بزم جلوس مذکور در صحن خاص و عام دولتخانه
 دارالخلافت اکبرآبادی مامور گشتند . و همگنان بحسب فرموده نخست اسپک
 محمل زربفت مقیش کار گجرات را — که قریب یک لک روپیه صرف
 مصارف آن شده بود — در پیشگاه ایوان چهل ستون به ستونهای زرین و
 سیمین افراشتند . و بر اطراف آن، ازین جنس شامیانها ، بپا اندازی همایون
 دست ستونها استاده نمودند . آنگاه روی زمین را بگستردهای های ملون و
 بساط های مزین روپوش ساخته ، روکش کارگاه بوقلمون ساختند . و در
 سایه اسپک چبوتره مربع ترتیب داده محجری زرین بر چهار ضلع آن نصب
 نمودند . و اورنگ مرصع مذکور را ، در وسط حقیقی آن گذاشته ، بر جوانب
 تخت چترهای مرصع — که مسلسل آن بلائی قیمتی مکمل بود — منصوب

۱- در واقعات سال هفتم جلوس بعد نهضت از کشمیر (۲۳ ربیع الاول بروز یکشنبه) بدارالخلافت
 اکبرآباد (در ماه شعبان ۱۰۲۲ هـ)

نمودند. و در و دیوار و سقف و جدار و طاقهای اطراف محوطه خاص و عام را، با عمارات نقارخانه و پیش طاقهای سر دروازه — که شاهزادهای عالی مقدار و امرای نامدار کامکار متکفل آذین و تزئین آن شده بودند — در اقمشه فیسفه هر دیار از غمخ طلا باف و زربفت ایرانی و دیباهای رومی گرفتند. و همه جا در مجلس بهشت زیب فردوس زینت ظروف طلا و مرصع و مینا کار به ترتیب چیدند.

اکنون خامه وقایع نگار درین مقام به تصویر سر جمله، از خصوصیات شکل و هیئت، این گوهرین سریر بدیع آئین — که جز قلم قدرت صورت آفرین از عهده تحریر آن نمیتواند آمد — دلبری مینماید.

این تخت همایون که، قطع نظر از سخن آرائی شاعرانه، روی سریر خسروانی و سر اورنگ کیانی ملوک عجم، با پایه نردبان آن، هم پله نمیتواند شد، در مبادی ایام جلوس ابد پایان، رای گیتی آرای خدیو زمین و زمان بترتیب آن پرداخت. جمیع جواهر — که دو کرور روپیه قیمت آنست — سوای جواهری که در جواهر خانه خاصه محل میباشد، و اغلب اوقات از تزئین آن حضرت زینت پذیر میگردد، منظور نظر انور ساخته، ازان جمله موازی هشتاد و شش لک روپیه بوزن پنجاه هزار مثقال از لعل و یاقوت و زمرد و مروارید، که در سنگ و رنگ و قیمت امتیاز داشت، اختیار فرمودند. و با یک لک توله طلا که دو بیست و پنجاه هزار مثقال جوهری باشد و قیمت آن پانزده لک روپیه است، تحویل بی بدل خان داروغه زرگر خانه سرکار خاصه شریفه نمودند. و در مدت هفت سال تمام سمت اتمام یافته مبلغ یک کرور روپیه — که سی صد و سه هزار تومان ایران و چهار کرور خانی قوران باشد — در مصارف آن بخرج رفت.

و تصویر خصوصیات آن برین صورت است که هیئت آن فرخنده سریر مستطیل و مسقف سمت ترتیب پذیرفته . چنانچه همانا از نسبت آن وضع همایون عموم این شکل اجسن صور و اجمل تفاوتیم اکمل و افضل اشکال و اوضاع گشته، گویا کمال و جمال صفاهانیان را همین ماده منظور افتاده ، آنجا که میگوید :

‘ تا عقل کرد نسبت این وضع با فلک هیئت بمستطیل کنون شکل افضل است و آن سریر روکش پایه برجیس — که تخت طافدیس بل عرش بلقیس را ، از طاق دلها بر انداخته و کرسی گوهرنگار سلیمان را در نظرها بسی وقعت ساخته — وصف رفعت پایه گرانمایه اش سخن را باز بر کرسی نشانده و ثنای والای پله مقدارش بنا بر فرط رتبه مقدار قدر سخن را از پایه کرسی در گذرانیده، چندانکه بساق عرش رسانیده . سقف مرصع اش بهشت قائمه زرین مینا کار — که هر یک قاعده نه گنبد مینای گوهرنگار میتواند شد — افراشته شده ، بر سطح اعلائی آن دو طاؤس زرین مینا کار ، که جابجا بر پرهای افراشته آنها زمرد بکار برده ، روبروی یک دیگر سمت وقوع دارند . و هر یک دانه لعلی ، که هر یک همانا جگر-پاره آفتاب تابان و ثمره الفوادکان بدخشان درست به اخگر افروخته میباید ، مانند مرغ آتشخوار بمنقار گرفته . چنانچه نظاره آن بغایت دلکش و دلاویز افتاده . و طول آن سه ذره و ربع و عرض دو نیم و ارتفاع آن تا سقف پنج ذره . و همه جا انواع جواهر از یاقوت و زمرد و الماس فرنگی تراش خورد و کلان در نقش و نگار آن بکار رفته . چنانچه تماشای هوش ربای آن ، قرار از خاطر و شکیب از دل میبرد . و در هر قطعه از قطعات عذاره آن چند لعل کلان بدخشانی بدرخشانی آفتاب تابان به نگین خانه زر بتمکین هرچه تمام تر نشسته و کتابه درون آن ، از

اشعار آبدار شاعر فرشته محضر، اعنی زینت صفحه روزگار حاجی محمد جان قدسی تخلص — که از سرآمد شعرای پای تخت است — مینمای زمرد خام نگاشته . این چند بیت ازانجمله است . ابیات :

که شد سامان بتائید الهی	زهی فرخنده تخت پادشاهی
زرخورشید را بگداخت ، اول	فلک روزی که ، میکردش مکمل
میناکاریش ، مینای افلاک	بحکم کار فرما ، صرف شد پاک
گهر افسر بسر خاتم بندیده	برای پایه اش ، عمری کشیده
فروزان ، چون چراغ از طور سینا	در اطرافش ، بود گلهای مینا
ازان شد پایه قدرش ، فلک سای	دهد شاه جهان را بوسه بر پای
ز گردون پایه بر تخت افزود (۱)	سرافرازی که ، سر بر پایه اش سود

(کلکته ۲ : ۸۵-۸۸)

۱- و تاریخ اتمام را — اورنگ شاهنشاه عادل — یافته . و سخن سنجی دیگر با این تاریخ برخورد :

۸۱۰۴۲

اثر باقیست ، تا کون و مکان را	بود بر تخت ، جا شاه جهان را
بود تختی چنین ، هر روز جایش	خسراج هفت کشور زیر پایش
چو تاریخش ، زبان پرسید از دل	بگفت : — اورنگ شاهنشاه عادل —

۸۱۰۴۲

دیگری این تاریخ یافته :

— سریر همایون صاحبقرانی —

۸۱۰۴۲

یگانه شاعر نادر سخن جادو کلام طالبای کلم نیز قصیده در تمهیت اعیاد ثلاثه سعید — نوروز و عید فطر و عید قدم اسعد به دارالخلافة عظمی — سمت نظم داده ، و چند شعر در تعریف آن برج شمس و قمر در ضمن آن درج نموده . و آن ابیات که پادشاه دقیقه سنج هنر نواز اورا ، برین سربروز وزن نموده ، بسی ملاحظه ترتیب با مطلع درین نسخه نامی ایراد یافته :

خجسته مقدم نوروز و غره شوال	فشانده آند گل عیش ، بر سر مه و سال
بچشم مردم دارالخلافة ، عید نویست	غبار موکب شاه جهان جهان جلال
شرف پذیرد نوروز در چنین عیدی	که پادشاه نشیند به تخت استقلال
بوصف تخت مرصع ، گهرفشان گشتم	خدا نصیب کند عمر خضر و طول مقال
هزار سیلان یاقوت و صد بدخشان لعل	برو نهائی گرفت است تا نمود جمال

قصیده و جایزه، زر هم وزن لدسی

● ازان جمله (۱) عنایت پادشاه سخن پرور شامل رعایت احوال همدم بال افشانان فضای عرش و کرسی حاجی مجد جان قدسی آمده . از روی قدردانی ترازوی زر سنگ را در وزن آن سرآمد ثنا سنجان گمهر سنج فرمودند . و حق صلۀ گوهرین قصیده — که درین ایام مشتمل بر مدیح آنحضرت به سلک نظم انتظام داده بود — درین صورت ادا نموده . مبلغ پنج هزار و پانصد روپیه ، که هم وزن سبک روحی آن یگانه زمانه گشته بود ، مرحمت نمودند . (کلکته ۲ : ص ۱۶۱)

وفات لدسی

● بعرض مقدس رسید (۲) که : طائرستان سرای سراپستان قدس خاجی مجد جان قدسی تخلص ، در دارالسلطنت لاهور، قفس قالب عنصری شکسته با بلبان جنت همنا گردید . (کلکته ۲ : ص ۲۷۲)

● پادشاه نامه : ربیع الثانی (۱۰۴۲هـ) حاجی مجد جان مشهدی

قوان ز آتش یاقوت آن چراغ افروخت	که فی ز یاد رسد آفتش نه ز آب زلال
فتاده پرتو یاقوت و لعل بر الماس	چنانکه عکس چراغان فتد در آب زلال
ز مرد کهنش، تازه تر ز سبزه نو	که اجتماع نقیضین را شمرده محال
طلای تخت شدی آب ز آتش یاقوت	اگر نه قطره فشان میشدی زلال زلال
بها ندارد و دیگر هر آنچه خواهی هست	ز شان و شوکت و فرو شکوه و حسن و جمال

بی بدل خان نیز قصیده سروده که در — شاهجهان نامه — ثبت است .

(کلکته ۲ : ص ۸۵-۸۹)

۱- سال نهم جلوس .

۲- در تاریخ روز پنجشنبه هشم ربیع الثانی سنه هزار و پنجاه و شش (۱۰۵۶هـ) آغاز سال پنجاه و هفتم (۵۷) عمره شاهجهان پادشا .

قدسی تخلص — که در سخن سنجان عراق و خراسان بحدوت فطرت و رسائی طبیعت معروف است ، و به پیشوای بخت بیدار و رهنمائی دولت کارگذار — بسان دیگر سخنوران آفاق ، دل از موطن بر گرفته بعزیمت آستان بوس رو به هندوستان بهشت نشان نهاده بود ، باحراز سعادت ملازمت مستعد گشته . قصیده در مدح پادشاه جود گستر هنر پرور بعرض رسانید ، و بعنایت خلعت و امپ و انعام دو هزار روپیه ، سر بر افراخته در سلک مداجان انتظام یافت ، این بیت ازان قصیده است :

ای قلم بر خود بیال از شادی و بکشا زبان در ثنائی قبله دین ثانی صاحب قران (۱)
(کلکته ۱ : ۲۲۲-۲۲۶ ص)

فتح قلعه دولت آباد

● ۱۹ ذی الحج (۱۰۴۲ هـ) قلعه دولت آباد فتح شد ، در پادشاه نامه هست :

حاجی محمد جان قدسی — که بمناقب طرازی این دولت فزاینده و بمفاخر پردازی این اقبال پاینده کامیاب است — این چند بیت در وصف قلعه مذکور گفته :

حصاری که مثلش ، ندیده است کس بود قلعه دولت آباد و بس
فلک را رخ از رفعت پایه اش کبود است از لطف سایه اش
خزد را بود خندش در نظر ز فکر خردمند ته دار تر
بود مملکت را هروس ، این حصار که پایش بود از شفق دز نگار
(کلکته ۱ : ۵۳۰)

کشمیر ، پیر پنجال

● در ذیقعد (۱۰۴۳ هـ) پادشاه سفر کشمیر روانه شد ، پنجشنبه یازدهم

۱- رک : تحت شاهجهان نامه (عمل صالح) .

ذی الحج (۱۰۲۳هـ) در پوشانه منزل شد، و روز دیگر از پوشانه — که پای کتل پیر پنجال است — کوچ نمودند. در پادشاه نامه است :

و کتل مذکور را که از پائین تا بالا قریب دو کروه پادشاهیست و ازان میان یک کروه، بمرتبه بند و نا هموار، که طی بعضی جاها سواره ممکن نیست، یخجستگی پالکی سوار عبور نمودند. مصاعد آن با فلک انباز است و مصاعد آن با ملک هم آواز. مرغ تیز پر بر سر قلعه آن پرواز نکند و سحاب بلندی گرا از دامن آن سر بر نیارد.

حاجی محمد جان قدسی این چند بیت در وصف آن گفته :

معاذ الله! ز راه پیری پنجال که مثلش دیده، کم چرخ کهن سال
صبا، در دامش زان میخرامد که، نتواند ببالایش بر آمد (۱)

(۶ شعر دارد، کلکته ۲ : ۱۹)

سرینگر

● روز پنجشنبه هیژدهم از خانپور — که پنج گروهی شهر است — قضیهت نموده بدولتخانه والا تشریف بردند.

این مصر یوسف لقارا، که بکشمیر شهرت یافته، در دفاتر سرینگر مینگارند. اما از سیومین دفتر — اکبر نامه — مستفاد میگردد که : نامش در — راج ترنگنی — (۲) که مبنی است از احوال چهار هزار ساله این سرزمین نزاهت آگین — سنی سر — است. هندو (سنی) زن مهادیو و (سر) تالاب را نامند. چون تمامی این زمین آب فرو گرفته بود و سنی

۱- رک : تحت مثنوی در صفت کشمیر در آخر این مقال .

۲- این کتاب در تاریخ کشمیر بمحمد سلطان زین العابدین نوشته شده است و ترجمه اردو و انگریزی آن در ذخیره نگارنده است .

همواره درینجا غسل نمودی بدین اسم موسوم گردید

این خطه فردوس نظیر، بحسب نزهت و صفا، و لطافت آب و هوا، و ویر ریاحین و اشجار، و کثرت فوا که و اثمار، و باغهای خوش و جزیرهای دلکش، و چشمسارهای تسنیم زلال و تالابهای کوثر مثال، و آبشارهای فرح افزا و بیلاقات دلکشا، بهترین معموره دنیا است. و مساحان ربع مسکون و سیاحان کوه و هامون، باین کیفیت مکانی، گذارش ندهند.

نظم طرازان پارسی در وصف آن، اشعار غرا برگذارده اند، ازانجمله این چند بیت است که حاجی محمد جان قدسی - که درین سفر فرح اثر در رکاب سعادت کامیاب بود - گفته و باجسان و تحسین سرافراز گردیده :

خوشا کشمیر! و خاک پاک کشمیر که سر بر زد بهشت از خاک کشمیر (۱)
(دوازده بیت دارد، کلکته ۲: ۲۱-۲۲)

چشمه اچول

● ربیع الاول روز یکشنبه بیست و سیوم از کشمیر نهضت کردند، بیست و هفتم در - اینچه - که در تیول اسلام خان میر بخشی بود، تشریف فرما شدند.

درین پرگنه معبدی بود باستانی، پادشاه عدالت گستر بهدم بنیان آن، فرمان داده پرگنه مذکور را به - اسلام آباد - موسوم گردانیدند.

سابقاً دو دست عمارت، یکی برای محل مقدس و دیگری بواسطه دولت خانه خاص، بر دو چشمه خوشگوار - که دران مکان نزه واقع شده - ساخته بودند. چشمه محل از میان حوضی ده در ده گذشته بمختصر حوضی - که

۱- رک : تحت مثنوی در صفت کشمیر در آخر این مقال .

بر روی چبوترهٔ وسیعی پرداخته اند و برکنار آب چنار عظیم سر بر افراخته — میآید، و ازان بحوضی بیست گز در بیست که در ته چبوتره است، ریخته بیرون میرود.

و چشمهٔ دولتخانهٔ خاص نیز از میان جوضی ده در ده برآمده بحوضی دیگر، که چل گز در چل است، میریزد. و ازین جوض جوی، بقدر دو آسیا آب، برآمده بجوی چشمهٔ محل ملحق میگردد.

درینولا باسلام خان حکم شد که: دران نزهتکده عمارات خوب و نشیمنهای مرغوب سازد!

آخر این روز — آصف آباد — معروف به مچھی بهون — که در تیول عین الدوله (ابوالحسن آصف خان) است. و آن نوین والا قدر بفرمان حضرت جنت مکانی، در آنجا عمارات و حیاض و انهار و ریاض ساخته، محط رایات اقبال گردید.

چون اهل آن دیار (مچھی) ماهی را خوانند و (بهون) خانه را و چشمهٔ این مکان ماهی فراوان دارد، موضع مذکور باین نام اشتهار یافته.

حاجی محمد جان قدسی صفت آن چشمه بدین گونه گزارش داده:

اشارت، جانب این چشم، از دور	کند، انگشت را، فوارهٔ نور
کند گسر، امتحان سردی آب	نیارد، پنجهٔ مرجان، دمی تاب
مگر یاقوت اینجا، آب خورده	که آتش، آبرویش را نبرده
ازان ماهی، زند خود را بقلاب	که در آتش جهد از سردی آب
بروی چشمه، ماهی صنف کشیده	چو مژگان های تر، بر روی دیده
دمادم چشمه، از ماهی تپیدن	کند چون چشم، آهنگ پریدن (۱)

۱- رک: تحت مثنوی در صفت کشمیر در آخر این مقال.

و ازان رو که مکان مزبور دلکشا و روح افزا بود، اعلیٰ حضرت سه روز مقام فرمودند، و یمن الدوله شب دوم بر جوضها و جویهای درون و بیرون، چراغان بر افروخت.

غره ربیع الثانی... حضرت شاهنشاهی در ده اچول... نزول اجلال فرمودند.

(کلکته ۲ : ۵۰-۵۱)

تخت طاؤس و قدسی (۱)

● چون بمرور ایام و کرور اعوام اقسام جواهر ثمینه - که هر یک شایسته گوشواره ناهید و کمر بند خورشید است - در جواهر خانه والا فرام آمده بود، در آغاز جلوس مقدس بر ضمیر الهام پذیر منطیع گردید که، از تحصیل چنین تحف غریبه و نگاهداشتن ازین نفائس عجیبه، مطمح نظر دور بین جز دولت آرائی و زینت افزائی، امری دیگر نیست، پس در جای بکار باید برد که، هم تماشاگران از حسن جهان افروز این نتایج بحر و کان بهره بگیرند و هم کارگاه سلطنت را فروغی تازه پدید آید.

حکم شد که: سوای جواهر خاصه - که در جواهر خانه مشکوی مینو مثال میباشد، از قسم لعل و یاقوت و الماس و مروارید قیمتی و زمرد، که دو لک صد روپیه قیمت آنست - هر چه در تحویل خان زمان بیرون است از نظر اظہر بگذرانند. و جواهر ثمینه گران سنگ را - که پنجاه هزار مثقال است و مبلغ هشتاد و شش لک روپیه بهای آن شده بود - انتخاب نموده به بی بدل خان داروغه زرگر خانه حواله فرمودند، تا بیک لک توله طلای ناب، که دو صد و پنجاه هزار مثقال است، و مبلغ چهارده لک

۱- در حالات بعد از شب چهارشنبه غره شهر شوال (۱۰۴۴) بر موقع جلوس کردن بر تخت

طاؤس روز جمعه سیوم شهر شوال (۱۰۴۴)

روپیه قیمت آن تختی، بطول سه گز و ربعی، و عرض دو نیم گز، و ارتفاع پنج گز سرکاری نموده، بجواهر مذکوره ترصیع نماید. و مقرر شد که سقف آن را از درون بیشتر میناکار و لختی مرصع، و از بیرون بلعل و یاقوت و جز آن مرصع مغرق ساخته بزمردین اساطین دوازده گانه بر افرازد. و بالای آن دو پیکر طاووس، مکمل بزواهر جواهر، و در میان هر دو طاووس درختی مرصع بلعل و الماس و زمرد و مروارید تعبیه کند. و برای عروج، سه پایه نردبان مرصع بجواهر آبدار ترتیب دهد.

در مدت هفت سال این تخت عرش مثال بمبلغ صد لک روپیه — که سی صد و سه هزار تومان عراق و چهار کسرور خانی رائج ماوراءالنهر است — صورت اتمام یافت؛ از جمله یازده تخته مرصع که بر دور آن برای تکیه نصب نموده اند، تخته میانگی — که خاقان سلیمان مکان بران دست حق پرست گذاشته تکیه زده مینشینند — ده لک روپیه قیمت دارد. از جواهری که — درین تخته نشانده اند — لعلی است در وسط آن، بقیمت یک لک روپیه. که شاه عباس والی ایران مصحوب زنبیل بیگ برسم ارمغان نزد حضرت جنت مکانی ارسال داشته بود. آنحضرت در جلدوی فتح دکن بخاقان ممالکستان حضرت صاحبقران ثانی بدست علامی افضل خان بدکن فرستاده بودند. نخست اسم سامی قطب الملة والدین حضرت صاحبقران ثانی، و میرزا شاه رخ، و میرزا الخ بیگ بران منقوش بود. بعد ازان که بانقلاب ایام و انقضای اعوام بدست شاه عباس افتاد، او نیز نام خود را بران مرتسم گردانید. چون بحضرت جنت مکانی رسید نام نامی خود را با نام سامی پدر بزرگوار بران نگاشتند. اکنون با اسم گرامی پادشاه هفت اقلیم شهنشاہ تخت و دیهیم آب و تاب تازه و زیب و زینت بی اندازه دارد.

بامر خاقانی این مثنوی حاجی مجد جان قدسی که ختمش بر تاریخ است
 مینای سبز درون تخت کتابه نموده اند :

<p>که شد، سامان بتائید الهی زر خورشید را بگداخت ، اول بمینا کاریش ، مینمای افلاک وجود بحروکان را، حکمت این بود لب لعل بتان را، دل بجا نیست گهر افسر بسر خاتم ندیده که شد از گنج خالی، کیسه خاک دهد خورشید و مه را ، رونمایش ز گردون پایه بر تخت افزود پناه عرش و کرسی ، سایه او خراج عالمی ، هردانه آن فروزان، چون چراغ از طور سینا نگین خویش جم، بر پایه اش بست تواند صد فلک را داد اختر ازان شد پایه قدرش ، فلک سای خراج عالمی را، خرچ یک تخت تواند قدرش تختی چنین ساخت بود بر تخت جا ، شاه جهان را خراج هفت کشور زیر پایش بگفت : اورنگ شاهنشاه عادل</p>	<p>زهی فرخنده تخت بادشاهی فلک روزی که ، میکردش مکمل بحکم کار فرما ، صرف شد پاک جزین تخت، از زر و گوهر، چه مقصود زیاقوتش، که در قیسه بها نیست برای پایه اش ، عمری کشیده بخرچش، عالم از زرشده، چنان پاک رساند گر فلک ، خود را ، بپایش سر افزای که ، سر بر پایه اش سود خراج بحروکان ، پیرایه او ز انواع جواهر، گشته السوان در اطرافش بود ، گلپهای مینا چو میکرد از فرازش، کوتاهی دست شب تار، از فروز لعل و گوهر دهد شاه جهان را بوسه بر پهای کند شاه جهان بخش و جوان بخت خداوندی که، عرش و کرسی افراخت اثر باقی است تا ، کون و مکان را بود تختی چنین هر روز جایش چو قاریخش زبان پرسید از دل</p>
---	---

۸۱۰۴۲

دیگری این تاریخ یافته :

— سریر همایون صاحب قرانی —

۸۱۰۴۲

هرگاه، مدار مدارج اطرا و مینای مراتب ثنا ، بر تشبیه و نظیر باشد،
 و اشباه امثال این سریر بی نظیر را ، در کارخانه ایجاد ، خلعت وجود

نداده باشند. در توصیف آن، انشا پردازان بلاغت شعار و مدح طرازان فصاحت دثار را — با آنکه خامه معجز نگار شان در اعجاز نگاری ید طولی دارد — جز شرمساری نصیبه نیست. ناگزیر برخلاف گروهی از سخنوران کوتاه بین که کار مشکل ستایش این اورنگ جهان‌بانی را آسان پنداشته، سجلی بر نادانی خود نگارش نموده اند.

(کلکته ۲: ۸۱-۷۸)

قدسی را بزر سنجدین

● شانزدهم (۱) حاجی محمد جان قدسی را در جلدوی قصیده — که بمدح پادشاه فلک پایگاه محلی ساخته بود — بزر برکشیده. مبلغ وزن را — که پنج هزار و پانصد روپیه شد — باو مرحمت نمودند.

(کلکته ۲: ۱۲۲)

شرح حال و ورود

● حاجی محمد جان مشهدی قدسی تخلص: برنگینی الفاظ و نازه آئینی معانی در دل همگنان جا دارد. و سعادت منشی و پاک گوهری از اطوار گزیده او هویداست. در سال پنجم جلوس اقبال مانوس فرازنده اکلیل کشورستانی حضرت صاحبقران ثانی بهندوستان آمده در سلک مناقب گذاران انسلاک یافت.

(بست و سه اشعار دارد ۲: ۳۵۱-۳۵۲)

صد مهر صله

● (بیست و سیوم ربیع الاول ۱۰۲۹ هـ) بحاجی محمد جان قدسی صد مهر مرحمت شد.

(کلکته ۳: ۱۵۳)

جشن غسل صحت بیگم صاحب

● پنجم شوال (۱۰۵۲ هـ) در جشن صحت بیگم صاحب (۲): در ایام

۱- در حالات بروز پنجشنبه دوازدهم شوال (۱۰۲۵ هـ).

۲- جهان آرا بیگم (۱۰۲۲-۱۰۹۲ هـ).

هشت گانه این بزم والاقامت، هزار کس بعنایت خلعت مزین گردید . و شعرای بلاغت شعار — که از بخت بیدار بحضور پیشگاه قوایم سریر جهانبانی کامیاب اند — اشعار غرا بشرف مسامع خلافت رسانیدند . حاجی مجد جان قدسی بعنایت خلعت و انعام دو هزار روپیه و دیگران در خور حالت بصلات سرافراز گردیدند . (کلکتہ ۳ : ۲۰۰)

وفات

● غرۃ ربیع الثانی (۱۰۵۶ھ) : درین تاریخ بعرض اقدس رسید که : حاجی مجد جان قدسی مشهدی را — که بمفاخر گذاری خدیو اورنگ آرای فرهنگ آما عز امتیاز داشت — بعارضه اسهال در دارالسلطنت لاهور پیمانہ عمر بر آمود . (کلکتہ ۳ : ۵۰۴)

● لطایف الغیال : حاجی مجد جان قدسی در نہایت تقدس ذات و محمدت صفات بوده . قرات قران و ذکر خوب میکرده و در عنفوان شباب بشرف زیارت بیت الحرام مشرف شده
آخر الامر بجرم کمال استعداد ، روزگار سلفه پرور او را بعد از پنجاه سالگی با اضطرار سفر هند مبتلا نموده : و در خدمت شاهجهان ترقی عظیم نموده .

البحق پهلوانست ، چه قصیده و مثنوی و غزل و رباعی همه را خوب میگوید .

(میخانه ۸۲۱ بحوالہ نسخۃ لطایف الغیال شماره ۲۳۲۵ کتابخانہ ملی ملک تہران)

● عرفات عاشقین : بغایت خوش طبیعت ، عالی فطرت ، صاحب

خلق و آدمیت و مردمیست . بالفعل در مشهد مقدس رضویه کدخدای
بقالاتست (۱) . (میخانه ص ۸۲۱ مرقات نسخه بانکپور)

● نصرآبادی : حاجی مجد جان مشهدی : قدسی تخلص میکرد ، حقا
که قدسی خلقت مردم طینت بود . بسعادت مکه معظمه مشرف شده .

از طور سخن او کمال شاعری ظاهر است ، اما در قصیده گاهی ابیات
بی نسبت دارد ، در قصیده خیلی قدرت دارد . از این ولایت دلگیر شده
به هند رفته کمال عزت و قرب و منزلت در خدمت پادشاه و شعرا و امرا
بهم رسانیده ، بعدی که طالبای آملی که بمنصب — ملک الشعرائی — ممتاز
بود جهت مراعات خاطر او ، در دربار پادشاه پائین دست او میایستاد (۲) .

در ایام حیات مبلغی کلی جهت باز ماندگان خود — که دو پسر و

۱- قلمی درینباب ضمن قصیده میگوید !

ازان وظیفه، چه خیزد که ، پاره باید کرد
خزانه دار که ، رنگ زرش بجای زرست
خزانه داری من ، اسم بی ستمیاییست
ز من وظیفه نقدی اگر کنند طلب
وظیفه دیدن مهر در خزینه بست
ز شرم اهل طلب ، تاکی از میان ، خود را
بمال وقف ، چو بی برکتی فرو شده ام
ز رقعہ های عزیزان روم مرقع پوش
در سرا ، ز هجوم برات خواهانم
اگر خزانه قہی شد ز نقد ، باکی نیست

هزار کفش ، برای برات صد دینار
بکار خود شده حیران ، چو صورت دیوار
وگر نه چون خجلم ، از رخ صفار و کبار
جواب نیست جز اینم بزمرة اخبار
چه حاجت بتصدیع درم و دینار
چو فرد باطل دفتر، کسی کشد بکنار
چنانکه وقف بود بر سرم چو گل دستار
چونخل پیش سازی بکوچه و بازار
نمونه نیست ز روز برات و روی مزار
پرست مخزن طہم ز گوهر شہوار
(آقای گلچین معانی - میخانه ۸۲۲)

طالب آملی پشتر از ورود قدسی فوت شده بود .

جماعت دیگر بودند - فرستاده . در آن ولایت فوت شد ، استخوانش را بمشهد مقدس آوردند .

دیوان او را فقیر دیدم ، اشعاری که در هند گفته مثنوی در تعریف کشمیر دیده شد . مسموع شد که : مثنوی هم بر غزوات پادشاه بنظم آورده ، بسیار بقدرت گفته . شعرش این است . این چند بیت از مثنوی او شنیده شد (۱) :

مذمت فلک

بسا نام کین گنبد لا جورد بسنگ مزار از نگین نقش کرد
زبان در خموشی چو رام تو شد طرب کن که ، دشمن بکام تو شد

وصف عبدالله خان (فیروز جنگ)

نهنگی که از ضایست احتشام ننگبند ببحر از بزرگیش نام (۲)

تعریف لیل

بخرطوم دارد فلک را نگاه که از نقش پایش نپفتد بچاه

غزلیات

پاک دامن ، ز نکویان نکوست	آینه را زخم قضا ، داغ روست
فتد چه مفری تسبیح در گلوش گره	موزنی که نگوید : حل ول الله !
حالم از ناله من ، بی تو چنان تفک فضاست	که سپند از سر آتش ، نتواند برخاست
بکدامین گل رخسار تو ، نظاره کنم	که زهر حلقه زلفت ، گل دیگر پیداست
مهر و مه را ، نبود بی مدد رای تو ، نور	بنگاه دگری دیده عینک بیناست
کسی بقیمت من پی نبرد ، و عمر گذشت	چو گوهری که ، شود پیر در ته دریا
قبضه خنجرش ، جهانگیر است	گرچه ، یکمشت استخوان باشد
خویش را خصمش اگر در شط خون اندازد	همچو ماهی ز پیش بال بر آرد خنجر
گردون به پیش رای تو ، دم بر نیاورد	سازد ستون خیمه ، ز حفظ نفس حباب

- ۱- قسمتی از این مثنوی در سال (۱۳۲۲هـ) در امرتسر حکیم نیاز حل خان چاپ کرده است .
- ۲- کلمات الشعرا و همیشه بهار و تاریخ اعظمی و سرو آزاد و تذکره شعرای مقدماتین دارد .

بساعدم بود از آستین فزون تر چین
 مهرسد پیشتر از قافله ، آواز درای
 در شیشه وا گذار ، می نارسیده را
 پیوسته ، گره میخورد آن سرکه ، دراز است (۱)
 پرده بکشا که ، برویت دل ما بکشاید
 لاله داغی ز میان برده ، که داغم دارد
 گمان بردم که هر یک چشم حیرانیت بر رویش (۱)
 زنجیر بگردن بسپارید بخاکم
 آگه نیم هنوز که ، چشم براه کیست
 پوست از دست تهیدستان کند پهلو تهی
 حسرتی بود از وصال ، آن هم بن نگذاشتی
 گردون شمارد ، گل شان را ، بگیاه
 کجواجی شاخ را بود ، برگ پناه
 چون کار پایان رسد ، ابتر گردد
 چون صفحه تمام شد ، ورق بر گردد
 خوناب جگر بر تو ، حرامست هنوز
 در آب مزین کوزه ، که خامست هنوز
 شیدائی آن شیفته این نشود
 آئینه ، ز عکس کوه ، سنگین نشود

(۲۲۵-۲۲۴)

بخود ز خون لثیمان ز بسکه دزدم دست
 صیت شاهان قدیمی ، همه از خیل تو بود
 تا آب دیده ، خون نشود ، بر زمین مریز
 کوتاه امل باش که ، چون رشته سوزن
 در چمن کی دلم از فیض هوا ، بکشاید
 عشق ، چون قسمت اسباب معیشت ، میگرد
 دلم خون شد چو دیدم حلقه حلقه گشته ، گیسویش
 قانشرد آزاد کسی بعد هلاکم
 با این که ، صرف شده عمرم ، در انتظار
 پنجه سعیم ز مزدوری ندارد آبله
 آمدی و حسرت وصلم ز دل برداشتی
 بی برگان را ، بصد هنر ، بی زرو جاه
 ننمودن عیب اغنیا ، از مالست
 هر کام که ، در جهان میسر گردد
 نیکو نبود هیچ مرادی بکمال
 (قدسی !) بدلت ، هوای کامت هنوز
 آسوده دل ، تهمتی عشق ، مشو
 دنیا مطلوب طالب دین نشود
 بار دل صاف نشود ، جلوه دهر

● کلمات الشعراء : حسان زمان حاجی محمد جان قدسی — ملک

الشعراء — عصر شاهجهان سخنور صاحب قدرت بود . در قصیده
 گوئی و غزل پردازی گوی بلاغت از اقران ربود : — ظفر نامه شاهجهان —
 را با حسن وجه دلخواه طرز بفصاحت و بلاغت تمام ادا کرده . چون دید
 که ، نام عبدالله خان بهادر فیروز جنگ درین بحر گنجایش ندارد ، چنین

سرود : نهنگی الخ

وقتی که یمین الدوله آصف خان سلطان بولاقی پسر خسرو را بر سریر
تزویر جلوس داد، گفته :

مدان عیب تزویر والا گهر بود آب در شیر گوهر هنر (۱)

چون فیل سفید بتحفگی و غرابت بدرگاه جهان پناه آمد، پادشاه جم جاه بزر
و زیور مزین ساخته خود بدولت سوار شد. این رباعی گذرانید :

بر فیل سفیدش، که میناد گزند شد شیفته هر کس، که نگاهی افکند
چون شاهجهان برو بر آمد، گویی : خورشید شد از سفیده صبح بلند (۲)

بعجائزه لائق مفتخر و مباهی گشت :

در تعریف کشمیر و صعوبت راه مثنوی خوب گفته، تلاشها کرده.
وقتیکه بیگم صاحب از شمع سوخته بود، رباعی گذرانید که بیت آخرش
این است :

تا سرزده شمع با چنین بی ادبی پروانه ز عشق شمع را سوخته است (۳)

گویند بآن کمال و ملک الشعرای روزی غزلی گفته، پیش ملای مکتب دار
میخواند، چون بآن بیت رسید :

ساقی بصبحی، قدری بیشتر از صبح بر غمیز که، تا صبح شدن تاب ندارم (۴)

کودکی میشنید، گفت : صاحب! اگر بجای — قدری — نفسی — گفته

۱- تذکره شعرای متقدمین دارد.

۲- تاریخ اعظمی و مجمع النفائس دارد

۳- تذکره شعرای متقدمین دارد

۴- همیشه بهار و تاریخ اعظمی و مجمع النفائس

شود، برای صبح مناسبت تمام دارد! حاجی قبول کرده در جودت طبع آن کودک حیران ماند. چنانچه ابونواس شاعر عرب این بیت گفته بود بزبان عربی:

الا فاسقنی خمراً و قل لی هی الخمر ولا تقبلی سرأ اذا امکن الجهر (۱)

روزی گذرش بر مکتبسی افتاد، کودکی باستاد خود می گفت که: آیا می دانی که ابونواس شاعر از — قل لی هی الخمر — چه اراده کرده؟ استاد گفت: نمی دانم! گفت: در گرفتن جام شراب چهار حواس متلذذ میشوند، باصره از دیدن، و ذائقه از چشیدن، و شامه از بوئیدن، و لامسه از گرفتن. باقی ماند سامعه، از گفتن که: شراب است! این نیز لذت یاب میگردد. ابونواس گفت: بخدای ای پسر! که از کلام من معنی بر آوردی که هرگز قصید نه کرده ام!

این چند بیت از قصائد و غزلیات قدسی است. مطلع دیوان است:

اول شب میکشد، مفلس، چراغ خویش را
روزم، سیاه کرده چشم سیاه کیمت
دل بردن و نگاه نه کردن، گناه کیمت (۲)
چو آن سرخی که، بر ناخن پس از رنگ حنما ماند (۳)
چو شمع آرم، برون یک دسته زنار، از گریانش (۴)
مترس! هیچ کسست مهربان نخواهد گفت (۲)
گل ریخته بودند، مگر بر سر خاکم (۵)
همسایه دیوار بدیوار شرابیم

زود به کردم، من بی صبر، داغ خویش را
بازم نشسته تا مژه، در دل، نگاه کیمت
جان دادن و سخن نشیدن، گناه من
جوانی رفت، و داغی ماند بردل، یادگار از وی
اگر دستم رسد، روزی بچیب زاهد خود بین
باین قدر که ببالین من نسبی قدسی
نگذاشت بسخراب عدم، شیون بلبل
عمریست که در پای خم افتاده خرابیم

۱- مجمع النفائس دارد.

۲- تاریخ اعظمی و تذکره شرای متقدمین دارد.

۳- همیشه بهار و تاریخ اعظمی و مجمع النفائس و تذکره شرای متقدمین دارد.

۴- تاریخ اعظمی و مجمع النفائس و تذکره شرای متقدمین دارد.

۵- سرو آزاد و تذکره شرای متقدمین دارد.

دواند ریشه گر چون شمع مژگان تا کف پایم (۱)
 بصد برهنه، دهد یک قبا، و آن هم تنگ (۲)
 چو شمع، زنده سر خویش، دیده ام بر پا
 ز هم بقدر یک انگشت راه خانه جداست
 صدف را بود مسهره پشت گوهر
 شیدائی آن، شیفته این، نشوه
 آئینه ز عکس کوه سنگین نشود (۱)
 کی حالت خود تواند اظهار کند
 شمسیر فرود آید و بس کارکنده (۳)

کجا تاب آورد، پیش سرشک دیده فرسایم
 چو غنچه گل صد برگ، آسمان دورنگ
 من آن نیم که، کنم سرکشی ز تیغ جفا
 پلاست هجر عزیزان اگر چو مردم چشم
 سخن بس بمعالم پناه سخنور
 دنیا، مشوق عاشق دین، نشود
 بار دل صاف نشود، جلوه دهر
 هرکس که سخن ز قدر و مقدار کند
 خواهی هنرت عیان شود، پستی جو

سرخوش :

فکر یاران نیک کردار کنه
 شمسیر بزور دستها کارکنده
 (۱۴۸-۱۵۲)

هرکس که کمال خواهد اظهار کند
 گردد هنرت بسی احباب عیان

● مرأة الخيال : مقتبس انوار قدوسی ، حاجی محمد جان قدسی . بدرستی

طبع و رسائی فکر در سخن سرائی بی نظیر وقت و در معنی آفرینی ممتاز
 روزگار خود بوده . بیت :

نور معنی، در سواد شراوت چون سحر، در زلف هنر بارش
 اصلش از مشهد مقدس است و تخلص قدسی بهمین نسبت میکند .
 در عنوان شباب بزبانت حرمین شریفین (زادهما الله شرفا و تکریمها)
 استعداد یافت، و از انجا برهمونی قائد بخت و دولت بوسعت آباد هندوستان،
 که خوان الوان نعمتش ساکنان اقالیم سته را بنوید۔۔ ولهم فیها مایشتهون
 ۔ سامعه نواز است، رسیده به تربیت اعتدال آب و هوای این گل زمین،

۱- تاریخ اعظمی و تذکره شعرای متقدمین دارد .

۲- همیشه بهار و تاریخ اعظمی و مجمع النفائس دارد .

۳- تاریخ اعظمی و مجمع النفائس دارد .

هر روز باغ طبع فیاضش ، بارها مضامین تازه ، و چمن فکر رنگینش بگلمهای معنی نازک ، شگفتن آغاز نهاد . تا بعدی که بیاوری بخت بلند و طالع ارجمند ، منظور نظر کیمیا اثر بهار دولت و جاه شاهجهان پادشاه (طاب ثراه) گردید و بخطاب — ملک الشعرا — که مهین پایه صاحب سخنان است ، سر فرازی یافت . و در مدحت سرائی سر آمد سخنوران عهد گشته . فی شهرور سنه الف و خمس و خمسین (۱۰۵۵ هـ) بمقر اصلی مستانس گردید .

آورده اند که : محمد جان قدسی در یکی از سفرها قصیده در مدح عبدالله خان زخمی — که از اولاد حضرت خواجه ها بود و منصب هفت هزاری هفت هزار سوار داشت — بحضورش برد و در مجالس ایستاده تمام قصیده را بخواند . چون فارغ شد عبدالله خان برخاست و هر دو دستش گرفته برمسند خود نشاند ، و خود با پیراهن و تنبان سفید — که در برداشت — بر پالکی سوار شده از لشکر برآمد و خیمه را با خزان و جمیع کارخانه جات و دواب در وجه صله بدو بخشید . بعد از چند روز حاجی محمد جان قصیده رنگین تر ازان ، در مدح صاحبقران ثانی گفته بعرض رسانید ، و پادشاه خبر بخشش عبدالله خان شنیده بود ، گفت : حاجی صله که عبدالله خان داده است هیچ کس نمیتواند داد ، اما اقسام جواهر قیمتی طلبیده فرمود ، تا هفت بار دهانش از آن پر کردند : و گویند : نوبتی دیگر حاجی را بحکم پادشاه بطلا و نقره مسکوک وزن کرده بودند .

بخششهای بی دریغ صاحبقران ثانی ، و آدم شناسی ، و هوشیاری ، و شیوه عدل و داد بر ساکنان ربع مسکون پوشیده نیست . اکثری از ثقات بر آنند که : در (خاندان) تیموریه هیچ پادشاهی جامع این همه صفات مستحسن ، بظهور نیامده : سی و یک سال و چند ماه بعین کامرانی گذرانیده

فی مشهور سنه الف و تسع و ستین (۸۱۰۶۹) — چنانچه مشهور است — در قلعه اکبرآباد منزوی گردید . و پس از چند سال بدارالخلد انتقال فرمود .
(کساه الله لباس الغفران و اعطاه نعیم الجنة و الرضوان) ولله در قائله :

گلستان جهان ، تا رنگ دارد بدین ساز است بزم شادی و غم جهانسی زین هوسناکان هستی کز آن ساغر نشد ظاهر صدای ز بعضی جرعه بر خاک افتاد یکی ، بر ناز و نعمت دامن افشاند یکی ، در مفلسی شد طعمه خاک درین محفل کجسا سیم و کجسا زر که نه نقدیست در دستت نه اجناس دکانها تخته است و جنسها خاک مال کار ، هر یک نا امیدی است	قرازی هوس ، این سنگ دارد همین دارد غنسا و فقر عالم بسنگ بیخودی زد جام مستی حسابی را بموجی خورد پای نمی از گردش چشمی نشان داد دو روزی گردی از نام و نشان ماند که نام ، از نقش او شد ، بیشتر پاک مسژه داری پوشان چشم و بنگسر نه اسباب غنسا داری نه افلاس اثرها رفته است و نقشها پاک دم صبح نفس بر این سپیدی است
--	---

ملاحمید مصنف — شاهجهان نامه — در جای ذکر محمد جان قدسی نموده
است ، این ابیات وی را ، از قصیده منقبت امام علی موسی رضا (علیه السلام)
بر علو طبع او بطریق استشهاد آورده : مثل مشهور است که مثنوی نمونه از
خرواری :

کنند چو حرف گرفتاری مرا تحریر کسی نه شسته سیاهی ز داغ ماه کلف غلام همت درویشی ام ، که بسی منت زمانه پایه من گو مکن بلند ، که هست چنان ز ضعف بود ، بسی نظیریم روشن نکرده هیچ هنروز در آب ناخن بند چنان ، به نسخه اشعار خویش ، مینازم ز مشرق نفسم ، بمآز مطالعه سر زد ز بسکه کوه کشیده است نم ، ز ابر مطیر	بپای خامه سزد گر رقم شود زنجیر چگونه تیرگی از اخترم برد تدبیر نشانه آتش حرص مرا ، بموج حصیر هوای رفتن هرشم چو آه بسی تائیر که در برابرم آئینه نیست عکس پذیر بشعرهای ترم گو خود خورده مگیر که شه بنقش نگین و گدا بنقش حصیر که غوطه خورد از مهر در خوی تشویر توان کشید رگ از سنگ ، همچو موز خمیر
--	--

چنانکه باشد بر مالدار چشم فقیر
کنند رخنه دیوار را ز گل تعمیر
وگرنه، نیست هوا را بیذل جان تقصیر
ز بسکه، برگ گل ولاله، میچرد نخچیر
که دسته دسته توان چید گل، ز دسته تیر
برای آنکه دهد بوسه، بر رکاب امیر
نماند راز نهان در مشیمه تقدیر
شوند جمع کواکب، چو دانه در زنجیر

بباغ دوخته بر داغ لاله نرگس چشم
چو چاک پیرهن غنچه، باغ پیرایان
قبول جان نکند مرده، از لطافت خاک
ز شخص سایه نیفتد بخاک، جا دارد
ز چوب خشک، چنان رسته گل، ز فیض هوا
سحاب شست، لب غنچه را، بچندین آب
شهمید طوس که از نور قبه حرمش
اگر بچرخ بگردد که: درم آربساط!

و این غزل مجد جان که در تتبع فغفور گفته و از وی پیش برده مشهور است:

چشمی و خون در آستین، اشکی و طوفان در بغل (۱)
هر طفل اشک از دیده ام، آید برون جان در بغل
گل غنچه گردد، تا کند بوی تو، پنهان در بغل (۱)
گردد فراموش صبح و، خورشید تا بان در بغل
اونقد آرزوش بکف، من جنسی هصیان در بغل

دارم دل، اما چه دل، صد گونه حرمان در بغل
گو قاصدی از کوی او تا در نثار مقدمش
بوی تراء، یک صبح دم، گریه آرد در چمن
برقع ز هاراض بر فگن، یک صبح دم تا از صبا
(قدسی) ندانم چون شود سودای بازار جزا

(۸۵-۸۸)

● همیشه بهار: سرآمد شیرین-کلامان زمان، حاجی مجد جان قدسی تخلص
مشهدی الاصل. بورع و تقوی معروف و بحسن خلق و ستوده رای موصوف بوده،
و در سخن آفرینی و معنی بندی قدرت عالی داشت. در قصیده و غزل و
رباعی داد فصاحت و بلاغت میداد. علی الخصوص در قصیده و مثنوی نیز.
چنانچه شخصی در مدح آن خازن مخزن اسرار و غواص محیط افکار،
آئینه دار صور معانی، پرده کشای راز نهانی، جاسوس اسرار عالم بالا، فانوس
انوار تجلا، میگوید:

اسم و لقب و ذات صفاتش قدسی است
زان رو همه چیز او چو ذاتش قدسی است

آن نفس مقدس که سناش قدسی است
مجموعه خوبی همه چیزش خوبست

در سال پنجم جلوس شاهجهان پادشاه موافق سال هزار و چهل و یک هجری (۱۰۴۱هـ) از وطن احرام هندوستان نمود و اشعار آبدار خود را بسمع خلیفه زمان رسانید و بانعام نقد و خلعت سرافرازی یافته در زمرة مداحان بندگان عالی جا یافت. و — ظفرنامه شاهجهان — پادشاه را بفصاحت لفظی و بلاغت معنوی نوشته و داد ادا بندی و معنی یابی داد. چو دید که نام عبدالله خان بهادر فیروز جنگ درین بحر گنجایش ندارد باین قسم گفته بیت :

نهنگی..... الخ .

گویند : قصیده در مدح عبدالله خان گفته بحضورش برد و همه قصیده را پیش او سر مجلس خواند . هرگاه فارغ شد ، عبدالله خان برخاست و دستش گرفته بر مسند نشاند ؛ و خود بلباسی که در بر داشت ، بر پالکی سوار شده از لشکر بر آمد . و خیمه و خزاین جمیع اثاث البیت در وجه صله بحاجی بخشید .

بعد از چند روز حاجی قصیده در مدح پادشاه گفته بعرض رسانید . پادشاه گفت : حاجی ! صله که عبدالله خان بتو داده است نمیتوانم داد ! اما اقسام جواهر قیمتی طلبید و فرمود : تا هفت بار دهانش پر از جواهر کردند :

روزی غزل تازه خود را پیش ملای مکتب دار میخواند : چون این بیت از زبان حاجی بر آمد :

ساقی ! بصبحی ، قدری پیشتر از صبح بر خیز که ، تا صبح شدن تاب ندارم
 کودکی سر بالا کرد و گفت : حضرت ! اگر بجای — قدری — نفسی — گفته

شود برای صبح بجا است !

گویند : چون این شعر حاجی بسمع پادشاه رسید :

فند چو مقری، تسبیح در گلوش گره موزنی که نگوید : هل ول الله !

پادشاه برهم شده از حاجی پرسید که : این شعر از شماست ! عرض کرد
که : من این شعر در هندوستان نگفته ام ، در اصفهان گفته ام .

این چند بیت — که دیوانیان هفت اقلیم را دستور سخن است — درین

مختصر بزبان قلم آورد :

در روزگار خصم هنرور، هنر بس است سوزد بجرم جوهر خود، عاقبت چنار(۱)

قصیده در منقبت امیرالمومنین کرم الله وجهه گفته ، این دو بیت از آن

قصیده است :

همسچو حکم اجل روان باشد
گر چه یک مشت استخوان باشد

آب تیغ تو بر سر دشمن
قیضه خنجرت جهان گیر است

ابیات قصیده :

ز بسکه در بدنم خانه کرد سنگ بلا
چگونه، در دل مرغ چمن ، گرفتی جا
رسید تیغ بکف ، مهر طلعتی ، ز قفا
چو شمع و خامه، سروگردن اند سر تا پا
اگر چه ، صرف کند ابر ، مایه دریا
چو گوهری که ، شود پیر در ته دریا
که نیست ، و سه برابر وی ماه نوزیبا
که جوی شیر سفید آرد از رگ خارا
هزار خانه خالی فتاده در صحرا
باستان تو آرند رخ ، چو قبله نما

گمان برزند خلائق مرا مرصع پوش
اگر بصورت پیکان ، نیامدی غنچه
چو صبح ، تا نفسی راست کرده ام جای
بلا کشان محبت ، به پیش شمشیرت
ز داغ لاله ، سیاهی نمیتواند شست
کسی بقیمت من ، پی نبرد و عمر گذشت
مهاش گو ، پی آرایش ضعیفان چرخ
چنان ز تربیت کوهکن شود بی مهر
بکوی تست نیارم و گر نه چون کعبه
کجا روم من ازین درکه، ماهیان در آب

(خطی)

● تاریخ اعظمی : حاجی محمد جان قدسی ، وطنش مشهد مقدس رضویست . بجهت انصرام بعض مهمات بهند آمده بود ، شهرت کمال او را مستور نگذاشت ، بصحبت پادشاه باریافت و — ملک الشعراء — عصر شاهجهان شد .

شاعری صاحب قدرت بود، در قصیده گوئی و غزل پردازی گوی بلاغت از اقران میربود . — ظفر نامه شاهجهانی — را به فصاحت و بلاغت تمام ادا کرده . چون دید که نام عبدالله خان بهادر فیروز جنگ در بحر شاهنامه گنجایش ندارد ، باین حسن و تلاش ادا کرد بیت :
 نهنگی الخ
 چون فیل سفید از جایی برسم ندرت و غرابت بدرگاه پادشاه به زر و زیور مزین ساخته آوردند ، حاضر بود ، بلا واسطه خود رباعی گذراند :

بر فیل سفیدش الخ

بجائزه لائق مفتخر و مباهی گشت : مثنوی در تعریف کشمیر و صعوبت راه بسیار خوب گفته . از انجمله است این اشعار (۱) :

گویند : بآن کمال و ملک الشعرائی روزی غزل گفته پیش ملای مکتب دار میخواند چون باین بیت رسید : ساقی الخ

کودکی میشنید و گفت : مولانا ! اگر بجای — قدری — نفسی — گفته شود ، برای صبح مناسب تمام دارد ! حاجی قبول کرده در جودت طبع آن کودک حیران ماند . غزل :

نکته عشوه گر و عربده ساز است هنوز	چشم مخمور تو ، سرفتنه ناز است هنوز
تازه شد دوستی ما ، بخط تازۀ تو	ناز کی ناز که آغاز نیاز است هنوز
خاک شد پیکر مخمور ز تاثیر و فسا	دل او ، در شکن زلف ایاز است هنوز

راه نزدیک حرم، سعی مرا باطل کرد / لیک شادم که، ره عشق دراز است هنوز
 گرچه نبود سر موی ز حقیقت خالی / دل (قدسی) ز پی عشق مجاز است هنوز (۱)
 در ایران پسری داشت مجد باقر نام در کمال جوانی قضا کرد. حاجی
 مجد جان از غصه ترک معاودت بایران کرده در هند گذرانید؛ آخرها بکشمیر
 آمد و متوطن آنجا شد، و بسخن طرازی بسر میبرد. و در کشمیر رحلت
 نمود. بالای بلندی متصل — خانقاه در کجن — بچبوتره که نزدیک پلیست
 در — مقبره شعرا — آسود. (ص ۱۵۰-۱۵۱)

● ریاض الشعرا: حاجی مجد جان قدسی: مشهور از فصیحای زمان و
 بلغای دوران بوده: تقسی اوحدی در تذکره خود نوشته است که: بالفعل
 کدخدای بقالان مشهور است! میتواند بود که در اول حال کدخدائی
 بقالان میکرده باشد (۲): خلاصه آنکه بههندوستان آمده، از مقربان درگاه
 شاهجهان پادشاه گردیده. بمنصب — ملک الشعرائی — سرفراز گردید و
 — شاهنامه — پادشاه مذکور گفته نا تمام مانده است: بعد از فوت وی
 ابو طالب کلبی — ملک الشعرا — گردیده — شاهجهان نامه — خود را گفته
 بانعام رسانید. این ابیات از نتایج طبع آن شکرستان قدس است:

پرونده چون طفل یتیمی در کناران در بغل	بخت مرا در تیرگی روز فراق و شام غم
یار در آغوش و من مشتاق پیغامم هنوز	مستی حیرت مرا محروم کرد از ذوق وصل
همچو خاکستر ز آتش زادم و محامم هنوز	کی رسد در عشق لاف پختگی گش را، که من
کاش! گل غنچه شود تا دل من بکشاید	عیش این باغ به اندازه یک تنگ دل است
کاش! دل را از شگاف سینه ام بیرون کند	آنکه میخواهد غمی بردار از روی دلم
آنکه چشم بدش افگند باین روز مرا (۳)	هست حق نمکی بر منش از دیده شور
که در میانه، که در رم سواری هست	حذر نکرد ز آه صیبر، و غافل زین

۱- بعد این چهارده بیت دارد که در صفحات گذشته ثبت شد.

۲- رک: صفحه ۱۲۴ کتاب حاضر.

۳- نتایج الافکار دارد.

خطش را ، کس بجز من ، مبتلا نیست
 با آمدنت رفتن شب دوش یکی بود
 من صبح تو بخورشید چو خواهی که نهانم
 تا چشم باز میکنم از خویش رفته ام
 در حیرت از شکستگی شیشه دلم
 موی ز زلف خویش بتان دام کرده اند
 من که شمع محفل قریم ، سراپایم بسوخت
 باین خط ، چشم هرگز آشنا نیست
 گویا که ، ترا صبح بخورشید غلط کرد (۱)
 نزدیکترم تا نسفم زود برآیمد
 چون شمع ، کاش بر مژه بودی نگاه من
 با آنکه هرگز از کف خوبان رها نشد
 کردند نام او کمرش ، نام کرده اند
 حال بیرون ماندگان بزم ، یارب چون گذشت
 (هفت بیت دیگر دارد - خطی)

● تذکره حسینی : دانای دقایق آفاق و انفسی حاجی محمد جان قدسی
 — ملک الشعرای — شاهجهان پادشاه بوده .

گویند : حاجی در مدح عبدالله خان زخمی — که یکی از امرای هفت
 هزاری بوده — قصیده بگفت و میان مجلس ایستاده برخواند . عبدالله خان
 برخاست و هر دو دستش گرفته بر مسند خود بنشاند و خود پا برهنه بلباسی
 که در برداشت بر پالکی سوار شده از خیمه بیرون آمد . و تمام اموال و
 اسباب و کارخانجات را در وجه صله به حاجی بخشید .

دیگر قصیده در مدح پادشاه گفته بعرض رسانید . پادشاه فرمود : تا
 باقسام جواهر هفت مرتبه دهان حاجی لبریز ساختند . و در وجه قصیده دیگر
 باشرفی و روپیه حاجی را وزن کردند .

وفاتش در سال هزار و پنجاه و پنج (۱۰۵۵ هـ) واقع شده : قصیده :
 (هشت بیت دارد ص ۲۷۱)

● مجمع النفائس : حاجی محمد جان قدسی ، تقی اوخدی او را کتخدایان بقالان
 مشهد گفته . بهرحال استادی مسلم الثبوت و شاعر قرار داد عهد شاهجهانی
 بود . از کلامش ظاهر میشود که خزانه دار روضه منوره امام رضا (علیه التحیات)

بود ، از آنجا بهند آمده ترقیات عظیمه نموده بوالا پایه — ملک الشعرای — رسید . و اینکه نصرآبادی نوشته که طالبای آملی که — بملک الشعرای — امتیاز داشت ، جهت مراعات خاطر او در دربار بادشاهی پائین دست او ایستاده میشد ، اصلی ندارد . زیرا که طالب آملی — ملک الشعرای — عصر جهانگیر بود ، و اغلب که زمان سلطنت شاهجهان را دریافته .

بهرحال ، قدسی در جمیع فنون صاحب قدرتست ، خصوصاً در قصیده و مثنوی این قدر هست که ، اوائل قصائد ابیات پریشان مثل غزل میآرد ، لیکن در واقع مضائقه ندارد ، چه اوائل ابیات قصائد را تغزل گویند . درین صورت اگر پریشان باشد عیب نیست ، بلکه متاخران مثل کلیم و صائب بعد او وضع او را اختیار کرده اند .

الغرض ، در هند قوت شده و استخوانش را بمشهد بردند و کلیم مرثیه (۱) او گفته . دیوان غزل او مختصر است — مثنوی شاهجهان نامه — خیلی مضبوط و مربوط گفته ، قریب هفت هزار بیت خواهد بود ، حتی که — شاهجهان نامه — کلیم که بسیار بزور و قوت گفته ، در پیش آن رنگی ندارد : این بیت که در بیان احوال امیر تیمور و نوشتن کتابت با یلدرم بایزید پادشاه روم نظم کرده ، نهایت خوب واقع شده و غریب تهدیدی دارد :

بتساراج ترکان و هم روم را بتوران کشم خاک آن بوم را
و نیز از مثنوی مذکور است :

بما نام کین گنبد لاجورد بسنگ مزار از نگین نقش کرد
زبان در خموشی چورام تو شد طرب کن که دشمن بکام تو شد

ایامی که فیل سفید از جای، بتحفگی شاهجهان پادشاه آمده، دران باب گفته : بر فیل سفیدش الخ .

در کلمات الشعرا ست که : حاجی با آن کمال و — ملک الشعرائی — روزی غزلی گفته پیش ملای مکتبداز میخواند چون باین بیت رسید :

ساقی بصبحی قدری ، پیشتر از صبح بر خیز که ، تا صبح شدن تاب ندارم !
 کودکی شنیده گفت که اگر بجای — قدری — نفسی — میشود نسبت تمام داشت .
 حاجی قبول داشت و بر آن طفل آفرینها کرد . الحق جای حیرت است ،
 ازین عالم است که ابوالنواس شاعر عرب این بیت گفته بود .

فاسقنی خمرًا و قل لی انہا الخمر لا تسقنی سرا اذا ما امکن الجہر
 روزی گذرش به مکتبی افتاد، کودکی بااستاد خود گفت که : آیا میدانی
 که ابوانواس از — قل لی ہی الخمر — چه اراده کرده است؟ استاد گفت :
 نی ! کودک گفت : از گرفتن جام شراب چار حواس مستلد میشوند، باصره
 از دیدن، و ذائقه از خوردن ، و شامه از بوئیدن ، و لامسه از گرفتن ! باقی
 ماند سامعه و از گفتن اینکه شراب است سامعه نیز لذت مییابد ! ابوانواس
 گفت .

بخدا ای پسر ! معنی که از کلام من بر آوردی من هرگز قصد نکرده
 ام ! فقیر آرزو گوید : از انداز مصرع دوم همین مقصد شاعر فهمیده میشود،
 عجب است که اعتراف عدم قصد خود کرده . ازوست :

عشق، چون قسمت اسباب معیشت ، میکرد	لاله داغی ز میان برد، که در غم دارد
دلخون شد، چو دیدم حلقه حلقه گشته گیسویش	گمان بردم که هریک چشم حیرانست بر رویش
تا نشمرد آزاده کسی بعد هلاکم	زنجیر بیگردن بسپارید بخاکم
چون داغ، وقت تنگ شدن روزگار من	هر روز تنگ هرزه شود، در فشار من

بخود هم رشک دارم، در خیال سروآزادش
 دم اول ز خویش انگه بکام دل‌کنم یادش
 بگذاشت بخواب عدم شیون بلبل
 گل ریخته بودند مگر بر سر خاکه (۱)

رباعیات

هر کام که، در جهان نیسر گردد
 هر گاه پایان رسد، ابرتر گردد
 نیکو نبود هیچ مرادی بکمال
 چون صفحه تمام شد ورق بر گردد
 (قدسی) بدلت هوای کام است هنوز
 خونتاب جگر بر تو حرام است هنوز
 آسوده دل تهمتی عشق شود
 در آب مزین کوزه که خام است هنوز
 (۲۸۹ الف و ب)

● سروآزاد: قدسی، حاجی محمد جان مشهدی، جان سخن پروری
 است و روح معنی گستری. سعادت زیارت حرمین شریفین اندوخت و
 بگلگشت هند خرامش نمود. و در شهر ربیع الاخر سنه اثنتین و اربعین و الف
 (۱۰۲۲هـ) عتبه صاحبقران ثانی متی بر لب گذاشت: روز اول قصیده بعرض
 رسانید که مطلعش این است:

ای قلم! برخود بیال از شادی و بکشا زبان
 در ثنائی قبله دین، ثانی صاحبقران
 بعنایت خلعت و انعام دو هزار روپیه کامیاب گشت و در ذیل ثنا طرازان
 انخراط یافت، و بیومیه بیش قدری موظف گردید. و بارها بجوائز کام دل
 اندوخت.

شیخ عبدالحمید صاحب — پادشاه نامه — در وقائع جشن نوروز
 سال هزار و چهل و پنج هجری مینگارد که:

— روز پنجشنبه دوازدهم شوال سریر آرای آسمان چهارم پرتو اعتدال بر ساحت
 حمل انداخت، و افسرده طبعان نباتات را باهتزاز در آورد. شانزدهم ماه
 مذکور حاجی محمد جان قدسی در جلسدی قصیده — که بمدح پادشاهی محلی
 ساخته بود — بزر بر کشیده مبلغ وزن را — که پنج هزار و پانصد روپیه

۱- اینجا هشت شعر دارد که در اوراق گذشته ثبت شده.

شد -- باو مرحمت گردید . و در اواسط شهر ربیع الاول سنه تسع و اربعین و الف (۱۰۴۹هـ) بعنوان صله شمر صد مهر عنایت شد . و در جشن شفا یافتن جهان آرا بیگم صاحبقران ثانی -- از آسیب آتش -- در اوائل شوال سنه اربع و خمسين و الف (۱۰۵۴هـ) بمناسبت خلعت و دو هزار روپيه تمتع برگرفت -- (۱)

شیرخان در -- مرآة الخيال -- مینویسد که :

-- حاجی محمد جان قصیده رنگین در مدح صاحبقران ثانی گفته بمرض رسانید .
پادشاه اقسام جواهر قیمتی طلبیده فرمود: تا هفت بار دهانش ازان پرکردند --

اما مولفین -- شاهجهان نامها -- مثل ملا عبدالحمید لاهوری و ملا علاء الملک تونی و صاحب -- عمل صالح -- که هر کدام حالات پادشاهی مستوفی مینگارند ، صله پر کردن دهان قدسی بجواهر ، بزبان قلم نیاورده اند .

قدسی -- بادشاه نامه صاحبقرانی -- بنظم آورد . چون نام عبدالله خان فیروز جنگ در وزن -- بادشاه نامه -- نمیگنجید : باین جنس بیان ادا کرد :
نهنگی که الخ

بخاطر ناقص میگردد که برای نگنجیدن نام دو تعلیل آورد . از غایت احتشام و از بزرگی ، احد هما زائد است . اصلاح برین وجه میتواند شد :
نهنگیست ، از غایت احتشام . نگنجد بسبحر از بزرگیش نام
و طوری بتکلف معنی میتواند شد که ضمیر شین را راجع بنام سازند ، یعنی -- نهنگی که از غایت احتشام -- او نام بمرتبۀ بزرگ شده است که در بحر نمیگنجد . و اصلاحی که کرده شد معنی را صاف ادا میکند .

مثنوی و قصیده قدسی خوب است ، لیکن غزلش چندان رتبه ندارد :
انتقال او در سنه ست و خمسين و الف (۱۰۵۶هـ) اتفاق افتاد : کلم

در مرثیه او ترکیب بندی گفته و تاریخ چنین یافته :
— دور ازان بلبل قدسی چمنم زندان شد —

۸۱۰۵۶

شیخ عبدالحمید میگوید که : قدسی بعارضه اسهال در دارالسلطنت لاهور در گذشت ! و غنی کشمیری در قطعه تاریخ وفات کلیم گوید که :
 همرها دریاد او، زیر زمین خاک بر سرکرد، (قدسی و سلیم)
 صاقبت از اشتیاق یکدگر گشته اند، این هر سه در یکجا مقیم
 ظاهر منظوق عبارت همین است که هر سه در یکجا مدفون اند و این
 وقتی تواند شد که جسد قدسی را به کشمیر نقل کرده باشند .
 و میر طاهر نصرآبادی مینویسد که : استخوان او را بمشهد مقدس
 رسانیدند !

دیوان قدسی بنظر تصفح در آمد و این چند بیت اختیار افتاد :

در جلوه گری مثل تو، کم یاد ندارد	نادر بود آن پیشه ، که استاد ندارد (۱)
در مجلسی که یازان ، شرب مدام کردند	نوبت بما چو آمد ، آتش بجام کردند
این جا غم محبت ، آنجا جزای عصیان	آسایش دو گیتی ، بر ما حرام کردند
هر چه با زلف تو میباند ، دل از من ، میبرد	روز عمرم ، در تمنای شب یلدا گذشت
غم هجوم آورد ، من در فکر بسی سامانم	میزبان خجالت کشد ، هر چند ، مهمان آشناست (۱)
گرد دست شام هجران ، گیرد گلوی شب را	مشکل که تا قیامت از صبح دم بر آید
تاب هجران شرابم نیست تا وقت صبح	پیشتر از صبح میخندد گل پیکانه ام

(ص ۶۱-۶۳)

● آتشکده : قدسی اسمش حاجی محمد جان : مردی قدسی طینت بوده ،
 گویند : ازان ولایت دلگیر شده بهندوستان رفته ، در آن جا کمال اعتبار یافته ،
 و هم در هندوستان فوت شد . استخوان او را بخراسان آوردند . دیوانش
 ملاحظه ، این چند بیت از او نوشته شد . بد نگفته است :

بسکدامین گل رخسار تو، نظاره کنم	که زهر حلقه زلفت ، گل دیگر پیداست
بیگانه آشنا نما تو	بیگانه نمای آشنا من (۱)

نفس ز سینه ، چنان بی تو میکشم ، دشوار
 و چاک سینه ام ، دل میکند نظاره زلفش
 منکه شمع محفل . تریبم ، سراپا سوختم
 هرگز دل مستان ، ز غم آزار ندارد
 پخراطوم دارد فلک را نگاه
 گام ، ز وصال ، دل ز غم سرد کند
 خاصیت آفتاب ، دارد مه من
 جای که توئی ، نیست کسی را گذر ، آن جا
 که گوئی ، از دل خود میکشم ، خدنگ قرا (۱)
 چومرغی ، کز قفس بیند بحسرت آشیانش را
 حال بیرون ماندگان بزم ، یارب چون گذشت
 تا بساده بود ، غم بکسی کار ندارد
 که از نقش پایش نیفتد بچاه
 گم ، ز فراق ، جان پر از درد کند
 خود سبزه برویاند و خود زرد کند
 از من که تواند ، که رساند خبر ، آن جا
 (ص ۸۳)

● صحف ابراهیم : قدسی ، حاجی محمد جان قدسی تخلص مشهدی ، از
 مشاهیر سر حلقه فصحی و بلغاست . در عهد شاهجهانی مثل او قصیده گوی
 بظهور نیامده . اشعار بلاغت آیاتش در غایت جزالت و لطافت و نهایت
 تازگی و فصاحت واقع شده . در اوان جوانی حج گزارده . سال پنجم شاهجهانی
 مطابق یکم هزار و چهل و دو هجری (۱۰۴۲ هـ) مورد عنایات پادشاهی و مخاطب
 — ملک الشعرای* — گردیده ، و مال بسیار اندوخت .

و — ظفرنامه شاهجهانی — به تسلط اقتدار متضمن بر هشت هزار ابیات
 آبدار گفته . و مضامین تازه و برجسته بسیار بکار برده . عمر اتمام آن نیافت
 و نیز — ساقی نامه — بطرز ملا ظهوری ترشیزی نظم کرده و تلاشهای بلند
 در آن دارد . و سواى — ساقی نامه — و — ظفرنامه — مثنویات هم دارد .

تقی اوحدی در تذکره آورده که : قدسی یکی از کدخدایان بقالان مشهد
 است ! میتواند بود که در اوائل حال کدخدای بقالان کرده و آخر بعد کسب
 کمال ترک آن نموده باشد . و طاهر نصرآبادی در تذکره ایراد نموده که استاد
 طنبای آملی هر چند — ملک الشعرای* — ممتاز بود ، اما در بار پادشاهی پائین
 دست قدسی میایستاد . و نیز مینویسد که : استخوان قدسی را بمشهد مقدس
 بردند ! اما ، این هر دو قول بصحت نمییوندد ، چه طالب آملی در عهد

جهانگیر سال هزار و سی و پنج (۱) (۱۰۳۵هـ) ازین سرای سپنج در گذشته، و قدسی در زمان صاحبقران شاهجهان ابن جهانگیر پادشاه بهند آمده، و او در کشمیر جنت نظیر مدفونست. چنانکه از قول ملا طاهر غنی کشمیری و عزیزانی — که بالفعل مزار او را دیده اند — بوضوح میرسد که سلیم و قدسی و کلیم در یک مضجع خوابیده اند. و آنچه صاحب — تاریخ شاهجهانی — مینویسد که: غره ربیع الثانی نوزدهم جلوس صاحبقرانی که هزار و پنجاه و شش (۱۰۵۶هـ) هجری باشد با صاحبی مذکور، در لاهور بمرض اسهال ارتحال یافت، چندان منافات به این که، مدفن او کشمیر باشد، ندارد.

الغرض حاجی مذکور در جمیع اصناف نظم بلند پایه و والا دستگاه است و اشعار بسیار گفته:

(۱۸۶ الف و ب)

● تذکره شرای متقدسین: حاجی مجد جان قدسی — ملک الشعرائی — عنصر شاهجهان بود: در قصیده گوئی و غزل پردازی گسوی بلاغت از اقران میر بود: — ظفر نامه شاهجهانی — خوب گفته و چون دید که نام عبدالله خان بهادر فیروز جنگ درین بحر گنجایش ندارد باین حسن ادا کرده: نهنگی که الخ

و یمین الدوله آصف خان که سلطان بولاقی پسر خرد را بنا بر مصلحت بر سریر تزویر جلوس داده بود، در حق او گفته: مدان مندلیب الخ
وقتی که بیگم صاحبیه از شمع سوخته بود رباعی گذرانید که بیت آخرش اینست: تا سر زده الخ
(یازده بیت دارد ص ۵۷)

● نتایج الافکار: قدسی، مشغوف نکته سنجی و دقیقه رسی حاجی مجد جان قدسی. که اصلش از مشهد مقدس است: ذات قدسی صفاتش بکشف

رموز سخن ، و حل دقائق این فن ، منتخب زمانه بود . و در نظم پردازی بطبع متین ، و ادا بندی مضامین رنگین یگانه : بذهن و ذکا و فکر رسا ، بر عالی طبعان عراق و خراسان ، سر به قفوق میافراخت :

در آغاز شباب خاطر از وطن برداشته دل بعزیمت حرمین محترمین نهاد .
و بعد از سعادت اندوژی زیارت ، بگلگشت نزهتکده هند در افتاد . و
بر هنمونی طالع فیض حضوری شاهجهان پادشاه دریافت و بعنایات شاهی و
نوازشات ظل الهی بخطاب — ملک الشعراء — مفتخر و مباهی گردید .
و در جلدوی قصائد مدحیه از صلوات نمایان و انعامات بیکران کامران گشته .
آخرکار در ست و خمسین و الف (۱۰۵۶ هـ) راه عالم بقا گرفت . طالب
کلیم تاریخ وفاتش درین مصرع یافته :

— دور ازان بلبل قدسی چنم زندان شد —

(۱۰۵۶ هـ)

از اشعار آبدار اوست :

هست حق نمکی برمنش از دید؟ شور	آنکه چشم بدش افگند باین روز مرا
تا آب دیده ، خون نشود ، بر زمین مریز	در شیشه وا گذار ، می نا رسیده را
دارم دل ، اما چه دل؟ صد گونه حرمان در بغل	چشمی و غون در آستین ، اشکی و طوفان در بغل
باد صبا از کوی تو ، گر بگذرد سوی چمن	گل غنچه گردد ، تا کند بوی تو پنهان در بغل
(قدسی) ندانم چون شود ، سودای بازار جزا	او نقد آرزش بکف ، من جنس عصیان در بغل

(ص ۵۶۳)

● شمع انجمن : حاجی محمد جان قدسی مشهدی . جان سخن پروری
است و روح معنی گستری . حج خانه کعبه برآورد و بسیر هند آمد . و
بتقییل عتبه شاهجهانی متنی بربل گذاشت . و در ذیل ثنا طرازان انخراط یافت .
عبدالحمید در — شاهجهان نامه — و شیر خان در — مرآت الخیال — ترجمه

او بتفصیل نوشته اند . مثنوی و قصیده قدسی خوب است . لیکن غزالش چندان رتبه ندارد .

در سنه (۱۰۵۶ هـ) در لاهور بعارضه اسماعیل انتقال کرد . استخوان او را بمشهد رسانیدند . چند بیت غزل که خوب است تذکره نویسان بردند :
اما بعد فحوص دیوان این چند بیت اختیار افتاد :

نادر بود آن پیشه ، که استاد ندارد میزبان خجالت کشد ، هر چند ، مهمان آشناست گویا که ، ترا صبح بخورشید غلط کرد بسیگانه نمای آشنای آشنا من چومرغی ، کز قفس بیند بحسرت ، آشیانش را (یازده بیت دیگر دارد ص ۳۸۴)	در جلوه گری ، مثل تو کس ، یاد ندارد غم هجوم آورد ، من در فکر بی سامانم با آمدنت رفتن شب دوش یکی بود بسیگانه آشنا نما تسو ز چاک سینه ام ، دل میکند ، نظاره زلفش
---	--

● در رثاء و تاریخ وفات قدسی : کلم کاشانی در رثاء حاجی محمد جان قدسی ،

ترکیب بند زیر دارد :

رفت در موسم گل ، رونق بستان سخن
رفت در خاک خرد چشمه حیوان سخن
روی در خاک نهان کرد ، چو عمان سخن
عخوشد ، مطلع بر جستند دیوان سخن
تلخ در کام جهان شد شکرستان سخن
گشته در ماتم او پاره ، گریبان سخن
از چه باشد بجز از ماتم احسان سخن
کشور معنی ، از رفتن سلطان سخن
چون بیاد آیدم آن سلسله جنبان سخن
خون شود ، گوهر معنی همه در کان سخن
رفت بر باد فن شمع شبستان سخن
بلبل قدس ازین گلشن دلگیر پرید

بال پرواز سفر ، پیشتر از گل ، وا کرد
هر که در گلشن پر خار جهان ماوا کرد
اشتیاق وطنش ، بین کسه چه بی پروا کرد
در عوض ناله ما ، خون بدل خارا کرد
تازه سحریست که ، جادوی اجل پیدا کرد

چون نه نالم که ، خزان گشت گلستان سخن
در بهاریکه شود ، نقش قدم ، چشم براه
طالب گوهر معنی ، بکجا روی نهد
تیره شد مشرق خورشید معانی ، افسوس !
سرسر دفتر شیزین سخنان (قدسی) رفت
شعر را گاه رقم فاصله از مصرع نیست
سینه چاک قلم رخت سیاه معنی
شعر موزون نتوان کرد ، که از نظم افتاد
پای تا سر ، همه چون سلسله آیم بفرغان
از سر درد ، چو بر حال سخن ، گریه کم
بود باریک ره فکر و کنسول شد تاریک
بوی گلزار تقدس ، بمشامش چو رسیده

بلبل قدس ، وداع چمن دنیا کرد
خار گلزار وطن ، دامن امنش بکشید
رفت و ماسه سخنان را بصصلای نواخت
شیشه زندگی (قدسی) ، اگر خورد بسنگ
بر یکی زخم زدن ، رفتن خون ، از صد دل

آنکه، عمری بجهان شعر بلند انشا کرد
 رو که صد دیده توانست ز غم دریا کرد
 عالمی را، فلک از فوت، ننی تنها کرد
 که حق، از میکه‌ده قدس، در آن صهبایا کرد
 بال مقراض شد و قطع تعلق ها کرد
 رفت غواص معانی و وطن آنجا کرد
 یافتم رخت چو (قدسی) و سخن را دیدم

ابر را کاش! که میبود بقای گهرش
 که اگر خشک شود، تازه بماند ثمرش
 خشک گردید نهالی که، گهر بود برش
 بست دهقان اجل، آب بپا از تبرش
 تازه شد داغ دل غمزده، از شعر ترش
 کاخ معنی که، سیه کرد قضا، بام و درش
 از غبار دل خود، خاک فشانده برش
 رفت تا طوس، ولی غلغله نوحه گرش
 نتوان یافتن، از نامه و قاصد خیرش
 که شگفتی گل این نه چمن از باد پرش
 چه عجب کم شود از خصمی اهل هنرش
 که بران گر نهی انگشت، چو شمع افروزد

مگر آنروز که (قدسی) ز سفر بر گردد
 راحتی کو که، باین رنج برابر گردد
 کار بهتر نشود گرچه ورق بر گردد
 دارد اجری، که بصد فیض برابر گردد
 که برو، سایه فگن در صف بحر گردد
 که نه از لب بدلم باز سخن بر گردد
 اشک بر تربت پاکش همه گوهر گردد
 ماهی از فیض همین ربط سخنور گردد
 سخن افسرده تراز پیکر بسی سر گردد
 جامه لفظ نپوشیده مکرر گردد
 چشم ها خشک تراز دیده نجر گردد
 بحر شعر، آبش اگر خون نشود باد سراب

کرد آخر سخن، از شوق خموشی، کوتاه
 خود چرا بحر معانی بسرابی تن داد
 غمگسار همه کس بود، چو از طینت پاک
 شیشه زندگیش را، بزد ایام بسنگ
 گاه پرواز، بریده از همه پیوند، و پرید
 بمحیطی که فلک ها صدف گوهر اوست
 معنی در یتیمی که، نمیفهمیدم

رفت (قدسی) ز میان، ماند بجای شعر ترش
 نیست در بساغ جبهان غیر سخنور، نخل
 باغبانش، سزد ار تا باید، خون گرید
 آن نهالی که، نبود آب گهر، لایق او
 آب برداشتن زخم، بلای دگر است
 چه عجب، گر شود از رشک، قلم باز سفید
 خاوه هر که بود، هر چه نگارد، پس ازین
 شد بلاهور، گران گنج معانی، در خاک
 بی خیر رفت بآن ملک، که تا خود نرم
 بلبل از چمن قدس، اجل کسرد شکار
 چرخ زد زخم جفای که، دلش خالی شد
 داغ بی رهمی ارباب سخن را سوزد
 کی ز دل، کلفت این حادثه، کمتر گردد
 من گرفتم که، فلک فکر قلافی دارد
 هیچ رو نیست ز دوران دو رو خاطر خواه
 خاک مشمهد نشد از مدفن او، این حسرت
 آه حسرت، که ازین درد کشید، ابری شد
 رفت (قدسی) زمین، بر که؟ سخن خواهم خواند
 آن گهر سنج معانی، که ز فیض سخنش
 گویم اشعار ترش گسر بروانی آبت
 عجیبی نیست که، از رفتن استاد سخن
 معنی اندر وطن غیب بفرست افتد
 رشک، اگر آب برین آتش جانسوز، زند
 در چنین واتمه، که اقام سخن، گشت خراب

بیت معمور سخن حیف که ویران افتاد
 زین سموم اجل آتش بنیستان افتاد
 که چنین بلبل، افسوس! ز دستان افتاد
 بر سرش، گوئی! که دیوار گلستان افتاد
 حلقه اهل هنر کسز سرو سامان افتاد
 آنچنان رشک فشان گشت، که مژگان افتاد
 خنده، از چشم و دل غنچه خندان افتاد
 خسار در پیرهن لاله و ریحان افتاد
 آن نهالی که، ز بستان خراسان افتاد
 این همه خار که گل را بگریبان افتاد
 پیش جین بود، همین روز سیه را میدید

چون میان سخن و سامه، دیوار کشید
 گشت باریک و بقانون سخن تار کشید
 انتقام آخر از آن قافله سالار کشید
 بوی دل میشوند، هر که ز پا، خار کشید
 میتوان در ره هر حادثه دیوار کشید
 خامه لاغر نشد از صورت بیمار کشید
 کاتش خار و نخس خسانه، بمنقار کشید
 زیر فرمان سخن خسرو اشعار کشید
 پشت پا زد بسر از منت دستار کشید
 هر کجا غیرت او، پرده ز رخسار کشید
 قدرتش فیصل فلک را بته بار کشید
 می کند نور معانی، همه شب، کار چراغ

چون جرس، آبله هایش برفغان یسار شود
 گریه در راه گلو، رهبر گفتار شود
 خون دل، سر سخن دفتر اشعار شود
 اشک، میترسم ازین قصه، خبردار شود
 صبر با نخاطر ماتنم زدگی یسار شود
 وقت آن نیست که، گل زینت دستار شود
 غلطست اینکه، دل از گریه سبکیار شود
 صبحدم گریه ام از خواب چو بیدار شود
 صبحی نیست که تخم گل بیخار شود
 لیک آن شع، که غمخانه ازان تار شود

بلبل نه چمن قدس، ز الحان افتاد
 خامه ها، یک قلم از آتش محرومی سوخت
 گل همه کف شدو زد دست تاسف بر سر
 روی گل، بسکه نهان شد، بته گرد ملال
 بنظر خاتم افتاده نگین افتاده
 بر سیه روزی ارباب سخن، چشم دوات
 از خزانگی که، بگلزار سخن، روی نهاد
 زین درشتی که، فلک با گل این بستان کرد
 برگ برگش، ورقی بود، ز ایوان کمال
 گل پرواز، همین بلبل خوش الحان بود
 پیش ازین معنی اگر خاک بسر میباشید

اگر استاد سخن، دست و دل از کار کشید
 ساز اقسام سخن، زو بنوا شد، که ز فکر
 راه اقلیم سخن، بسته نمیگشت فلک
 هر کجا هست دل، قافله گاه المست
 گر غبار دل ارباب سخن گل گردد
 نشد از صورت احوال دل افگاز طبیب
 ز وطن مرغ چمن گشت، بنوعی دل سرد
 عالم سقله و لفظ ملکوت معنی
 غیرتی داشت که احسان فلک چشم نداشت
 شاهد معنی او، روی نهان کرده ز خلق
 فکرش از عالم بالا چو گهر جمع آورد
 نهد کس بسر قربت او بار چراغ

هر دلی، کز غم این حادثه، افگار شود
 بسکه سر رشته کارم شده، زین دهشت، گم
 محفلی را که، کند گرم کلام (قدسی)
 طفل تسلیم و رضا را، چون میداند، چیست
 ناله آهسته اگر میکشم از صبر، مدان
 اشک خونین، نرسید از بصرم، عیب مکن
 هر سرشکی که ز دل رفت، بغم جای سپرد
 رو بخون شسته ره تربست (قدسی) گیرد
 خلق او را، چو بیاد آرم و اشک افشانم
 شمع گردد بتن از آتش این غم، هر موی

لوح از پچش این قصه ، چو طومار شود
شمع گر شعله کشد ناله بیادم آید

طبع چه محض لطافت چپو نسیم سحری
بنماید تنش از خاک ، چو در شیشه پری
گر در آئینه خورشید کند جلوه گری
یافتم از سخنش معنی عالی گهبری
چه ستم شد که ، ندانند بجز نوحه گری
چه بود بهتر ازین فائده بیخبری
رفت تا گلشن افلاک به بسی بال و پری
همچو فرزندی که خود سر شود، از بسی پدری
سال عمرم چه به شمس گذرد چه قمری
نقش پا باز نماند ز پنی ره گذری
هم چو دهد کند از روی شرف تاج سرش

نقطه روی سخن اشک سخن فهمان شد
کاسه دایره حرف، ز خون پنهان شد
آنکه ملک عدم از رفتنش آبادان شد
گل ازین شرم که، بی بلبل خورد، خندان شد
ز آسمان نماش از آنروی چله جان شد
قامت ما عبث از فکر سخن چوگان شد
که سر انگشت همه در گرو دندان شد
کز جهان مشکل دل کنند ما آسان شد
گرد از آنست که بنیاد سخن ویران شد
بچه تاریخ برون (قدسی) ازین بستان شد
دور ازان بلبل قدسی چمن زندان شد

۸۱۰۵۶

بر رخ روز خوشی نسخه ای از فردا باد

(۲۲۸-۲۳۳)

نقش بر سنگ مزارش شود ار، قصه او
هرچه را بینم بر درد دلم افزاید
حیف ازان طبع سخن گستر و آن نکته وری
گر بخساک ، از اثر طبع ، لطافت بخشد
از دل معنی او، یسار ضمیرش نرود
گوهر معنیش ار بحر، کواکب صدف است
آن زبانها که، بتحصین کلامش خون داشت
خبر رفتن (قدسی) نشنیدن بس نیست
تا کجا رفتی ، اگر بال و پرش میبودی
سخنش رفت ، بسیر همه جا، تا او رفت
روشنی، از مه و خورشید، در ایام نیست
گر ازین عالم دلگیر، خبردار شود
بلبلی رفت که گل یابد اگر بال و پرش
دیده ها، تا که بر احوال سخن، گریان شد
بسکه خون در تن الفاظ ازین غم، زده جوش
میتوان یافت که، در هر دو جهان است عزیز
هفته بیش ، رخ خرویش بمردم ننمود
جان معنی بتق شعر، ازو میآمسد
برد او گوی سخن را که ، ازین میدان رفت
گره رشته کار همه ، نکشوده بماند
جبر این دل شکنی کرد ، گر ایام این بود
خاک بر روی، رقم ها نه کسی میباید
بچمن گریه کنان رفته ، ز گل پرسیدم
گل، ز شبم همه تن اشک مصیبت شد و، گفت:

در لحد موتس تنهایی او حورا بساد

● نعت : مثل قصیده برده، و قصیده بانس سعادت، این نعت قدسی نیز
قبول عام و شهرت دوام دارد . در هند و پاک شعرای هر زبان این نعت را

تضمین کرده اند و تعداد تضمینها بیش از شصت و هفتاد دیده میشود .

مرحبا! سید مکی مدنی العربی
 من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
 نسبتی نیست بذات تو، بنی آدم را
 نخلستان مدینه ز تو سرسبز مدام
 ذات پاک تو، درین ملک عرب کرد ظهور
 شب معراج، عروج تو ز افلاک گذشت
 نسبت خود بسگت کردم و، بس منمعلم
 ما همه تشنه لبانیم و توئی آب حیات
 چشم رحمت بکشا، سوی من انداز نظر
 بدر فیض تو استاده بصد عجز و نیاز
 سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

دل و جان باد فدایت، چه عجب خوش لقی
 الله الله چه جمال است بدین بوالعجیبی
 برتر از آدم و عالم تو چه عالی نسبی
 زان شده شهره آفاق بشیرین رطبی
 زان سبب آمده قرآن بسزبان عربی
 بمقامی که رسیدی، فرسد هیچ نبی
 زانکه نسبت بسگت کوی تو شد بی ادبی
 لطف فرما که ز حد میگذرد تشنه لبی
 ای قسریشی لقبی هاشمی و مطلبی
 زنگی و رومی و طوسی، یمنی و حلبی
 آمده سوی تو (قدسی) پنی درمان طلبی

● قدسی و کشمیر : قدسی راجع بکشمیر رباعیات زیر دارد :

کشمیر که با بهشت همچشم افتاد
 کشمیر درین زمین ، نمیکرد وطن
 شاه آورا به نیک و بد نتوان داد
 هر چند که عزیزیش نیست سخن
 چرخم چو ز کشمیر بلاهور کشید
 فکرم چو کتابه را بانجام رساند

صد حیف که در جای بدی شد بنیاد
 تا این ره بد، که پیش کشمیر نهاد
 در کشمیرش سبب سبب نتوان داد
 صد را بیکی ، یکی بصد نتوان داد
 فرمان کتابه زر درگاه رسید
 تاریخ بود: کتابه عرش مجید (۱)

۱۰۵۵

● مثنوی در صفت کشمیر (۲) : قدسی در رکاب شاهجهان پادشاه در سال

۱- این اشعار و مثنوی که بعد ازین ثبت است ، برای بنده جناب مولانا عبدالقادر رئیس پشتو اکادمی پشاور از نسخه خطی اکادمی استنساخ کرده فرستاده است ، که برای این زحمت بسیار بنده یکدنیا متشکرم و سپاس گذارم .

۲- در این مثنوی از باغهای و چشمهای و فواکه و اشجار ذکر شده است ، ما اینجا احوال آنها را از پادشاه نامه (۲ : ۲۳-۳۱) درج میکنیم که خوانندگان از احوال و تاریخ آن نیز آگاه شوند :

(۵۱۰۲۲) بکشمیر رفت و مثنوی، در توصیف کشمیر بهمان وقت گفته که
 بقرار ذیل است :

حمد و نعت

بجوش آور بهاری ، از ضمیرم که هرش و فرش را، در لاله گیرم
 بطرز حمد خویشم ، آشنا کن زبانم را ، ثنا گوی ثنا کن

سرینگر

در شهر بر آب ژرف بهمت از چوبهای استوار و عمودهای سترده پل بسته اند .
 از انجمله چهار پل میان شهر واقع شده . استحکام این پلهای چهارگانه بمرتب
 ایست که ، از گذارده افیال کسوه پیکر و موکب گیهان نورد گردون اثر ، خللی
 بقواعد آن راه نمییابد . بیشتر عمارات این شهر ، بر کنار این دریا اساس یافته .
 منازل این ملک ، جز دولتخانه پادشاهی و منازل پادشاهزادهای والا گوهر و
 امرای عالی قدر ، همه از چوب و تخته است ، و اکثر آن سه طبقه و چهار طبقه .
 و پشت بامها را از تخته خسر پشته ساخته روی آن را توز پوش میگردانند . و بر
 زیر آن ، خاک ریخته تسخیم لاله چوغا سو — که بهترین اقسام آن است و در آن
 سر زمین بغایت باالیده و سبز رنگ میباشد — میکارند .

کولاب دل

شرقی شهر کولابست وسیع که ، آن را دل و بفتح دال مہمله میخوانند . آتش در
 نهایت صفاست و آزان انواع سبزه سر بر زده و بر جزائر مشحون بریا حین و اشجار
 و ازهار محیط گشته . از انبوهی گل و سبزه ، گوئی بر صحن آب فرش زردین و
 بساط رنگین گسترده اند . و از عکس آن :

بهشتی از تہ دریا نمودار چنان کز دیدہ تر عکس دلدار
 چمنها در میان آب پیدا چو روی نوخطان از دیدہ ما
 بهشت است آن ، که تا کشمیر را دید سر از شرمش بزیر آب دزدید

بیشتر گذار تماشا ثیان — که بسیر باغ و جزائر این دل میپردازند — در سایه پیداست
 که ، دو رویه از میان آب رسته و سر بر سر یکدیگر گذاشته ، سایه افکن است .
 سیر اکثر منزهات این زمین جنت آئین بکشتی است ، و چون آب زائد دل نہری بزرگ
 گشته بدویای بہمت میپیوندد . از بہمت بہ دل و از دل بہ بہمت کشتی آمد شد
 مینماید . از شهر سرپای آب تا موضع کمپنه پل ، که قریب شانزده کسروہ

نمک دارد تمنا حسن داغم	بکشمیر ملاحمت ده سراغم
درین بستان سرا ، گر بار یابم	ز صنمت ره بصنمت کار یابم
صفات باغبانم ، گر کند مات	فرستم بر جمال باغ ، صلوات
بپای گل ، چو گل ، در خون نشینم	بچشم ، از راه مرغان ، خار چینم

پادشاهی است، و سرا زهر قا باره موله که دوازده گروه است، بر کشتی میروند .
حدائق و بساطین و ریاض ملو بفراکه و ریاحین دیده و دل را نشاط آموذ میگردداند .

باغ فرح بخش (شاله مار)

بهترین این همه باغ فرح بخش (۱) است که بحکم اقدس مرتب شده . همانا این گل زمین نموداریست از بهشت جاودانی . و اثمارش یادگاری از مستلذات آنجهانی . شاه نهر خیابانش انموزجی از سلسیل و کسوثر، و عمارات رفیع بتیانش با قصور پی قصور فردوس همسر . بانی این میانی موسس ارکان جهانبانی حضرت صاحبقران ثانی اند .

سراسر این باغ خیابانیست بمرض سی گز، که در ایام سعادت فرجام پادشاهزادگی بامر حضرت خاقانی دو جانب آن چنار و سفیدار بفاصله ده گز نشانده اند . و از تاریخ بنا تا حال — که چهارده سال باشد — بلطف تربیت سال بسال طراوت و فضاوتش افزوده .

سابقاً این حدیقه بشاله مار معروف بود . درین ولا که بشرف قدوم نخل پیرای ریاض خلعت زیب و زینت تازه یافت ، و فیض و میمنت بی اندازه ، و ریاحین و اشجار آن در کمال تنومندی و سرسبزی و رنگینی و شادابی بنظرکیمیا اثر درآمد، بفرح بخش موسوم گردید .

شاه نهر

بحکم والا متصل این باغ جانب شمال حمای نزه بنا یافته و نهر مذکور — که ده گز عرض دارد و اعلیٰ حضرت آن را شاه نهر نام کرده اند — از عقب باغ داخل خیابان گشته ، در وسط آن جاری است . و از میان عمارت میانه باغ عبور نموده در حوض زیرین عمارت مذکور — که سی گز درسی گز است و چپوتره درمیان و هشت فواره دارد — آبشاری شده میریزد . و نیز از وسط عمارت ابتدای باغ گذشته در حوض پائین آن که — نه فواره دارد و سی درسی است — آبشار

۱- رک : تاریخ بنا و اشعار راجع به این باغ پازرقی ۱ : ۲۰۱ کتاب حاضر .

کنم در بوستان چون ، ناله بنیاد
 رگ ابرست مفسز استخوانم
 درآید ، قاب جدول ، بفریاد
 سخن سبزی آید از دل تا زبانم
 میخوام چو برگ لاله خامی .
 مسوزانم بداغ ناتماسی
 مرا در سوختن ، دار آنچنان خوش
 که سوزم ، تا تواند سوخت آتش

دیگر شده در میآید . و از سه جای دیگر آبشار گشته و از خیابان برابر باغ گذاره
 نموده بدل میپویند . پهنای شاه نهرو درین خیابان — که آن نیز سی گز عرض
 دارد — ده گز است . کشتی از دل بخیا بان مذکور در آمده نزدیک عمارت ابتدای
 باغ میرسد .

ایوان شاه نهرو

و در انتهای خیابان بر سر شاه نهرو جای که به دل متصل میشود ، اعلیٰ حضرت
 همارتی — که از یک طرف بر دل و از جانب دیگر بر خیابان مشرف باشد و کشتی
 از میان آن آمد شد نباید — مقرر نموده حکم فرمودند که : دو ایوان رو به شاه نهرو
 مقابل هم بسازند . بر دو سوی حوض پیش عمارت در آمد باغ دو دست منزل و در
 پس آن جای برای خادمان محل مقدس ساخته اند .

سفیداری که شهنشاه گیتی پناه در ایام پادشاهزادگی بدست میمنت پیوست در
 شاه نهرو بفشاندند بودند و دو درخت چنار ، که بر دو گذار شاه نهرو برابر همدیگر
 واقع شده ، در ته بر یک چبوتره بسته بر روی آن سه برگه کاشته اند ، حسن جهان
 افروز این گلشن فردوس آئین را رونق دیگر بخشیده . مجملآ ، اسباب خوبی و
 زیبایی این باغ ، بیش از آن است که بزبان خامه گذارش پذیرد .

باغ فیض بخش

دوین ولا بفرمان قدر توان عقب باغ فوح بخش باغی دیگر طرح نموده به
 فیض بخش موسوم گردانیدند . و حکم شد که : خیابان آن به پهنای خیابان
 فوح بخش بسازند . و شاه نهرو بمرض پانزده گز از میان بگذرد . و سه قطار فواره
 دران جوشان باشد . و وسط باغ حوضی شصت گز در شصت که شاه نهرو مذکور از
 ارتفاع دو گز آبشار شده دران بریزد ، ترتیب داده یکصد و چهل و چهار فواره
 نصب نمایند . و میان حوض همارتی طبقی ده گز در هشت گز و بر دو طرف طولانی
 آن دو ایوان سنگین ، هر یکی بطول بیست و چهار گز و عرض هفت گز ، و بر دو
 جانب آن دو حجره ، هر کدام بطول هشت گز و عرض پنج ، بنا نهند . و نهرو مذکور
 ازین حوض بر آمده از سه جانب سه آبشار شده بریزد . هر آبشاری بمرض ده گز

خووم بر حرف رنگین، چند افسوس
ز آب چشمه، پر کن سبویم
درین گلشن، چنان کن روشناسم
می عرفان خویشم، در گلوکن
بزاغ کلک من، ده بال طاؤس
که خضرستان شود هر تار مویم
که رنگ گل، کند بلبل قیاسم
ز من بگسته، رنگم را رفوکن

تا دروازه فرح بخش جاری باشد .

و دران سه رشته فواره و یک جانب نزدیک دیوار باغ، جهروکه دولتخانه خاص و عام، و قرینه آن صارتی دیگر مرتب گردانند، تا هرگاه این مکان نزاهت نشان، بقدم اشرف رشک افزای بهشت برین گردد، منازل باغ فرح بخش محل مقدس و عمارت میانه فیض بخش دولتخانه خاص و پیش جهروکه جانب بیرون باغ دولتخانه خاص و عام باشند .

باغ نور افزا

و از جمله بساطین پادشاهی باغ دولتخانه والا است که مسمی به نور افزا است، و در فزونی اثمار بسی همتا . در زمان فرمان روائی حضرت جنت مکانی در کشمیر درخت شاه آلو کم بود، درین عهد میمنت عهد - که جهان را نشو و نمای دیگر است - فراوان شده .

باغ بهر آرا

دیگر باغ بهر آرا (که حالا بهر آرا میگویند) که محاذی جهروکه درشن واقع شده . و زمین آن دو طبقه است و در وسط آن چهار چنار موزون سربلک کشیده . و بامر حضرت خاقانی میان چنارها تالاری ساخته اند دو مرتبه در کمال رنگینی .

باغ عیش آباد

دیگر باغ عیش آباد (۱) که نشاط افزای خاطر هاست، و غمزدای دلها . اکنون باغهای که باثمار خدیقه خلافت و نو نمان والا قدر متعلق است، برنگشته خامه را گلریز و نامه را نشاط انگیز میگرداند .

باغ نور افشان

که نور محل در زمان حضرت جنت مکانی برکنار آب بهمت که چنارهای سایه گسترده

۱- تاریخ بنائی این باغ :

عیش آباد روضه شاهی
بهر تاریخ ان سروش بگفت
از جهانگیر شه چویافت نظام
عیش آباد گلشن آرام

بدار آئینه ، چون طوطی برویم
 پریشان تر کن از گیسوی سروم
 تو سرکن حرف ، تا من هم بگویم
 که سازد ، آشیان بر سر ، تذروم
 ز مهر گسهرم مگذار ، دل سرد
 برار از شبنمستان صدف گرد
 ز کلکم ، آن حلاوت ده ، رقم را
 که از شهش ، گسلو سوزد قلم را

داشت — طرح انداخته ، و دو عمارت مقابل هم مشرف بر آن ساخته ، و فضای دارد دلکشا .

باغ صفا

باغ صفا که برکنار تالاب صفاپور ترتیب یافته است ، و آبش رشک افزای چشمه زندگانی است ، و آن روی تالاب برابر باغ ، کوهچه در کمال موزونیت واقع . باغی که جواهر خان خواجه سرا در عهد حضرت جنت مکانسی میان دل احداث نموده بود . و این هر سه بر سر کار پرده نشین سراق سلطنت بیگم صاحب تعلق دارد . در باغ صفا مستصدیان سرکار آن ملکه دوران ، عمارت خوش و چمنهای دلکش پرداخته اند .

باغ شاه آباد

باغ شاه آباد (۱) نام که عهد قتل ترکمان در حکومت خویش ساخته بود . و در ایام نیک انجام پادشاهزادگی اعلیٰ حضرت داخل باغهای خاصه گشته . و درین وقت پیداشاهزاده اقبال مند دارا شکوه مرحمت شد .

باغ مراد

باغ مراد که میان دل واقع شده پیداشاهزاده والا گوهر مراد بخش عطا فرمودند .

باغ نشاط

باغ نشاط که یمن الدوله جنوب رویه دل ساخته و زمین آن نه مرتبه است و در هر مرتبه آبشاری . در سر آغاز آن ، عمارتی ست که یک رو بسوی دل دارد و روی دیگر بباغ . و در انتهای آن بکوهی در نهایت نضارت و حضرت پیوسته است . نیز عمارتی رفیع و نشیب آن چبوتره وسیع و حوض فسیح — که آبشار از جوی میان عمارت دران میریزد — ترتیب یافته .

۱- سلیم قلی گفته :

عروس گل چو از داماد گوید
 جهان آرا و شاه آباد گوید
 فتاده این دو گلشن مست و شاداب
 یکی بر آب دیگر بر لب آب

ز دل شوری بر انگیز از خروشم میاور بی نمک ، چون می بجوشم
 ز مژگان ترم ، در جوی کن آب مکش در دیده، اشکم را چو سیلاب
 ز پرواز هوس ، بشکن پریم را هوا خواه محبت کن ، سرم را
 گلی ، زین بوستانم ، کن کرامت که باشم ، مست بویش ، تا قیامت

باغ نسیم و باغ افضل آباد و باغ سیف خان

باغ نسیم که اعظم خان و باغ افضل آباد که علامی افضل خان شمال رویه
 دل پهلوی هم طرح انداخته اند . هر دو پرگل و خوش میوه است . متصل آن
 باغی است از سیف خان ، سرسبز و شاداب .

باغ ظفر خان (باغ طولانی)

باغ ظفر خان که برکنار جدی بل (زیدی بل) که تالابی است حوالی شهر
 مرتب گشته . از شگفتگی و رنگینی در کمال دل نشینی است . و چون بر طول
 واقع شده ، بعد از پیشکش نمودن او ، اعلیٰ حضرت باغ طولانی نام کرده اند .

باغ الهی

باغ الهی که میرزا یوسف خان هنگام حکومت این صوبه ساخته بود ، و الحال
 از جمله باغهای پادشاهی است . نهری از آب لار — که بهترین آبهای آن دیار است —
 بعرض سه گز دران جاری است . در وسط باغ چبوتره ساخته اند و دران حوضی
 ده در ده . برکنار آن چناریست بغایت رشیق و بالیده . چون نشیمن دلنشین نداشت
 هرین ولا حکم شد که دو دست عمارت بر دو جانب چبوتره محاذی هم برسر
 جوی بسازند .

باغ فیروز خان و باغ خدمت خان

باغ فیروز خان که برکنار دریای بهمت مرتب شده ، و باغ خدمت خان که
 در جزیره دل است ، هر کدام سیرگاهی است روح افزا .
 سخن کوتاه ، بسیاری از منتسبان این درگاه آسمان جاه از امرا و خدمتگار درین
 سر زمین نشاط آگین ، در خور مرتبه و استعداد ، باغها ساخته اند .

باغ ویشیان

و از اماکن روح گستر کشمیر باغ های ویشیان است که بزبان این
 دیار ایزد پرستان را خوانند . برکنار دریای بهمت بساغها ساخته اشجار آن
 را وقف گردانیده اند . و بهترین آن باغ گنگا ویشی است در جزیره بهمت

دماغم را ، ز جام فیضی تر کن
بسن آنکه ، فیض جویان را ، خبر کن
پرها فیض تو ، در کار است در کار
تو هم ، قفل از در نسا بسته بردار
بزلف سنبلسم بسوی ثنا ده
گلام را ، زنگ نمت بمصطفی ده
دلیرم کن ، بنعت شاه لولاک
کلامم را ، ز حرف غیر کن ، پاک

و آن بگللهای رنگا رنگ و سبزه‌های گوناگون و انواع اشجار اثمار نبلو است .

شهاب الدین پور

و از امکنه متنزعه شهاب الدین پور است که بر کنار دریای بهمت واقع شده .
قریب صد چنار تناور بقطار بر لب آب سایه گسترده . از یک طرف آن آب لار
به دریای بهمت می‌پوندد .

عمارت قرنیه

و بامر حضرت جنت مکانی دو دست عمارت قرنیه هم زینت افزای این سرزمین
گشته است .

عمارت لنگ

و از باستانی عمارت کشمیر عمارت لنگ است که میان دل اساس پذیرفته
است . و چون برور دهور بان اندراس راه یافته بوده ، افتقاد خان در ایام حکومت
خود از سر عمارت مطبوعی ساخته .

اثمار کشمیر

چون از گلگشت حدائق این خطه دلپذیر دست و دامن خامه گل چین و عنبرین
گردید ، نبذی از کیفیت و کمیت اثمار خوش گوار بر نگاشته ، نی قلم را شکرین
میگرداند . این چمن همیشه بهار اقسام فواکه دارد ، و اکثر آن سرد سیری است .
از انجمله شاه آلو است که گیلاس هم نامند . در بالیدگی و شیرینی بهتر از شاه
آلوی کابل است . و میب که آن نیز رنگین و بالیده است . و فاشپاتی که از نازکی
و سیرابی تا بهنبر نمرسد . و خربوزه اگر آفتی بدو نرسد بسان خربزه خوب کابل
است . و تربز که بنایت بزرگ و شکننده و شیرین است . و اقسام انگور لیکن
از رطوبت شیرین نه . و شفتالو که در لطافت و نراکت مانند شفتالوی کابل
است . و انواع زردالو فراوان است . اما میرزای سفیدچه کابل بر مراتب بهتر
از زرد آلوی اینجا . و توت بیدانه و غیر آن بسیار است ، لیکن بیدانه کابل
بتر از بیدانه کشمیر . و انار اما زبون .

بادام وافر است . هسته اگرچه بهم میرسد اما کم درخت است . گردگان را

روان کن آبی ، از نعتش ، بجویم
 ز گل ، روی پیمبر ده ، بیسادم
 ز مهرش چون سرشتی خاک پاکم
 پسی نعت نسبی کج نه کلامم
 که دست ، از هر چه غیر وی ، بشویم
 بسنبیل زان دو گیسو ساز شادم
 بمهرش باز بسپاری بخساکم
 در اقلیم سخن کن پادشاهم
 که چون کشمیر ماند سبز نامم

بفراوانی این مکان جای دیگر نشان ندهند ، چنانچه در تمام این ولایت روغن آن را در چراغ بکار میبرند .

کلان تر اصناف اثمار چون بحضور اشرف بر سختند . شاه آلو یک مثقال برآمد . سیب پنجاه و هفت . سفر جل نود و پنج . زود آلو نوزده . میوه های و گیاهای دوائی زیاده بران است که بقید تحریر در آید .

بیلاق

چون لختی از احوال بساتین این سراستان خلد آئین برگذارده آمد ، برخی از بیلاقتاش -- که بخضارت و نصارت و کثرت میاه ضرب المثل است -- گذارش داده نی خشک خامه را سرسبز میگرداند . یکی بیلاق گودی مرگ است ، و ان انگیست که بسبزه و ریاحین آمده است ، و ابواب نشاط بروی نظارگیان کشوده . نهری دارد چون دلشای روشن ضمیران مصفا ، و مانند چشمه حیوان روح افزا . دست قدرت بیچون بر دور آن از کوهی مشحون بساجار صنوبر حصاری کشیده ، و چشم جهان بین بدلکشای و طراوت آن مرغزاری ندیده . ازان روکه در زمان پیشین این بیلاق چراگاه اسپان بود و بزبان کشمیری ایلخی اسپ را گودی بضم کاف عجمی و بکسر دال نامند ، و مرغ را مرگ بفتح میم و را ، باین اسم اشتهار یافته .

بیلاق تومه مرگ

دیگر بیلاق تومه مرگ چون سبزه اش در کمال نزاکت است ، اهل کشمیر آن را بتوس تشبیه داده باین نام میخوانند .

خدیدو حقیقت آگاه میفرمودند که : در ایام پادشاهزادگی هنگام سیراین دو بیلاق خصوصاً گودی مرگ شصت قسم گل و لاله بنظر انور در آمده بود .

بیلاق سنگ سفید و بیلاق ماء اللین

دیگر بیلاق سنگ سفید ، و بیلاق ماء اللین است .

(پادشاه نامه عبدالحمید لاهوری چاپ کلکتہ ۲ : ۲۳-۲۱)

تعریف ملک کشمیر و آب و هوای روح افزا و بهار گلشن آن (۱)

خوشا کشمیر و خاک پاک کشمیر که سر برزد بهشت از خاک کشمیر (۲)
 چه کشمیر، آبروی هفت کشور نگاه از دیدن او، تازة و تر
 چه کشمیر، آب و رنگ باغ و بوستان اسیر هر نهالش، صد گلستان
 سوادش، سرمه چشم بهار است بهشت و جوی شیرش آب لار است

در همین سلسله -- عمل صالح -- نیز به این قرار احوال دارد :

● عمل صالح : و از متزهات این نزهت آباد فردوس بنیاد سرا بستانهای فردوس مثال خلد نشان است ، که هر یک ازان رشک حدائق جنان است .

فوح بخش

سر جمله آنسها روضه رضوان آنسین فیض بخش و فوح بخش است . و آن ثانی خلد برین که سبز درختان دلکش آن همانا خضر آسا آب حیات سرمد خورده سبز کرده ، و بر آورده حضرت جهان بخش صاحبقران است ، که در ایام شاهزادگی در سر زمین شاله مار بی قرین این قرینه بهشت برین را احداث فرمودند اند . و از آن روز باز باثر تربیت آن حضرت روز بروز بل لحظه بلحظه در صفا و نزهت روز افزون است .

از مبداء آن -- که سمت بالای باغ و پائین کوه باشد -- تا منتها ، که آپگیر دل باشد ، رسته خیابانی طنابی راست کشیده که طول آن دو هزار و یکصد و سی ذراع بدین تفصیل . چنانچه خیابان هر یک از فیض بخش و فوح بخش سی صد ده ذراع است . خیابان داخل خواصپور یکصد و دوازده ذراع . و خیابان بیرون یک هزار و سی صد و نود و هشت ذراع است . و عرض هر فیض آن سی و یک گز .

شاه نهر

شاه جوی دیگر بعرض ده گز که بفرمان فرمانروای انس و جان به شاه نهر زبان زد است ، از وسط حقیقی جاری است . و آیش از چشمه ساریست کوثر آشار که دور دست واقع شده از دامن کوهی معروف به کوه بهماک گذشته ، داخل باغ شده . همه جا حاق وسط خیابان درختان چنار منجرای آب حیوان ساخته به دل ملحق میگردد .

۱- این قسمت چاپ شده است ص ۱۲۳ تا ص ۱۲۹ .

۲- وک : پادشاه نامه ۲ : ۲۳ دوازده شعر ازین ثبت کرده است .

سواد خطه اش ، رسمی نهاد است
 بود نشوونما این جا روان را
 ز سبزی، هر نهالش، رشک طوبی
 ز جوش سبزه ، درکوه و بیابان
 جز آن گلهاکه، مشهور جهان است
 که سبزی از سواد اینجا مراد است (۱)
 بهار دیگر است این بوستان را
 جهانگیر اند سبزانش بخوبی
 زمین کشته و نا کشته یکسان (۱)
 گل اینجا، بوستان در بوستان است (۱)

و برطرفین خیابان درختان چنار و سفیدار -- که در حضور اشرف بفاصله دو
 گز در یک دیگر نهسال شده، و همگی درین مدت بمرتبہ کمال رسیده -- اکنون از
 فیض نظر انور که هر یک صد ره از سدره بسالتر بسالیده ، بخوبی در برابر
 نخل طوبی سر کشیده اند .

و در وسط باغ دو سه جا عمارات عالی و نشیمن های دلنشین در نهایت صفا و
 زینت اساس یافته . در پیش هر نشیمن حوضهای کلان سی گز در سی سمت ترتیب
 پذیرفته ، مشتمل بر چندین آبشار و فواره جوشان ، که تفریح آن بغایت طرب انگیز
 است .

و از آب چشمه مذکور که در همان نهر لبالب جریان یافته ، هر کجا که
 بحوض میریزد آنجا آبشاری که به چادر مسروف است ، از عالم لوحی از
 بلور صفا احداث یافته . چنانچه صافی و شفافی آن بمرتبہ ایست که ازو تا آئینه
 فرنگی و شیشهای حلبی تفاوت از صفای صبح با ظلمت شام است .

فیض بخش

درین ولا حسب الامر والا بر سمت بسالای باغ فوح بخش بهشتی روضه دیگر
 موسوم به فیض بخش سمت طرح پذیرای پذیرفت . و در وسط آن نشیمنی
 عالی و درپیشش حوضی چهل در چهل ذراع قرار داده . و بر اطراف چارگانه
 آن ابوابهای عالی بنا از سنگ بنیاد نهادند .

نشاط باغ

و ازین گذشته باغ نشاط احداث نموده نواب آصف صفات بی تکلف
 آنگرنه زهت گاهی کشاده فضا شاید بر روی زمین موجود نباشد . و صورت
 آن باغ جنت آئین بدین دستور است . بز ساحل دل در سر زمینی بلند و
 پست معائنه از دست طبقات آسمان نه مرتبه بر روی یکدیگر اتفاق افتاده .

نظر چندانکه ، بر دستش گماری
 بوصف سبزه اش ، از معنی بکر
 کجا خضر و کجا این سبز رعنا
 ز چشم بد ، کس اینجا چون گریزد
 سراسر سبزه و آب روان است
 کند در بذل عمر جساودانی
 بجسز آب زرد نیست جاری
 زرد میکشم در رشته فکر
 که آن، از چشمه خورد آب، این ز دریا
 که از آتش سبندش سبز خیزد
 که گوئی، خطه اش یک بوستان است
 هسایش ، کار آب زندگانی (۱)

چنانچه به مراتب از افلاک تسمه والاقر، و بیک مرتبه از بهشت برین برتر
 و بهزار درجه بهتر است .

در درآمد باغ عمارتی عالی بر دل مزید مزایای آن آمده در منتهای آن - که
 بدامان کوه پیوسته - ازین دست نشینی دل نشین بنیاد شده . و در هر مرتبه
 از انهر سرشار - که در وسط حقیقی جاریست - آبشاری احداث یافته . حوضی
 پهناور نیز ترتیب پذیر رفته ، که سخن در وصف طول و عرض آن بر فرض
 محال بدور دراز میکشد .

باغ نور افزا

دیگر باغ نور افزا دولتخانه والاست ، که بنا بر صفای نظر و حسن منظر نظیر
 آن بر روی زمین سمت وقوع کمتر دارد .

باغ بحرآرا و عیش آباد

و ازین است باغ بحرآرا و عیش آباد که نخستین رو بروی جهروکه درشن (۲)
 واقع است . و ازین رو بر سائر باغات روی زمین بچندین وجوه تفوق دارد . و در
 وسط طبقه زیرین آن باغ - که مشتمل بر دو طبقه است - چهار چنار واقع است .
 که قامت هر یک بحسب قدر مقدار بلکه همه حساب دست از طوبی میروند .

۱- در پادشاه نامه ثبت است ۱ : ۲ : ۲۲ .

۲- در دامن مهری پریت اکبر یک محل و یک باغ احداث کرد که بنام درشنی باغ مشهور
 گشت . تاریخ بنای آنست :

شاه گلگشت باغ بنموده باغ ، تاریخ باغ فرموده

بره نتوان قدم بر خاک افشرد
 بزیر سبزه، ره در کوه و صحرا
 ز طوفان رطوبت، در فضایش
 ز تاثیر هوای این گلستان
 نشاید رفت بسی کشتی بگلگشت
 همه خار و خشخاش، ریحان و سنبل
 زمین را سبزه گوئی از میان برد
 چو از عقد زمرد رشته پیدا (۱)
 کند نم عاریت، آب از هوایش
 شود فولاد هندی، سبزه در کان
 ز شبنم کار دریا میکند دشت
 جهانی کوه کوه از سبزه و گل

باغ بیگم صاحب و باغ نور الشان و باغ صفا

و دیگر سه بهستان سرای فردوس پیرا است، که هر یک مانند مالکة خود یعنی بیگم صاحب، از فیض وجود فیض الوجود، باعث آرائش صفحه جان است. یکی؛ از آن اساس نهاده جواهرخان خواجه سرامت، و الحال بسرکار آن ملکه ملک خصال انتقال نموده از حیثیت اسم و مسمی بدو وجه جهان آرا گشته. دویمین؛ نور الشان بسرکنار بهشت احداث کرده نورمحل است. و از زمان حضرت جنت مکانی نما اکنون که بسرکار آن مریم دوم قنات پذیر گشته. باعتبار فسحت ساحت خیابان چمن و وفور روح و طراوت درختهای نزهت وطن، شاید بر روی زمین کمتر باشد.

سومین؛ باغ صفا که بر روی پشته مشرف بر قال صفا در کوه جنت کوهی شهر وقوع دارد، احداث یافته. بتکلف و تصنع از ضایع نزهت و فسحت فضا و وفور نور و صفا، به مرتبه ایست، که اگر روی تال قدیم المثال دل در میان نبودی، و حفظ صورت گلهای کول ضرورت نمودی، هر آنه بسی ابا و محابا گفستی که؛ شبیه این آبگیر بسی نظیر، در بهشت بر روی چه جای روی زمین موجود است.

کوهچه

و بر سمت مشرقی این تال، که محیط او از همه جهت قریب سه کرده باشد، کوهچه در کمال سبزی و خرمی واقع شده که پنداری خضریت کنار عین الحیراة جاوید خفته. از عکس صور گوناگون گل و سبزه آن کوه چون عرش تخت مرصع زمرد نگار سلیمان زمان جلوه نمود پذیرفته.

باغ کرنه (شاه آباد)

دیگر باغ کرنه که در ایسام شاهرادگی بسرکار خدیو روزگار متعلق گشته

زند از سبزه ، او گر قلم دم برسبزی شود ، مشهور عالم
درین گلشن ، ز جرش خنده گل نمیسآید بیگوش ، آواز بلبل
ز عکس لاله این سبز گلشن چراغ هفت اقلیم است روشن
شود اوقات سبز ، اینجا صبا را وطن کشمیر دان نشوونها را

اکنون بشاهزاده کلان مرحمت شده به شاه آباد مسمی گشته . اگر نه در حق توصیف آن عجز بنیان زبان بند بیان شدی ، هر آینه عقد در عقد لسان کشاده درین وادی مرحله چند نوشتی ، و فی الجمله وام حق مقام ادا شدی .

باغ نسیم و افضل آباد

و از آن گذشته باغ نسیم و افضل آباد است که هر دو نشیمنهای خاطر پسند نشاط افزا دارد . و باعتبار وفور اشجار میوه دار و از فرط ریاحین و ازهار ، از ارم پاکم نمیآرد .
و اولین احداث نموده اعظم خان و دروین بنیاد نهاده علامی افضل خان است .

باغ الهی

دیگر باغ الهی که همانا محیط انوار فیض نامتناهی است و دست پرورد ید قدرت الهی . در سائر جهات خوبی کوتاهی ندارد مگر از رهگذر عمارت که قصورش درخور شان آن روضه رضوان نیست .
و آن بنیاد نهاده یوسف خان مشهدی است . برکنار شعبه از جوئیبار لار — که گوارا ترین آبهای کشمیر است — آن نهر کوثر اثر درمیان آن جاری است . و حوضی ده درده در عین وسط آن . و برکنار حوض چناری سالخورد که همانا باین دیر دیرینه کهن بقیاد اتفاق افتاده .

مرغزار شهاب الدین پور

دیگر شهاب الدین پور است در پنج گروهی شهر . و آن مرغزاریست در غایت فسحت و همواری ، که از یک طرف آن آب لار مذکور — که رودی است بغایت عظیم در کمال غذوبت و سفیدی و سردی — جاریست ، و از جانب دیگر دویای بهمت . آن موضع مجمع بحرین و محل اتصال آن دو دریاست .
در رسته طولانی از درختان چنار کشیده قامت که همگی در نهایت سرسبزی و شادابی اند . برکنار رودبار بهمت واقع است . چنانچه گوئی مسطری است از اشجار طوبی ، واقع برکنار جدول بهشت ، که بی میانجی قیام قیامت و غوغای رستخیز و شور و شرمش این خیر جاری و فیض سرشار همدرین دار با عالی و ادانی رسیده .
(عمل صالح : کلکته ۲ : ۳۳-۳۸)

که گلشن، گشت بلبل را فراموش
 چه فرق از خانه تا گلزار این جا
 چو از می خانه چشم پیاله
 که گرتی، خیمهای آل، بر پاست
 قدحهای مرصع چیده واژون
 ز سنبل روی دیوارش مزلف
 نکشته خاک، گل روید ز خاکش
 چه صنعتها نمود، استاد افلاک
 دهد نشو و نما، نشو و نما را
 ز تار شمع، گل پیش از رگ شاخ (۲)
 به کشمیر، از جنان کردند، راهی
 که معشوق خراسان و عراق است
 عراق، از خاکساران قدیمش
 معطر خاک تبت از نسیمش
 عرق ریزان عراق از جستجویش
 چو بی صلوات گوید، نام کشمیر
 چو آذر بائیجان دایم در آذر
 هزار الله اکبر! گو چو شیراز
 چه نسبت، صبیح صادق راست، باشام
 میر کو نام خوبسی ملک دیگر
 چه خواهد بود حسن زر خریده
 حجاز آید بطحوف کوه کشمیر
 بود گلدسته، جاروب سرایش
 زمرد از گل اینجا میتوان ساخت
 که از گل گل دمد از لاله لاله
 ز غم، فیروزه در معدن، شود پیر
 که صید هر نهالش صد بهار است
 جوانان زمرد پوش، بر پا

گلش، در شهر و صحرازد، چنان جوش
 دمد گل، از در و دیوار، این جا
 بشهرش خانها رنگین ز لاله
 بنوعی، بامها را، لاله آراست
 ز لاله خانها را، سقف گلگون
 زده گل، بر سر دیوارها، صف
 چو آساید کسی، در خاک پاکش
 بمینا کاری یک قبضه (۱) خاک
 کمال این جا بسود، آب و هوا را
 ز فیض ابر، میروید درین کاخ
 نبود اهل جنان را، سیر گاهی
 بخوبی آنچنان، کشمیر طاق است
 ز هر سو، چون خراسان صد ندیمش
 مشرف هند در جنب حریمش (۳)
 خروشان زنده رود از آرزویش
 صفاهان راست، سنگ سرمه تدبیر
 ز شوتش ملک دارالمرز یکسر
 سزد کشمیر را در جلسه ناز
 صفای شام را، اینجا میر نام
 چو کشمیر آفتابچه در برابر
 عبث مصر، این دکان خرویش، چیده
 نباشد شرم بطحا، گر عنان گیر
 خوشا ملکی! که از آب و هوایش
 ز بس سبزه بکار خاک پرداخت
 زمین را، آنچنان کم شد قباله
 ز رشک سبزه زار کوه کشمیر
 خزان را، در گلستانش چه کار است
 ز هر جانب، درین فردوس اعلا

۱- جنگ - قبضه .

۲- پادشاه نامه دارد .

۳- نسخه پشاور - مشرف آب جنت از حریمش .

ز سحر بابلی خاکش سرشته
 ز حق نتوان گذشت این سبز رعنا
 درین گلشن نمییابد خزان بار
 ز دریا، کی کشد منت، سحابش
 شبیهش را سزد، گر هفت کشور
 و لیکن، هر مصور کی تواند
 کسی را، بر شبیهش دسترس نیست
 ز حیرت، عندلیبانش خموشند
 فقیرش، از بلندی های اقبال
 جوانانش، چو می روشنضمیران
 اگر همت، بسیرش بر گسارد
 بود مانل بسبزی، خاک پاکش
 ارم، از سبزه اش، یک شاخ سنبل
 گلی شد، قسمت محمود ازین باغ
 ز خود رفته است شاخ از گل دمیدن
 ز گل چیدن برنگ نوجوانان
 بشینم گسر کنند ابرش حواله
 چمن را پیشهبایش داغ دارد
 به بستافش میا، گو آب گستاخ
 کنند گل، بر سر دیوان ریشه
 بسرو، از اشک بابل، گل زند جوش
 ببرگ گل، بغل گیری دهد یاد
 بدل دزد ز بیمش غنچه لب را
 نخواهد سبزه اش تعلیم استاد
 بهارش، تیرگی نگذاشت، درسنگ
 ازان دست چنار از گل تپسی نیست
 نیاید بوی صندل، گر ز اشجار
 نه تنها، بلبل از گل سینه ریشت

هوایش تازه و حسنش برشته
 نمکدانی بود بر خاک دنیا
 بهار این چمن باشد وفادار
 که بسی منت، هوا میبخشد آبش
 پی قدر و شرف بندند بر سر
 قلم بر صورت این خطه، راند
 که نقاش قضا، زدورکس نیست
 ز سودایش، جهانی شال پوشند
 پشاهان، میفرستد خرقة شال
 چو فرگس، از قلع بر چشم پیران
 بهشت، از برگ طوبی، پر برآرد
 مگر آب زرد، خورده خاکش (۱)
 بهشت، از گلشنش، یک دسته گل
 هنوز هست ازان گل بر جگر داغ
 بلی بیهوش آرد خون کشیدن (۲)
 حسنائی گشسته دست باغبانان
 برد، از لاله، داغ دیس ساله
 که نخل میوه بیش از باغ دارد
 که شوید از هوا رو میوه در شاخ
 شود فولاد، سبزی از آب تیشه (۱)
 مباد این نکته، قمری را فراموش
 درین فن، غنچه استاد است استاد
 ادب باید، نسیم بسی ادب را
 دمیدن را دمیدن میدهد یاد
 بین! چون کرد، برگ لاله را رنگ
 که گلبن را، ز پایش کوتاهی نیست
 نه پیچد بر درختان تساک چون مار
 که گل، هم سینه چاک رنگ خویشست

۱- پادشاه نامه دارد .

۲- از جنگ خطی گرفته شد .

ز رنگ عشقان کوتاه اندیش
 برد ابر از هوایش ، پایه پایه
 گل ، از پس کرد ، رنگین بوستان را
 نسیم فیض ، این روح الله آباد
 چو ، یوسف طلعتی ، زین گل بر آید
 عجب ، آب و هوای دارد ، این خاک
 درین گلشن ، نباشد شیشه را ، بار
 گل ، از بس در شگفتن ، گشته گستاخ
 بخوشبوی ستانند از شمساه
 چو سرورش ، آورد در جلوه قامت
 چمن را ، رنگ گل ریزد ، ز دیوار
 نسیمی گسر بساین گلشن ، در آید
 بود پوشیده اینجا ، اشک بلبل
 تراود حسن را عشق از برو دوش
 سوی گلبن ، بری مگر دست گستاخ
 بود از ابر ، دست سایه در پیش
 ز سبزی و تری شد ، آن چنان راغ
 نگاری ، بر ورق مگر صورت خار
 نم باران ، درین صحرائ پرتم
 زمین افتاد ممت از نشأ تساک
 هوا ، آبی بسوی کار ، آورد
 بهار اینجا ، بر آورد از خزان ، گرد
 بود خضر ، آبیار این گلستان
 چنان مردم نشین شد ، صحن گلزار
 شده دست چنار ، از فیض باران
 بنای حسن ، این ملک ، استوار است
 بهشتش خوانده اند و نیست دلگیر
 نسیم چار فصل ، این جا بکار است
 ز تاثیر هوا ، از خاک کشمیر

صنوبر بسته دل ، بر قامت خویش
 برای بر شگن همدل مسایه
 ز گل ، بلبل نداند ، آشیان را
 ز اعجاز مسیحا میدهد یسار
 بنفشه بر عذار ما در آید
 که دل را ، از کدورت ، میکنند پاک
 ز رنگ گل ، بود پیمانان سرشار
 درد از خنده گل پرده خاک
 پیساز فرگش منشور نامه
 نماید بسی نمک ، شور قیامت
 چنان کز ، می بود پیمانان ، سرشار
 ز رنگ گل ، برنگ گل ، بر آید
 که کم شد گریه اش ، در خنده گل
 زند با اشک بلبل ، خون گل ، جوش
 تراود خون بلبل ، از رگ شاخ
 شود سیراب گل ، از سایه خویش
 که هم دریا توانش خواند ، و هم باغ
 ز تائیر هوا گل آورد بسار (۱)
 نشانند گرد ، اما بر دل غم
 چرا مخمور نایب نرگس از خاک
 که گل ، صدرنگ از یک خار ، آورد
 چو داغ لاله ، خون مرده گل کرد
 درین گلشن ، شود صرف آب حیوان
 که شد ، تا چشم نرگس مردمک دار
 چو دست اهل همت ، گوهر افشان
 ملاحه ، خانه زاد این دیار است
 که دارد در جهان آلام کشمیر
 که صید اولش ، فصل بهار است
 بر آرد دسته گل دسته تیر

ز سبزی و سمة ایسروی دنیا
 بود کشمیر بس آرائش خوان
 زرد را، فزاید قیمت، از آب
 تمام سال او نوروز یا عید
 ره آواز بلسیل را گرفته
 نوای مطربسانم برده از جا
 مقام را، نیایسی جز بآواز
 که از فیض هوا، بسی باده مستند
 چو مینای مسی، از حسن گلو سوز
 دواند ریشه در گل همچو لاله (۱)
 ببالد چون کدوی تازه، بر تار (۱)
 سبک روحی بشبنم یاد میداد (۲)
 که تیر از سبزه این جا، کی خورد خاک
 برد عطر گل، از گلشن گریزان
 پر بلبل، بزیر برگ گل ماند
 هوا، چون آب میغلطید، بر سنگ
 درین شهر، از هرا دل میخورد آب
 که بخششهای بحرش، رفت از یسار
 نگردد چون زمین و آسمان سبز

عروس ملک، ازو دائم ذر آرا
 چو سبزی و نمک بر خوان امکان
 هوای تر بود کشمیر را باب
 ز مطرب، آسمانی پر ز ناهید
 نوای مطربسان بسالا گرفته
 درین بستان سرای عشرت افزا
 نهان چون نغمه ام، در پرده ساز
 درین کشور گروهی مسی پرستند
 لبالب غنچه اش، از بخت فیروز
 گرفتند، از کف ساقی پیاله
 بمینا، گر کند فیض هوا، کار
 روان میشد بروی سبزه اش باد
 بشارت ده، بصیاد هوس ناک
 نسیم صبحدم، افشان و خیزان
 صبا در بیخودی، دستی بر افشانند
 زبس، جذب رطوبت داشت، در چنگ
 که دارد، فرقت کشمیر را، تاب
 هوایش ابر را، سرمایه داد
 در آتش تخم شد بر روی نان سبز

تعریف باغ و بهار و سرسبزی دلپذیر کشمیر (۳)

نظر بکشای، کشمیر است کشمیر!
 خریدار متاع عین، این جاست
 که فصل گل بود، ایام شادی
 بسرسبزی که، میگویند، این است
 کشیده سرو سر بر چرخ دوار
 که در یک پرده، صد آهنگ دارد

چرا افسرده (قدسی) دلگیر!
 تماشا کن! که هنگام تماشا است
 زند مرغ چمن، هر سو منادی
 سر دیوارش، از گل رشک چین است
 بجای سبزه، در دامان کهسار
 نوای بلبلش، در چننگ دارد

۱- پادشاه نامه دارد .

۲- اضافه از جنگ خطی

۳- این قسمت چاپ شده است ص ۱۲۹-۱۲۰ .

درختانش، ز نس دارند آزر
گلش را، یک بیک میبردی نام

چنارش، ساق خرد پوشیده از شرم
زبان را، گر بقا میبود در کام

مشکلات راه های کشمیر و کوه پیر پنجال (۱)

به کشمیر، اعتقاد ما درست است
بود قطع ره کشمیر مشکل
مگر زین راه باریکت، خبر نیست
ز بیم این ره باریک و خونخوار
رهی، پیسمودن آن آرزوی
رهی، افتاده چون طول امل بیش
گروهی، دست از جان بر فشانده
ز قطع ره، بسر غلطیده یکسر
ره فقر، از ره کشمیر پیدا است
درین ره، ره نوردان، تا بمنزل
ازین ره، چون توان آسان گذشتن
مسافر کی تواند، زین بلاجست
درین ره، نقش پای گر فتاده
رهی، همچون دم شمشیر، باریک
رهی، پیچیده تر، از موی زنگی
ز بس در رفتنش تدبیر کرده
ازین پیمانهای زندگی، آه!
مهماذ الله! ز کوه پیر پنجال
صبیا در دامنش، زان میخرامد
بقصد ره روان، تیغی کشیده
سراپا گشته حیرت، چرخ والا
گذرانم ز فکر این گذرگاه
ازین ره، طی شود تا چار انگشت
جوان، گسر پوید این راه پراندره

ولی ایمان بر اهش، سخت سست است
بحق، نتوان رسید از راه باطل
که گوئی کوه را موی کمر نیست
خلد موی کمر، در دیده، چون خار
بسر زال فلک را تار موی
که در هر کام دارد صد خطر پیش
دران ره، چون گره بر تار مانده
چنان کز ریمان پاره گوهسر
که گام اول آن، ترک دنیا است
چنان لرزان که بر موی کمر دل
که کام اول است، از جان گذشتن
مگر لغزیدن پا گیردش دست
در تکلیف لغزیدن کشاده
جهان، در چشم ره پیماش، تاریک
به تنسوی، چون دم تیغ فرنگی
فلک را، فکر این ره، پیر کرده
که پر میگردد از پیمودن راه
که مثلش، دیده کم چرخ کهن سال (۲)
که، نتواند بیالایش، بر آمد (۲)
باین سنگین دل، ره کس ندیده
که راه، این کوه را، چون رفته بالا
که باریکی ز تنگی مانده در راه
قیامت را، توان کردن پس پشت
به پیری میرسد، پیش از سر کوه

۱- این قسمت مثنوی چاپ شده است از ص ۱۱۷ تا ۱۲۱.

۲- این اشعار پادشاه نامه دارد (۲: ۱۹).

ببالا رفتنش، مقدور کس نیست
 باین سنگین دلی، کوه گذرگاه
 ز وهمش قاف در کنجی نشسته
 سر غلطیده، میافند سلامت
 بقدر آنکه، تیغ کوه تند است
 درین ره، استخوان زانگونه انبوه
 بفارف دامنش، از خون مردم
 نگردد رهروش را عمر کوتاه
 بود با شیر گردون، عزم جنگش
 مگر مجموعه قاقست، این کوه
 زمین دارد بحیرت آسمان را
 کند گرجامه اش چرخ، اطلس خویش
 چو مظلومان ز جور بیدریش
 رهش، ز آئینه تینست، روشن
 گرفته زیر زانو، آسمان را
 ز بس شد استخوان فیصل انبوه
 چو آئی بر فراز کوه، ازین راه
 نزد برهم شکوه آسمان را
 چو بر خوردان، بزرگان دست یابند
 باین کوه، ار نهد بالا قدم را
 به پیشش، از بزرگی گر زنده لاف
 بنوعی، بسی طریقت، این گذرگاه
 فتادی، گر باین کوهش، سروکار
 نه بیند کس، درین ره، پاره سنگی
 بود عمر طبیعی، سخت کوتاه
 درین ره، مرغ نتواند پریدن
 برد این ره بسر، گرمرد، مرد است
 درین راه دغل، فرسنگ فرسنگ
 ازین ره، چون توان رفتن، بسوی
 ره این قاف را، هرکس بریده
 ز بس گشت آدمی این کوه اندوه

بلندی را، بر او جش دست رس نیست
 ولی دارد دونیم، از جور این راه
 فلک را، پایه اش کرسی شکسته
 ز دامانش بهدامن قیامت
 درین ره، راهرو را، پائی کند است
 که گوئی، برف بارید است بر کوه
 شفق را، در میان لاله پی سی گم
 که نتواند گذشتن عمر ازین راه
 که از بالا، بزیر آمد پلنگش
 که هر لختش بود کوهی ز اندوه
 که چون؟ برداشت این کوه گران را
 نیاید تا سر زانوی او پیش
 نشسته آسمان در پهای تیغش
 بود مهرش، چراغ زیر دامن
 چه بر سر میبرد تا لامکان را
 کمان دسته بردش تیغه کوه
 گذاری آسمان را، بر کهرگاه
 چه تمکین است این کوه گران را
 ز قانون مروت، سر نشایند
 نفس، در سینه سوزد، صبحدم را
 ز دامن سنگ ریزد، بر سر قاف
 که گردون را بود، بر گردنش راه
 ز شیرین، کوهکن میگشت، بیزار
 که، رهرو را نفرماید، درنگی
 حیات خضر دایستی، درین راه
 بمقراض پر، این ره را بریدن
 که صد راه عدم، اینجا بگرد است
 چو مهنا، هالمسی غلطیده بر سنگ
 که صد کوه خطر، بسته بموی
 بجز تیغ و رگ گردن ندیده،
 ز خون شد ممثل رگهای این کوه

که بخشد عالمی لغزش بهر پای
 درین ره، راهرو نقشبست بر سنگ (۱)
 که در هر گام دارد، صد قیامت
 که گوئی، چشم اختر سرمه دار است
 که تیغ صد هلاکو را، کند تیز
 دو عالم، بر دو زانویش نشسته
 که بسا پیچیدگی دارد درازی
 که لغزش در کمین پا نشسته
 گرفته صبح را، ره با نفس تنگ
 اجل در زیر پا، چون آخرین دم
 بنساختن کار صد فرهاد در پیش
 نباشد همزم این ره راه رندی
 ازین ره، تا عدم یک گام داراست
 چو موباریک باید شد درین راه
 نهد نعلین لغزش، زیر پایست
 که میریزد ملائک را بر اینجا
 نباید حرف در، از راه گفتن
 زبان سنگین شود، در وصف این کوه
 ز حرفش، پای میلفزد، قلم را
 ازو تا عرش و تا عرش از زمین راه
 نبودی در میان، گر پای کشمیر
 دلم زین حرف، سنگین شد، زبان هم
 دراز است این حکایت، قصه کوتاه
 که چون فرسنگ آمد پا بسنگم

چه گوید، شکر این ره، راه پهای
 بود مشکل گزشتن، زین ره تنگ
 ازین ره، چون توان رفتن سلامت
 ز داغ لاله، این کوهسار است
 چنان هر پاره سنگش، فتنه انگیز
 بحیرت، چون دوبرغ پر شکسته
 رهی در غایت نیرنگ سازی
 وزان سر، هر قدم صد جا شکسته
 ز خون اختراش، تیغ در زنگ
 ازین ره، چون توان رفتن مسلم
 درین ره، هر کسی در مانده خویش
 چه میبرسی؟ ز پستی و بلندی
 درین ره، نقش پا، نقش مزار است
 بسراش شانه مانند این گذرگاه
 بود گر، خضرس اینجا رهنمایت
 ازین کوه، آسمان چون رفته بالا
 سلامت چون جهد این راه یک تن
 چه میبرسی؟ ازین راه پر اندوه
 بوصفش، قطع باید کرد، دم را
 ز دامانش، فلک را دست کوتا
 خلیدی در جگر، این راه چون تیر
 مرا زین قصه، تن فرسود، جان هم
 نفس شد منقطع، در قطع این راه
 برون شد کوه را دامن ز چنگم

۱- پادشاه نامه بعد ازین سه بیت دارد :

که در هر گام دارد، صد خطر پیش
 دران ره، چون گره بر تار مانده
 چنان، کز رشته بگسسته گوهر

ره افتاده چون طول امل پیش
 گروهی، دست از جان، بر فشانده
 ز قطع ره، بسر غلطیده یکسر

(کلمتہ ۲ : ۱۹)

چو بگذشتی ز کوه پیر پنچال
گلستانی که ، راه آن بهشت است
ز راهش، کس چرا، دل‌تنگ باشد
همان ساعت دگرگون میشود حال
بین دهقان دران گلشن چه کشت است
زرد در میان سنگ باشد

باز آمدن بتعریف کشمیر

اگر این است ، نزهتگاه کشمیر
چمن گوید زکات از کوهسارش
سراسر کوه در سرو و صنوبر
لباس کوه ، سامان دگر داشت
ز بس سرو و صنوبر گشته انبوه
ز نخل پسایه پایه ، بسته منبر
شد از سرو و صنوبر نا پدیدار
کسی از فیض بستانش ، چه گوید
طریق حق به از رضوان، که پوید
هزاران جان ، فدای راه کشمیر
که باشد بر کمر ، نقد بهارش
درختان کسره خار را مشیر
مشجر ابر خسارا آستر داشت
قیامت هست قائم ، بر سر کوه
بسگرد کوه ، چون بار صنوبر
لباس باغ در بر کرده کهسار
کز آب تیغ کدووش ، سرو روید
که در فردوس، یا کشمیر! گوید

(ص ۲۶۹-۲۷۹)

تعریف باغ جهان آرا در کشمیر (۱)

ندارد دهر جای ، دل فرو گیر
درین گلشن ، بکس ننسود گل رو
ندارد دل ، جدا از سنبلش ، تاب
گلش ، پرورده ابر کرامت
بسرو این چمن ، زد دست طوبی
دل سروش ، ز آزادی ، نشد ریش
بسم سر کرده گلها عشقیازی
ز فردوس است ، خرم تر، نهادش
به از باغ جهان آرای کشمیر
نشد تا غنچه اش ، تموید بازو
که یکجا خورده ، بازلف بتان آب
زکات قسامت سروش ، قیامت
که در عالم ثمر گردد بخوبی
گرفتار است پیش جلوه خویش
به بلبیل داده خط بی نیازی
ز آب خضر، روشن تر، سوادش

تعریف تالاب صفاپور در کوه کشمیر (۲)

بود جام جهان بین گر چه پر نور
ز آبش ، عکس کشتیها، نمودار
ندارد نور تالاب صفا پور
چو از آئینه ، عکس ابروی یار

۱- این قسمت چاپ شده است ص ۱۳۰ تا ۱۳۱ .

۲- این قسمت چاپ شده است ص ۱۳۱ تا ۱۳۳ .

چنان، کز آب یابی، فیض باده
 ببر کو طرفه بغداد را آب
 مگر از جوی شیرش یادگار است
 کند آئینه دل را، مصفا
 ز گلهای کول خورشید زاری
 بغیر از موج گل طوفان ندیده
 درو کشتی روان، در آب کوثر
 چو رود نیل، آبش کوچه داده
 مگو: دریا ندارد حاصل کان
 ز لعلی چهره هر یک لاله زاری
 جهان را، گنج بساد آور گرفته
 چو طاووسان، کشیده چتر، بر سر
 که طاووسان گلزار چنانند
 گرفته در برش کشتی نشینی
 گل روی سبده کشتی نشینان
 رود بر روی موج گل، سفینه
 بین گر طاقت نظاره داری
 بهشتی در میان آب کوثر
 چنان کز دیده تر، عکس دلدار
 چو روی نوحطان در دیده ما
 سر از شرمش بزیر آب دزدید
 که باج از لعل پیکانی ستاند
 که از فیله فرس، گیرد هما، فر
 رود بیخود بسیر هالم آب
 ز صد گنج روان، بر هر سفینه
 زرد شد ز عکس سبزه گوهر
 قسون حرف موجم، کرد خاموش
 که جادر زیر قبرش کرده شه‌باز
 فروشد، از الم دریا بگرداب

ز عکس گل، در آب، آتش فتاده
 من و نظاره، این طرفه تسلاب
 روان کوهکن، در آب لار است
 شب مهتاب و سیر روی دریا
 چه دریا؟ آسمانی برقراری
 قضا از سیم نابش آفریده
 لب لب گشته بحر، از لؤلؤی تر
 بهر جانب که، کشتی رونهاده
 ز کشتیهای لعلی، شد گلستان
 شده مخصوص هر کشتی به‌ماری
 ز بس کشتی فلک در زر گرفته
 خرامان کشتی رنگین، بلندگر
 نه کشتیها درین دریا روانند
 بخوبی، هر سفینه نازنینی
 سبدهای گل اند، این نازنینان
 فهد بر آب دریا گرچه، سینه
 نظر بر سطح آبش چون گماری
 بهار دیگر کشمیر یکسر
 بهشتی، از ته دریا نمودار
 چمنها، در میان آب، پیدا
 بهشت است آنکه تا کشمیر را دید
 کول در غنچگی تسیری دواند
 چه دولت دارد، این تالاب در سر
 ورع این بحر را بیند چو در خواب
 بود سیمین برانش، در خزینه
 ز بس کز قعر دریا سبزه زد سر
 دل از طوفان معنی بود، در جوش
 کند طاووس کشتی بر هما ناز
 چو طبعش، مائل خشکی شد از آب

تعریف ورود رونق افروز شاهجهان در ملک کشمیر جنت نظیر (۱)

صبا، رفت و گلستان را، خیر کرد
 ز شوق آن بسهار بوستان دوست
 ز شکر مقدم خاقان اعظم
 بیکبار، آنچنان گلها شگفتند
 گل از شبنم بروی غنچه، زد آب
 در آمد، پادشاه هفت کشور
 نگیرد غنچه، چون لب و آ؟ بافوس
 پریشان، چون نگرده؟ طبع شمشاد
 بیخاک پایت، ای خاقان اکبر
 وگر نه، پیش ازین بود است، این شهر
 ز یمن مقدمت، بختش بلند است
 مرا هند است از کشمیر مقصود
 نهال قدس، در کشمیر، کم نیست
 درین گلزار راه طعنه باز است
 ز شبنم گو، منه گل پنبه، در گوش
 بود در پرده این جا، صوت بلبل
 کند فرگس پرستی، چشم آهو
 سری دارد بسیزی کوه ماران
 بهر سو در چمن، گل میبرد باد
 بهشت از شوق کشمیر است، بیتاب
 زهر جانب دو این فردوس اعلی
 بیازی گرم شد با هیزمش عود
 درین بستان، طراوت پائدار است
 ندانم گرد تالایش، چه نیرنگ
 ز بس حسن ازل، رفته بکارش
 ورسته گل، جنان درخنده افتاد

که اینک، نو بهار تازه، سر کرد
 چمن، چون غنچه بیرون آمد، از پوست
 لب جدول، نمیساید فراهم
 که گوئی باغ را از غنچه رفتند
 که: دولت میرسد، برخیز از خواب!
 بگلشن، چون بهار تازه و تر
 که چشم نرگس، اول کرد پا بوس
 که اول، بنده گشتش، سرو آزاد
 که کشمیر، از تو شد، کشمیر دیگر
 نیردی این قدرها چشم ازو بهر
 وگر نه، قدر ممت سبزه، چند است
 چراغ لاله را روشن، بود دود
 بهشت این گلستان ارم نیست
 زبان سوسنش بر گل دراز است
 که حیرت، بلبلان را کرد، خاموش
 که از افغان نرنجد خاطر گل
 گدازد بهر سنبل، تار گیسو
 که باشد سبز رنگ زهر خواران
 چه شد، گر گل بچشم فرگس افتاد
 ارم چشم از تماشايش دهد آب
 جوانان زرد پوش برپا
 ز بازی سوختن بر سرزدش دود
 تذروسرو، این گلشن بهار است
 که هست، آئینه اش غماز در سنگ
 فساند بهر خویبان دمارش
 که شاخ گل چو نی آمد بفریاد

۱- شاهجهان در سال (۱۰۳۳هـ) وارد کشمیر شد و قدسی آنجا در حضور شاه این مثنوی گذراند. این قسمت چاپ شده است. ص ۱۲۱ تا ص ۱۲۳.

ز عکس سبزه، پیرانش ردا پوش
 پریشان است ازان، گیسوی سزوش
 ز بس میکوفت پهلویش، ز شمشاد
 نيفتند بر زمین حرف تمنا
 صبا، مرکب دوآند، در فضایش
 برنگ و بوی گل، مرغ شب آهنگ
 کشوده غنچه، چون بلبل پر و بال
 مکن گو غنچه نقد گل شماره
 شنیدی تسا صد ای خسته گل

جوانان، در زمرد گوش! تا گوش
 که باشد، شانه از بال تدروش
 ز گلشن، رفت بیرون، سرو آزاد
 بماشق، مژده باد! از سبزه اینجا
 رطوبت عشق ورزد، بسا هوایش
 گل شب بوی را نگذارد از چنگ
 صبا افتسان و غیزانش ز دنبال
 زر مردم نماید کیسه پاره
 دمیدی ناله، از مستقار بلبل

تعریف باغ آصف آباد

چو آمد سوی باغ آصف آباد
 بآبش، آب زمزم چون ستیزد
 قرین میگشت، با این چشمه، زمزم
 نمیباشد گوارا تر، ازین آب
 بصافی صاف تر، از ماه بی میغ
 بدل فیضی روانی میچشاند
 زند چون چشمه، جوش از سردی آب
 ز آشامیدن این رشک کوثر
 ز مشرق تا مغرب، گر شتابی
 بود سرچشمه تسنیم و کوثر
 همین آب است، آب زندگانی
 درین چشمه نماید عکس، زنگی
 بود بر خاک، حیف این رشک زمزم
 شبم روشن بود، زین چشمه آب
 ز شوقش، چشمه سار کوه الوند
 ز شرمش، آب حیوان را حسین تر
 بود برنده تر، از آب شمشیر

سلیمان ملک خود را رونما داد
 که این از چشمه، آن از چاه، خیزد
 اگر میبود در کشمیر آن هم
 نوشته، خضر صد محضر، درین باب
 گرو برده سر وی از دم تیغ
 که در صافی بشعر صاف ماند
 نماند، بر فلک خورشید را، تاب
 ز فیضش باغ رضوان تازه و تر
 چنین سرچشمه دیگر، نیابی
 درو هر گام خضر آباد دیگر
 برو، از خضر بشنو! گر ندانی
 چو، در آئینها، عکس فرنگی
 بروی سبزه میزیبد چو شبنم
 ببر گو تیرگی را گرد مسهباب
 رسانده اشک حسرت تا دماوند
 دهد مساج گوارا پیش ک-وثر
 مخور این آب، تا از نان شوی سیر

نباشد هیچکس بی بهره زین آب بیا گو سلسبیل و فیض دریاب
 بسود برزندگی سرخیل فوجش برین برهان قاطع تیغ فوجش

تعریف چشمه ورنانگ کشمیر (۱)

خضر سر چشمه ورنانگ جوید که دست از چشمه حیوان بشوید
 محیط، از شرم ریگ آب ورنانگ عرق، از جبهه کوثر، کند پاک
 فوات، از رشک نهرش، کربلا شد ز غیرت دجله را نم، توتیا شد
 چه شد گر خضر را هم جرعه داد رسد این چشمه دریا را بفریاد
 ز فیضش، ملک کشمیر است معمور ازین سر چشمه بادا، چشم بد، دور
 اگر، ذوق بهار و سبزه، داری بجز کشمیر، در خاطر نیازی

صدای سروش برای ثنا گستری چمن کشمیر
 مرا این نغمه مالد دمبدم گوش که بلبل در چمن، عیب است، خاموش

۱- این قسمت چاپ شده است ص ۱۴۰ .

جهانگیر در پهلوی این چشمه باغ و عبارات احداث کرد و شاه آباد
 نام نهاد . این چشمه دو کتیبه جهانگیر دارد :

کتیبه اول

از جهانگیر شاه اکبر شاه این بسنا سر کشیده بر افلاک
 بانی عقل، یافت تسارینش قصر آباد و چشمه ورنانگ

۸۱۰۲۹

کتیبه دوم

پادشاه هفت کشور، شهنشاه عدالت گستر، ابوالمظفر نورالدین، ابن اکبر پادشاه
 غازی، بتاریخ (۱۰) جلوس، درین سر چشمه فیض آبی نزول اجلال فرمودند .
 این عبارت بحکم آنحضرت صورت اختتام گرفت . از جهانگیر شاه اکبر شاه .
 در عمل صالح (پادشاه نامه) راجع به این چشمه ورنانگ این عبارت آمده
 است :

ورنانگ

و آن چشمه ایست کوثر اثرکه منبع آب بهمت است . و مسانند لعل
 فوشین یاقوت لبان سیراب هدوبت از فیض انهار بهمت چشمه آفتاب انور

ز لب، مهر خموشی زود، بر گیر
 چه خاموشی، چمن را گوش سر نیست
 فسان عندلیبان بی اثر نیست
 زبان بی سخن، برگ است بی بر
 جهانی را توان کرد از کر سر
 ز دریای سخن، از یک صدف در

بطاق ابروی موجش از پیمانۀ هلال پیوسته ساغر سرشار میکشد. و حسن خدا
 آفرین آن نور دیده روی زمین، از جنبش سرشار گوشۀ ابروی موج چشمک تحریک
 نظاره جمال خویش میزند.

و نهری که از آن بر آمده و رفته رفته به بهمت معروف شده، شاهد وصفش
 از مشاطگی نظم و نثر و حلیۀ استعاره و تشبیه بی نیاز است. وصف لطافت
 و سلاستش افزون از پایه توصیف خود نکته طراز. و از جمله خصائص آن
 کوهی است در کمال درستی اندام و شکل و نهایت سر سبزی و پرداختی.
 چنانچه کوه اصلاً بنظر در نماید. و همین باغ در نهایت سبزی و خوروی
 محسوس میشود که درختان آن قطعاً بلند و پست نیست، وقوع آن بر لب
 چشمه بخوبیست که تمامی در سر چشمۀ عکس افکن است. چنانچه در موسم
 بهار چشمه از انطباق آن بعینه نگین زردی است، در کمال شادابی و در
 فصل خزان جزع یسانی ملون.

بفرمان حضرت صاحبقران بر کنار آن چشمه — که قطرش چهل ذراع و در
 وسط سی ذراع و همقش ده ذراع است — حیدر ملک کشمیری (۱) داروغۀ
 عمارات، ابوابی بطول هفده و عرض دوازده بنیاد نهاده. یک رو بباغ و
 دیگر بسوی حوض. و جوی پهنار پنج ذرعی از میان آن گذرانیده. بر دو سر
 آن دو طنبی — که هر یک شاه نشینی رو بباغ داشته باشد — و از هر طرف آن
 ایوان. هفت ایوان دیگر — که مجموع چهارده ایوان رو بباغ باشد — و حمامی
 در کمال صفا و پاکیزگی و خوشی بنیاد پذیرفت. و از جانبین عمارتسهای
 مذکور دو جوی بعرض چهار گز روانی گشت. (عمل صالح کلکته ۲ : ۲۴)

۱- تاریخ بناه گفته شده :

حیدر بحکم شاه جهان پادشاه دهر
 این جوی داده است، ز جوی بهشت باد
 تاریخ جوی، گفت بگوشم، سروش غیب
 از - چشمه بهشت - برون آمده است - جوی
 شکر خدا که ساخت چنین آبشار جوی
 زمین آبشار، یافته کشمیر آبروی

۱۰۵۵ - ۱۹ = ۱۰۳۶

سخن را ، هست منت ، بر سر جان
سخن از ملک جان است از حسد نیست
چه منتها ست ، بر گردن سخن را
نبردی هیچکس را ، هیچکس نام
بعالم ، کس چه گفتی ؟ یا شنفتی
زبان چون صورت دیوار باشد
سخن ، پیرایه ذات و صفات است
سخن ، با غنچه در یک پیرهن زاد
که بلبل آمد ، و پروانه ام شد
که طوق ، از منتهم سودش بگردن
کند حرف چمن ، رنگین سخن را
بجای گوش ، گل را شد ، دهن باز
که اعضایم ، شد اجزای گلستان
کفی دارم ز گل چیدن حنائی

سخن روح است ، و پیکر جوهر جان
کسی را ، بر سخن انگشت رد نیست
سخن سازد ، جوان چرخ کهن را
سخن منسوخ بودی گر ، در ایام
سخن را ، گر قضا از عرصه رفتی
زبانسی گسر سخن بیکار باشد
سخن ، اصل وجود کائنات است
ز بس طعمم بفکر گلشن افتاد
حدیث گل ، چنان افسانه ام شد
بقمری گفتم ، از سرو آنقدر ، من
ثنا گستر نباشم چون ، چمن را
زبانم ، حرف گل ، چون کرد آغاز
حکایت آن قدر ، گفتم ز بستان
بباغ فکر ، ازین گلشن ستائی

در تعریف پیر پنجال

در آورده بسنگش پیر پنجال
به کشمیر ، آمدن باشد ، میسر
به پنجاب آمدی گر راه میبود
جوانی ، در میان کوه ، شد پیر
گل امسا بدست مشت خاری
کسی فر ، غیر نیلوفر ، ندارد
دلسم میداد داد کارانی
که ، عینک مینهم بهر تماشا (۱)
که خار ، از گل ندانستم ، گل از خار
چه سود از جاوه ، سرواست و شمشاد
لب یار و لب جامش دعا گفت
روان شیخ صنعان را ، کنم شاد

در باغ بهشت است این که ، الحال
چو وقت آید ، که بکشایند ، این در
درین وادی ، دل کشمیر بکشود
نشد زین روستا آزاد کشمیر
بهشتی مانده در سنگین حصاری
هما ، مسکن درین کشور ، ندارد
اگر میبودم ایام جوانی
فلک ، روزی مرا افکنده ، این جا
بسیر باغ ، روزی یافتسم بار
دلی را گسر تملق گشته آزاد
بسی کسو پارسائی را ثنا گفت
رسد گر فیض کشمیرم ، بفریاد

۱- ازین پیدا است که قدسی در پیری بکشمیر رسیده بود .

مگر اینجا ز ترسا آدمی نیست که هندورا هم از ترساکمی نیست
چنان پازد رسائی، در دلم، چنگ که رنگ از می، گریزان شد، می از رنگ

در تعریف باغ اکبر آباد

تعالی الله! ازین باغ دل افروز
هوایش طیبها را، معتدل ساز
هرات، از شرم، باغ اکبر آباد
مگر بر سبزه اش، غلطیده کشمیر
بمهرش داده فرور دین دل از دست
در باغش صلاهی عام داده
بنوعی، گلبن این باغ، خوشبوست
درین گلشن، بتان هر جا نشستند
پرووی سبزه اش فرش از جمندان
درختانش، بهم پیوسته مائیل
بر سروش، قد خوبان، چه سنجید
نمیگوید، بهای جلوه، چند است
بجیب غنچه، گر چساک فتاده
بهار، از خانه زادان حریمش
ز نخل این چمن، شاخی فکنده
ز جویش، آب حیوان تاب دارد
هوایش میدهد، از نم گواهی
فحال سیب او، چون قامت یار
بلندیهای سروش، بسد میناد
دهد آواز مرغ این گلستان
ره دلها، چنان زد حسن آواز
بهار این گلستان، صحت افزاست
بهار این گلستان، بسی زوال است

که شامش زاست فیض صبح نوروز
درختان همسر و مرغان هم آواز
چو گل، اوراق خوبسی، داده سرباد
که باشد حسن سیزانش، جهانگیر
هزار اردی بهشت از بوی او مست
چو طاق ابروی خوبان کشاده (۱)
که گوئی، ریشه اش، در ناف آهوست
بتار زلف سنبل، دسته بستند
تذرو سرو او همست بلندان
صنوبر، عاشق سروش بصد دل
ز حرف راست باید کس نرنجد
دماغ سرو این گلشن، بلند است
دری بر گلشن دیگر، کشاده
نسیم، از بیه‌اراران قدیمش
بماند جاودان، چون خضر زنده (۲)
که چندین خضر را، سیراب دارد
که میآید ز مرغان کار ماهی
نمیآرد بجز صیب ذقن بار
که از پرواز قمری، گشته آزاد
ز معجز نغمه داؤد را جان
که بلبل، بر سر گل، میکند ناز
نسیم این جا، هوا دار مسیحا است
شکست رنگ گل این جا، محال است

۱- از جنگ خطی .

۲- اضافه از جنگ خطی .

درین گلزار، بی گل نیست، یک خار دمیده بلبش را گل ز منقار (۱)

اوصاف دلربای باغ فرح بخش (۲)

ندارم آرزوی روضه حور
گرفته سروش از، آزادگان باج
ز هر برگش، گلستانی نمایان
زمینش، سبزه را پاینده دارد
خیابانش، بود فردوس اکبر
که دیده جز درین فردوس ثانی
پسای شاه نهمر افتاده، دریا
جدا گردد چو آب چشمه سارش
درین گلشن برای هر نهالی
ترشح های ابر نوبه ساری
درختان در روش بر کرده بیرون
ز شاخ گلبنش، باغیچه زاد
ز خاکش تا نهال تازه جست
کند بوی بهش، رنجور را نفز
نباشد سبب او را، تاب دندان
ز ارودش بهش کین شه نایاب
برنگ و بو سزد، گرسیب این باغ
ندارد هیچ سبب، این دلپذیری
ازان شد شاه آلو، نام کیلاس
کسی کو، لعل را رنگین شمارد
شود لعل بدخشانست، فراموش
ازان نخلش برارد لعل رخشان
درین بستان، بود پیوسته، درکار
ازان عناب را شد لاله اوصاف

ندارم آرزوی روضه حور
رسانده، سرفرازی را، بمعراج
چو از آئینه عکس روی جانان
رطوبت را، هوایش زنده دارد
لبالب شاه نهمر از آب کوثر
خیابانی ز آب زندگانی
در شهسوار، ازو دارد تمنا
کشد دریا بعزت درکنارش
بهار آورده تشریف کمالی
چمن را، روز و شب در تازه کاری
ازان روی فلک سر کرده بیرون
شگفتن را، شگفتن میدهد یاد
برعنای صنوبر را، کمر بست
سخن را، حرف بادامش دهد مغز
مگر، خورد آب از چاه زنندان
مگر رفتند راه از شرم گرداب
سمرقند و صفاهان را، کند داغ
خلافت آنکه، آرد سبب سیری
که نیکوداشت عرض میوه را پاس
خبر، از رنگ شاه آلو، ندارد
ز شاه آلو، کنسی گر حلقه درگوش
که دارد ریشه در کوه بدخشان
بشفتالو ربائی بسوسه یسار
که از عناب گردد رنگ خون صاف

۱- تا اینجا از نسخه پیشاور دارد (ص ۴۸۳-۴۹۳)

۲- این قسمت از نسخه چاپی گرفته شد (ص ۱۳۱)

ز بس تاکش کشیده سر با فلاک
 حدیث میوه اش گفتم، ز هر باب
 فہال جہنم ہی بسا سرو ہم سر
 چو از شبنم، دہان غنچہ وا شد
 ز بس ہر سو دویدہ شمع انروخت
 چنان برگ گلش، پر آب و تابست
 فہال تازہ اش چندان، قد افراخت
 درین گلشن، نگاہ چشم بینا
 نسیم این چمن، در دیدہ خار
 کسی از فیض این گلشن، چہ گوید
 سرشتہ از دماغ قر، ہواش
 ز گلبن، گل نہ چندان رنگ زد جوش
 حباب اینجا، ہوا را میفشاند
 ز شبنم، بسکہ خاکش کامیابست
 ز دیگر بوستافہا، این گلستان
 گلش آسودہ، از صوت ہزار است
 مگر فوارہ شد ہر اوج سودہ
 پی حرف چمن، فوارہ بیتاب
 دہد گر آبشار آبی، بنسازش
 دوین گلشن، بزعم یزد و کاشان
 چو در خلد، آنچه بایستی، ندیدند
 فرح بخش است، نام این بوستان را
 ز شوخی نرگس این باغ شاید
 اوم، در پشت دیوارش نشستہ
 فرح بخش از دو عالم دلپذیر است
 فدیدہ در جہان کس این چنین جای

خورد بر خوشہ پروین سر تاک
 چو بردم نام شفتالو، شدم آب (۱)
 شدہ سوسن ہم آغوش صنوبر
 تبسم خندہ دندان نما شد
 چراغ لالہ را در دل نفس سوخت
 کہ گوی، غنچہ مینا گلابست
 کہ قمری، سرو خود را دید و شناخت
 بود کابین، عروسان چمن را
 گلستان ارم را، کردہ بیدار
 کہ جای گل، بہار از خاک روید
 گریزان بیدماغی، از فضایش
 کہ شد عیب گل رہنا فراموش
 کہ بحر آبی بروی کار آرد
 برو نقش قدم نقشی بر آبست
 بود ممتاز، چون یوسف ز اخوان
 کہ مدهوش، از صدای آبشارست
 نگار ساعد سیمین نمودہ
 دمسادم سیم ساعد میکند آب
 همان ساعت دہد فوارہ بسازش
 بود ہر گاہ سی روز آب پاشان
 ازان، باغ فرح بخش آفریدند
 ازان بخشد فرح، خلق جہان را
 کہ مژگان از تماشای رباید
 خجل، چون ہندلیب پر شکستہ
 بہشت و شاہ فہرش جوی شیر است (۲)
 فرح بخش و فرحناک و فرح زای

۱- اضافه از جنگ خطمی .

۲- این بیت از جنگ گرفته شدہ .

تعریف روح افزای باغ فیض بخشی (۱)

ز باغ فیض بخشم دل بود شاد
حصاری، گرد این گلشن کشیدند
چو محراب درش را، سرو دیدی
ز شوخی، سبزه اش، بیش از دمیدن
ز بس برگ تماشا میکند ساز
هوایش، میزند از تازگی دم
بهر جانب نظر از دیده رفتی
گلش را چون برد محمل کش باد
ز قانیر هوا، در سایه گل
ز خاک این چمن، گر پرکنی مشت
زهر جانب، نسیم از غنچه تر
بسیر سنبلش، چون خیزم از جای
ز شوخی آنچنان، گردید گستاخ
میاور گو سیاه سی لاله از داغ
گل این باغ، دلتنگی ندیده
بوضفش تا کشم بر صفحه مدی
بمدحش تا کنم سر، داستانی
بصنعت باغبانش چون بخیزند
شگفتن آشیان بستست بر شاخ
بهشتش مینوشتی خامه غیب

کز ایام جوانی میدهد یاد
ز گوهر، مهره دیوار چیدند
موزن وار، قسامت بر کشیدی
نیاسایند ز مشق قد کشیدن
بود فارسته چشم نرگش باز
بروی سبزه، میخلطد چو شبنم
بروی برگ گل، غلطیده رفتی
شقایق چون جرس آید بفریاد
رود تا ناف آهوه، بیخ سنبل
گل نرگس، بروید از هر انگشت
کشیده حقههای بوسه را سر
کنم دام، از سر زلف بتان پای
که پیش از وعده میروید گل از شاخ
که خط سبزه خواهد قطعه باغ
ز گلبن، غنچه، چون بلبل پریده
شود هر نو نهالش سروقوی
شود هر طفل این گلشن، جوانی
ز رنگ گل، چمن ها رنگ ریزند
که کی بیرون خمر آمد غنچه از کاخ
تنزل گر نبودی در ثنا عیب

اوصاف باغ شاهزاده (۲)

بود برجی بیباغ شاه زاده
نه برجست این بگردون سرکشیده
فضای عالم قدس، از هوایش
فلک در سایه اش تا آرمیده
نباشد عرش را افزون ز یک ساق
که با قدرش بود گردون پیاده
هرس ملک گردون برکشیده
فضای ربع مسکون از بنایش
دگر روی حوادث را ندیده
بیکپای ازان این برج شد طاق

۱- این قسمت از نسخه چاپی گرفته شد ص ۱۳۳ تا ۱۳۴ .

۲- این قسمت از نسخه چاپی گرفته شد ص ۱۳۵ .

گلش چون از تجلی بر فروزد
بهار صد چمن را، در شکستند
چنار از حسن بالادست خود شاد
نسیمش، در بغل گیری چو کوشد
ارم دارد درین گلشن، تمنا
دل مجنون شد از بیدش تسلی
کسبودی یاسمین را میفشارد
بلند اختر ز سروش سرفرازی
فراغت را درین گلشن کمی نیست
طریق مدح این گلشن، ندانم
بهار این چمن، جای دگر کو

سپهر آرد چراغ طور سوزد
که یک شاخ گل اینجا، نقش بستند
که باشد زیر دستش، سرو شمشاد
گلاب از غنچه، چون فواره جوشد
که در چشم تماشا میکند جا
که دارد بید مجنون حسن لیلی
خیالش را که در بر تنگ دارد
مدار سنبلش در نافه سازی
غمی دیگر بغیر از بی غمی نیست
که در وصفش، بود عاجز زبانه
بقدر سیر این گلشن نظر کو

اوصاف نشاط باغ (۱)

دلست ز آگر هوای انبساط است
به پهلوش، ز مرد فام کوهی
پراست این کوه را، از سبزه دامن
بپاکی، دامنش چون دامن گل
ازان، نرگس نظر دوزد، برین خاک
بموزنی، چنار از نارون به
چمن را گرچه رست از گل سیاهی
نباشد گر نگار اینجا، چه پرواست
فمیابم بقدر رنگ گل نام
ز بس گفتم، سخن زین سبز گلشن

نشاط عمر در باغ نشاط است
چه کوهی، بلکه خضر با شکوهی
بکوه آمد مگر، خضر از بیابان
نسیمش، خوشه چین خرمن گل
که چشم پاک، خواهد دامن پاک
خزانش، از بهار صد چمن به
ندارد! همچو خیری خیر خواهی
نگارستانی از گلبرگ پیدا است
زبانم غنچه شد زین شرم در کام
زبان شد در دهانم، برگ سوسن

تعریف باغ صادق آباد (۲)

صفای بوستانی، صادق آباد
درین خاک مبارک، هر چه کشتند
نهال جعفری با سرو همدوش
درین گلزار چون بلبل ز مستی

ز فیض صبح صادق، میدهد یاد
بمهر جعفر صادق، سرشتند
زمینش در بنفشه گوش تا گوش
کشد آتش پرستان گل پرستی

۱- از نسخه چاپی گرفته شد ص ۱۳۵-۱۳۶ دارد.

۲- از نسخه چاپی ص ۱۳۶.

بنفشه پیش سروش، در سجود است
 بهشت ترازه از نونهلان
 هوایش در کمال اعتدالست
 نظر با این بهشت لایزالی
 پی ترتیب، این نورسته بستان
 هوایش طرز سودا خوب داند
 گلش را میپرستد باغ رضوان
 ازان پیشانیش دائم کبود است
 اسیر نسرگش چشم غزالان
 نسیمش از تری آب زلالست
 ارم را، کی رسد صاحب کمالی
 نهال از بساغ خلد آورد رضوان
 جوانی گر دهد پیروی ستاند
 تذرو قدس سروش را ثنا خوان

تعریف باغ نسیم در عیش آباد (۱)

نسیم فیض، در باغ نسیم است
 شود سبز، از نم آن تازه گلشن
 بشوخی سروهایش تیز دستند
 برای چیدن انگور، از تاک
 درین گلشن، ز جوش غنچه گل
 همین در وصف باغ عیش آباد
 بهشتش، از مریدان قدیم است
 پر مرغ هوا، چون برگ سوسن
 چو طفل مکتب آزادی پرستند
 چنارش، دست اندازد بر افلاک
 نمی آید بگوش، آواز بلبل
 که داد عیش اینجا میتوان داد

تعریف نور باغ (۲)

بهشت جاودانی نور باغ است
 نسیمش کز رطوبت نیست خالی
 تعالی الله! چه باغ دلپسند است
 بود خاکش، عبیر طره حور
 که این معموره را چشم و چراغ است
 شکسته شیشه بی اهتدالی
 که از سروش، قیامت‌ها بلند است
 ازین گلزار، بادا چشم بد دور

در تعریف باغ بحر آرا بر لبه دریا (۲)

ز دریا، باغ بحر آرا نمایان
 درین باغ، از هوای تازه وتر
 ببادش، عطر گل را شوق پیوند
 رطوبت در هوایش آنچنان عام
 ز سرسبزی، کس اینجا نیست، نومید
 چو از آئینه، عکس روی جانان
 درختان را گذشته آب از سر
 بخاکش، خورده آب خضر سوگند
 کزین پس آب گردد باده را نام
 دواند ریشه در گل، سایه بید

۱- از نسخه چاپی ص ۱۳۰

۱- از نسخه چاپی ص ۱۳۰

تعریف باغ بیگم آباد (۱)

چو آمد، سوی باغ بیگم آباد
ز بس دهشت، دران پاکیزه گلشن
گل آن باغ را، از بس حیا بود
بسون نایسد، ز کاخ شرمباری
نباشد، جز گل شب‌بو، در این باغ
چه رنگست، ارغوان این چمن را
صبسا از سنبلش کی می‌دهد باج
نه چنید باغبان اینجا، گل از خار
بدامن سایه گل پییده از خاک
هزار سبزه این باغ خرم
ز بس درس ادب گوید ادبیش
چو حرف غنچه می‌گردد زبان زد
بگرد این چمن، بسی منست خسار
ز بس گیسوی سروش، بود پرتاب
درین بستان سرا، از سرو شمشاد
ز سروش سایگی میریخت درخاک

صبا، در رعشه جاوید، افتاد
نگیرد یاسمن را خسار دامن
نگاه نرگش، بر پشت پا بود
نسازد غنچه را، تا گل عماری
نسیم صبحدم گو داغ شو داغ
که رنگین میکند حرفش، سخن را
پریشانی ز دلها کسره تاراج
که یاد چیدن گل، بردش از کار
حلال لاله بادا دامن پاک
عرقناکست روز و شب ز شبم
بود در پرده صوت عندلیبش
زبانم دامن دل بر میسان زد
تماشای ز مژگان کرد دیوار
بسگردن قمریان را طوق شد آب
ز هر جانب عیان صد محشر آباد
قیامت قامتش انگیخت بر خاک

تعریف چشمه اچول در کشمیر: (۲)

اگر عمر ابد خواهی، در ایام
سکندر، آب اگرزین چشمه، میخورد
ندارد قدر این آب، آب حیوان
صفای چشمه بین، کز چند فرسنگ
عروسی را که، رخ شویند ازین آب
ندارد آب کسوتر این شرافت
بود گر بید را، زین آب امید
برد گر ابر ازین سر چشمه مایه

ز آب چشمه اچول، طلب کام
برای چشمه حیوان، نیمرد
ازان تن زنده میانند ازین جان
نمایند سنگ در آب، آب در سنگ
بتابد روی از مشاطه در خواب
شرافت فرض کردی گنزلطافت (۳)
هلال آسا نمایسد سایه بید
نیفتند بر زمین از ابر سایه

۱- از نسخه چاپی ص ۱۳۱

۲- از نسخه چاپی ص ۱۲۰-۱۲۱

۳- این بیت از جنگ خطی گرفته شد.

ید بیضا چو گل ، از شاخ روید
 ببر ، گو باد ، بوی پیرهن را
 که بازار بلور ، از وی شکسته
 کند سنگ سیاه را رشک مرمر
 که هست از آب او به در غریبی (۱)
 کنند انگشت را فواره نور (۲)
 که دائم دیگ سردش میزند جوش
 نیسارد پنجه مرجان دمی تاب (۲)
 هوسن گو ، زحمت بیهوده می کش
 که آتش آب-سرویش را نسبرده (۲)
 که در آتش جهد از سردی آب (۲)
 خط موجش ، برات هم جاوید
 که چشم خضر بروی چون جیابست
 که دریا را بسزور خود نشاندم
 چو مژگانهای تر ، بر روی دیده (۲)
 کند چون چشم انداز پریدن (۲)
 کی از چاه زنخدان میخورد آب
 برین سر چشمه می باید سپندی
 ارم در سینه دارد داغ اجول

اگر این آب ، سوی باغ بروید
 درین سر چشمه ، گردد دیده بینا
 صف نوعی بسنگش نقش بسته
 وزد برکوه ، اگر زین چشمه سرسر
 مخوانش آب خضر از بی نصیبی
 اشارت جانسب این چشم از دور
 چه معجز میکند این چشمه نوش
 کنند گهر امتحان سردی آب
 نمیآید بجوش ، این آب ز آتش
 مگر یاقوت این جا آب خورده
 از آن ماهی زند خود را بقلاب
 دهد لب تشنگان را ، با صد امید
 خداونداندا نمیدانم چه آست
 برین سر چشمه چندان درفشاندم
 بروی چشمه ماهی صف کشیده
 دمادم چشمه از ماهی تپیدن
 ولی کین چشمه را دیدست در خواب
 نیابند تا ز چشم بد ، گزندی
 چه میپرسی حدیث باغ اجول

۱۹۷- قریبی ، دماوندی

- ریاض الشعرا : قریبی دماوندی ، در شاعری کمال قدرت و نهایت مهارت داشته : بسیار مستغنی و عالی مرتبت بوده است : مدتها در بغداد در اکتساب بسر کرده و از آنجا بهمند آمده ، مدتی در کشمیر گذرانیده و

۱- نسخه خطی این طور دارد :

مخوانش آب خضر ، از بی تمیزی که باشد آب رو به در عزیزی

۲- پادشاه نامه دارد (۲ : ۵۰)

در انجا فوت شد . با تقی اوحدی معاصر بوده . اوراست :

خنده بیدردیست ، بر احوال زار عندلیبه
هیچ عاشق را ، الهی! یار هرجائی مباد
میفرستم بتو قاصد و ، میگویم از رشک
سببی ساز ، خدایا ! که بمنزل نرسد
کس دامانم ز جیب شناخت
تسا جیب شناختم ز دامن

رباعی

گر سوز دل افگار میدانستی
اندوه مرا نه خسار میدانستی
گر یکنفس از منتظران ، میبودی
دلسوزی انتظارسار ، میدانستی
سودای تو ، از فکر دلم ، دوری داد
شوق خودم ، از حیات دستوری داد
تخمی که ، بمزرع محبت ، کشتم
نخلی شد و حاصلم بمهجوری داد
آنانکه ، ز یار و همنشین میپرستند
والله ز خصمان به ازین میپرستند
من خود بشکایت! از تو ، لب نکشایم
اما نه ز دوستان چنین میپرستند
گر یک شب دیگر از تو ، دورم بینند
ای وای که ، سخت نا ضرورم بینند
دیدن نتوان مرا بنسا دیدن تو
جز آنکه بیایند بگورم بینند

(غلطی)

● مجمع‌النفاثس : ملا قربی دماوندی ، خیلی صاحب ذهن و تتبع بلیغ بود . تقی اوحدی او را دیده و از یکه های جهانش شمرده : مدتها در بغداد بود از انجا بهند آمد . مدتی مدید در کشمیر رحل اقامت افکنده . ازوست . رباعی :

آهنگ حج ، ای دلبر فرزانه ! مکن
بازم ز شکیب و عقل ، بیگانه مکن
ای بت ! مکن آهنگ حج ، از بهر خدا
زنهار که کعبه را صنمخانه مکن
(یک شعر و رباعی دارد که تحت ریاض الشعرا ثبت شد ۲۸۵ ب ۲۸۶ الف)

● آتشکده : قربی ، اصلش از دماوند : مردی آهسته و از تکلفات آراسته . شوق صحبت دوستان بدل نزدیک و ذوق خواندن اشعار نیک بسیار داشته . گاهی شعری میگفته ، این فرد ازوست :

میفرستم بتو قاصد و میگویم از رشک
سببی ساز ، خدایا ! که بمنزل نرسد
(ص ۲۲۱)

● **صعف ابراهیم** : ملا قربی دماوندی، میل طبع جوانان و نیکو رویان بحد افراط داشت ؛ و بی تعلق خاطر نمیزیست و همیشه دلربای تازه منظور او میبود . از بغداد بعد زیارت عتبات عالیات در کشمیر جنت نظیر فوت شده :
(ص ۲۸۳ الف)

● **نگارستان سخن** : قربی ، دماوندی است و سخن را بقرب طبعش ارجمندی و سر بلندی :

میفرستم براوقاصد، و میگویم از رشک سببی ساز، خدا یا! که بمنزل نرسد
(ص ۸۲)

● **روز روشن** : قربی دماوندی . از اکثری علوم نصیبه داشت و مدتی در بغداد با کتساب فضائل توجه گماشت . و در عهد شاهجهان پادشاه بهندوستان ورود نمود ؛ و اکثر بلاد هند را بقدم سیاحت پیموده برکاب جهانگیر پادشاه بکشمیر رسید و آن سر زمین را خوش کرده ، بقیه انفاس مستعار همانجا گذرانید .
(یک بیت دو رباعی دارد که تحت ریاض الشعرا ثبت است ص ۵۵۵-۵۵۶)

۱۹۸- قطب ، سلطان قطب الدین هندال

● **تاریخ اعظمی** : قطب الدین هندال برادر سلطان شهاب الدین در سنه هفصد و هفتاد (۵۷۷۰) بر سریر سلطنت نشست و ابواب فتنه و فساد را بکلی بر روی خلافت بست . در محله که مشهور به — قطب الدین پوره — است پای تخت قرار داد، و دست بنای لطف و احسان بر سر خلافت بواقعی نهاده . باوجود شغل ملکی کمالات علمی بسیار داشت و اکثر شعر میگفت : از اشعار اوست . رباعی :

ای بگرد شمع رویت ، عالمی پروانه
وز لب شیرین تو، شوربست در هرخانه

من بچندین آشنای، میخورم خون جگر آشنا را حال اینست، وای بر بیگانه
 (قطب) مسکین گر گناهی میکند، عیش مکن عیب نبود؛ گر گناهی میکند، دیوانه (۱)
 و تا مدت شانزده سال پادشاهی کزد، در سنه هفصد و نود و شش
 (۸۷۹) (۲) چون باجل طبعی در گذشت، خوابگاهش در جوار مسجد جامع
 کلان مشرف به جوئبار، که الآن آنرا -- یاجه برین -- گویند، و بمزار شاه
 قطب الدین (۳) نیز مشهور و متعارف است، اتفاق افتاد. از طرف قبله
 مدفون است. احاطه سنگین داشت، الحال اکثر مزار پائمال مردمانست الا
 قبر شاه که بر بلندی واقع است (۴). (ص ۳۵-۳۶)

۱- این سه بیت در تاریخ کشمیر ملک حیدر چادورا (ص ۱۲۵) بنام ملا احمد ملک الشعر ثبت
 است (صوفی ۱۶۸) و در شمع انجمن این هر سه بیت بنام خواجه بختیار کاک درج
 شده. (ص ۳۸۷)
 ۲- تاریخ اعظمی سال تخت نشینی هفصد و هفتاد و سال وفات هفصد و نود و شش (۸۷۹)
 و صوفی سال تخت نشینی (۸۷۷) و سال فوت (۸۹۱) دارد.
 نسخه چاپی تاریخ اعظمی بسیار منلوط است، و اختلاف سال غالباً سهو کتابت باشد.
 (J. W. Haig) در سلسله سلاطین کشمیر (J. R. A. S. 1918 p468) که آن در
 (Cambridge History of India Vol. III) نیز ثبت است. سال (۸۸۰) تخت نشینی و
 و سال (۸۷۹) برای وفات ثبت کرده است، معلوم میشود که هیچ از تاریخ اعظمی گرفته
 است و اینجا در نسخه مطبوعه فقط سال تخت نشینی بجای هشتاد هفتاد است که از کاتب
 اشتباه شده.

۳- صوفی نوشته: مقبره سلطان در قطب الدین پوره است که به -- لنگر حاطه -- معروف است،
 فرد زیارت پیر حاجی محمد صاحب سرینگر.
 (۱: ۱۲۲)
 ۴- بعد از سلطان قطب الدین پسرش سلطان سکندر -- بت شکن -- بجایش بر تخت نشست (۸۹۱)
 تا ۲۲ محرم ۸۱۶). تاریخ است:

شاه عادل، سکندر ثانی	که ز وی یافت سرفرازی تاج
ملک روشن بنور شرع ازوست	گرچه بوده ز کفر چون شب داج
بهر تاریخ سال سلطنتش	عقل گستا: بشرع داد رواج

۸۷۹

تاریخ کشمیر ملک حیدر چادورا ص ۱۳۸ و صوفی ۱: ۱۲۲

۱۶۹- قطبیبی، سلطان زین العابدین

● طبقات اکبری : سلطان زین العابدین (بن سلطان سکندر بت شکن)

و تاریخ وفاتش سروده شد :

دوشنبه ثانی عشرين محرم
ز هجرت هشتصد و ده رفت و هم شش
میان شام و خفتن نی کم و بیش
شد از دار فنا سلطان درویش

(سید محمد بیهقی متخلص درویش - صوفی ۱ : ۱۴۷)

در طبقات اکبری هست (۳ : ۲۳۲) :

چنان همتش زد صلائی کرم
شد از بس، که اسلام رونق گرفت
که مایوس را گشت حرمان حرام
حریم درش، قبله خاص و عام

ملک حیدر چادورا در رثائی وی این نظم سروده است :

بگو ای فلک بی هنر، که شاه کجاست
جهان و هرچه درو هست، همچنان باقیست
سپاه و چتر بجایند و چتر داران هم
سواد هرصه میدان و گوی و چوگان هست
سرا و باغ و گلستان و حوض و آب روان
هزار خیمه و خرگاه و سائبان پیشند
شکاریان همه مشتاق زخم قیر تواند
کجاست شاه سکندر، کجاست میدانش

عجب که ، دیده شود گل شگفته در گلزار
عجب که غنچه بخندد چو مردم غافل
بگیر ای دل حیرت ، ز فوت شاه جهان
شهنشهی که نظیرش ندیده و نه شنیده
به آب دیده بشوئید ای مسلمانان!
بریش و جبه بر رو بند ، زود بر دارند
و زین مزار بخواید هر چه میخواهند
خدا شناس ، پیمبر صفت ، سکندر شاه

(صوفی ۱ : ۱۵۲ بحواله تاریخ کشمیر ملک حیدر ص ۱۵۲)

بعد از برادر (۱) بر سریر سلطنت تمسکن جست : و جسرت که هوکر بقوت لشکر سلطان، اگرچه نتوانست تسخیر دهلی نمود، اما تمام پنجاب را در تصرف در آورد . و تبت و تمام ولایت — که در کنار آب سنده واقع است — در تصرف سلطان درآمد . و برادر خورد خود مجد خان را صاحب مشورت ساخته مدار تمام مهمات بعهده تدبیر او نهاد : و خود نیز بتشخیص قضایا و معاملات کوشش بلیغ داشت ، و بجمیع طوائف صحبت میداشت ، و کسب علوم و فنون نموده بود . و در مجلس او از اهل دانش، از هند و مسلمان، همه وقت میبودند . و در علم موسیقی مهارت تمام داشت . و در تعمیر ولایت کشمیر و تکثیر زراعت و کندن جویها ، آن توفیق که او یافت ، هیچ کس را از حکام کشمیر دست نداده بود : بیت :

ز هر کس ناید این، کز ابر رحمت نهال عهد را سرسبز دارد

و در ولایت او، هر جا که دزدی واقع شدی، تاوان آن بر رئیس آن موضع مقرر بود . ازین جهت دزدی بالکلیه برطرف شده بود : و نرخ نویسی در زمان او پیدا شد . و بر ورقهای مس کنده ، و در هر شهر گذاشته بود که : رسوم ظلم از ولایت کشمیر برانداخته شد، و هر که بعد از ما باشد، و باین دستور عمل نباشد ، او داند و خدا !

و بالتماس سری بهت — که در طبابت بی نظیر روزگار بود و از سلطان انواع رعایت یافته — (۲) برهمنان دیگر، که در عهد سلطان سکندر بسعایت سیه بهت جلای وطن شده بودند ، باز آمده ، در معابد و مقامات مقرری خود، قرار گرفتند و وظائف بر ایشان مقررگشت . و سلطان از برهمنان

۱- علی شاه بن سلطان سکندر بت شکن (۸۱۶-۸۲۳ هـ)

۲- سری بهت که وزیر سلطان بود ، چون از عالم رفت ، سلطان یک کمرور زر کشمیر که چهار صد اشرفی باشد ، بجهت او باطفال تصدق نمود .

عهد گرفت که : آنچه در کتب ایشان مسطور است ، خلاف آن نقل نه کنند . و بعد ازان آنچه رسوم ایشان بود - مثل قشقه کشیدن و سوختن زنان همراه شوهران ، و غیر آن که سلطان سکندر بر انداخته بود - همه را از سر نو احیا نمودند .

و جرمانه پیشکش و سائر حبوب از رعایا معاف داشت ، و حکم فرمود که : سوداگران متاعی را که از اطراف بیارند ، پنهان نه کنند ، و از غبن فاحش اجتناب نموده ، باندک سود بفروشند . و زندانیانی که در عهد سابق متبید بودند همه را رها کرد . و هر ولایت که فتح میشد ، خزانه آن بغارت میداد : و موافق پای تخت خویش ، خراج بر آن ولایت مقرر ساخت .

و متمردان را گدو شمال داده بمرتبه لائق نگاه میداشت . و فقیران و ضعیقان را رعایت نموده نمیگذاشت که از پا درآیند : و در روی زن بیگانه و در مال غیری ، نظر بخیانت و طمع اصلا نمیکرد . و از روی شفقت بر رعایا ، که جریب از آنچه معهود بود ، زیاده ساخت . و وجه خرج خاصه سلطان ، از حاصل کان مس - که بهم رسیده بود و مزدوران درانجا کار میکردند - میبود :

و چون در عهد سلطان سکندر ، بتان از زر و نقره و غیره را شکسته سکه زده بودند و آن زر کسادی پیدا کرده بود ، حکم شد ، تا بر مس خالص - که ازان کان پیدا میشد - سکه زدند و رائج ساختند .

و حسن سلوک او بمرتبه بود که ، از هر که میرنجید ، او را بنوعی از ولایت خود اخراج میکرد که ، او نمیدانست که ، سلطان ازو بیچه سبب رنجیده است . و در هر باب که ، تفاؤل بد میراند ، همچنان میشد . و خلایق در عهد او ، بهر وضعی که میخواستند ، میبودند . و برهمنان که در

وجه اعتراف نمود: آخر سلطان فرمود که: اگر تو برهنه شوی و بحضور مردم بخانه خود روی! آن معنی دلیل بر صدق تو تواند بود! زن از حیا سرفرو افکنده گفت: نزد من مردن به ازین عمل است! بخون خود راضی شدم، ولیکن اختیار این عمل بخود قرار نمیتوانم داد!

سلطان دست از او باز داشته، آن زن دیگر را — که دعوی میکرد — طلبیده گفت: اگر تو در دعوی خود راست کاری در حضور مردم برهنه شو! آن زن بی ملاحظه خواست که برهنه شود، سلطان مانع آمده فرمود که: جرم این کار ازوست، و تهمت بر اتباع نهاده! و بعد از آن که تازیانه چند بر او زدند، اعتراف نمود:

سلطان، دزدان را نمیکشت بلکه میفرمود تا زنجیر در پای ایشان انداخته، هر روز در عمارت کار میکردند و طعام مییافتند. و از جهت آنکه جانوری کشته نشود، حکم منع شکار کرده بود. و در رمضان گوشت نمیخورد. و از جهت بخشش او، سازندها و خوانندهای اطراف، رو بکشمیر آوردند. ازانجمله:

ملاعودی، که از شاگردان بی واسطه خواجه عبدالقادر بود، از خراسان آمد. و عود را چنان نواخت که باعث خوشحالی سلطان گردید، و بانواع عنایت سرافراز گشت:

و بلا جمیل حافظ، که در شهر و خوش خوانی عدیم المثل بود، نیز از سلطان رعایت های کلی یافت: و نقشهای او تا امروز در کشمیر مشهور است. و حبیب آتش باز، که تفنگ در کشمیر او پیدا کرده، در زمان سلطان بود. و در فن آتش بازی نظیر خود نداشت. و کتاب سوال و جواب — که متضمن فوائد بسیار است — سلطان باتفاق او تصنیف کرده.

زمان سلطان سکندر مسلمان شده بودند ، اکثر مرتد گشتند و از علما کسی را مجال گرفت بر ایشان نبود :

و نزدیک — بکوه ماران — جوی را آورده شهری بنا کرده که آبادانی آن تا پنج کروه بود . و دیگر شهرها را نیز آبادان کرد . و کالپور و غیر آن آبها از دور آورد و جویها کند و پلها بست . و در هر جا که او آباد کرده بود ، علما و فضلا و مساکین را متوطن ساخته دائم از احوال ایشان خبردار بود . و در مقام جمع خزانن نبود ، بلکه آنچه بدست او میآمد صرف مصارف میگشت . بیت :

چون توان نقد جان ، بر جایگه ، داشت چرا نقد دگر ، باید نگه داشت
و در زمان او سلطان مجد نامی — که هم شاعر بود و هم دانشمند —
پیدا شد ، و بهر بحر و قافیه که میخواست ، در بدیه شعر میگفت و در
همان لحظه که از مشکلات علمی از او سوال میکردند ، بی تأمل حل میکرد .
و سلطان هم تعظیم علماء اسلام بسیار میکرد و میگفت که : ایشان مرشدان ما
اند ! و هم جوگیان را بواسطه غربت و ریاضت احترام مینمود و بعیب
هیچ طائفه نظر نمیکرد :

از بس که فراست داشت ، هر قضیه مشکل که ، مردم از تشخیص آن
عاجز میآمدند ، او در بدیه بفیصل میرسانید . از جمله زنی که ، تعصب
به اتباع خود داشت ، شبی پسر صغیر خود را کشته در خانه اتباع انداخت
و صباح تهمت خون بر او بسته بداد خواهی نزد سلطان آمد : وزرا بعد از
تفحص بسیار از تحقیق آن بعجز اعتراف نمودند . سلطان خود توجه بفیصل
آن فرمود : اول آن اتباع را که متهم بود ، در خلوت طلبیده تهدیدات نموده
دقیقه از دقائق بر روی فرو نگذاشت . چون آن زن ازین عمل بری بود ، بهیچ

و رقاصان ، و ریسمان بازان ، و نتوها در زمان او بسیار پدید آمدند .
 و کسان بوده اند که یک نقش را در دوازده مقام ادا مینمودند :
 و در بعضی اوقات — که سلطان را خوشحالی رومیداد — میفرمود تا
 رباب و بین و غیر آن از آلات سرود را بزر گرفته مرصع میساختند .
 ستوم (۱) نام زیرکی بود که بزبان کشمیر شعر میگفت ، و در علوم
 هندوی سرآمد روزگار بود ، و — زین حرب — نام کتابی تصنیف کرده ،
 تمام واقعات سلطان را دران بتفصیل آورده بود .
 و لودی بهت — شاه نامه — را بتمام یاد داشت و — مانک — نام
 کتابی در علم موسیقی بنام سلطان تصنیف کرده ، بدین سبب مورد الطاف
 گردید . سلطان بزبان فارسی ، هندوی ، تبتی و غیر آن اطلاع داشت
 و بسیار از کتب عربی و فارسی را بفرموده او بزبان هندوی ترجمه نمودند .
 و کتاب — مها بهارت — که از کتب مشهور است : و کتاب — راج ترنگنی —
 که عبارت از تاریخ پادشاهان کشمیر است ، بفرموده او بفارسی ترجمه کردند .
 و سلطان مغفور ابو سعید سلطان از خراسان اسپان تازی و شتران بختی
 پرسم هدیه نزد سلطان فرستاد ، و سلطان ازین معنی خوش حال گشته در
 برابر آن خروار های زعفران و قرطاس و مشک و شال و کاسهای بلورین
 و غرائب کشمیر ، در ملازمت خاقان مرحوم روانه گردانید . سلطان
 بهاول لودی (۵۵-۵۸۹۲) و سلطان محمود گجراتی (۸۶۳-۹۱۷) نیز نفائس
 ملک خود بخدمت سلطان فرستاده ، رابطه مودت را مستحکم میساختند .
 و حاکم مکه معظمه و مصر و گیلان و غیر آن نیز تحف و هدایا فرستاده ،
 همین شیوه را مرعی میداشتند : بادشاه سند (۲) اسباب و اشیای بسیار بمصحب

۱- فرشته : سوم .

۲- سلطان نظام الدین (۸۶۶-۹۱۲) .

یکی از ملازمان خود با قصیده در مدح سلطان فرستاد، و سلطان را از خواندن آن قصیده، خوشحالی تمام روی داد. و دونگرسین نام راجه گوالیر، چون معلوم کرد که سلطان را بعلم موسیقی و سنگیت رغبت تمام است، دو سه کتاب معتبر این فن ارسال نمود. و پسرش راجه کوت سن نیز بعد از پدر سلسله اخلاص و اتحاد را مرعی میداشت. و راجه تبت دو جانور غریب خوش شکل را، که بزبان اهل هند هنس میگویند، از موضع مان سرورور — که آب آن تغیر پذیر نیست — بدست آورده نزد سلطان فرستاد. سلطان را از دیدن آن جانوران مسرت تمام روی داد: و از جمله خاصیت آن جانوران یکی این بود که چون شیر را بآب مخلوط کرده بیش آنها میگذاشتند، اجزای شیر بمنقار ازا اجزای آب جدا ساخته میخورند، و آب خالص میماند.....

سلطان از عالم رفت و مدت حکومت او پنجاه و دو سال بود (۱).

(۳ : ۲۳۵-۲۴۶)

● فرشته : چون شاهپرخان در کشمیر بجای پدر (۲) بنشست و خود را

۱- سلطان سه پسر داشت، آدم خان که از همه بزرگتر بود. و حاجی خان و بهرام خان. حاجی خان بلقب سلطان حیدر سه روز بعد از وفات پدر جانشین شد.

۲- تاریخ جلوس سلطان سکندر بت شکن پدر سلطان زین العابدین چنین گفته اند :

شاه عادل سکندر ثمانی	که ازو یافت سرفرازی تاج
مسلک، روشن بنور شرع، ازوست	گرچه بوده ز کمر چرن شب داج
بهر تاریخ سال سلطنتش	عقل گفتا که : شرع داده رواج

۹۱ < ۵

در رثاء وی در قطعه زیر مولانا احمد سروده :

کجا ست شاه سکندر کجا ست میدانش	در انتظار هلاکند گوی چو گانش
عجب که دیده شود گل شگفته در گلزار	عجب که کبک خرامد بنواز در کهسار
عجب که باغ بختند چو مردم غافل	عجب که باغ نگرید بسان ابر بهار

سلطان زین العابدین خوانده ، لشکر بسیار همراه جسرت کرده تا بمدد او رفته ولایت دهلی و پنجاب را بگیرد . و اگرچه جسرت با پادشاه دهلی برابری نتوانست نمود ، اما بقوت لشکر سلطان تمام پنجاب و غیره را متصرف شد . و سلطان قصد جهانگیری بنموده لشکری بر تبت فرستاد و آن ولایت را گرفت . و اکثر ولایتی را ، که در کنار آب سند بود ، خراب ساخته مردهش را بقتل آورد .

و مجد خان برادر خود را صاحب مشورت ساخته ، کلیات و جزئیات مهمات باو رجوع نموده ، خود تشخیص قضایا میکرد . و با جمیع طوائف مردم صحبت میداشت ، و چون کسب علوم و فنون کرده بود ، همیشه مجالس او پر از دانایان مسلمان و هندو میبود . علوم موسیقی نیک ورزیده بود . و اکثر اوقات ، او بتعمیر ولایات و تکثیر زراعات و بر آوردن آبها بجای

بآب دیده بشوئید ، ای مسلمانان !
 درین مزار بخواید هر چه میخواهید
 خدا شناس و پیمبر صفت سکندر شاه
 که آفرین خدا بر روانش باد هزار
 زمین روضه شه را برای استظهار
 باعتقاد درست و درون بی انکار

دیگر

زهجر شاه ، دل هر که هست ، پر خون است
 خدای داند و شاه جهان و روح شریف
 ز دست دیده و دل ، خون همیخورم ، لیکن
 کسیکه ، از غم و اندوه شاه ، غمگین نیست
 گواه جان منست اشک سرخ چهره زرد
 اگر چو غنچه ، مرا هست خنده بر لب
 جگر ز درد کباب است و دیده جیخونست
 که حات دل درویش بینوا چونست
 میان دیده و دل نیز دعوی خونست
 بهد عقل من آن ، ثبات مجنونست
 ز من مپرس که دردست غم دلت چونست
 درون دل همه خونست و هیچ بیرونست
 (تاریخ اعظمی ۴۱-۴۲)

معلوم نشد که این شاعر مولانا احمد همان ملا احمد ملک الشعرا هست یا غیر ازوست .
 تیمور در عهد همین سلطان سکندر بر کشمیر لشکر کشی کرده بود .
 (رک : ظفرنامه یزدی چاپ تهران ۲ : ۱۲۱-۱۳۲)

رود مصروف میگشت . و حکم عام کرده بود که در تمام ولایت هر چه از هر کس دزدیده شود ، رئیسان قریات تاوان دهند : و باین تقریب دزدی بالتمام از قلمرو او بر افتاد : و رسوم بد که از سیه بت مانده بود بر انداخت : و نرخ نویسی که در زمان او شده بود ، در عهد سلطان سابق نبود ، دور کرد . و قواعد و ضوابط خود را بر تختهای مس کنده در هر شهری و دیهی گذاشت ، تا رسوم ظالم از ولایت کشمیر بر افتاد . گویند : بر تختهای مس نوشته بود که : هر که بیاید و بدین دستور کار نکند بلعنت خدا گرفتار باد !

و سلطان بجهت طبابت سری بهمت را — که طبیبی حاذق بود — تربیت کرد و بالتماس او برهمنان را که — در زمان سلطان سکندر از تشویش سیه بت بدر رفته بودند — از ولایت دور دست طلبیده املاک برای ایشان مقرر ساخت ، و در معابد مقرری هنود اوقاف تعین نموده ، جزیه را مانع گشت و گاو کشی برطرف ساخت . و برهمنان دانا و سایر هندویان را طلبیده از ایشان عهد گرفت که : اصلا دروغ نگویند و آنچه در کتب هندوی نوشته است ازان تخلف ننمایند . و جمیع رسوم و عادات ارباب کفر که در عهد شاه سکندر برطرف شده بود ، مثل قشقه کشیدن و سوختن زنان همراه شوهر ، و غیر آن ، سلطان زین العابدین همه را از سر احیا کرده .

پیشکش و جریمانه و دیگر مصادرات ، که شق داران از رعایا میگرفتند ، بر انداخت . و حکم عام کرد که سوداگران متاعی که از ولایات بیارند ، در خانه خویش پنهان نسازند ، و به هر بهای که در هر جا خریده اند ، باندک سودی فروخته باشند . و غبن فاجش در سودا ننمایند : و سلطان همه زندانیان را ، که در عهد سلاطین سابق مقید بودند ، بیک قلم آزاد ساخت . و یکی از ضوابط او این بود که هر ولایتی را فتح میکرد خزانه آن را بر

عساکر قسمت مینمود. و بدستور پای تخت خویش خراج برعیای آن دیار مقرر میساخت. و سرکشان و متکبران را گوشمال میداد، و از مرتبهٔ اعلیٰ بدرجه ادنیٰ میرسانید. فقیران و ضعیفان را نوازش نموده بدرجهٔ اوسط نگاه میداشت، تا نه از توانگری مفرط بغی ورزند و نه از افلاس گدای مطلق شوند.

و پارسای او بحدی بود که عورت بیگانه را بجای مادر و خواهر خویش تصور مینمود. بهیچ وجه صورت نداشت که در روی نا محرم و یا در مال غیر، بنظر جنایت، طمع کند. و از جهت مهربانی که برعیای داشت، کزو جریب که معمود بود، زیاده ساخت. و وجه خرج خاصه شاه از حاصل زری بود که از کان مس پیدا میشد، و مزدوران همیشه در آن کار میکردند. و چون در عهد شاه سکندر بتان نقره و زر و غیره را شکسته سکه زده بودند، دران زر کسادی پیدا شده بود. سلطان حکم فرمود: تا با مس خالص، که از ان کان حاصل شده، سکه بزنند و رائج سازند.

و سلطان بر هر که غضب میکرد لازم نبود که او را بسزا رساند، هرچه در حق او میگفت از تفاؤل بد همان میشد. و او از کسیکه ناخوش میبود او را از طرف ولایات خود اخراج میکرد که او نمیدانست که سلطان براو خشمناک است، بلکه راضی میرفت. و مهم سازی او در ضمن میشد. و مردم در زمان او بهر ملت که میخواستند میبودند و هیچ کس از روی تعصب متعرض دیگری نمیشد. و برهمنان و هندویان که بالتام در عهد سلطان سکندر مسلمان شده بودند، در زمان سلطان مرتد میشدند، و کسی را از علمای اسلام بر ایشان از ممر ارتداد مجال گرفت و گیر نبود.

سلطان نزدیک به — کوه ماران — جویسی آورد و شهر نو بنا کرده: آبادانی

تا پنج گروه راه بود. و برين قیاس شهرهای ديگر معمور میساخت. و در کالپور و غیر آن آنها از دور آورده جویها میکند و پلها میبست و زراعتها بسیار میفرمود. در مواضعی، که خود آبادان کرده بود، علما و فضلا (۱) و غربا را

۱- علماء و بزرگان دین که در صده سلطان زین العابدین بودند :

ملا احمد مردی فصیح و عالم و شاعر و ظریف و صاحب و ندیم سلطان -- مولانا کبیر
 استاد سلطان -- قاضی القضاة مولانا جمال الدین -- حضرت سید حسن منطقی فرزند حضرت
 سید حسین منطقی -- شیخ بهاء الدین گنج بخش کشمیری -- حضرت سید بدرالدین زینه کدلی --
 مجمع البحرین مطلع النیرین سید اله نافعین حضرت سید حسین معروف به بلاذر -- حضرت سید
 نورالدین زینه کدلی (۱) -- محرم راز المعروف بحضرت سید جانباذ -- حضرت سید هلال --
 حضرت بابا حاجی ادهم -- حضرت سید محمد امین منطقی بیهتی المعروف به بابا میر ویسی --
 حضرت سید حاجی مراد قدس سره -- حضرت سید حبیب کاسانی -- میر سید محمد منطقی --
 میر سید محمد حبیب سرخابی -- سید شهاب الدین و سید حضورالله و سید حسین --
 حضرت سید موسی و سید ذوالفقار و سید جعفر و سید افضل و سید معصوم و سید قاسم و
 سید داؤد -- سید عزیز -- سید محمد بخاری -- سید خلیل -- سید جعفر -- سید محمد مصطفی
 ثانی -- سید علی اکبر -- حضرت سید جلیل کاسانی و حضرت سید محمد و حضرت سید عمر و
 سید علی و حضرت سید کاظم و سید مراد و سید جعفر و سید ماه و سید حسین -- سید ذوالفقار
 و سید علی و سید عبدالله و سید قاسم و سید حسین و سید ابراهیم و سید شاهنواز و سید اسحاق
 و سید اسمعیل و سید فیروز -- حضرت شیخ نورالدین -- حضرت بابا زین الدین -- حضرت
 بابا بسام الدین -- حضرت بابا لطیف الدین -- حضرت بابا نصرالدین -- حضرت بابا
 قیام الدین -- بابا عثمان اوجب گنائی -- حافظ فتح الله خوشخوان و خلیفه بحر ایقان شیخ
 احمد خوشخوان -- حضرت سید برخوردار -- شیخ شمس الدین بغدادی -- سید جعفر -- بابا
 پم ریشی -- بابا شمس الدین -- شیخ پر باز -- بابا رجب الدین -- بابا لده مل -- بابا حیدر
 بت -- بابا دریا دین -- بابا شکرالدین -- ریکی ریشی -- بابا لولی حاجی -- شیخ اوتس
 تمکور -- شیخ لدی کهطو -- شیخ نوری ویشی -- بابا لدی گنائی -- شیخ لجم ریشی --
 شیخ آوت ریشی -- شیخ نوری ریشی -- حضرت بابا حنیف الدین -- شیخ نوروز ریشی --
 حضرت شیخ اسمعیل -- (تاریخ اعظمی ص ۵۱ تا ۵۲)

۱- این رباعی بر سنگ قبر بخط قدیم نوشته یافته شده است :

جامیست که عقل آفرین میزندش صد بومه ز شوهر جبین میزندش
 آن کوزه گر دهر، چنین جام لطیف میسازد و بسا زیر زمین میزندش

(تاریخ اعظمی ص ۵۲)

متوطن میساخت ، تا مردم آینده و رونده را طعام میداده باشند . و هر چه محتاجان را در کار باشد از نقد و جنس از آن جنس صرف میکردند .

و در مملکت کشمیر هیچ زمینی بی آب و زراعت نماند ، مگر جای که علم سلطان بآن نرسید . و سلطان اراده نمود که در حوض — ویرناک — که مثل دریای بنظر در میآید و حکام آن ناحیه آنرا بسته اند ، عمارتی بنا کنند . پس با دانایان عصر مشورت کرد : بعد از تفکر و تأمل بسیار رایها بر آن قرار گرفت که ، مرابعات از چوب ساخته و آنها را پر سنگ کرده در آب غرق کنند ، و چون بلند شود بالای آن عمارت سازند . و چون چنین کردند و سنگها از آب چند گز بالا برآمد ، شاه در آنجا عمارت عالی بنا کرد ، و از منازل و مساجد و باغ آن را — زین لنکا — نام نهاد . و فی الواقع بخوبی آن ، عمارت شاید که در کم جایی از عالم باشد . و شاه مواضع خوب را وقف آنجا کرد ، و گذشتگی و وارستگی او ، از دنیا برتبه بود که ، بآن علوشان و حشمت و شوکت اصلا تعلق باسباب سلطنت نداشت ، و در مقام جمع نمودن خزائن نبود .

در عهد آن سلطان ، ملا محمد (۱) نام شاعری دانشمند پیدا شد که در یک زمان در مجلس به هر بحر و قافیۀ که میخواستند ، در بدیهه شعر میگفت . و در همان وقت هر مسئله مشکل را ، که میپرسیدند ، جواب میداد . و سلطان در تعظیم او و جمیع علمای اسلام تقصیر نمیکرد ، و میگفت که : اینها مرشد و قبلۀ ما اند و ما را از ضلالت بر آورده بهدایت رسانیده اند ! و همچنین احترام جوگیان نیز مینمود که اینها مرتاض و غریب اند . و نظر بعیب هیچ طائفۀ نمیکرد ، و همین هنر منظور او بود . و فراست و

۱- در طبقات اکبری هم نام ملا محمد نوشته شده . ممکن است این ملا احمد ملک الشعرا باشد .

بزرگی بمنزله داشت که هر نوع قضیه و مشکلی را که، عاقلان از حل آن عاجز میشدند، سلطان در بدیهه بقیصل میرسانید. : : .

و از جمله عادات سلطان این بود که حکم بکشتن دزد نمیفرمود، بلکه هر جا که دزد مییافتند فرمان میداد تا زنجیر در پایش کرده هر روز جهت عمارت سنگ و گل میکشیده باشند. و مهربانی که داشت مردم را حکم بمنع شکار فرمود تا جانوران کشته نشوند. و در ماه مبارک رمضان گوشت نمیخورد. و آوازه جود او چون انتشار یافت، سازندها و گویندها، که در علم موسیقی یگانه زمان بودند، از اطراف و نواحی روی بکشمیر نهادند. چنانکه کشمیر، از کثرت هندویان این فن، رشک ملک فرنگ شد.

و ملا عودی نام، که شاگرد خواجه عبدالقادر که صاحب تصانیف مشهور است، از خراسان نزد سلطان آمد. و عود را چنان نواخت که سلطان را بسیار خوش آمد و او را نوازشها فرموده انعام بسیار داد.

و ملا جمیل نام حافظی، که هم در شعر و هم در خوشخوانی ثانی نداشت خوانندگیهای خوب در مجلس سلطان میکرد، و سلطان را زقتی تمام دست میداد و اوقات بغایت خوش میشد: بنا برآن هر سال چندان زر بملا جمیل میداد که شرح آن مقدور نیست: و نقشهای ملا جمیل، چون ذکر جمیل سلطان، تا این زمان در کشمیر مشهور است:

و در عهد سلطان رجب نام آتش بازی پیدا شد، که چشم روزگار پیش ازان ندیده بود: او در فن آتش بازی اختراعات کرده که مردم حیران ماندند. و در کشمیر تفنگ او پیدا کرد و در حضور سلطان داروها ساخت و هنرها نمود و مردم را تعلیم داد. و او غیر از آتش بازی در جمیع علوم فائق بود.

و مجلس سلطان، از اهل نغمه و ارباب طرب — که در حسن صوت و قوالی و آواز خوش یگانه زمان بودند و در حرکات و سکانات و رقص و خرام در جهان نظیر نداشتند — رشک بهشت بود. و رقاصان و طناب بازان در زمان او پیدا شدند. و بعضی خوانندها از آن قبل بودند که، یک نقش را در دوازده مقام ادا مینمودند. و اکثری سازهای اهل طرب را از عود و رباب و طنبور و غیر آن بزر گرفته بجواهر مرصع فرموده بود.

و سوم نامی که بزبان کشمیر شعرا میگفت و در علوم هندی مثلی نداشت — زین حرب — نام کتابی در بیان حالات و اقععات و سلطان تصنیف نمود. و آن را شرحی و بسطی تمام داد.

و بودی بت که — شاهنامه فردوسی — تمام یادداشتی — زین — نام کتابی در علم موسیقی بنام شاه پرداخته بحضور شاه خواند و نوازشها یافت. و شاه بر جمیع زبانها از فارسی و هندی و تبتی و غیر آن، بر وجه کمال مهارت درست داشت. و بهمه آنها حرف زد. و فرمود، تا اکثری از کتب عربی و فارسی بزبان هندی ترجمه کردند. و بدین دستور کتاب هندی بفارسی ترجمه کرد. و کتاب — مها بهارت — که از کتب مشهوره هند است نیز فرمود تا ترجمه کردند. و کتاب — راج ترنگنی — که عبارت از تاریخ بادشاهان کشمیر است، در عهد او تصنیف شده. و در زمان اکبر بادشاه — ترجمه مها بارت — را که بد عبارت بود بار دیگر بعبارت فصیح آوردند، و تاریخ کشمیر را نیز بفارسی ترجمه کردند.

و شاهانی که معاصر شاه زین العابدین بودند، از شنیدن آوازه خوبیهای او، اظهار اشتیاق ملاقات او مینمودند. خصوصاً خاقان سعید ابو سعید (۱)

۱- قتل شد بتاریخ ۲۲ رجب (۸۸۷) در قرا باغ.

شاه از خراسان اسپان تازی بادپا، و استران راهوار و اعلی، و شتران قوی هیکل بادیه پیما برای او هدیه فرستاد. و شاه از این معنی بسیار خوشحال شده در برابر آن، خروارهای زعفران و قرطاس و مشک و عطر و گلاب و سرکه و شالهای خوب و کاسهای بلورین و دیگر غرائب کشمیر، بملازمت خاقان سعید روانه گردانید. و راجه تبت از مانسرور، که حوضی است مشهور، و آب آن اصلاً تغیر پذیر نیست، دو جانور کمیاب که — راج هنس — نام داشتند و بغایت خوش صورت بودند، جهت سلطان زین العابدین فرستاد. و سلطان را از دیدن جانوران خوشحالی تمام روی نمود. و خاصیت آن جانوران این بود که شیر را بآب مخلوط ساخته پیش آنها میبردند. اجزای شیر بمنقار از اجزای آب جدا کرده میخوردند، تا آنکه آب خالص میماند. شاه این معنی را تماشا مینمود و یقین دانست که آنچه از خواص آنها شنید راست بود.

(مقاله دم ۶۵۶-۶۶۰)

● تاریخ اعظمی : سلطان زین العابدین از صغر سن آثار رشادت ظاهر داشت : فرزند دوم سلطان سکندر است . از عنفوان جوانی در تدابیر ملکی به فطانت رای ممتاز از اقران بود . ایام شاهزادگی او را شاهی خان میگفتند . بامر پدر بملازمت امیر تیمور سوغات کشمیر و عرضداشت پدر گرفته رفته بود . امیر تیمور او را با خود گرفته به سمرقند برده و شهر بند کرده . (۱)

۱- امیر تیمور بعد تسخیر ایران و توران متوجه به تسخیر هندوستان شد . سلطان سکندر از راه کمال حزم و نائید عبتلی ، عریضه با تحائف و هدایای کشمیر بدست پسر رشید خود شاهی خان معروف به زین العابدین بیارگاه امیر فرستاد و استدعای قبول سکه و خطبه این شهر و تعیین مکان نمود . امیر تیمور این حرکت را بسیار پسندید و شهر کشمیر به سلطان سکندر بحال گذاشته و فیل و خلعت فرستاد . و اکثر تواریخ چنین نوشته ، لیکن بعض تواریخ خصوصاً - ظفرنامه - که احوال امیر تیمورم قوم است دیده شد که ، شاهی خان پسر سلطان سکندر که مشهور بزین العابدین ست برای ملازمت امیر تیمور رفته بود ، او را بسمرقند برده و شهر بند کرده و بعد وفات امیر تیمور خلاصی یافته . (تاریخ اعظمی ص ۳۱)

در همان اثنا رحلت امیر تیمور اتفاق افتاد. (۱) و شاهی خان خلاصی یافته چندی در سمرقند مانده، و کسب بعض علوم و آداب کرده، جمعی از ارباب صنایع را، مثل کاغذ گرد (۲) صحاف و قالین باف و زین ساز و قابله ها — که وقت وضع حمل خدمت عورات بکنند — با خود بکشمیر آورد. در امور سلطنت و اعانت و رفاقت پدر بزرگوار گوی سبقت از اقران برد. و چون برادرش سلطنت یافت سلطان براه اطاعت و انقیاد او شتافت. بعد حرکت (۳) برادر با استقلال تمام بر تخت سلطنت جاوس نمود.

۱- وفات تیمور شب چهارشنبه ۱۷ شعبان (۸۰۷) .

۲- در نوشهره کاغذ سازی میشد و محله کاغذ گران مشهور بود. شاعری از آن محله میگذاشت، دید که یک کاغذ ساز پارچه‌ای لباس بوسیده برای کاغذ سازی جمع میکرد. شاعر فی البدیه گفت:

تا اجل آرام بخش رسم بی تابمی شود زندگانی مد آه عهد بی خوابی شود
 پرزه پرزه جامه عاشق سر ره گفت، دوش: گوشه دامان عاشق کاغذ آبی شود
 کاغذ که از پارچه‌ای لباس بوسیده درست میشد آن — کاغذ آبی — گفته میشد.
 شادروان فوق از یک جنگ خطی عبارت زیر نقل کرده اند:

— کاغذ سازی در عهد سلطان ظهیر یافت سلطان از ملک قزوین کاغذ سازان را آورده در کشمیر کاغذ سازی را آغاز داد. تا آن زمان کتاب و دفاتر بر اوراق توز (بھوج پتر) نوشته میشد — ملای ندیمی این واقعه را در نظم آورده است و دو شعر زیر از آن میسر آمده:

کاغذ بدفتر آمد و شیرازه در گرفت پیچیده روزگار ز دیوان چو فرش توز
 از تخته های کاغذ زیبای رنگ رنگ بشکست دور گردش پرکار عرش توز

(تاریخ بد شاه بحواله بیاض خطی پیر شمس الدین)

حیرت پاندانی کشمیری ص ۳۵۲)

۳- سلطان علی بعد فوت پدر (سکندر بت شکن) به اتفاق ارباب حل و عقد تاج سلطنت بر سر نهاد. تا مدت شش سال و نه ماه (هیگ ۸۱۹-۸۲۳) ملک رانی فرمود. چون بدرقه عنایت ازلی رهنمون وی شد، سرک سلطنت بمخاطر آورده قصد مناسک حج نمود و تاریخ هشت صد و بیست و هفت (۸۲۷- ابوالفضل ۱۹-۸۲۶) برادر خود زین العابدین تفویض امور سلطنت کرده روانه بیت الله گردید. (تاریخ اعظمی ص ۲۸)

مولانا نادری کشمیری ، که بعد مولانا احمد کشمیری — افصح شعرا — بود ، در تاریخ خود نوشته که سلطان علی بجمو رسید ، بجهت اینکه زوجه اش دختر راجه جمو بود ، راجه آنجا بر ترک ملامت نمود و مانع حج آمده محرک لشکر کشی شد . چنانچه سلطان علی به فریب آن کافر دغا خورده از راه پکلی باراده فاسد متوجه کشمیر گردید . سلطان زین العابدین ازین خبر وحشت اثر به جمعیت تمام از باره موله گذشته راه پکلی گرفت . و در راه تلافی طرفین اتفاق افتاد . و بعد محاربه و مقاتله سلطان زین العابدین مظفر و منصور شده ؛ سلطان علی را در پکلی محبوس ساخت و همانجا وفات یافت .

چون طائفه کورچیان — که کوههای سلطان بودند — به تسلط و غالب سلوکی مداخلت امور ملکی مینمودند ، بحسن تدبیر بلمت زینه و احمد زینه و چنداول و ملک مسعود تنها کوز — که سرداران آنوقت بودند — سلطان بلطائف الحیل آن جماعت را گرفته ، در نوشهره بقتل رسانید . مصرع :

سرکشی با پادشاهان عاقبت محمود نیست


و همانجا قصر عالی بنا کرد و دارالاماره (۱) ساخت . آن قصر از

۱- شاعر معاصر این رباعی گفت :

سلطان بسریر کمرانی بنشست بر مسند عیش جاودانی بنشست
هر شوکت و شان، که داشت کیوان بفراز تا سنگ اساس — راجدهانی — بنشست

(بد شاه ص ۱۴۱)

میرزا حیدر نوشته است :

همان سلطان زین العابدین عمارتی در شهر برای خود ساخته که کشمیریان آنرا — راجدهانی — میگویند که دوازده آشیانه است . بعض آشیانه مشتمل بر پنجاه خانه و حجره و ایوان و غرفه باشد . و عمارتی به این رفعت و وسعت در عالم مثل کوشک — هشت بهشت — سلطان یعقوب در تبریز و — کوشک باغ زاغان — و — باغ سفید — و — باغ شهر — که در هرات اند ، و — کوک سرای — و — عاق 

عجائب عمارات عالم بود. چنانچه مرزا حیدر کاشغری آن را دیده باوصاف آن را در تاریخ خود نوشته.

ولایت تمام باستقلال تمام بی مزاحمت غیری بسطان زین العابدین تقرر گرفت. سلطان بحسن نیت و اهتمام تمام اوقات خود را مصروف عمارت و آبادی این شهر ساخت. و بکلی تزیین و تعمیر و ترتیب شهر و پرگنه و ترویج ارباب هنر پرداخت. و صنائعی که در آن وقت درین شهر نبود یا کتب دینیه عربی و فارسی از ولایت ایران و توران، خصوصاً خراسان که به کشمیر نزدیکتر بود، بجد و اهتمام فراوان طلبانید. و ارباب حرفه را از مجلد و مشرز و کاغذگر و غیرهم — که از ولایت خود آورده بود — وجه مدد معاش داده بحرفه خود سرگرم داشت.

اگرچه ترویج اسلام و تائید سنت نبوی (علیه الصلوٰة والسلام) بمرتبه پدر توفیق نیافت، لیکن در ترویج علوم و اعزاز علما و فصحا و بلغا و اهل حرفه و رعیت پروری بابلغ وجوه کوشش مینمود. و تدارک ظلم زولجو — که آراضی رو بویرانی داشت — حتی المقدور آباد فرمود:

و مدتی اطراف و پرگنات را سیر و سیاحت کرد و اکثر اطراف را به تسخیر آورد. آخرها لشکر کشی میکرد و خود در شهر میبود. و در ایام او هند و مسلمین بلکه جمیع اهل ادیان نزاعی باهم داشتند، همه را در مقام خود جا میداد. بلکه از هر ملتی بجهت فیصل قضایا شخصی را از همان آئین تعیین میکرد. آئین جهت او را بد شاه میگفتند، یعنی پادشاه کلان.

سرای — و — باغ دلکشا — و — باغ بولای — که در سمرقند است، دیده شد. اما طرح سیاق و لطافت که آنها دارند این ندارد و غرابت این عمارت بیشتر از آن است. (بد شاه ۲۴۲ بحواله تاریخ رشیدی دوغات ورق ۳۲۶ انجمن تحقیق کشمیر)

هر جا از هر طائفه که مجمع میشد حاضر میگشت؛ گویا وسعت مشربی داشت و صلح کل میخواست:

و در عهد قدیم جای — تالاب اولر — خشک و شهر آباد بود؛ و راجه که در آن جا سکونت داشت، بسیار فسق و فساد و ظلم نمود. ساکنانش زیر آب بندند، و قصهٔ مرد کللال و نصیحت های او با اهل آن زمان و عدم اطاعت آنها، معروف است، و مورخان به قلم آورده اند. آنجا بتخانهٔ بلندی بود که در وقت کمی آب و در زمستان به تامل مینمود. سلطان زین العابدین کشتی کلانی بطرح گجرات ساخته غرق نمود. و بر بالای آن، سنگ و خاک ریخته، بروی زمین آورد و بنای عمارت و مسجد کرد و — زینه لنگ — نام نهاد. و پیش از آبادی، غواصان را بفرمود تا در آمده از درون بتخانه دو بت زرین بر آوردند، و صرف ضروریات — زینه لنگ — کردند. و بعد اتمام عمارت — زینه لنگ — جشن عظیم کرد و داد و دهش بسیار نمود. شعرا قصائد و تواریخ گفته اند، از انجمله تاریخ:

این قطعه چو بنیاد فلک محکم باد مشهورترین زیب در عالم باد
 شه زمین هباد تا درو جشن کند پیوسته چو تاریخ خودش: خرم باد (۱)

۸۸۲<

این تاریخ تا حال منقش بر سنگی بود:

سده از سویپور تا سپور یعنی ضنفاپور برپای کرده و بان سنگها بیشک

۱- همین طور یک شعر در تاریخ جدوی که در عهد زین العابدین درست شده بود، گفته شده است:

چو شد تعمیر آن جوئی گرامی خرد تاریخ گفته: جوی خرم

۸۸۵۹

(بد شاه ص ۲۵۲)

از بتخانه تما پرگنه بتخانه کلان بود ، آورده استحکام آن سد نمود . و رادو گام را برای مرمت آن سد وقف فرموده . بلکه در هر پرگنه ، بلکه در اکثر مواضع — که بتقریب سیر و شکار میرفت — عمارتی بواسطه نزول خود بناء مینمود . و از جمله فتوحاتی که خاصه سلطان زین العابدین است ، این بود که ، همت بر تسخیر اطراف بسته و هر دو تبت را — که در عهد برادرش از دست رفته — به تجدید گرفته و در تصرف خود آورده .

لاجرم پادشاه کاشغر از قابوی او افتاده و لشکر عظیم تعیین نموده ، با جمعیت فراوان و ترکتازان رستم نشان ، متوجه به تسخیر کشمیر شد . سلطان هم مجرد شنیدن این خبر به تهیه لشکر و لوازم قتال اشتغال ورزید . در اثنای عرض لشکر بیست هزار سوار و یک لک پیاده بقلم آمد : حیدر ملک در تاریخ خود نوشت که سر فوج این لشکر اوتر رینه چاورد و جد او بود . و طرفین صفوف محاربه آراستند و داد مردانگی دادند ، و چند روز معرکه کشت و خون قائم بود . بیت :

از فروغ تیغ سوزان شد هوای معرکه و ز تف هیجا بجوش آمد زمین کارزار
آخر الامر بحکم — کم من فئته قليلة غلبت فئته کثیره باذن الله — سلطان
غالب شد و پادشاه کاشغر را هزیمت داد .

سلطان بصفات حمیده متصف بود و رعیت پروری بسیار مینمود . تغیر لباس کرده شبها بر میآمد تا حسن و قبح عمل خود بشنود .

هفت زینه ، آباد کرده اوست ، زینه کوت (۱) ، و زینه پور ، و زینه

۱- در همین — زینه کوت — صنعت کار بنام ترکم چینی یک حوض از سنگ سیاه ساخت که بروی ملا احمد ملک الشعرا نظم سرود . دو شعر از آن نظم باقی مانده است :
حوضی که دست ترکم چینی ز بهر شاه با صد صفای دست ز سنگ سیاه بست
فرش سفید در ته آب زلال حوض پیوند نور از دل ماهی بماه بست
(بد شاه ص ۲۳)

دست ، و زینه گیر ، و زینه کدل ، و زینه لنگ ، و زینه بازار، آباد کرده و ساخته اوست . در دست — زینه گیر — قصرهای بلند و مکانهای رفیع ساخته و اقسام میوه ها و گلها نهال کرده ، بنهجی آبادی و طراوت داشت ، که در ممالک دیگر مثل آن نشان نمیدادند . تا عهد چکان بهمان جال بود . میرزا حیدر در تاریخ خود اوصاف آن نوشته . در زمان غازی چک بنا بر حسد یکدیگر ، همه را برهم زدند و آتش کشیدند .

بحکم — اولاد کم عدو کم — سلطان را بسبب خدمت و صحبت فقرا، بلکه تعلیم اذکار و افکار که ازانها یافته ، نسبتی باحق سبحانه حاصل بود و صفای باطن داشت . میگویند : پسر میانه اش قصد بد بخاطر آورده بود . سلطان در — تالاب اولر — بود که پسر را فرمود : تسبیح من در عبادت خانه لنگ ماند زود بیار ! چون آنجا رفت سلطان را بچشم خود دید که همانجا نشسته مشغول به تسبیح است . کمال سلطان معلوم کرده ، از خطر خود گذشته تائب شد . (۱) و سلطان منفذ آب — تالاب اولر — که از راه براری نبل ملحق بدریای بهت میشد ، بند بسته و سد برداشته — جوی مار — بجهت آبادی — اجمن — حفر فرمود .

در عرض پنجاه و دو سال حکومت کرده، در تاریخ هشتصد و هفتاد و هشت (۸۷۸ هـ) (۲) ازین عالم در گذشت و خوابگاه در مزاریکه لب بهت

۱- بحواله — تاریخ کشمیر — ملک حیدر چادورا شادروان صوفی نوشته است که : سلطان همانوقت پیش پسر این بیت باواز بلند خواند :

پدر کش پادشاهی را نشاید و گر شاید ، بجز شش مه نباید

(صوفی ۱ : ۱۸۳)

۲- ابوالفضل (۸۲۶-۸۸۷ هـ) — هیگ (۸۲۳-۸۸۵ هـ) ز مبارور (۸۲۰ هـ) در سنین اختلاف است .
T.W. Haige در The Cambridge History of India Vol: III و در J.A.R.S. 1918 (P468)

است طرف قبله پیش روی پدر یافت .

(ص ۴۸-۵۱)

● محمد الدین فوفی : در تاریخ بد شاه اقوال زیر راجع بسطان از کتب

تاریخ نقل کرده است :

سنوات خانواده شاهمیریان بقرار زیر دارد :	
ع ۱۳۲۶	شاه میرزا شمس الدین ۵۰۴۷
ع ۱۳۲۹	جمشید ۵۰
ع ۱۳۵۰	مل شیر علاء الدین ۵۱
ع ۱۳۵۹	شیرا شامک شهاب الدین ۶۰
ع ۱۳۷۸	هندال قطب الدین ۸۰
ع ۱۳۹۳-۹۲	سکندهر بت شکن ۹۶
ع ۱۴۱۶	میر خان علی شاه ۸۱۹
ع ۱۴۲۰	شاهی خان زین العابدین ۸۲۳
ع ۱۴۷۰	حاجی خان حیدر شاه (نومبر - دسمبر) ۸۷۵
ع ۱۴۷۲	حسن شاه (دسمبر ۱۴۷۱ع یا جنوری) ۸۷۶
ع ۱۴۸۹	محمد شاه (بار اول) ۸۹۲
ع ۱۴۸۹	فتح شاه (بار اول) ۸۹۲
ع ۱۴۹۸-۹۷	محمد شاه (کرت ثانی) ۹۰۳
ع ۱۴۹۸	فتح شاه (کرت ثانی) ۹۰۳-۴
ع ۱۴۹۹	محمد شاه (کرت سوم) ۹۰۴-۵
ع ۱۵۲۶	ابراهیم شاه اول ۹۳۲
ع ۱۵۲۷	نازک شاه (کرت اول) ۹۳۳
ع ۱۵۲۹	محمد شاه (کرت چهارم) ۹۳۵
ع ۱۵۳۲-۳۵	شمس الدین شاه ثانی ۹۴۱
ع ۱۵۴۰	نازک شاه (کرت ثانی) (جون جولائی) ۹۴۷
ع ۱۵۴۱	میرزا حیدر دوغلت (۲۲ نومبر) ۹۴۷
ع ۱۵۵۱	نازک شاه (کرت ثالث) ۹۵۸
ع ۱۵۵۲	ابراهیم شاه ثانی ۹۵۹
ع ۱۵۵۵	اسمعیل شاه ۹۶۲
ع ۱۹۵۷-۶۱	حیب شاه ۹۶۲-۶۸

(بعد ازین خانواده چک قابض شد)

تاریخ رشیدی : سلطان زین العابدین پنجاه سال سلطنت کرد و در تعمیر کشمیر کوشیده تمام طوائف را رعایت کرد. و نظر در کفر و اسلام نه انداخته. و در زمان وی کشمیر شهرت یافته و تا این زمان آثار وی ظاهر است.

ابوالفضل (صوفی: از ترجمه جیرات ۲: ۳۸۰-۳۷۹)

سال ۲	ماه ۱۱	روز ۲۵	سلطان شمس الدین (وزیر سنها دیوا)	۱۳۱۵ - ۵۷۱۵ ع
" ۱	" ۱۰	" "	سلطان جمشید بن شمس الدین	۱۳۲۹ - ۵۷۵۰ ع
" ۱۲	" ۸	" ۱۳	سلطان هلاؤ الدین بن شمس الدین	۱۳۵۱ - ۵۷۵۲ ع
" ۲۰	" "	" "	سلطان شهاب الدین	۱۳۶۳ - ۵۷۶۵ ع
" ۱۵	" ۵	" ۲	سلطان قطب الدین بن حسن الدین ؟	۱۳۸۶ - ۵۷۸۵ ع
" ۲۲	" ۹	" ۶	سلطان سکندر بن قطب الدین	۱۳۹۶ - ۵۷۹۹ ع
" ۶	" ۹	" "	سلطان علی شاه بن سکندر	۱۴۱۶ - ۵۸۱۹ ع
" ۵۲	" "	" "	سلطان زین العابدین بن سکندر	۱۴۲۲ - ۵۸۲۶ ع
" ۱	" ۲	" "	سلطان حاجی حیدر شاه بن زین العابدین	۱۴۷۲ - ۵۸۷۷ ع
" ۱۲	" ۵	" "	سلطان حسن خان بن حیدر شاه	۱۴۷۳ - ۵۸۷۸ ع
" ۲	" ۷	" "	سلطان محمد شاه بن حسن شاه	۱۴۸۶ - ۵۸۹۱ ع
" ۹	" ۱	" "	سلطان فتح شاه بن آدم خان بن زین العابدین	۱۴۹۶ - ۵۹۰۲ ع
" ۹	" ۹	" "	سلطان محمد شاه (بار ثانی)	۱۵۰۶ - ۵۹۱۱ ع
" ۱	" ۱	" "	سلطان فتح شاه (بار ثانی)	
" ۱۱	" ۱۱	" ۱۱	سلطان محمد شاه (بار سوم)	
" ۸	" ۲۵	" "	سلطان ابراهیم بن محمد شاه	
" ۱	" "	" "	سلطان نازک شاه بن فتح شاه	۱۵۳۵ - ۵۹۴۲ ع
" ۳۲	" ۸	" ۱۰	سلطان محمد شاه (بار چهارم)	
" ۲	" "	" "	سلطان شمس بن محمد شاه	
" ۲	" ۹	" "	سلطان اسمعیل بن محمد شاه	
" ۱۳	" ۹	" "	سلطان نازک شاه (بار ثانی)	

تاریخ کشمیر حیدر: در رعیت پروری مثل وی پادشاهی در تواریخ معتبره کم نشان داده اند. و به سبب اخلاق کریمه و اوصاف حمیده او، جمیع رعایا مرفه الحال بودند:

اکثر شعرا و فضلا و اهل کمال، نظر بر آن که سلطان قابل بود و میل تمام به صحبت ایشان دارد، بخدمت سلطان آمده بهره‌ور و منتفع میگردیدند.

سلطان اسمعیل (بار ثانی)	۵	۱	۵
میرزا حیدر دوغلت گورگان	۱۵۴۱	۹۶	۱۰۰
سلطان نازک شاد (بار سوم)			۱

راجع به تاریخ وفات سلطان زین العابدین شریور (مصنف راج ترنگی CRIVARA) مورخ کشمیر که معاصر و متعلق بدر بار سلطان بود، مینویسد که: عمرش شصت و نه سال بود. در ماه جیته سنه ۹۶ (۴۴۹۶) لوکک بر تخت نشست و در ۱۲ جیته سنه ۴۶ (۴۵۴۶) لوکک جهان را پدرود گفت. شادروان فوق نوشته است که: ۴۶ لوکک مطابق سال (۱۴۰۰ ع) میشود و ۱۲ جیته مطابق ۲۰ مئی بود. و سال (۵۸۰۴) و تاریخ ۲۵ ذی‌مقد میشود. (بد شاه فوق ص ۱۵۱-۱۵۲ - نیز صوفی ۱: ۱۸۱)

در تاریخ حسن تاریخ فوت سلطان است:

سلطان زین العابدین، زد خیمه در خسلد برین	بی نور شد تاج و نگین، بی هور شد ارض و سما
از بهر تاریخش عیان، بی سر شده، اندر جهان	عدل و کرم، علم و حکم، ضبط و حشم، صلح و صفا

۵۸۰۴

(صوفی ۱: ۱۸۲)

کتیبه زیر بر دروازه مقبره زین العابدین ثبت است:

در زیارت روضه اجداد خود، سلطان حبیب	دید و گفت: این جای شاه‌ننگ گردد عنقریب
صفه و دروازه دیگر، بسپهلویش فزود	تا ازین روضه نگرود، هیچ شاهی بی نصیب
گاه تعمیر بسنای نو، شنیدم از سروش	سال تساریخش: مزار ثنای سلطان حبیب

۵۹۸۱

(J.A.S. No. III p. 281)

خود هم سلطان سخنور بود و — قطبسی (۱) — تخلص داشت. چنانچه این دو بیت رنگین از نتیجهٔ بطبع وقاد سلطان است که ایراد مییابد.

تاریخ کشمیر عاجز: سلطان ارباب هنر و حرفه را از قبیل کاغذ ساز از سمرقند و بلخ طلبیده در پرگنهٔ بهاگ وجه معاش برای آن مقرر ساخت. و بسیاری به کتب عربی و فارسی به فرمودهٔ او بهندی کرده. کتاب مهابهارت، که از کتب مشهور هند است، به فارسی ترجمه شده. سلطان بزبان هندی و تبتی و فارسی وقوف تمام و مهارت کلی داشت.

گلزار کشمیر کربا رام: از دیار بعیده درختان میوه دار، از قسم انگورو سیب و زعرور طلبیده باغ مرتب نموده. و در اکثر تالاب ها سنگاره و تخم نیلوفر نشانده. اهل فضل و کمال هر فرقه را بچود و نوال بهره مند میداشت: — راج ترنگتی — بزبان شاستری (ابتدای جی سهم (جی سنگه) تا عهد خود) از قدردانی های اوست. از بلاد دور هر عالم طلب داشته. برهمنان را صدقه

۱- اشعار وی ناپیدا است، یک شعر که راجع به ملا احمد گفته است نگاه کنید تحت احمد ملک الشعراء ص ۵۷ کتاب حاضر.

شاد روان عهدالدین فوق بیت زیر در یک جنگ خطی منسوب به زین العابدین دیده است: جهان نتوان ستردن نقش عشق سرشکن هرگز حکایت ها زبان تیشهٔ فرهاد میگردد (از بیاض نامی)

شیخ یعقوب صرفی همین شعر را تضمین کرده است.

نگردد کم نوائی بلبل، از شور زغن هرگز نه سازد محو هنگام خزان حرف چمن هرگز هم دنیا، نسازد تلخ فکر عیش من هرگز جهان نتوان ستردن نقش عشق سرشکن هرگز حکایت ها زبان تیشهٔ فرهاد میگردد

و در بیاض سرخوش فوق مرحوم رباعی زیر نیز منسوب بسطان دیده است:

تا شام حساب ملک گیری کردم بر تخت بلند قدر میری کردم
چون بست جهان بخواب غفلت عهدی من رفتم و فکر عهد پیری کردم

(بد شاه فوق ص ۲۸۲-۲۸۵)

میداد و هنرها را رواج داد. نگذاشت که هیچ یکی بی شغل و بی عمل معطل بماند.

پندت یربر کچرو: در رعیت پروری و داد گستری همت به اهتمام تمام بر گماشت. و در عهد حکومتش هندو و مسلمین را باهم نزاعی نبود. ازین جهت به اسم — بد شاه — که به اصطلاح کشمیر، بادشاه کلان، را میگویند، اشتهار یافت:

(بد شاه فرق ص ۱۶۲-۱۶۸)

۲۰۰ - قلندر، مغل کشمیری

● خزانه عامره: میرزا قلندر برادر خورد متین (محمد علی خان متین صاحب تذکره حیات الشعرا) پسر حسام الدین خان قوم مغل ساکن کشمیر.

گاهی قلندر و گاهی قنبر تخلص میکند. صاحب یک لک بیت است.

(ص ۱۱۵)

۲۰۱ - کامل، پندت سدا سکه کشمیری

● نگارستان سخن: پندت سدا سکه کشمیری. کام دلش لذت گیر ذائقه مذاق فقیری است:

خاکم بیاد رفته، و بر مشهم هنوز دارد سمند ناز تو، جولان ساده

(ص ۸۵)

۲۰۲ - کامل، مولانا قوام الدین جهرمی

● میخانه: نور دیده مردمی مولانا کامل جهرمی: سخنوری سنجیده و نکته پروری فهمیده است. بعضی از اشعار او خیالی از رتبتی نیست: اسم پدرش نظام الدین طباطبای و نام خودش قوام الدین است. تولدش در جهرم فارس

واقع شده . در وطن بسن رشد و تمیز رسیده، در بهار زندگانی و غره جوانی از مسکن خود به شیراز آمده ، و دران بلده در خدمت مولانا ملک سعید خلخالی (۱) بتحصیل علوم دینی مشغول گشته تا پاره ای نشوونما یافته است . ملاقات آن عزیز گرامی در پتنه این ضعیف را میسر گردید .

روزی بتقریبی بفقیر نقل کرد که : استادم گاه گاهی در مقام انتظام نظم میشد ، و تخلص خود — کامل — مینمود ، چون طبع نظم من برو ظاهر شد ، تخلص خود را بمن عنایت کرد و بمن امر فرمود که : بعد ازین هر غزلی که بگوئی با این تخلص بر بیاض میبرده باش! ازان تاریخ تا حال تخلص خود — کامل — قرار داده ام : و در بیست و پنج سالگی بحسب تقدیر از راه هرمز به هند دکن افتادم ، پس از سیر گلکنده و بیجاپور خود را بخدمت عظیم الشان میرزا عبدالرحیم خانخانان رساندم و قصائد غرا در مدح آن خان نکته دان گفتم : بعد از آن ، ازو مرخص شده به آگره آمدم و در آن دارالخلافه

۱- تقی الدین اوحدی در مرفات آورده : اعرف الفضلا، اشرف العلماء، اکمل المعارفین ، قدوة الکاملین ، زبدة المدققین ، الفاضل القابل العالم العامل ، الواصل الکامل مولانا ملک سعید خلخالی ، افضل فضلی زمان و اعلم علمای دوران خود بود . حاوی تکسیر حالات ، جامع جمیع کمالات ، مستحضر المقول و المنقول ، مستجمع الفروع و الاصول بود . در پست و بلند علوم و رسوم طهار و سیار گشته . باختلاف شریعت و حکمت بسیار رسیده . ظاهر و باطن را یکی دانسته ، بوحدهت وجود قائل گشته ، بسکلیه مطالب صوفیه و جمیع کتب کلامی و فقهی و حکم از ریاضی و الهی مستحضر شده . ملکات ملکیه و اخلاق الهیه مسلکه طبیعی وی شده . بلباقی وجود خویش واصل گردیده بود .

مولد و منشاء وی شیراز است . آبا و اجدادش از خلخال آمده همه آنجا بسر کردند . وی در اواخر تفسیر و حدیث و غوامض تصوف مباحثه و مطالعه میکرد . و الحق از صفات ذمیمه دامن جان بر چیده بساکسیر امید مس وجود را کامل کرده بود . لهذا بدین نسبت — کامل — تخلص کردی . بنده دران مدت که در شیراز بودی ، گاهی بقیض وی میرسیدم و وی در شهور سنة عشر و الف (۱۰۱۰هـ) در شیراز بحق واصل شد . (میخانه ص ۲۰۵)

بسعدت آستان بوسی شاهزاده معظم مکرم شاهزاده خرم (۱) مستسعد گردیدم، و قریب بدو سال در خدمت آن شاهزاده عالی مقدار ماندم: هوای گشت گلستان دارالعیش کشمیر در سرم جلوه گر شد، از نور حدیقه جهانبانی و در صدف کشورستانی رخصت گرفته بسیر آن بوستان دلپذیر رفتم. بعد از اندک استقراری از آن خلد برین بر آمدم: و اکنون با خود قرار داده ام که باقی حیات، اوقات بسیر و سفر بگذرانم: الحال عازم بنگاله ام!

بر رای انور ارباب هنر پوشیده نماند که مولانا کامل قدم در وادی تصوف گذاشته، و بجهت راهبری مطلب خود، انتخابی بر اشعار قدما زده، بیاضی ترتیب داده و خطبه بر آن نوشته، آن را — مرشد کامل — نام کرده است: الحق که ابیات خوب و سخنان مرغوب فراهم آورده است. و ابیات متفرقه او آنچه تا غایت جمع شده، از قصیده و غزل و غیره قریب به پنجمزار بیت باشد: و ترجیعی که بروش ساقی نامه برشته نظم در آورده، این نحیف درین تالیف بر بیاض برد، امید که مقبول طبع اهل نظرگردد. ترجیع بند مولانا کامل جمهرمی:

چون دست و دل پیرمغان، مایه جود ست
 هم صیقلی آسنه بود وجود ست
 وین طرفه که، اصلش نه جواهر نه نقود ست
 در نور فزون، گرچه ز خورشید فرود ست
 چیزی که بگردش نرسد چشم حسود ست
 باطینت خونین جگران آتش و عود ست
 می ده، که مرا با تو سر گفت و شنود ست
 با نغمه و می، لب بلب و دست بدستیم
 (۱۵ بند دیگر دارد ص ۰۲ - ۰۱)

ساقی بده آن می که زیانش همه سود ست
 هم جوهری گوهر گنجینه راز ست
 سرمایه عیشت، زمین را و زمان را
 در نشاء بلند، ار چه ز افلاک قصیر است
 در کوچه و بازار کند جلوه مستی
 در صحبت شکر منشان شکر و شیر است
 افسردگی من، ز خمار است و خموشی
 ما صاف دلان درد کش بزم السیم

● **عرفات :** قوام‌الدین عبدالله کامل و او پسر استاد علی طبابخ جهرمی است، که الحال بتجارت معیشت میکند و در هند سیارست. طبعی درست، ذهنی سلیم و فکر مستقیم دارد. غایتش اگر اندک مایه میداشت یا تبعی میکرد که عامی صرف نمیبود، احتمال ترقی خوب در سخن داشت. مثنوی گفته — محمود و ایاز — نام کرده. در حالت ابتدائی این تحریر در آگره بود و در اثناء هزار و بیست و هشت (۱۰۲۸هـ) خبر فوت وی مسموع شد.
(میخانه ص ۰۲ < بحواله عرفات)

● **مآثر رحیمی :** مولانا کامل‌الدین کامل. اصل وی از جهرم فارس است. و پدر مولانا در آن قصبه بطباخی اوقات میگذرانیده. و مومی الیه از علو فطرت و دقت طبیعت، در اوائل سن سر بان کسب فرود نیاورده. بصحبت موزونان میل پیدا کرد، و همواره با این گرامی طبقه بسر میبرد. و قدم در ادای شاعری از رهگذر مصاحبت این فرقه نهاد، و روز بروز در ترقی میکوشید. و طبعش بطرز غزل بیشتر مائل است، و بروش لسان الغیب خواجه حافظ شیرازی حرف میزند.

و چون، فی‌الجمله روشناس طبقه مستعدان گردید، ملازمت و بندگی این سپه سالار را بر همه چیز گزید و بدیار هندوستان افتاد و در سلک ملازمان این عالیشان درآمد و بیجاگیر و علوفه سرافراز شد. و مدتی مدید از انعام و احسان بهره ور بود، تا آنکه بسببی از اسباب میانه، او و مولانا حیاتی گیلانی منازعه واقع شد. و چون این خدیو کار آگاه بر آن قضیه اطلاع یافت رعایت جانب مولانا حیاتی نموده، باخراج آن مخلص جان نثار و مداح سخن گذار، حکم فرود. و باوجود این جال، الحال مدتی است که در هندوستان، از انعام و احسانی که از ایشان یافته، اوقات بفریاد میگذراند. و اشعار در

مدح این سپه سالار بسیار گفته . این دو غزل در کتابخانهٔ عمالی موجود بود که ثبت رفت :

شوق اگر طغیان کند ، بال و پر پروانه باش
چشم بینی سرمه گرد و زلف بینی شانه باش
با مذاق دوستان ، چون باده در پیمانہ باش
گر همه خضراست هم صحبت از او بیگانه باش
چون برافتد پرده ، هم چون گنج درویرانه باش
خانه را بگذار و با مرغ چمن هم خانه باش
جان بسختی میکن و خوشدل باین افسانه باش
تا میسر باشدت بر گرد او پروانه باش

عشق اگر شور آورد ، مغز سر دیوانه باش
حسن در جای که یابی ، دستش از دامن مدار
آن مکن ، کز کینتت ابروی کس ، پرچین شود
آشنای مایه رنج است ، تنهائی گزین
صورت قلب ، ارچه بی عیب است ، در معنی بداست
گل شگفت و ، سبزه جولان کرد ، و روز عشرت است
در ازل (کامل) شهادت با سخن بسرشته اند
کسب فیض از خان خانان کن که شمع دولت است

دیگر

کرشمه کوکبه ، حسن و ناز و جاهت بس
وظیفهٔ دل ما ، حسرت نگاهت بس
که شد دگر غم زندان و بیم چاهت بس
ز تاج عشوه مخر ، همت کلاهت بس
دلیل کعبهٔ مقصود برق آهت بس
بحشر دست و زبان تو داد خواست بس
که هیچ گه نشد این شعله از گیاهت بس
که هست سایهٔ الطاف او پناهت بس
که آستانهٔ این خانه ، سجده گاهت بس
همین که بر در او میدهند راهت بس

توشاه حسن و ، دل عالمی سپاهت بس
ز خوان حسن تو ، هر بیدلی نصیبی یافت
عزیز مصر شدی ، مژده بادت ، ای یوسف !
گدای معنوی ، از پادشاه صوری به
وهبت عشق که محتاج خضر نیست کسی
هتان خود ، بهوس دادهٔ که ، دشمن تست
مگر ز عشق سرشتند پیکرت (کامل)
بیا بملح و غزل وصف خان خانان کن
بهیچ قبلهٔ دیگر ، مبشر جبین امید
قبول صحبت و خلوت نه هر کسی دارد

● ریاض الشعرا : قوام الدین عبدالله کامل : تقی اوحدی نوشته که : وی پسر

استاد علی طبّاخ جمهرمیست که در شیراز بوده : بهمند آمده بود مدت‌ها ملازمت نموده آخر تجارت اختیار کرد . از علوم بسی بهره بود لیکن ذهن سلیم و طبع مستقیم داشته است . مثنوی — محمود و ایاز — هم گفته و تقی اوحدی وی را دیده است :

خزان رسید و دم بلبل ، از نواخته است فغان کنید ، که گل مرده و صبا خفته است

مدار گرمسی بازار ما، بغمزه نشت
 نیم دلدارم و از بسکه عزیزش دارند
 زمانه نقد حیائسم بهیچ در نگرفت
 در شهر ما، جوانی و پیری، بسال نیست
 ابر آمد و کرد گرد محنت را کم
 باز از پی دفن و کفن اندوه، نسیم
 گهی که چشم تو خفته است، بخت ما خفته است
 کعبه از بتکده و کفر ز ایمان کشدش
 چو نقد ناسره عمرم بنا روائی رفت
 پیر از خمار بومد و از می جوان شدم
 از آب و هوا داد حیات مردم
 از شیشه گرفت پنبه و خشت از سرخم
 (خط)

● صبح گاشن : کامل ، جهرمی شیرازی بکمال نخوش خوئی و خوشگوئی
 در صدد خاطر داری و دلنوازی است : (یک شعر دارد ص ۳۳)

● روز روشن : کامل ، قوام الدین عبدالله شیرازی : در عهد مجد اکبر پادشاه
 وارد هندوستان گردیده تمتع وافر برداشت : (یک شعر دارد ص ۵۶۹) (۱)

۱- ابوالفضل کتابه زیر برای عبادت خانه در کشمیر نوشت و آنجا ثبت کرده :

ای پروردگار! بهر جائیکه میروم جوینائی قوانده، و بهر خانه که مینگرم گویای تو :
 ای تیر غمت را ، دل عشاق نشانه خلتی بتو مشغول و ترغائب ز میانه
 گه معتکف دیرم و ، گه ساکن کعبه یعنی که ترا میبالمم خانه بخانه (۱)
 این اشعار از هلالی چغتائی است و این شعر نیز از همین غزل است :
 مقصود من از کعبه و بتخانه توئی تو مقصود توئی کعبه و بتخانه بهانه
 وحشی یزدی گفته :

جز عشق و محبت، گنهم چیست؟ که کردم
 بلبل، هدف تیر نمودن، که پسندند
 در عهد که بودست و که یکبار شنود است
 کامل جهرمی نیز استیقال کرده است :

از حرص و امل، هست جهان ز اهل زمانه
 ز نهار که در کشمکش دهر، نیفتی
 از اهل جهان، هیچ تمتع نتوان یافت
 از درد سر عربده خلت برستی
 پسر ولوله و شور چو حمام زنانه
 که این دام فریبست، نه آبست و نه دانه
 گفتم بتو این حرف، که تیر است نشانه
 مردانسه اگر پای کشیدی ز میانه

۱- بلا خمن بهواله دارالمنثور مجد عسکری حسینی بلگرامی (ص ۵۵) .

۲- دیوان وحشی تهران ص ۳۳۶ .

۲۰۲ - کامل، کشمیری دهلوی

● نجوم السماء: میرزا مجد، کامل تخلص پسر عنایت احمد خان کشمیری در (۱۲۳۵هـ) وفات یافت. لکننو (۱۳۰۳-۱۳۵۲: ۱)

۲۰۴ - کلیم، ابو طالب همدانی، ملک الشعرا

● شاهجهان نامه: موطنش کاشان و تولدش در همدان و نشو و نما در هندوستان - که مقام پاکان هفت اقلیم جهان است - یافته. نخست با میرجمله، که بروح الامین متخلص است، بسر میرد و بعد از جلوس مبارک، ملازم سرکار خاصه شریفه گشته.

به تحریک بخت کارفرما، چون گفتارش هوش فریب و دلآویز و طبعش معنی رس و فیض آمیز بود، بخطاب - ملک الشعرائی - امتیاز یافت؛ اگرچه، استحقاق آن منصب جلیل القدر حاجی مجد جان قدسی داشت، اما ازین رو که پیش از حاجی رسید، او با این خطاب سرافرازی یافته بود، تا دم آخر برو بحال ماند، و تغییری بدان راه نیافت:

بالجمله، شاعر جادو فن تازه گفتار است و بنای سخن از مثنای فکر
فلک آهنگش مستحکم و استوار. سخنانش پخته است و بمیزان اندیشه بر

چون همت شیران، کن ازین لاشه کرانه
با اهل زمانه است، همه عذر و بهانه
رفتم بدر میکده، با چنگ و چغانه
با نغمه و می، لب بلب و دست بدستیم

(میخانه تهران ص ۱۵ <)

این جیفه دنیا، بسگان باد مبارک
خود حامی خود باش، که کس را غم کس نیست
دیدم که، جهان عاقبت کار، فریبست
ما صافدلان درد کش بزم الستیم

سخته . هر چه گفته همه متین و دلنشین ، عبارتش صاف ، معنیش رنگین .
حسب الحکم اقدس چندی بجهت نظم — پادشاهنامه — انجمن آرای
نکته دانی بود ، تا آن هنگام ، که بهار مانند در گلشن جاوید ربیع کشمیر
توطن اختیار نمود و رقم سنجان دیوان قضا بر ورق حیاتش خط کشیدند .
نبذی از اشعار او بجهت انبساط طبیعت سخن فهمان بقلم میآید :

<p>گریبان پاره شد گل را کجا سازد نهران بورا اگر طوطی ببیند یکره آن چشم سخن گورا ازخون توان برداشت بی نخچیر پیکان خورده را بایستی آب بمحر نصیب گهر شود بخت اگر یاری نماید، مشک مرهم میشود محتسب بسو میکند این جا، دهان بسته را چشم از جهان چو بستی ازو میتوان گذشت یار فروشی درین زمانه همین است تو که پروانه ، بزمی هوس اینها چیست این قدر خاک نشین، در ته آن بالا چیست گشت روشن که، چه روزی سخن پرداز است کسی از کشته ، پیکان بر نیارد چون آن کشتی که، در دریا بسوزد (ص ۳۹۴-۳۹۶)</p>	<p>ز تیفش چاک شد دل چون نهران سازه غم اورا سخن در هر زبان بی زحمت تعلیم میگوید دنبال اشک افتاده ام جویم دل آزرده را هرکس اگر بقدر هنر بهره یافتی زخمهای شانه، از زلفت فراهم میشود خنده، بد مستی است در ایام ما، هشیار باش پنی دیده راه اگر نتوان رفت ، پس چرا دوست بهیچم فروخت بسا همه یاری جان نیابی اگر ای دل، گله بیجا چیست سرو را سایه یکی بیش نباشد، یسارب طوطی آن روز که، منقار بخون، رنگین کرد چه دل سوزی، که چون من رفتم از دست میان غم گساران سوزم از غم</p>
---	---

● پادشاه نامه : ابوطالب ، متخلص بکلم ، همدانی مولد کاشانی موطن
است . لباس نظمشی بر قالب معانی زییاست ، و زیور استعاراتش بر پیکر
مضامین زینت افزا . سر آغاز جوانی بشیراز شتافته دانش آموزی فراپیش گرفت .
و لختی برسمی علوم آشنائی بهم رسانیده ره نورد هندوستان بهشت نشان
— که منشاء هنرمندان است — گردید . اگرچه مدتی در سرزمین دکن و برخی

در ممالک هندوستان بسر برده، طرفی از کامروای نه بسته بود، اما چون طنطنه اورنگ آرائی حضرت شاهنشاهی گوش جهانیان برافروخت، و همگی هنروران اقالیم سبعه، روی امید بدین درگاه — که کعبه آمال آرزومندان است — نهادند، باستان معلی رسیده در زمره بندگان درآمد و بگذارش محامد و نگارش مفاخر این والا دولت ابد مدت، دامن آرزو گرانبار روای گردانید.

(۱۶ بیت دارد ۲: ۳۵۳-۳۵۶)

هزیمت نذرچند خان در کابل

● طالب کلیم تاریخ رخصت افواج نصرت امتزاج بمالش اوز بکیه :

— لشکر فتح —

۱۰۳۸ هـ

یافت (۱). همانا وقوع این معنی مصداق آنست که شعرا تلامیذ الرحمن اند و زبان اینان لسان الغیب .
(۱ : ۲۱۵)

بناء ایوان

● در عهد فرمانروای حضرت جهانبانی تا این تاریخ (۱۰۳۷ هـ) پیش جهروکه دولتخانه خاص و عام، که دران جمیع بندگان بدولت بار و سعادت دیدار میرسند، عمارتی که ملتزمان بساط حضور را از باران و گرما

۱- نذرچند خان در سال (۱۰۳۷ هـ) بسر کابل لشکر کشید و بعد از مقابله هزیمت خورده رو به بلخ کرد. و لشکرشاهی بسروز جمعه ۱۶ محرم (۱۰۳۸ هـ) در کابل داخل گردید. کلیم تاریخ بر گشتن لشکر از کابل گفته :

از پنی تساریخ عقل خسرده دان
رایت اقبال شان افگند و گفت :

چون بنیت های ایشان باز گشت
دیو از مسلک سلیمان باز گشت

۱۰۳۹ هـ

(حیات کلیم ص ۱۹۹)

پناه باشد ، نبود . ایوانی از پارچه استاده میکردند . . . بحکم عالم آرا !
معماران جادو آثار : . . ایوانی عالی که سر بکیوان کشیده است : . . .
در پیش جهروکه دولتخانه خاص و عام ، بطول هفتاد گز و عرض بیست و
دو گز پادشاهی در چهل روز . . با تمام رسانیدند . . .

معنی بردار شعر طراز طالب کلیم این رباعی در وصف این مکان والا
بنیان نظم نموده بعرض اقدس رسانید و بصله پادشاهانه دامن امید او گران بار
عطا گردید :

این تازه بنا که، عرش همسایه اوست رفعت ، حرفی ز رتبت پایه اوست
باغیست که هر ستون سبزش سرویست کاسایش خاص و عام در سایه اوست
(۱ : ۲۲۲-۲۲۳)

مقدمه فیل سفید که از غرائب روزگار است

● خواجه نظام سوداگر — که در تجار معتبر بفزونی ثروت و دستگاه
امتیاز داشت — کسان او که پیوسته بسفر دریا و بنادر دور دست آمد شد
میکردند ، فیل خرد پانزده شانزده ساله برای او خریده آوردند . دران وقت
از لاغری و خرد سالی رنگ مشخص نداشت . بعضی شناسندگان این پیکر
بدیع ، بران بودند که : سفید خواهد شد ! چون خواجه نظام بحکم حضرت
جنت مکانی برای اتباع یاقوت و نفائس دیگر به پیکو رفت ، این فیل را در
جاگیر سید دلیر خان باره — که باو رابطه یگانگی داشت — گذاشت . بعد
از دوازده سال که بحد جوانی رسید و بسالید و رنگش سفید مائل بسرخ
بر آمد ، سید مذکور بدرگاه والا فرستاد : ازان رو که از دیر باز مرغوب و
مطلوب بود به — یکجپتی — موسوم گشت : طالبای کلیم این رباعی گفته
بصله شایسته کامیاب گردید :

بر فیل سفیدت که ، میناد گزند شد بخت بلند ، که او دبه فگند

چون شاه جهان برو بر آمد، گوئی: خورشید شد از سفیده صبح بلند

(۱ : ۲۶۷)

تاریخ کشته شدن خان جهان لودی

● در سال (۱۰۴۰هـ) خان جهان لودی معروف به پیرا که باغی شده بود بتاریخ روز دوشنبه غره رجب بدست عبدالله خان فیروز جنگ کشته شد و روز دوشنبه هفتم رجب سر وی در حضور پادشاه — وقتیکه در کشتی مصروف به شکار مرغابی بودند — کامگار خان (غیرت خان) آورد طالبای کلیم این رباعی در افسردن شعله حیات دریا و فرونشستن حباب زندگانی پیرا، منظوم ساخته بمسامع بشائر مجامع رسانید: و بصله گرامی دامن امیدش گرانبار گردید: رباعی:

این مؤده فتح، از پی هم زیبا بود
از رفتن دریا، سر پیرا هم رفت

این کیف دوبالا، چه نشاط افزا بود
گویا سر او، حباب این دریا بود

(۱ : ۳۵۲)

ازدواج دارا شکوه

● بتاریخ دوم شعبان سال (۱۰۴۳هـ) ازدواج دارا شکوه (۱) با (نادره بیگم) دختر شاهزاده پرویز شد. و جشن عالی ترتیب یافت: طالب کلیم تاریخ این جشن خجسته بدین نمط در سلک نظم کشید:

ازین دلکشا جشن وافر سرور
ز گوهـر فشانسی دست کسرم

همه عید شد سر بسر ماه و سال
گهر گشت، چون آبله، پائمال

۱- ابو طالب تاریخ تولد دارا شکوه گفته:

بگوش دل، از بهر تاریخ آمد:

— گل اولین گلستان شاهی —

۸۱۰۲۲

(مفتاح التواریخ ص ۲۴۱ هفت شعر دارد - دیوان کلیم ص ۷۹)

ز بس گوهر و زب گرفت است اوج
 طمع آن چنان طرف ازین جشن بست
 دو سعد اختر اوج ، شاهنشاهی
 ز آمیزش زهره و مشتری
 مرصع توان کرد تیغ جبال
 که دیگر لبش وا نشد در سوال
 برج شرف کرده اند اتصال
 سعادت گرفت است اوج کمال
 * قران کرده سعدین برج جلال

۸۱۰۲۲

(۱) (۲۵۲-۲۰۹)

جشن ازدواج شاهزاده محمد شجاع

● در همین سال بتاریخ شب جمعه ۲۳ شعبان المعظم (۸۱۰۲۲هـ) جشن
 کتخدای شاهزاده محمد شاه شجاع با دختر میرزا رستم صفوی منعقد گشت .
 طالب کلیم تاریخ این طوی فرخنده چنین بر گذارده :

ای دل! از گلشن امید، گل عیش بچین
 پیش ازان دم که، ز نوروز چمن عید کند
 جشن فرخنده والا گهر عالی قدر
 سرا پرده ماس فلک پادشاهی
 روزگار طرب و عشرت جاوید آمد
 بشام همه ، بوی گل امید آمد
 عالم افسروز تر از کوکبه عید آمد
 از پی ساز طرب موکب ناهید آمد
 مهتاب بلیس بسر مستزک جمشید آمد

۸۱۰۲۲

(۲) (۲۶۵ - ۲۶)

شکار آهو

● در سال ۲۸ شعبان (۸۱۰۲۳هـ) در پیالم نزد دهلی پادشاه در یک روز

۱- نیز رک: مفتح التواریخ ص ۲۴۱ .

۲- رک: نیز مفتح التواریخ ص ۱۴۲ و دیوان کلیم ص ۳ و تاریخ تولد شاه شجاع گفته :
 بهر تاریخ ولادت بعدو گفته فلک نیر دو یمین بادا فلک شاهی را

۸۱۰۳۵

(دیوان کلیم ص ۸۲)

چهل آهو یا تفنگ خاصه که به — خاص بان — موسوم بود شکار کرد
طالبای کلیم این رباعی بعرض مقدس رسانیده بصله کامیاب گردید : بیت :

چون شاه جهان پادشه شیر شکار افگند بیالم پی نخچیر گذار
روزی بتفنگ — خاص بان — چل آهو افگند که تفگند بیک صید دوبار
(۲ : <)

بزر سنجیده شدن

● بروز جمعه سیوم شهر شوال (۱۰۲۲ هـ) وقتیکه پادشاه بر تخت طاؤس جلوس فرمود . . .

... طالب کلیم که بمناقب گستری این دولت فلک صولت رطب اللسان است ، چون قصیده رنگین بعرض اقدس رسانید ، بحکم شهنشاه دانش پرور ، بزر سنجیده آمد و بانعام مبلغ هم سنگ — که پنج هزار پانصد روپیه بود — کامیاب گشت .
(۲ : ۸۳)

بر فتح قلعه گولکنده

● در سال ذی الحجّه (۱۰۲۵ هـ) که فتوحات در دکن شد ، و قلعه گولکنده نیز زیر لوای شاهنشاهی آمد

..... طالب کلیم این معنی را چه نیکو سرائیده . نظم :

شاهها بختت ، کشور اقبال گرفت تیغت ز عدو ، ملک و سرو مال گرفت
چل قلعه ، بیک سال گرفتی ، که یکیش شاهان نتوانند ، بچل سال گرفت

لله الحمد که ولایت دکن که از زمان حضرت عرش آشیانی (انا الله برهانه) تا این عهد میمنت مہد که قریب پنجاه سال سپر بر گشته همواره مورد عساکر گیتی پیما بود ، و مہمش انجام نیافته ، باین نیت عالم آرا و ہمت کشور

کشای شاهنشاهی، کشایش یافت و بفرخی و خجستگی مطابق خواهش اولیای دولت قاهره میسر پذیرفت .
(۲ : ۱۸۱)

تاریخ کدخدائی مجد اورنگ‌زیب

● بستاریخ شب سه شنبه ۲۳ ذی‌الحجه (۱۰۲۶هـ) ازدواج شهزاده اورنگ‌زیب با دختر شاهنواز خان بن میرزا رستم صفوی شد، و طالب کلیم تاریخ این گزین پیوند را، بدین گونه لباس داده . بیت :

جهان کرده سامان بزم نشاطی	که گلبانگ عیشش بگردون رسیده
قران کرده سعدین وزین سان قرانی	فرح خیز و فرخنده دوران ندیده
ز پیوند، این گلبن بباغ دولت	زسانه گل عیش، جاوید چیده
فک رتبه اورنگ‌زیب، آنکه ایزد	سزاوار تانید غیبیش دیده
بلکی که، اقبال او، رو نهاده	ظفر، پیش از آوازه، آنجا رسیده (۱)
نهمال برومند، بستان دولت	که اقبال در سایه اش آرمیده
خرد بهر تاریخ تزویج، گمنا :	دو گوهر بیک عقد، دوران کشیده (۲)

۱۰۲۶هـ

(۲ : ۲۶۶ - ۲۷۱)

هزار روپیه انعام

● بروز یکشنبه هژدهم رمضان المبارک سال (۱۰۲۸هـ) بطالب کلیم هزار روپیه عنایت کردند .
(۳ : ۱۳۳)

انعام خلعت و دوپست مهر

● در سال (۱۰۵۵هـ) وقتیکه پادشاه در کشمیر نزول اجلال فرمود

۱- این بیت از دیوان کلیم چاپ آقای بیضای گرفته شد ص ۸۲ .

۳- کلیم تاریخ تولد اورنگ‌زیب گفته :

طبع، دریافت سال تاریخش زد رقم : -- آفتاب عالمتاب --

۱۰۲۸هـ

(دیوان کلیم ص ۸۲)

بتاریخ چهارم ربیع الاول بتمشای ارغوان باغچه منزل نوین مغفور آصف خان خانخان سپه سالار، که بخان دوران بهادر نصرت جنگ برای بودن عنایت شده بود، تشریف فرمودند
 طالب کلیم - که در کشمیر نظر بنظم مآثر و مفاخر این دولت خداداد

ابد میعاد میردازد - قصیده در تهنیت مقدم مقدس بعرض اقدس رسانید .
 و بمرحمت خلعت و انعام دویست مهر مباهی گردید (۱) . چون رضامندی رعایا و سایر اهل کشمیر از سلوک پسندیده ظفر خان ناظم آنجا معروض اقدس گشت ، خدیو معدلت اساس یک لک روپیه از جمله مبلغی که از سرکار معلی بر ذمه او بود باو انعام فرمودند .
 (۳ : ۲۲۰)

جائزه دویست مهر

● چهارم شعبان (۱۰۵۵هـ) رایات اقبال از نزهت آباد شهر بصوب دارالسلطنه لاهور ارتفاع یافت .

بطالب کلیم، که در ستایش پادشاه دوران قصیده گفته بود، دویست مهر انعام فرمودند (۲) :

۱- قصیده که گفته شد این مطلع دارد :

این بخت! مژده کز افق کبریا رسید خورشید رحمتی که بهر ذره وا رسید

(رک : قصیده در ازراق آینده)

۲- دکتر شریف النساء بیگم انصاری در تالیف خود - حیات و تصنیفات میرزا ابو طالب کلیم همدانی - فهرست جایزهها، که کلیم از طرف شاه جهان پادشاه یافت، اینطور داده است :

(۱)	۵۱۰۳۷	رباعی - تعمیر پیش چهره که شاهی	صله شائسته
(۲)	۵۱۰۳۸	رباعی - نذر فیل سفید به پادشاه	»
(۳)	۵۱۰۴۰	رباعی - بر قتل خان جهان لودی *	»
(۴)	۵۱۰۴۳	رباعی - بر شکار آهو	»

● نصرآبادی : ابو طالب کلیم عندلیبی است بنغمات رنگینش گل گوش نهاده ، یا طوطی است که بترانه های شکر ریزش فرگس چشم کشاده . گوی مسابقت از اقران ر بوده در کمال آرام بود . اصلش از همدانست اما چون در کاشان بسیار بوده بکاشی شهرت دارد . چنانچه خود گفته :

زنهار مگوئید (کلیم) از همدان نیست

باز بهند رفته بخدمت عالیجاه شاه نواز خان میبوده : بعد از فوت او بگولکنده رفته بخدمت عالیجاه میرزا محمد امین میر جمله بود . در سنه (۱۰۲۸هـ) بعراق آمده دو سال مانده بهند رفت (۱) : در خدمت شاهجهان نهایت قرب بهم رسانیده — پادشاهنامه — که مشتمل بر حالات آن بادشاهست ، بنظم در آورده : بانعامات سر افراز میگردید اما تمام را صرف فقرا میکرد . در آخر کوفتی بهم رسانیده رخصت توطن کشمیر یافته . ماهیانه بجهت او معین کرده . درانجا فوت شد :

بزر سنجیده شد و پنج هزار و پانصد روپیه یافت	قصیده - جشن تخت طاؤس	۵	۸۱۰۲۲
هزار روپیه	قصیده - جشن وزن	۶	۸۱۰۲۸
۲۰۰ صهر	قصیده - مقدم شاه در کشمیر	۷	۸۱۰۵۵
	قصیده - مراجعت شاه از کشمیر	۸	۸۱۰۵۵
بزر سنجیده شد و پنج هزار و پانصد روپیه یافت	قصیده - در جواب قیصر روم	۹	
۲۶ لک بیست هزار روپیه	وظیفه ۳۰ هزار سالیانه	۱۰	۸۱۰۲۸ تا ۸۱۰۶۱

۱- کلیم تاریخ مزیمت خویش بعراق سروده است :

طالب ز هوا پرستی هند برگشت سوی مطالب آمد
تاریخ - توجه عراقش توفیق رفیق طالب - آمد

۸۱۰۲۸

(دیوان کلیم ص ۸ <)

اشعار او از مثنوی و غیره قریب به بیست و چهار هزار بیت میشود .
فقیر او را — خلاق المعانی ثانی — گفته ام . (۵۶ شعر دارد ص ۲۲۰-۲۲۳)

● کلمات الشعرا : استاد سخنوران هفت اقلیم ، ملک الکلام ابوطالب کلیم . شاعر عمده پای تخت ، صاحب قدرت معنی یاب ، در فنون جمیع اقسام سخن سنجی طاق ، و در انواع کمالات نکته وری شهره آفاق بود .
— ظفر نامه شاهجهانی — را باداهای رنگین نظم کرده . در تعریف اکبر آباد و قحط دکن و صعوبت راه کشمیر مثنویهای دلکش دارد . دیوانی ترتیب داده .

در گفتن اشعار فرمایشی قدرت تمام داشت : برای تخت مرصع و محل و سپر و شمشیر و قلمدان خاصه تا مقط شعرهای مناسب هر چیز گفته . بر همه اشیای سرکار والا اشعار او کنده و نوشته اند .

گویند که : خوندکار روم در تهنیت نامه جلوس والا تحریر نمود : شما که خود را شاهجهان لقب کرده اید اگر ملک ما و ایران و توران داخل جهان است ، شما پادشاهی این چا ندارید ! بهترین نامها نزد خدا ، عبدالله و عبدالرحمان است ازین اسما اسمی اختیار کنید !

بعد مطالعه بیمین الدوله (آصف خان) مصلحت کردند که باید ، این خطاب را تغییر داده : ابو طالب کلیم خبر یافته این بیت را گذرانید .

هند و جهان ز روی عدد ، چون برابر است بر شه ، خطاب شاهجهان ، زان مقرر است
۵۹ ۵۹

همین بیت را در جواب نوشتند : و او را بزرگشیدند .

چون خان جهان لودی که سابق پیرا نام داشت ، باغی شده و بدریا خان

روهیله پیوست . دریا بسبب اعانت او بدست افواج قاهره کشته شد ، و پیرا نیز بعد از وی بقتل رسید . رباعی گذرانید و بجائزه لائق مفتخر گردید .
 این مژده فتح ، از پی هم زیبا بود این کیف ، دو بالا چه نشاط افزا بسود
 از رفتن دریا ، سر پیرا هم رفت گویا سر او ، حباب این دریا بسود
 چون سر پیرا و دریا و دو پسران رشید او یک جا بدرگاه رسیدند .
 — چا مغز — تاریخ یافت .

۸۱۰۵۱

در اوائل جلوس که رایات جهان کشا بتسخیر قلاع دکن متوجه بود ، در یک سال چهل قلعه بتصرف اولیا دولت در آمد : این رباعی گذرانید :
 شاها ! بخت ، کشور اقبال گرفت تیغ زعدو ، ملک وزر و مال گرفت
 چل قلعه ، بیک سال گرفتی ، که یکی شاهان نتوانند ، بچل سال گرفت
 آخر عمر در کشمیر گوشه گیر شده بود هم آنجا ودیعت حیات سپرد . ملا
 طاهر غنی :

— طور معنی بود روشن از کلیم —

۸۱۰۶۱

تاریخ یافته . (۱۵۶-۱۵۵)

● تذکره شعرای متقدمین : طالب کلیم ، ملک الشعراء پایه تخت صاحب قدرت بود . وفات وی در سنه الف و اثنی و ستین (۱۰۶۲ هـ) بوده و مرقدش در یکی از دیهات لاهور واقع است : (یک شمرق - ۵۸)

● مرأة الخيال : ابو طالب کلیم ، بصفای ذهن سلیم و ذکای طبع مستقیم بر معاصران لوای رجحان میافراشت : بعد از فوت حاجی مجد جان قدسی خطاب — ملک الشعرای — بوی تفویض یافت . و بر علو رتبت او شیدا و دیگر هم چشمان ، رشک برده گفتند : خوشا حال گذشتگان که — ملک

الشعرای — طالبا ندیده از جهان برفتند!

وفات وی در سنه الف و اثنین و ستین (۵۱۰۶۲) بوده و مرقدش در یکی از دیهات لاهور واقع است :

عموی مولف این اوراق را — که ناصر خان نام داشت و مجموعه خوبیها بود — با طالب کلیم الفتی کامل بوده، و همواره صحبت اتفاق میافتاد. اگرچه با وجود موزونیت طبع شعر نمیگفتند و لیکن طبع و قیاد ایشان در سخن فهمی و نکته یابی و لطیفه گوئی بمرتبه بود، که این چنین مردم آرزوی صحبت داشتند. رحلت ایشان در سنه هزار و هفتاد و سه (۵۱۰۷۳) اتفاق افتاد.

اما طالب کلیم در عهد جهانگیر پادشاه نوجوان بود و نورجهان بیگم بر اکثر شعرها اعتراض میکرد. گویند روزی طالبا را این بیت بخاطر رسیده و باراده آنکه جای اعتراض ندارد بخدمت بیگم فرستاد :

ز شرم آب شدم، آب را شکستی نیست بحیرتم که مرا روزگار چون بشکست

بیگم در زیر بیت نوشت که : یخ بسته شکسته است! بعد ازان طالب ترک مشاعره نمود. (شعر دارد ص ۹۰)

● حسینی : موسی طور سخندانی ابو طالب کلیم همدانی . از شاهجهان پادشاه رعایتها دید و بعد حاجی محمد جان قدسی بمنصب — ملک الشعرای — سر افراز گردیده . معنی یاب دلجو است این ابیات ازوست :

(۱۱ بیت دارد ص ۲۸۲)

● همیشه بهار : عندلیب باغ نعیم، مرزا ابو طالب کلیم کاشانی . دولندش همدان است، و نشوونما در هندوستان یافته . اول بامیر جمله که متخلص به

روح الامین بود، بسر میرد: و باز بمدح شاهجهان پادشاه همه عمر رطب اللسان ماند. و بخطاب — ملک الشعرای — امتیاز یافت. شاعر اعجاز رقم و مسیحا دم میتوان گفت. هر چه گفته همه متین و دلنشین. عبارتش روشن و معنیش رنگین.

چندی بجهت نظم — پادشاه نامه — نیز آن چمن آرای گلشن سخن پرداخته بود، و آخرالعمر در صوبه کشمیر منزوی شد: و همانجا جلوه پیرای عالم قدس گردید: چنانچه ملا طاهر غنی تاریخ رحلتش گفته:

حیف کز دیوار این گلشن پرید	(طالبسا) آن بلبل باغ نسیم
رفت، و آخر خامه را، از دست داد	بی عصا، طی کرد این ره را (کلیم)
اشک حسرت. چون نمیریزد قلم	شد سخن از مردن (طالب) یتیم
هردم از شوقش دل اهل سخن	چون زبان خامه، میگردد دو نیم
صمرها از یاد او زیر زمین	خاک بر سر کرد (قدسی و سلیم)
عاقبت از اشتیاق یکدگر	گشته اند این هر سه در یکجا مقیم
گفت تساریغ وفات او (غنی):	طور معنی بسود روشن از کلیم

۸۱۰۶۱

چندی از اشعار آبدار آن استاد معنی بندان بر زبان قلم میآید: من اشعاره (۱):

مثنوی در تعریف — برج مثنی — دارالخلافة گفته. اکثر ابیات آن بنوشتن میآید:

مثنی که دید این چنین دلپذیر که در هفت اقلیم شد بی نظیر (۲)
قصیده در مدح شاهجهان پادشاه گفته: از انجمله چند بیت نگاشته

میشود:

۱- ۲۱ بیت آورده است.

۲- هشت بیت دارد. رک: دیوان کلیم چاپ بیضای ص ۳۷۴.

بهر که پند نگیرد . جفای چرخ بجاست بدست هر چه شکسته نشد ، بسنگ سزاست (۱)

رباعی

در معرکه این تفنگ فریاد رس است خصم افگن و گرم خوی و آتش نفس است
موقوف اشارتست در کشتن خصم سویش نگهی، ز گوشه چشم بس است

خوند کار روم در تمهینت نامه جلوس شاه جهان پادشاه نوشت که :
شما خود را شاه جهان لقب کرده اید ، — هفت اقلیم — داخل جهان است
و شما پادشاهی همه ندارید . بهترین نامه نزد خدا عبدالله و عبدالرحمن
است . ازین نامه نامی اختیار نمایند! بعد مطالعه همه مصلحت کردند که
باید خطاب را تغییر کرد . کلیم ازین معنی مطلع شده این بیت گذرانید :

هند و جهان ز روی عده چون برابر است بر شه خطاب شاهجهان زان مقرر است

۵۹ ۵۹

پادشاه همین شعر در جواب نوشت . و کلیم را بزر سنجیدن حکم

فرمود .

وقتی که بر مزاج پادشاه عالم پناه حرارت تب نمایان شد دران ایام
کلیم این رباعی از نظر گذرانید :

روزی که تن شاهجهان از تب یافت آن نیست که عیسی بعلاجش نشانت
میرفت دعای صحتش بسکه بچرخ میخواست که، آید بزمین، راه نیافت

مثنوی در تعریف اکبرآباد و گلرخان آن جا گفته : اکثر ابیات آن
مطبوع و دلکش است . ازانجا چند بیت بنوشتن میآید :

مثنوی

پسای هر بسنای اکبرآباد بیک پا ایستاده روح فرهاد (۲)
ز صورت بسکه دارد سنگ تزئین نماید بیستون و نقش شیرین

۱- پنج بیت دارد . رک : دیوان چاپ بیضی ص ۸ .

۲- دیوان کلیم چاپ بیضی ۲۳۰ بیت دارد .

بکسب عیش اهل حرفه هر روز
 همه سرمایه دریا و معدن
 ز یک دکان او، ضد کاروان بار
 متاع شتر مرغ و جان آدم
 توان صحت خریدن بهر بیمار
 شگفته گلبنی، بینسی بهر گام
 که بر دیبای چینی ناز دارد
 همیشه جایش از عزت پس پشت
 ببنقد قلب ما کی بنگرد باز
 درست از وی گرفت و خوردنش داد
 نیاید مشتری اندر برابر
 باین پر فن کدامین حیلہ بازد
 زغم پیچیده همچون بیرہ بر خویش
 که جز خون خوردن، از وی، نیست حاصل
 ورق گرداندن آمد کار ایشان
 که گوهر گشته اورا، حلقه در گوش
 گهر را چه، صدف گرسینه چاکست
 صنوبر قامتی عاشق فریب است
 گریبان ها همه در دامن از اوست
 سراپا راحت است و دلنوازی
 گل نر از میسان شعله خیزد
 ازان بسی پرده محبوبی، چه گویم
 بسان سرو، دائم بر لب جوی
 بستان خانگی آیند در کار
 شکیب عاشقان بر بساد داده
 بدست زلف و در دستش کتاره
 چو گردد جمع، نتوان زندگانی
 بخوبی راجپوتان را کمر بست
 گل اند از برچه با خود خار دارند
 بسان تیغ هم تندند و هم نرم
 چو بوی گل همه رسوا و مستور

خیابانها و بازارش دل افروز
 فتاده در دکان هر مهاجن
 برون آید، اگر باشد خریدار
 بدکانها فتاده بسر سر هم
 بجای دارو از دکان عطار
 ببازارش ز خوبان گل اندام
 قماش دلبری بزاز دارد
 قماش کس برو ننهاده انگشت
 بت صراف با صد هشوه و ناز
 بدستش نقد دل از هر که افتاد
 به پیش روی او از خرمن زر
 باین مغرور زر، عاشق چه سازد
 ز تنبولی دلی دارم همه ریش
 مسنه بسر وعده تنبولیان دل
 قراری نیست در اقرار ایشان
 مگر جوهر فروش، آن آفت هوش
 چه غم دارد، اگر عاشق هلاکست
 بت خیاط شوخ و جامه زیب است
 بتان را خار در پیراهن از اوست
 بت زرگر بآن عاشق گدازی
 عرق چون از رخس در بوته ریزد
 تر حسن شسته دویلی چه گویم
 ترو ترازه، شگفته، آشنا روی
 چو آخر میشود سودای بازار
 پستان و راجپوت و شیخ زاده
 همه افغان پسر عاشق نظاره
 غرور حسن، با جهل نهانی
 قصا روزی که، نقش خیر و شربست
 بخوبی، گر چه از گل عار دارند
 سپاهی زادهها در پرده شرم
 همه چون شعله، خون گرم اند و مغرور

اگر در خلوت و گرد در بر جمع
چو گل هوشبو و خوش رو و شگفته
همین نه دل فریبی مردمش راست
بماشق آشنا، چون شعله با شمع
متاع صبر عاشق پاک رفته
در و دیوار آن محبوب دلهاست (۱)
(خطی)

● تاریخ اعظمی : کلیم موسوم به طالباً، مولدش همدان است که از بلاد عراق عجم است و معاصر شیدا . چون مجد جان قدسی را فردوس آشیانی بزر سنجدیند بغیرت پیچید و بسیار رنجید و گفت : شخصی را به خلق باید کشید عجب که او را بزر کشیدند !

اوائل حال آن عندلیب سخندانی در آغاز جوانی بشیراز شتافته بهره تمام از دانش و علوم رسمی یافته رهنورد هندوستان گردید . اگرچه مدتی در دکن و دیگر ممالک هندوستان سیر کرد ، آخر بدرگاه شاهجهانی رسیده در سلک ملازمان گردید . او را بجهت نظم نمودن — پادشاه نامه — بکشمیر فرستاد و همانجا بود تا نظم سلسله وجودش از هم گسیخت . از اشعار اوست : (۲)

و تاریخ فوتش ازین مصرع مستفاد میشود که مولانا طاهر غنی موزون کرده است . این است ، حیف کز..... الخ
در — مقبره شعرا — که مسکن طالبای همانجا بود آسود . جنگ فیل شاهجهانی (۳) را بسیار خوب گفته است . اکثر کتبه‌های باغات در کشمیر ازوست .
(۱۵۲-۱۵۳)

● ریاض الشعرا : ابو طالب کلیم ، کلیم طور معنی پروری خلیل خوان سخنور است . وی همدانی بوده و در عهد جهانگیر پادشاه بههندوستان آمده ،

-
- ۱- رک : دیوان کلیم چاپ بیضائی (۳۴۰-۵۵۱) دو صد و سی (۲۳۰) بیت دارد .
 - ۲- هفت بیت دارد .
 - ۳- جنگ فیل شاهزاده اورنگ زیب، گفته است . رک : دیوان (ص ۳۵۱) نود و یک شعر دارد . همین جنگ را حاجی سالم و قدسی هم نظم کرده است .

در اردوی پادشاه مزبور بسر میکرده ، رفته رفته در احوالش راه یافته تا آنکه در زمان شاهجهان — ملک الشعراء — هندوستان گردید .

خوش طبیعت و صاحب همت و بلند فکرت بوده : اگرچه در علوم کم مایه است ، لیکن در شاعری قدرت تمام داشته اقسام شعر را خوب میگفته . در مثنوی — شاه نامه — که بجهت شاهجهان پادشاه گفته ، اشعار بلند بسیار است . مضجعش در کشمیر است :

طور معنی بود روشن از کلیم

۸۱۰۶۱

تاریخ فوت اوست و این ابیات اوراست : (شانزده اوراق در شعر دارد)

● مجمع النفاوس : ابو طالب کلیم ، استاد ابو طالب کلیم کمالات و بزرگی و قدرت سخن او مشهور آفاقت . بالجمله از همدانست و مدتی در کاشان بود ، آخر برهنمونی طالع از راه دکن بهند آمده . در خدمت شاهجهان پادشاه خیلی تقرب بهمرسانید . — شاهجهان نامه — مشتمل بر حالات او نظم کرده ، بهرحال استاد هر فنه است چه در غزل و چه در قصیده و چه مثنوی و چه رباعی و چه تاریخ ، از عهده نظم فرمائیش خوب بر میآید :

گویند : پادشاه روم بشاهجهان پادشاه نوشته بود که : شما شاهجهان خطاب خود مقرر کرده اید و حالانکه ایران و توران و بروم و غیرها داخل جهان است و شما پادشاه این ملکها نیستید ! شاهجهان و جمیع منشیان در جواب این برو در ماندند ، و چون ازین مقدمه کلیم آگاهی یافت قصیده در مدح پادشاه مسطور گفته که دران این بیت است و جواب سوال مذکور ازان پیدا . هند و جهان الخ .

پس همین بیت را در جواب نامه خوندار روم نوشتند و کلیم را بزرگشیدند .

بدانکه اکثر اهل ایران شعر کلیم را بر سخن صائب ترجیح میدهند ، هرچند دیوان انتخاب میرزا صائب دو برابر دیوان غزل کلیم باشد ، اما هر غزلی که این دو بزرگوار گفته اند ، غزل کلیم بر غزل صائب میجرید . و نیز در اکثر جاها ابو طالب نام او دیده شد ، و او خود را بطالب یاد کرده . چنانچه در قطعه تاریخ عزیمت عراق گفته :

توفیق رفیق طالب - آمد

۸۱۰۲۸

و ملا طاهر غنی تاریخ وفات کلیم چنین گفته :

حیف کز دیوار این گلشن پرید طالبا آن بلبیل باغ نعیم (۱)

و ماده تاریخ این مصرع است :

-- طور معنی بود روشن از کلیم --

۸۱۰۶۱

و این ظاهرا ازان عالم است که پور ادهم را ادهم و شیخ صنعان را صنعان و پور سبکتگین را سبکتگین گفته اند : والله اعلم .

بهر طور کلیم شاعر زبردست قادر سخن است چنانچه از دیوان فصاحت بیان او ظاهر است . و شعرهای درد مند و یاسی اکثر دارد ، و شیخ مجد علی جزین که از نوواردان هندوستان است ، منکر شادابی کلام کلیم است . و بعضی از مقلدان هند ، که کاسه لیسان تقلید اند ، پیروی او دارند . لیکن در واقع این ستم محض است . لطیفه یکی از تلامذۀ فقیر آرزو : هنگامی که نقل عدم شادابی سخن کلیم بمیان آمده بود که شیخ جزین بدان قائلست .

گفت که : من درین باب فال از دیوان خواجه حافظ شیرازی بر آورده بودم
قصه برعکس معلوم شد زیرا که این مصرع بر آمده .
کی شعر تر انگیزد خاطر که حزین باشد

گفتم : سبحان الله! این از نوادر اتفاقات است بلکه از جناب لسان الغیب
(قدس سره) احقاق حق است . درینولا پاره از اشعار کلیم بطریق نمودج
نوشته میشود .

گوئی مرا فروخته یوسف خریده است
پشت پایم رسد از دست بدنیا نرسد
خونابه غمی که ز دلها زیاده بود
خبر ز کرم روان بیشتر نمیاپد
بیمار گشته از غم پرهیز اگر شکسته
ما را که بر نداشته چون بر زبان زنده
حیرتی دارم که میاید برم یا میرود
اول بلا بمرغ بلنسد آشیان رسد
کوته تر است، زانکه ز دل بر زبان رسد
دها اثر نکند گهر بر آسمان رفته
کمر کجاست که یکباره از میان رفته
یکبار ساغر از کف ما میتوان گرفت
گر من (کلیم) پای بدامان تر کشم
باید رفت که ، بهر دگران جا باشد
ساعتی از کف بنه آب گل آلوده را
کسی پیرش یک شهر آشنا چه کند
کریم چون گهر افشان شود گدا چه کند
بداد ما برس ای دوست، تا زبانی هست
روپس نکرد هر که ازین خاکدان گذشت
با همتی که از ، سر عالم توان گذشت
آنهم (کلیم) با تو بگویم چسان گذشت
روز دگر ، بکنند دل از جهان گذشت

شاد است بخت بد که بمفتم ز دست داد
هستم هست رسا بخت اگر کوتاه است
در جام لاله و گل این باغ کرده اند
چوسیل، خود خبر خود برم، بهر وادی
دارم دل که هرگز، نشکسته خاطری را
مقبول روزگار نگشتیم و ایمنیم
یسکه از شوخی بهر سو سرودش مائلست
گاهی که سنگ حادثه از آسمان رسد
حرف شب وصال ، که عمرش دراز باد
تمک ز گریه و تاثیر از فغان رفته
دهان تنگ تو گاهی بچشم میآید
ای مست ناز گر همه باید بخاک ریخت
خار شکسته در قدمم سبز میشود
از همان بزم که، جز من هگری راه نداشت
صبر گوارا کند هر چه بود فاگوار
مریض را چو عیادت کشد دوا چه کند
مپرس حال دل آندم که در سخن آئی
تسو بیزبانی مارا حریف خسوفه
وضع زمانه قابل دیدن دوباره نیست
طبعی بهم رسان که بسازی بمسالمی
بدنامی حیات، دو روزی نبود پیش
یک روز، صرف بستن دل شد، باین و آن

روشن دلان حباب صفت چشم بسته اند
جز خاک کوی دوست، که نتوان ازو گذشت
ستم ظاهر او، لطف نهانی دارد
آشنائی از ره بیگانگی چسبان تر است
زوزن چه احتیاج، اگر خانه تار نیست
از خاک سینه، بستن خونم روا نداشت
صید را میکشد آن شوخ، که لاغر نشود
بسکه کم رفتم بدرها روشناس هر دم

رباعی

از راز دو کون، گر کس آگاه افتد
بیچاره، به تنگنای گیتی، چه کند
ایدل! گر رفع احتیاجت هوسست
حاجت کمتر، چو دستگه نیست فراخ
چون جاده سر زاه بهر راه افتند
مانند شناوری که، در چاه افتد
بر خویش مگیر تنگ تا دست رست
خاریدن گوش را، یک انگشت بست
(۲۹۶ ب - ۲۹۷ ب)

● سرو آزاد : کلیم ابو طالب همدانی المولد کاشانی الوطن : عارج طور معانی است و مقتبس نورسرخدانی، مبیضه سخنش ید بیضا است، و خامه سحر شکنش همدست عصا. در جمیع اسالیب نظم قدرت عالی دارد و همه جا داد سخنوری میدهد و لهذا جمعی او را — خلاق المعانی — (۱) گفته اند. دو بار بسیر هند شتافت. کورت اولی در عهد جهانگیری رسید و با شاه نواز خان بن میرزا رستم صفوی (۲) صحبت کوک گردید: بعد چندی یاد وطن دامنگیر شد و در سنه ثمان و عشرين و الف (۱۰۲۸هـ) بعراق عجم صرف عنان نموده:

— توفیق رفیق طالب —

۱۰۲۸هـ

تاریخ مراجعت خود یافت: لیکن بیش از دو سال در آنجا نه استاد. و کورت ثانی شبدیز عزم جانب هند جلو ریز ساخت و با میر جمله شهرستانی متخلص بروح الامین مصاحب و مربوط گشت، و تمعی برداشت.

۱- نصر آبادی گفته است.

۲- شاهنواز خان شیرازی

و در مدح او و شاه نواز خان قصائد غرا پرداخت .

آخر دست بدامن دولت صاحبقران ثانی شاهجهان (انارالله برهانه) زد و در ثنا گستران قوائم سریر خلافت رتبه سر حلقگی بهم رساند . و بخطاب — ملک الشعرائی — بلند آوازه گشت . و سالها در رکاب والا مشمول عواطف بود .

صاحبقران وقتی که از سفر اول کشمیر لوای معاودت بر افراخت و چتر سلطنت در قرب مستقرالخلافة اکبرآباد سایه وصول انداخت، ساعت در آمدن شهر و جلوس بر تخت مرصعی — که حسب الامر بصرف کرور روپیه زینت ترتیب یافت و در عرض هفت سال صورت اتمام پذیرفت، و شعرای پای تخت اشعار آبدار در تعریف این سریر بی نظیر پرداخته اند، و مورخان روزگار برخی ازان اشعار در تاریخ نامها ایراد ساخته — باختیار انجم شناسان روز جمعه سوم شوال سنه اربع و اربعین و الف (۱۰۴۲هـ) مقرر شد: و تا رسیدن ساعت در نزدیکی شهر توقف نمود: و غره شوال این سال نیر اعظم در نر هتکده حمل خرامید و معانقه عید و نوروز نشه سرور جهانیان را دوبالا ساخت . پادشاه بتاریخ مقرر داخل شهر شد و بر تخت مرصع جلوس نمود و تا نه روز جشن عالی انعقاد یافت .

ابوطالب کلیم در تهنیت اربع و توصیف تخت مرصع قصیده نظم کرد و به پایه سریر اعلیٰ معروض داشت: مطلعش این است:

خجسته مقدم نوروز غره شوال نشانده اند چه گلم عی، برس سال (۱)

قصیده درجه قبول یافت و کلیم بمیزان عنایت خسروی سنجیده شد: مبلغ پنج هزار و پانصد روپیه هم سنگ برآمد و بان زبده موزونان انعام شد .

۱- یکصد و شصست بیت دارد (حیات کلیم ص ۵۲)

و در جشن نوروز سال دیگر یعنی خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵هـ) حاجی محمدجان قدسی در مقابله قصیده بزر سنجیده شد. و همین قدر مبلغ هموزن برآمد. چنانچه در ترجمه او گذارش یافت.

و در سنه ست و اربعین و الف (۱۰۴۶هـ) باقیا نائینی (۱) قصیده تمهیت نوروز بعرض صاحبقران رسانید و بزر برکشیده شد. و مبلغ پنج هزار روپیه مساوی وزن حاصل کرد:

و بوضوح پیوست که قدسی و کلیم بیایه سریر شاهی، چنانچه در میزان اکرام هم سنگ بودند، در میزان انعام هم رتبه مساوات داشتند، و چنانچه این هر دو از باقیا در موزون معنوی راجح اند، در موزون صوری نیز رجحان داشتند. و در جشن وزن شمسی سنه ثمان و اربعین و الف (۱۰۴۸هـ) در دارالسلطنت لاهور کلیم را هزار روپیه بصیغه جائرة شعر عنایت شد.

کلیم در آخر ایام حیات خود، نظم فتوحات صاحبقران تقریب ساخته، رخصت کشمیر حاصل کرد، و در آن خطه بهشت آئین رنگ اقامت ریخت و بتقرر سالیانه از سرکار بادشاهی آسوده حال میگزرانید.

چون الویه صاحبقران در سنه خمس و خمسين و الف (۱۰۵۵هـ) بصوب کشمیر ارتفاع یافت، و غره ربیع الاول این سال ظل ورود بر خطه کشمیر انداخت، ابوظالب کلیم قصیده در تمهیت مقدم (۲) بسمع پادشاه رسانید و بمرحمت خلعت و دوپست اشرفی ظلای احمر بهره مند گردید.

و همچنین روزی که موکب سلطانی موافق چهارم شعبان همین سال (۱۰۵۵هـ) از گلگشت کشمیر عطف عنان نمود، کلیم را در صله قصیده دوپست مهر انعام شد:

۱- باقیای نائینی: رک: میخانه ۵۵۸ - نصرآبادی ۳۰۶ - صدیق حسن ۹ - خزانه عامره ۱۵۰ - شاهجهان نامه (۱۰۴۶هـ).

۲- ای بخت مژده! کز افق کبریا رسید خورشید رحمتی، که به هر ذره وا رسید (حیات کلیم ص ۵۳)

فوت كنيم پانزدهم ذى الحجه سنه احدى و ستين و الف (۸۱۰۶۱)
 وقوع يافت و در نزديكى قبر مجد قلى سليم مدفون گرديد : (۷۹-۷۷)

● مرآت آفتاب نما : كلیم نامش ابو طالب مولدش همدان و توطن در
 كاشان . در آغاز جوانى بجهت تحصيل علوم بشيراز شتافته و از راه دكن
 در هندوستان بملازمت شاه جهان و مداحى آن پرداخته . بعد از فوت مجد جان
 قدسى ، خطاب — ملك الشعرا — يافته . در گفتن تاريخ و ابيات و غزل رسا .
 و در مثنوى گوىى از — شاهجهان نامه — (۱) معلوم شد كه چنان قدرت

۱- در اصل نام مثنوى - شاهنامه - است و تاكنون چاپ نشده ، نسخه كه ازان دكتور شريف النسا
 استفاده کرده است ، ابواب و تعداد ابيات بقرار ذيل دارد :

حصه اول

۸۳	حمد
۲۶	تمت حضرت سيد المرسلين (صلعم)
۱۰۵	در صفت شب معراج حضرت سيد كائنات (صلعم)
۶۳	در مدح حضرت پادشاه
۵۳	خطاب پادشاه فلک قدر جم جاه
۱۳۳	در تعريف سخن
<۶۰	آغاز داستان و گذارش احوال صاحب قران
۱۸۲	فوت شدن پادشاه غلد آرامگاه گيتى ستان حضرت بابر پادشاه
۲۱۷	جلوس مهمت مانوس حضرت همايون پادشاه
	رسيدن خبر شفقار شدن حضرت جهان باني همايون پادشاه و جلوس
<۰۶	جلال الدين اكبر پادشاه .
۸۵	ولادت پادشاه عالم شاهجهان پادشاه
۲۵۸	بمكتب دادن شاه بلند اقبال را
۵۷	برادران شاه صاحب قران
<۲	در بيان جشن كتخدای شاه صاحبقران
۹۲	در بيان شهر به شمشير زدن صاحبقران در شكار بازي

فداشته . هنگام امر تنظیم — شاهجهان نامه — از تصدیقه کسرد و با دود دود
پریشانی دماغ رخصت بکشمیر خواسته بتقرر سی هزار روپیه سالیانه در انصرام
کار پرداخته .

۴۷۷	رفتن حضرت جنت مکان به اجمیر و فرستادن بلند اقبال به تسخیر دکن
۲۱۲	آغاز سال نهم جهانگیری و اذن یافتن جشن نوروزی شاه بلند اقبال
۲۲	در ولایت رانا
۶۰	ولادت نواب مهد علیا بیگم صاحب
۱۱۷	در ولادت شاهزاده بلند اقبال دارا شکوه
۱۶۱	رفتن شاه بلند اقبال به فتح دکن
۶۶	رفتن حضرت جنت مکان و فتح جام و باده باقبال صاحبقران
۱۱۶	فتح قلعه نگر کوت و تنبیه سورج مل
۴۰	ولادت شاهزاده اورنگزیب
۵۵۱	رفتن شاهزاده صاحبقران نوبت دوم بدکن
۹۱	در بیان توبه شاهنشاه توفیق یار
۱۳۶	ولادت شاهزاده عالمیان سلطان مراد بخش
	بیان رحلت شاه جنت مکان و دیگر سوانح

حصه دوم

	ابتداء جلد ثانی جلوس مبارک اعلحضرت خلافت پناهی ظل الهی
۱۹۷	بر تخت شاهنشاهی .
۹۷	آمدن شاهزادهای عظام بآصف خان از لاهور و ملازمت نمودن اعلحضرت
۲۵۵	تعریف جشن نوروز که بعد جلوس مبارک بر تخت شاهنشاهی عالم افروزی نمود
۱۱۹	تعریف دارالخلافه آگره
۲۶۲	لشکر کشیدن نذر محمد خان به تسخیر کابل و بانجام برگشتن او از آن
۱۹۷	گریختن ججهار سنگه بندیله از درگاه معلی و سزا یافتن او
۶۹	آمدن رسول شاه عباس والی ایران بدرگاه خلایق پناه
۹۶۰	قرار نمودن خان جهان لودی از درگاه معلی
۸۷	توجه رایات اقبال صاحبقران بدکن و تنبیه یافتن نظام
۱۳۶	جشن نوروزی جلوس مبارک بر تخت شاهنشاهی

و در صوبه مذکور وفات نمود. و — شاهجهان نامه — را نا تمام گذاشته .
متصل قبر قدسی و سلیم مدفون گردیده .
و سر خوش بعد از وی مدح بسیاری مینگارد که : وقتی که خونکار

۸۶	رسیدن جادونرای حرام نمک به تیغ انتقام علی نظام
۷۵	توجه لشکر منصور از هر طرف به تنبیه مخالفان
۲۱۴	تعیین شدن یمین الدوله آصف خان بسرداری لشکر دکن
۲۵۸	رفتن دریا و پیرا از ملک علی نظام بجانب مالوه و قتل دریا
۱۸۹	کیفیت کشته شدن پیرا و بیان عاقبت حال او
۱۲۱	تعریف قحط دکن
۱۰۰	آغاز سال چهارم از دور جلوس اول و آمدن بهار عالم
۱۱۷	فتح قلعه قندهار
۱۵۶	فوت ممتاز محل • بنای عمارت مقبره مومی الیها
۵۷	بیان عاقبت کار بی نظام
۳۸۷	رفتن یمین الدوله آصف خان خانانان به تادیب بیجاپوریان
۲۹	آغاز سال پنجم از دور اول بهار عالم افروز
۱۰۵	مراجعت نمودن شهنشاه گیتی ستان از دکن بمستقر اکبرآباد
۱۴۱	فتح بندر هگلی
۴۱	جشن وزن اعلحضرت ظل الهی
۴۵	فتح قلعه کانسر
۶۵	تمهید کدخدای شاهزاده عالی قدر
۲۰۵	جشن دامادی شاهزاده دارا شکوه
۵۲	تمهید کدخدای شاهزاده شاه شجاع
۷۵	آغاز سال ششم از جلوس همایون
۸۸	در تعریف رزم آوری شاهزاده اورنگزیب با فیل
۲۹	رفتن صفدر خان برسات جانب ایران
۲۵۹	فتح قلعه دولت آباد
۸۰	توجه رایات جهانکشا به دارالخلافة اکبرآباد بصوب دارالخلافة لاهور
۲۲۵	آغاز سال هفتم از جلوس میمنت اثر ظل الله بر تخت شاهنشاهی

روم نامه در تمهیت جلوس والا نگاشت دران تحریر نمود که : شما خود را شاهجهان لقب کرده اید ، اگر ملک ما و ایران و توران و غیره داخل جهان است پادشاهی اینجا نمیدارید ؟ بهترین اسما نزد حق تعالی عبدالله و عبدالرحیم است ، ازین اسما لقبی اختیار کنید . بعد ملاحظه بیمین الدوله مشورت کردند که این لقب را تغییر باید داد . کلیم خبر یافته این بیت را گذرانید .

هند و جهان، ز روی هدهد، چون برابر است
بر من خطاب شاهجهان، زان مقرر است

۵۹ ۵۹

همین بیت را بجواب نوشتند و وی را بزر کشیدند : ازوست .

(دو بیت دارد ۱۹۴ الف - ب)

۲۱۱	در تعریف کشمیر
۱۸۰	تعریف فرح بخش و فیض بخش کشمیر
۱۷	ظهور کرامت اهلحضرت شاهنشاهی
۴۵۷	توجه رایات حضرت شاهنشاهی بجانب هندوستان
۲۸۵	توجه رایات کشور کشا بسوی دارالخلافه اکبرآباد
۱۷۰	آغاز سال هشتم
۱۳۱	بغی ورزیدن ججهار سنگه بندبده
۲۹	توجه رایات شاهنشاهی بصوب دکن
۳۵۵	فتح سائر قلعات ججهار سنگه
۱۷۹	تتمه حال خسران مال ججهار سنگه
۱۰۱	فرستادن رسولان نزد سلاطین دکن
۱۰۹	فرستادن افواج کینه خواه بتادیب ساهو و تخریب ملک عادل خان
۹۲۵	آمدن بهار عالم افروز آغاز سال نهم از جلوس مبارک
۱۲۵	مرامت نمودن رایات اقبال شاهنشاهی بمستقر دولت
۲۸۳	سزا یافتن باینقر جعلی به تیغ سیاست
۴۱۳	دگر بمض از فتوحات خان دوران بمد از تسخیر اودگیر و اریسه
۴۳	آمدن شاهزاده عالمیان اورنگزیب بدرگاه معل
۲۶۳	در بیان کتخدائی شاهزاده اورنگزیب
۱۵۳	فتح ملک قبت باقبال شاهنشاهی از سهی مرزبان
۱۴۸۴۰	

● نتایج الافکار : صاحب فکر مستقیم ابوطالب کلیم که اصلش از همدان است و در کاشان اقامت داشته . رنگ بخش گلستان سخن است و عندلیب چمنستان این فن . طبع بلندش طالب مضامین رنگین و فکر نزاکت پسندش تلاشی خیالات دلنشین . وادی اقسام نظم را بگام فصاحت طی نموده و در مراتب سخن بخوش کلامی گوی سبقت ربوده :

در آغاز شباب بعهد جهانگیری وارد هندوستان گشته با ارتباط شاه نواز خان بن میرزا رستم صفوی بهره اندوز فواید گردید . مراجعت بایران نمود ، و زیاده از دو سال در ولایت نمانده . باز عنان عزیمت بجانب هند منعطف ساخت ، و چندی برفاقت میر جمله شهرستانی پرداخت :

آخر بظل عاطفت شاهجهان جا گرفت و بنوازشات شاهی کارش ترقی پذیرفت . و در جلدوی نظم مدحیه باوقات مختلفه در تقاریب جشن نوروز و غیر ذالک و توصیف تخت طاووسی بمیزان سنجی و عطای صلوات نمایان و جمعیت فراوان بهم رسانید . و بعنایات خطاب — ملک الشعرای — ممتاز زمان و محسود اقران گردید .

در اواخر عمر بنظم فتوحات شاهجهانی مامور گشته بتقرر سالانه از پیشگاه شاهی و انزوا در کشمیر دلپذیر دستوری یافت :

وقتی خوندار روم باعلی حضرت نوشته که : خطاب شاهجهانی باوجود سلاطین روزگار صادق نیاید ! شاهجهان در جواب آن متامل بوده ، ابوطالب کلیم بعرض رسانید :

هند و جهان، ز روی مدد، چون یکی بود بر شاه ما، خطاب ازین رو، مبارک است

۵۹ ۵۹

پادشاه خوش وقت گشته همین بیت را در جواب نگاشت و کلیم را بزر سنجدید :

آخرکار در کشمیر که منزوی بود در سنه احدی و ستین و الف (۸۱۰۶۱) راهی در آخره گردید و به پهلوئی قبر محمد قلی سلیم منزل گزید : غنی کشمیری تاریخ وفاتش درین مصرع یافته :

— طور معنی بود روشن ، از کلیم —

(ص ۶۰۲)

۸۱۰۶۱

● شمع انجمن : کلیم ابو طالب همدانی کاشانی . استاد قیامت کار است و نخته کن دکان سخنوران روزگار : خامه سحر شکن او عصای موسوی ست بلکه آستین ید بیضا . اقسام سخن را در کمال خوبی بکرسی بیان نشانده ، و بیشتر غزلیات را یکدست بهم رسانده . عارج طور معانی است ، و مقتبس نور سخنندانی . در جمیع اسالیب نظم قدرت بلند دارد و همه جا داد مستغیثان سخن میدهد . او را — خلاق المعانی — گفته اند .

دو بار بسیر هند شتافت و تمتعی وافر برداشت : آخر دست بدامن دولت شاهجهانی زد و در ثنا گستران قوائم سریر خلافت رتبه سر حلقگی بهم رسانید . و بخطاب — ملک الشعرای — بلند آوازه گشت :

فوت او در ماه ذی حجه (۸۱۰۶۱) وقوع یافت و در کشمیر نزد قبر محمد قلی سلیم مدفون گردید : کلیم آتش سخن از نخل قلم چنین بیرون میآرد :
(۵۷ شعر دارد ص ۴۰۲)

● شعرالمعجم : علامه شاد روان مولانا شبلی راجع به شعر و شاعری کلیم مینویسد :

شاعری

کلیم در تمام اصناف شعر وارد است . قصائد زیاد و نیز مثنویات عدیده دارد . دیوان غزلیات علاحده است . مثنوی از مدتی از پایه خود افتاده بود ،

مثنویات کلیم هم کم ارزش بلکه عامیانه اند، این قدر هست که او بر یک چیزهای کوچک و جزئی نظم نوشته است که آن در نزد اکثر شعرا مبتذل شمرده میشود. مثل انگشتی، قلمدان، کششی، تفنگ، و غیره و غیره که در شان هر کدام قطعات و رباعیات گفته است.

قصائد

در قصائد شیوه حاجی محمد جان قدسی است. یعنی بندش های پیچدار و مشکل عرفی و نظیری را، صاف و روشن کرده، و مبالغه و حسن تعلیل را وسعت داده است. لکن مع الوصف از متانت و فخامت و نیز بلندی قصیده کاسته شده و رنگ تغزل و غزلیت غالب آمده است.

چیزی را که مردم مضمون آفرینی گویند، کلیم در اینجا یعنی در قصیده بقدری زیاد دارد. که گوئی انباری است از مضامین و معانی: تمهید قصائد را اکثر از واقعات اصلی شروع میکند، مثل گرمی و سردی موسم، سختی و رنج سفر، دشواری گذار کردن از کوهها، لکن مضمون آفرینی های خیالی، که هیچ علاقه و ارتباطی بواقع و واقعیت ندارد، او آنرا طلسمی بنظر جلوه میدهد، و با همه اینها در این میانه بسته و گریخته شعری هم بیرون میآید که چکیده روح سخن و شاعری میباشد: (ص ۱۷۸)

باید دانست که دران زمان خوبی قصائد صرفاً محدود بر مبالغه، تشبیه، حسن تعلیل و مبالغه شعری بوده است، و در این شبه نیست که این اوصاف در قصائد کلیم بعد افراط وجود دارد. در اینجا یعنی در قصائد تناسب و موزونی با حسن ترکیبات، ضافی و روشنی مکالمات، برجستگی و شستگی و نیز روانی محاورات پایه ای است که، آن در همعصران او نیست:

در استعارات شوخ و نوین و تازه از طالب آملی کمی دارد ، لیکن در دیگر اوصاف از او خیلی جلو تر است .
(ص ۱۷۹-۱۸۰)

مضامین مدحیه هزاران بار پامال شده بود ، و لذا برای بدست آوردن میزان نیروی طبع و قوه ابداع یک شاعر باید این مواقع بخصوص را در نظر گرفت . کلیم اگرچه از مدح مضایقه میکند ، یعنی نیروی اصلی و قوت طبع را در تمهید بهار و غیره صرف مینماید ، با این حال ، جدت و تازه آفرینی و ایجاد معانی بدیع او قابل استعجاب است .
(ص ۱۸۰)

غزل

هنر اصلی کلیم غزل سرائی است : پیشروان او در غزل هر کدام رشته خاصی پدید آورده بودند . مثلاً عرفی فلسفه ، نظیری تغزل ، طالب آملی استعارات شوخ ، وحشی و میلی معامله بندی ، کلیم همه آنها را کم و بیش دارد . اما شبوه خاص او یا صفت ممتاز اش در غزل ، مضمون بندی یا معنی آفرینی و خیال بافی است . مثالی که شبوه خاص صائب است ، آن را هم کلیم آغاز کرده است . در فلسفه نکات بسیار دقیق نمیتواند پدید بیاورد ، لیکن آنچه درین باب بقلم آورده است ، اگر در یکجا جمع کرده شود ، فلسفه خاص خوبی خواهد شد .

معنی آفرینی و خیال بافی

چیزی را که ما مضمون آفرینی میگوئیم ، اگر تحلیل کرده شود ، هر آینه آن تشبیه و استعاره نو و تازه میشود ، یا مبالغه عجیب و شگفت انگیز ، و یا یک دعوی شاعرانه در میآید ، که آن در اصل صحیح نیست ، ولی شاعر مدعی آن میباشد و روی دلائل شاعرانه ثابت میکند ، این را حسن تعلیل

نیز گویند ، باید دانست که تمامی این معانی در غزل کلیم باعلی درجه یافت
میشود . (۱۸۱)

مثالیه

مضامین مثالیه ابتداء معدود و انگشت شمار یافت میشد . قصیده
مشهور امیر خسرو سر تا سر در همین صنعت یعنی صنعت مثالیه است .
لیکن کلیم میرزا صائب و غنی آن را گویای یک فن خاص قرار دادند . و
چون این سه شاعر مدتها در کشمیر همدم و هم قلم میز بستند و باهم مشاعره
میکردند ، ظن غالب این است که ، اثر هم صنعتی ، این طرز را جولانگاه
مشترک گردانیده است . علی قلی سلیم هم درین فن یعنی مثالیه ماهر است ،
و شاید آن هم بدین سبب باشد که سلیم هم در این جا یعنی در کشمیر
مدفون است .

بهر حال کلیم این صنف را بسی ترقی داده است . اکثر دعویهای او
فی نفسه صحیح بوده ، لیکن استدلال شاعرانه میباشد . در بعضی موارد دعوی
و دلیل هر دو خیالی است و در این جا تخیل شاعرانه زیاد بکار برده شده
است . (۱۸۲-۱۸۳)

نیروی تخیل

شاعری در نزد اکثری ، صرفاً عبارت است از قوت تخیل ؛ و اگر این
حرف صحیح باشد کلیم سراپا شاعر است . چه هر شعر او یک منظری است
از قوت تخیل . تمام عالم و تمامی وقائع عالم ، شاعر را بواسطه نیروی
تخیل ، بصورت خاص دیگری بنظر میآید .

مکالمات و محاورات

اگرچه غزل در آن زمان استیلا و غلبه معنی سازی و خیال بافی شعرا را

از زبان یعنی الفاظ و محاوره بندی غافل کرده : چنانکه ناصر علی ، غمی ، بیدل درین دائره افتاده، از لطف زبان بیگانه شده بودند ، لیکن کلیم باوجود منتها درجه نازک خیالی ، این سر رشته را از دست نمیداده است : او همیشه در پی پیدا کردن مضامین و معانی نوین بوده . و معذک این را فراموش نمیگرد که او ایرانی است و هندی نیست ، و لذا علاوه بر مکالمات و الفاظ روز مره ، اکثر محاورات خالص استعمال میکنند که مردم عام بسی کومک فرهنگ نمیتوانند آنها را بفهمند .

(۳ : ۱۸۹)

● حیات و تصنیفات میرزا ابو طالب کلیم همدانی : دکتر شریف النسا بیگم انصاری (دانشگاه عثمانیه حیدرآباد) در سال (۱۹۶۱ع) مقاله دکتوری راجع بحیات کلیم چاپ کرده است ، که ماحصل آن بقرار ذیل ثبت میشود :

عمر و تاریخ تولد

اگر فرض کنیم که کلیم در عمر بیست یا بیست و یک سالگی بین سنوات (۱۰۱۰-۱۰۱۲ هـ) از شیراز وارد دکن شد (۱) ، پس سال پیدایش وی در بین (۹۹۰-۹۹۲ هـ) باید قرار بدهیم . و از این حساب وقتیکه در سال (۱۰۶۱ هـ) وفات یافت ، عمرش هفتاد یا هفتاد و یک سال میشود :

(۲۲ -)

ورود هند (دکن)

کلیم از ایران اول وارد دکن شد ، نواب شاهنواز خان شیرازی (متوفی ۱۰۲۰ هـ) (۲) وزیر ابراهیم عادل شاه ثانی (متوفی ۱۰۳۷ هـ) که از

۱- رک : اورنتیل کالج میگزین اگست (۱۹۵۹ع) .

۲- در دیوان کامی شیرازی رباعی زیر در تاریخ فوتش است :

آن سرو که بود بر جنان تو بیخش بر کند چون صرصر اجل از بیخش

سال (۱۰۰۳ هـ تا ۱۰۱۸ هـ) وزیر مملکت بود و بسیار نفوذ داشت، همانوقت در تعمیر نوریس پور (۱) (۱۰۰۸-۱۰۱۲ هـ) مشغول بود. کلیم یک مثنوی و دو قصائد در توصیف — قصر نوریس بهشت — سروده است که دلیل است بر حاضر بودن همانوقت در بیجاپور: و خود نیز میگوید:

بیر عزم بیجاپور گشتم رمی با اختری خوش دشت پیما (ص ۲۲)

شاهنواز خان شیرازی

تذکره نگاران و نویسندگان شرح حال کلیم، عقیده دارند که ممدوح کلیم شاهنواز خان بن رستم صفوی (متوفی ۲۹ جمادی الاخر ۱۰۶۹ هـ) بوده، ولی این اشتباه است. شاهنواز خان شیرازی وزیر ابراهیم عادل شاه بود که تذکره — فانوس خیال — (ورق ۴۰ ب) ویرا شاهنواز خان نیشاپوری نوشته است و صاحب — نظم گزیده — نیز مینویسد:

در خدمت شاهنواز خان نشرونا یافته. بعد از وفات شاهنواز خان، منظور نظر تربیت میرزا محمد امین شهرستانی که در گلکنده میر جمله بود، گشته. (نظم گزیده ورق الف ۱۲۶) (ص ۴۰)

ملاقات با میر جمله

این ملاقات با میر جمله بعد از (۱۰۲۰ هـ) واقع شده باشد، زیرا که میرزا

چون سال وفاتش از خرد جستم گفت از — شاهنواز خان — طلب تاریخش؟

۱۰۲۱ هـ

(حیات کلیم ص ۳۲)

۱- کلیم: شهباز چراغ و شمع در نورسپور هر ذرد ز ند لاف تجلی با طور

هر روز ز شوق این چراغان تا شب خورشید فتیله تابد از رشته نور

(حیات کلیم ص ۳۵)

محمد امین شهمرستانی (روح الامین میر جمله) در سال (۱۰۲۱ هـ) از گلکنده به بیجاپور رسید و چند روز آنجا توقف کرده به اصفهان مراجعت کرد. از اصفهان بسال (۱۰۲۷ هـ) بازگشته بدامن دولت جهانگیر وابسته شد. این هم ممکن است که در بین (۲۷-۱۰۲۸ هـ) کلیم با وی ملاقات کرده باشد. کلیم خود در سال (۱۰۲۸ هـ) از هندوستان رخت سفر بر بسته است. (ص ۲۹)

مراجعت بعراق و یاد هند

کلیم در ماه رمضان یا شوال (۱۰۲۸ هـ) همراه قافله حاجیان از بیجاپور عازم ایران شد:

طالب ز هوا پرستی هند برگشت و سوی مطالب آمد
تاریخ توجه عراقش توفیق رفیق طالب - آمد

۱۰۲۸ هـ

کلیم با حسرت و جرمان هندوستان را ترک گفته است و دلش ازین جهت بسیار ملال داشت. در غزلی احساسات را اظهار کرده است:

بهر منزل فزون دیدم ، ز هجران زاری دل را خوشا حال جرس، فهمیده است آرام منزل را
ز شوق هند زان سان چشم حسرت بر قفا دارم که رو هم گر بره آورم، نمی بینم مقابل را
چمن را غنچه شگفته بسیار است ، میترسم که در گلزار ایران هم، نه بینم شادمان دل را
اسیر هنم و ، زین رفتن بیجا ، پشیمانم کجا خواهد رساندن پر فشانی مرغ بسدل را
اگرچه هند گردابست ، اما از وی نمی بخوام نگیرد دست استغنائی من ، دامان ساحل را
بایران میرود نالان (کلیم) از شوق همراگان بهای دیگران، همچون جرس طی کرده منزل را
(ص ۲۱-۲۲)

صاحب - نظم گزیده - نوشته است:

- در سه هزار و بیست و هشت (۱۰۲۸ هـ) به عراق معاودت نمود
و در اصفهان فقیر به ملاقات ایشان رسیده و مدت سال دو برفاقت

و مصاحبت این فقیر قناعت مینمود، تا آنکه در سنه هزار و سی (۱۰۳۰هـ)

آن متوجه هند و بنده متوجه مکه شد —

(نظم گزیده ورق ۲۰ ب ص ۲۱ الف)

باز گشت

وقتیکه کلیم در هند رسید، میر جمله در آگره بود: بر همان ملاقات سابق، کلیم به آگره شتافت و به دامن وی منسلک گردید و تا (۱۰۳۷هـ) با وی بود. در همان سال شاهجهان بر تخت نشست و کلیم یک قطعه تاریخ راجع به ورود آصف خان (ابوالحسن) از لاهور به آگره، گفت:

— گفتند: بصحت و سلامت —

۱۰۳۷هـ

و راه بدر بار پیدا کرد:

اولین رباعی که موجب صلۀ شاهی شد، آنست که بر تعمیر ایوان پیش جهر وکۀ شاهی (تکمیل بتاریخ ۲۵ ذی الحج - ۱۰۳۷هـ) گفته است و من بعد وابسته به دربار شاهجهان گشت:

(ص ۲۲ - ص ۲۳)

مراجعت پادشاه به کشمیر

پادشاه در سال هفتم جلوس برای کشمیر بتاریخ ۳ شعبان (۱۰۳۳هـ) از اکبر آباد بطرف پنجاب مراجعت کرد: کلیم تاریخ گفت:

شاه جهان و ثانی صاحب قران، که چرخ	از خاک درگشش بسجیان آبروی داد
آمد بسیر گلشن لاهور، چون بهار	گلنهای خاطر همه را، رنگ و بوی داد
قاریخ آن عطیۀ کبری، سپهر گفت:	پنجاب را سعادت جاوید روی داد

۱۰۳۳هـ

تخت طاؤس

در سال (۱۰۳۴هـ) شاهجهان بر تخت طاؤس جلوس کرد. مجد جان قدسی

و بی بدل خان وغیره تاریخها گفتند ، کلیم هم قطعه نوشت :

پادشاه! پایه تخت بود، تاج سپهر دولت گردون نگر، کش یکسرو چار انفراس
و در همین سال (۱۰۲۴هـ) سه واقعه ظهور کرد و کلیم آن هر سه را در
یک قصیده بنظم آورد. قول صاحب — عمل صالح — است: اعیاد ثلثه (۱) ،
عید نوروز و عید فطر و عید قدوم اسعد به دارالخلافة عظمی، سمت نظم
داده و پادشاه او را به زر وزن نمود — (۲)

نشانده اند گل هیش بر سر مه و سال	خجسته مقدم نوروز و غره شوال
ضرورتست بی این دو عید را دو هلال	ببزم هیش دو جامست در کف ساقی
که از سه عید گرفتند کام دل امسال	هلال دلخوشی اهل اکبر آبادم
غبار مرکب شاه جهان ، جهان جلال	بچشم مردم دارالخلافة ، عید نویست
که پادشاه نشینند به تخت استقلال	شرف پذیرد نوروز در چنین عیدی
خدا نصیب کند عمر خضر طول مقال	بوصف تخت مرصع ، گهر فشان گشتم

این قصیده دارای (۱۶۰) بیت است .

(ص ۵۲)

قصیده در جشن وزن پادشاه

در سال (۱۰۲۵هـ) بر موقعه جشن وزن شهنشاه، قصیده که کلیم بحضور
پادشاه گذراند ، فقط در کلیات یافته میشود و آن اینست :

گلزار دهر ، رونق باغ جنان گرفت	صاحبقران ثانی، کز حسن عهد او
دوران که، جمله حاصل دریا و کان گرفت	سامان عید وزن مبارک ، همی کند
اوراق نه فلک را یک بیره پان گرفت	دوران ز خوان حشمت شاهی بجشن وزن
هر روز، کشوری شه گیتی ستان گرفت	تعداد، قلمها و فتوحات ، چون کنم

۱- سرو آزاد ص ۸۷ و مفتاح التواریخ ص ۲۴۴ چهار واقع نوشته است . واقع چهارم تولد

سلیمان شکوه است . ولی از تاریخ معاصر و از بیت کلیم :

که از سه عید گرفتند کام دل امسال

سه واقعه ظاهر میشود .

۲- عمل صالح ۲ : ۸۸ و پادشاه نامه ۲ : ۸۴ .

حکاک تیغ کند بسرو نام فتح را هرقله را که، همچون گین در میان گرفت
چل قلعه فتح شد، که یکی دیو گیر بود کان را، نمیتوان بکمند و کمان گرفت
زان گو نه مرفع، که اگر قلعه دار آن راضی شود توان کمک از آسمان گرفت (۱)

شاه نامه

کلیم بیشتر از سال (۱۰۴۷ هـ) آغاز گفتن — شاهنامه — کرده . مجد امین
قزوینی که — پادشاه نامه — را در همان سال نوشته است مینویسد :
-- در اوقات ، او نیز لال مضمون مشحون -- پادشاه نامه -- را به
رشته نظم میکند ، و این دو کتاب که او (کلیم) و حاجی مجد جان
قدسی نظم میکنند، بعد از اتمام ، مقبول خاص و عام خواهند بود -- (۲)
(ص ۵۸)

مرفع گلشن

کلیم دو قطعه گفته است که از آن سال (۱۰۴۷ هـ) استخراج میشود
و آن سال اختتام یک مرفع است . احتمال است که آن — مرفع گلشن —
باشد که آغاز آن در زمان جهانگیر پادشاه شده است و در عهد شاهجهان
اختتام یافت : (۳)

طرح این گلشن شه جنت مکان کرد از نخست این زمان لیکن، گل اتمام بار آورده است
حسن سعی ثانی صاحبقران شاه جهان آب شادابیش اندر جوئیبار آورده است

و آنرا در عهد شاهجهان — مرفع شاهجهان — نام داده شد و کلیم

۱- حیات کلیم ص ۵۴ بحواله کلیات کلیم ورق ۳۶ ب .

۲- پادشاه نامه قزوینی ورق ۲۷۶ ب .

۳- این — مرفع گلشن — در کتب خانه سلطنتی تهران است . رک : مقاله Y. A. Godard
در آثار ایران (انگلیسی). ۱ : ۱ : ۱ : ۱۹۳۶ع) و آثار ایران (فارسی) شماره اول سال
(۱۳۱۴ش) مقاله حاشیه های مرفع نوشته گدار ص ۵-۱۸ و آثار ایران (انگلیسی) ۲ : ۲ : سال
(۱۹۳۷ع) مقاله Y. A. Godard .

تاریخش از :

- مرقع بی مثل و ببیدل -

۸۱۰۴۶

(۵۹ ص)

(۱) استخراج کرده است :

تاریخ وفات

تاریخ وفات کلیم ۱۵ ذی الحج (۸۱۰۶۱) هست که مجد وارث صاحب

- پادشاه نامه - دارد . (۲)

معاصرین شعرا

معاصرین شعرا که به کلیم رابطه داشتند :

(۱) میر معصوم (متوفی ۸۱۰۵۲) برادر میر سنجر کاشی و شاعر بزرگ

عهد عادل شاه که مجد علی ماهر برای فوت وی تاریخ گفته است :

- معصوم نزد حیدر و سنجر قدم نهاد - (۲)

۸۱۰۵۲

(۲) قدسی مشهدی (متوفی ۸۱۰۵۶)

(۳) میرزا مجد قلی سلیم (متوفی ۸۱۰۵۷)

(۴) ظفر خان احسن (متوفی ۸۱۰۷۳)

(۵) غنی کشمیری (متوفی ۸۱۰۷۹)

(۶) صائب تبریزی (متوفی ۸۱۰۸۰)

(۷) شیدا فتح پوری (متوفی ۸۱۰۴۲) (۴)

(۸) سعیدای گیلانی بی بدل خان

۱- رک : پایان مقال در اوراق آینده .

۲- فهرست بانکپور ۳ : ۹۷

۳- سرو آزاد ص ۸۲

۴- بود - شیدا طوطی شکر مقال (تذکره الشعراء عبدالغنی ص ۷۸)

- ۹) مجد هاشم سنجر (متوفی ۸۱۰۳۱)
- ۱۰) ملک قمی (متوفی ۸۱۰۲۵) کلیم تاریخ فوت وی گفته :
 بستم سال تاریخش، ز ایام بگفتا : او سر اهل سخن بود (۱)
 ۸۱۰۲۵
- ۱۱) نورالدین ظهوری (متوفی ۸۱۰۲۵)

شاهنامه

بامر شاهجهان پادشاه، کلیم منظومه بنام — شاهنامه — سروده است که
 مشتمل است بر احوال آبا و اجداد و تاریخ عهد شاهجهان در دو حصه .
 حصه اول راجع به احوال آباء و اجداد و حصه دوم واقعات عهد شاهجهان .
 نسخه که دکتور شریف النسا ازان استفاده کرده است دارای (۱۲۸۲۰)
 بیت است و تاریخ استنساخ ۱۲ شوال (۸۱۲۵۵) دارد . (۲)

کلیات کلیم

دیوان کلیم که در تهران بکوشش آقای پرتو بیضای چاپ شده است ،
 کامل نیست، فقط دارای (۸۶۶۸) بیت میباشد. نسخه کلیات که دکتور شریف النسا
 ازان استفاده کرده ، از همه کامل تر است . و تعداد اشعار به اینقرار
 دارد :

قصائد :	۳۷	اشعار	۲۶۷۲
ترجیع بند بصورت ساقی نامه :	در مدح ظفرخان	< بند	
ترکیب بند :	در تهنیت نوروز	< بند	
مرثیه :	مجد جان قدسی	۹ بند	۲۷۵

۱- نه بیت دارد رک : دیوان کلیم ص ۷۷

۲- رک : فهرست ابواب تحت — مرآة آفتاب نما — در کتاب حاضر ص ۱۳۶۶

۵۶۸	۶۲	قطعات :
۱۴۴۰	۲۷	مثنویات :
۵۵۹۵	۵۷۱	غزلیات :
۱۹۶	۹۲	رباعیات :
<hr/>		
۱۰۰۴۸		

نصراً آبادی تعداد اشعار کلیم بیست و چهار هزار (۲۴۰۰۰) نوشته است ، و اشعار کلیات و اشعار - شاه نامه - را اگر حساب کنیم (۱۲۸۲۰-۱۰۰۴۸) = ۲۲۸۶۸ میشود :

نسخه چاپی و خطی

فانکون سه مرتبه اشعار کلیم چاپ شده است :

- (۱) منتخب دیوان : نولکشور لکهنو (۱۲۹۷هـ)
- (۲) کلیم کاشانی : آقای کشاورز تهران (۱۳۳۳ش)
- (۳) دیوان کلیم : آقای پرتو بیضای تهران (۱۳۳۶ش)

نسخ دست نویس دیوان و کلیات در اروپا و در هند بقرار زیر میباشد که دکتر شریف النسا از آنها استفاده کرده است :

۱ کلیات	۳ دیوان	آصفیه
۴ کلیات	۹ دیوان	سالار جنگ
۱ کلیات		رامپور
۱ کلیات	۱ دیوان	بانکی پور
۱ کلیات		بودلیان
۱ کلیات	۱ دیوان	موزه بریطانیه

نسخه قدیم از همه آن، نسخه رامپور است (۱/۲ - ۲ - ورق ۲۲۱ سطر ۱۷ کاغذ کشمیری) که مؤلف - عالمگیر نامه - را خود کلیم در کشمیر تقدیم کرده است و این عبارت داد:

در خطه کشمیر دلپذیر ملا طالب کلیم این دیوان بلاغت نشان را
بفقییر تکلیف نمودند .
ذرة بيمقدار محمد کاظم بن محمد امین منشی غفر
و جانب چپ این، عبارت دارد:

و غزلیانی که در حاشیه نوشته بخط اوست . (رحمة الله تعالى)

این نسخه کلیات ناقص الآخر هست و ازین سبب تاریخ استنساخ و نام کاتب معلوم نیست . و بعد ازین ، نسخه آصفیه است (شماره ۱۲۲۵ - اوراق ۳۱۲ سطر ۱۵-۲۰) که دارای تاریخ (۱۰۸۲هـ) میباشد ، و در ترقیمه عبارت دارد:

تمت الديو ان افصح المتكلمين كلیم در تاریخ يوم السبت يازدهم
رجب المرجب سنة اثنين و ثمانين بعد الف من الهجرة النبويه عليه افضل
الصلوات على يد الحقير و فقير يوسف غفرالله مبارکباد .

(۹۰-۱۰۰-۱۵۸-۱۷۵)

● نسخه کراچی : در موزه ملی کراچی نسخه دیوان کلیم (N. M. 1962-175 ورق ۱۵۱ سطر ۱۵) است که تاریخ استنساخ آن (غزه رجب ۱۰۷۱هـ) است ، یعنی ده سال بعد از وفات کلیم استنساخ شده . موزه ملی دو نسخه دیگر نیز بدون تاریخ دارد .

● کلیم و کشمیر: کلیم بسلسله کشمیر آنچه سروده است اینجا ثبت کرده

میشود :

در تعریف کشمیر

دگر بخت، از در یاری بر آمد
ره و رسم جفا جویان، دگر شد
بگلزاریم، طالع رهنما گشت
چه بستانی است، دست عیش گلچین
غلط گفتم، چه بستان و چه گلزار
کسی کشمیر را بستان نگوید
جهان دلکشای کشور فیض
هوایش کرده، از جنت، حکایت
ز امداد هوا، در عین گرما
هوایش، آنچنان در شب جهانتاب
عمارانش همه از چوب، ازانست
درین کشور عزیزت آنچنان، خاک
اگر طرفان باد، آید بساینجا
ز جوش سبزه، در این عالم پاک
اگر باشد کسف خساک بجاده
همیشه در هوایش ابر سیار
اثر نی از زمین، نی آسمان است
ز هر جانب، که نخل قد کشیده
برندان، تاکش این تعلیم داده است
بود زینگونه در آفاق کم شهر
ز خانه تا بکشتی پانهادی

بشهرستان میشم، رهبر آمد
کسی کو بود رهزن، راهبر شد
که با خارش، بود صد رنگ گلگشت
که شهری را، ز یک گل کرده رنگین
بهارستان، نساگرستان، ارم زار
بغیر از روضه رضوان، نگوید
که هر روزن، درو باشد، در فیض
ز بادش، شمع را نبود، شکایت
نجنینه است، بال بساد زن ها
که باشد چون چراغ روز مهتاب
که خاکش همچو، آب روگرانت
که میآرند، از هندوستان خاک
بتعظیمش نخیزد، گرد بر پسا
نیارد ریخت، کاتب بر رقم خاک
بود چون دست مسک ناکشاده
بسان عاشق، اندر کوی دلدار
در ابرو سبزه، این هر دو نهانست
برو عاشق صفت، تاکی تنسیده
که: پای هر درختی جای باده است
که هم باغست و هم دریا و هم شهر
میان سبزه و گل اوفتادی

آب دل

دو دریا، دایه این شهر، دل افروز
یکی جاری میان شهر، چون نیل
ز آبش تازه میگردد روانها
دگر یک دل، که دل شد بیقرارش
عنسان سیر را سرعت نداده

دو عالم، زین دو باشد، عشرت اندوز
بروی خوبی کشمیر ازو نیل
ازانجا هست نامش بر زبانها
ز خوبی، شهر دارد درکنارش
چو طبع من، روان و ایستاده

خوشا شهر و خوشا دل و خوشا کوه
 بکشتی، گل بپر، دامن چه باشد
 که بر دریا پل از گل میتوان بست
 کبابم کرده رشک چشم احوال
 گذشته گل ز سر، چون سبزه جو
 چو بحر شعر و گلهای معانی
 بروید سبزه مو، از سر گل
 تو گوئی سبزه میدانست دریا
 ز آبش هیچ کس آگه نه گشتی
 کسی دیده است؟ این دریا و جاده
 نمایان، همچو انهار بهشتی
 میان سبزه و گل، شاهراه است
 نمیخواهد که راهش گردد آخر
 معطر گشته مغز از وی، چو کافور
 که بر تخت سلیمان، گل فشانده است
 همین نیلوفر است آن نیز کمتر
 ز رنگ هر گلی، نقشی بر آبست
 چو در بزم عروسی سوگساری
 که شاخ موج آبش گل دهد بار
 گلستان ارم در بحر اخضر
 ز برگ، انداخته سجاده، بر آب
 چو بر سجاده، تسبیح گسته
 چگونه بر سر این آتش آیم
 که میآید برون از آب اشگر
 کول را، خنده می آید همیشه
 برد، نخواهی نخواهی، دل ز مردم
 بساین شوخی دل از مردم ربوده
 حنا بر دست بندد، چیدن آن
 بسان آب، داخل کرده در مل
 چه حاجت اینکه، گویم آفتابست
 بود در پیش جامش، دست بسته

کشیده، از کنار شهر، تا کوه
 بسیر دل بیا! گلشن چه باشد
 بنوعی، گل بگل تا کوه پیوست
 نظر تا کرده ام، بر صفحه دل
 رسیده موج آتش، گسر بزانو
 گلش در چار موسم جاودانی
 اگر بر فرق ویزد آب ازین علی
 بزیر سبزه، آتش نیست پیدا
 فدای سبزه اش گر راه کشتی
 میان سبزه، کشتی ره کشاده
 خیابانها، در آب، از راه کشتی
 اگر خود فرودین، در تیر ماه است
 عجب راهی، که چون دیدش مسافر
 نسیم روی دل، زان چشم بد دور
 بجای، گلفشانی را، رسانده است
 گل آبی، بسکشورهای دیگر
 درین دریا، گل افزون از حبابست
 بود نیلوفر اینجا شرمساری
 چه ملکست این خدایا! خرمش دار
 جز این دریا، نبینی جای دیگر
 گلش، در پاکدامانی، چو مهتاب
 بروی برگ، شبنم ها نشسته
 گل سرخ کول را، چون ستایم
 چگویم؟ کی ز من دارند باور
 ز وجد سبزه در این سبز بیشه
 دهان غنچه اش، گاه تبسم
 لب معشوق مست پان خورده
 نگه رنگین شود، از دیدن آن
 بود آمیزش دریا و این گل
 در آب و رنگ، چون جام شرابست
 اگرچه محتسب، خصم ها شکسته

ز منع باده، جانم رو بره داشت
درین قحط شراب و منع باده
گل زردش، که دریا را نقابست
بدریا سر بسر پیسرایه گستر
گلستان ازم با آن نکوئی
بزور نامیه، از قعر دریا
وزین گل، کافتاب گلستانست
دران گلشن که، گل از آب روید
ز باغستان این دریا، چگویم
بود این بحر اخضر پر جزیره
میان هر جزیره، تازہ باغی
سراسر برگها مطبوع و دل خواه

باغ بحر آرا

نخست، از باغ بحر آرا کنسم سر
عجب باغی، نهال گل حصارش
درخت گل، چسو گیرد جای دیوار
درختانش تنومند و برومند
چنان بالیده گل، در این گلستان
شگوفه چونکه گردد گلشن آرا

عیش آباد (۱)

ز بحر آرا روان شد بادل شاد
چنارش آنچنان بالا کشیدست
بسیر گلستان عیش آباد
که بالا دست خود دستی ندیدست

۱- جهانگیر پادشاه راجع به باغها و همارات در تترک آورده است:

باغ نور افزا

متصل شهر کوهچه است که آنرا کوه ساران گویند و هری پر بت نیز نامند
..... درمیان حصار افتاده و دیوار قلعه بر دور آن گشته و کول مذکور
بحصار پیوسته و عمارات دولتخانه مشرف بر آن آب است. و در دولتخانه باغچه
واقع است و مختصر عمارتی در وسط آن که والد بزرگوارم اکثر اوقات در آنجا
هی نشستند بمتمند خان، که از بندهای مزاج دانست، حکم فرمودم که:

بنوعی ، از بزرگی سایه دارد که شهری را ، بزیر سایه دارد
 بهرجا ، دست شاخش پنجه یازید مسلم شد ، ز دست انداز خورشید
 به پیش تیغ ، خور زانسان حجابست کر هر برگیش ابر آفتابست
 طراوت آنچه نمانش آب داده که عکسش کرده آب دل زیاده
 چنان سرخوش ز جام هیش افتاد که کف بر هم زند بسی جنبش باد

در ترتیب باغچه و تعمیر منازل غایت جهد و جهد بتقدیم رساند! در اندک فرصت بحسن اهتمام رونق دیگر یافت .

در باغچه صفت عالی سی و دو ذره مربع مشتمل بر سه قطعه آراسته شده ، و عبارات را از سرنو تعمیر فرموده ، بتصویر استادان نادره کار ، رشک نگار خانه چین ساخت .
 و این باغچه را نور افزا نام کردم . (ص ۳۰۶)

خانه تصویر

بست و هفتم خور داد (سن ۱۱۰۲۹) خانه تصویر که در باغ واقع است و حکم به تعمیر آن شده بود ، در ینسوالا بتصویر استادان نادره کار آراستگی یافت . در مرتبه بالا شبیه جنت آشیانی و عرش آشیانی و در مقابل شبیه مرا و برادرم شاه عباس را کشیده اند . بعد از آن شبیه مرزا کامران و میرزا محمد حکیم و شاه مراد و سلطان دانیال . و در مرتبه دوم شبیه امرا و بندهای خاص را تصویر کرده اند . و در اطراف بیرون خانه سواد منازل راه کشمیر - به ترتیبی که آمده شده - نگاشته اند . یکی از شعرا این مصرع را تاریخ یافته :

مجلس شاهان سلیمان حشم

۱۱۰۲۸

(ص ۳۱۳)

باغ عیش آباد

در باغ عیش آباد درختی بنظر در آمد که شگوفه صد برگ داشت ، بنایت بایده و خوشنما غایتاً سیب او قرش نشان میدادند . (ص ۳۰۸)

چشمه انج و مچھی بهون

روز دوشنبه سی ام (۱۱۰۲۹) . نخست تماشای سر چشمه انج (۱) نموده شد .

این موضع را حضرت عرش آشیانی به رام داس کچھواوه مرحمت نموده بودند و

۱- یکجا - انج - هم نوشته .

باغ فرح بخش

چو دریا، منتهی گردد، بکھسار فرح را ابتدا آید پسیدار
بدامن کوه، بین باغ فرح بخش که از زهت بجهت میدهد بخش

اودر دامن کوه و فراز چشمه عمارات و حوضها ساخته بسی تکلف سر منزلی است ،
در نهایت لطافت و نفاست ، آبش در کمال صفا و عذوبت، ماهی بسیار درو
شناور شعر :

درته آبش ز صفا ریگ خرد کور تواند بدل شب شعر

..... ازین چشمه نیم گروه مجھی بون نام سر چشمه ایست که رای بهاری چند
از بندهای عرش آشیانی بت خانه بسر فراز آن ساخته . آب این چشمه از آن بیشتر
است که توان گفت ، و درختهای کلان کهن سال از چنار و سفیدار و سیاه بید بسر
دور آن رسته . (ص ۳۱۸)

سر چشمه اچهول و ویرناگ

روز سه شنبه ، سی و یکم (۱۰۲۹) بسرچشمه اچهول منزل شد . و آب این
چشمه از آن فزون تر است . آبشار خوشی دارد . بر اطراف درختهای چنار عالی
و سفیدارهای موزون سر بهم آورده نشیمن های دلکش بموقع ترتیب داده بودند . در
مد نظر باغچه گلهای جمعری شگفته . گوی قطعه ایست از بهشت .
روز کم شنبه غره مهر ماه (۱۰۲۹) از اچهول کوچ فرموده قریب به چشمه
ویرناگ منزل شد .

این چشمه منبع دریای بهت است و در دامن کوهی واقع است که از تراکم
اشجار و انبوهی سبزه و گیاه بسوس نمی شود . در زمان شاهزادگی حکم
فرموده بودم که بر سر این چشمه عمارتی - که موافق آن مقام باشد - اساس نهند .
درین ولا بانجام رسیده حوض مثنی چهل و دو درع و چهارده گز عمق و از عکس
سبزه و ریاحین - که بر کوه رسته - زنگاری رنگ و ماهی بسیار شناور و پر دورحوض
ایوانهای طاق زده و باغی درپیش این عمارت ، و از لب حوض تا در باغ جوی
چهار گز در عرض و یک صد و هشتاد در طول و دو گز در عمق، و بر اطراف جوی
خیابان سنگ بست و آب حوض بمشابه صاف و لطیف، که باوجود چهارگز در عمق
اگر نخودی در زیر آب افتاده باشد، بنظر در میآید، و از صفای جوی و سبزه و گیاه
که در زیر آن چشمه رسته ، چه نویسد . اقسام سبزه و ریاحین در هم رسته از جمله
پته نظر میآید . بمینه مانند دم طاووس نقاشانه و از موج آب متحرک و یکسکه گل

خیابانش، که نظاره نواز است
 اگر طول امل، کوتاه نبودی
 ره توصیف آن را، هر که سر کرد
 سخن تا دفتر وصفش کشود است
 چنار و بید مجنون و سفیده
 چنارش، آنچنان با خویش بالید
 ز ساقش، دسته بسر آئینه چرخ
 بیلا نامیه برده چنانش
 بنوعی از بلندی، کامیابست
 خوش آینده تراز، عمر دراز است
 نشانی ز امتدادش مینمودی
 سخن دیگزن نیارد مختصر کرد
 خیابانی ز هر سطری نمود است
 ز رغم هم بگردون سر کشیده
 که یک برگ، خزان اوست، خورشید
 ز برگش، دست رو بر سینه چرخ
 که تیغ کوه بسته بر میانش
 که هر شاخیش معراج سحابست

شاه نهر

اگر از شاه نهرش، حرف گویم
 چه نهری، زیب دریا، زیور باغ
 ز آبش آن صندا در بباغ پیچید
 دهن باید بصد دریا بشویم
 غلط گفتم، روان پیکر باغ
 که بر الحان بلبل، غنچه خندید

جا بجا شگفته . و نفس الامر آنکه در تمام کشمیر باین خوبی و دلفریبی سیرگاهی نیست .

معلوم شد که بالای آب کشمیر را هیچ نسبت بپایان آب نیست، و بایستی روزی چند درین حدود سیر مستوفی کرده داد عیش و کامرانی میدادم .
 و حکم شد که بر کنار جوی مذکور دو رویه دپخت بنشانند .

لوکا بهون

روز شنبه چهارم (۱۰۲۹هـ) بچشمه لوکا بهون منزل شد . این سر چشمه هم قابل توجه جای هست . اگرچه الحال در برابر آنها نیست لیکن اگر مرمت کنند جای خوب خواهد شد . فرمودم که مناسب این مقام همسارتنی بسازند و حوض پیش چشمه را مرمت نمایند .

چشمه انده ناگ

در اثنای راه بر چشمه عبور واقع شد که انده ناگ نامند مشهور است که : ماهی این چشمه نابینای باشد، لحظه بر چشمه مذکور توقف نموده دام انداختم و دوازده ماهی بدام افتاد ، از آنجمله سه ماهی نابینا بود و نه ماهی چشم داشت . ظاهراً آب این چشمه را تأثیر است که ماهی را کور می سازد . (ص ۳۱۸-۳۱۹)

نیابی این چنین باغ و چنین نهر
 همه نهری شده چون خط مسطر
 در آخر آب از رفتار مانند
 نوا آب از کبک کوهسار
 که غلطد این چنین نهر از میانش
 بزیر کوه ماند دامن کوه
 که آبش نالد از، درد جدای
 نهنگی دان که، با دریا ستیزد
 که پنهان نیست بروی راز گلشن
 زر همیان ماهی را شمارد
 علو همت فواره پس داد
 عصای پیری خود یافت گردون
 در آب سبزه خواهد گشت جاری
 نمایان چون حواشی بر مطول
 بشکر آنکه، در این جنتش جااست
 کند با سربلندی خاکساری
 همه روزه هوا دارد وفادار
 گهی در پاش افتاده چو مستان
 بزلف بید مجنون رویدش باد
 بزیر سبزه روی خاک مستور
 ولی بتوان وضو کرد از نسیمش

بگردی سر بسر گر، گلشن دهر
 کنار، از دوسو، بینی سراسر
 خیابان را پایان چون رساند
 صدای دلپذیر آبخارش
 عمارت را همین بس وصف شانش
 چو سایه افگند پیرامن کوه
 سرآمد، آنچنان در دلکشای
 خروشان نهر، چون در حوض ریزد
 چنان آئینه حوضت روشن
 نظر هرکس که بر آبش گمارد
 نظاری ابر حوضش را فرستاد
 کشیده قامت فواره موزون
 ز نهرش گر بساحل کشتی آری
 وقوم سبزه، بر اطراف جدول
 ز سجده، بید مجنون، جبهه فرساست
 چنین باید طریق حق گذاری
 بدور هر نهد ابری پرستار
 گهی گرد سرش گردیده گریان
 بروی سبزه، هر بزرگی که افتاد
 نقاب از روی گلها یک قلم دور
 تیمم نیست ممکن در حریمش

باغ نشاط

کدامین باغ را، بلبل شوم من
 وزین گلشن، سوی آن گلشن آیم
 هم از پرواز مانند هم ز آواز
 بجوش آرد هزاران مرغ خاموش
 که در خوبی بود بعد از لوح بخش
 عنارایش همه همدوش کهسار
 چه کوهی، تیغ آن خونریز اندوه
 که باشد پشت و رویش بهتر از هم

درین کشور فراوانست گلشن
 ز هر باغ او جدا دستانزایم
 درین ره، بلبل طبع نوا ساز
 ولی باغ نشاط آن رهن هوش
 ر بوده از طراوت آنقدر بخش
 گرفته جای در آغوش کهسار
 بدریا روی دارد، پشت در کوه
 گل اندامی چنین نبود بمالم

بود نه مرتبه افلاک آسا
 همه چا داده خود را بر سرخویش
 گرفت از سبزه تیغ کوه زنگار
 ز نه فواره موسیقار در دست
 درو چون فیض حق پیوسته جاری
 کدامین باغ را نه آبشار است
 که میگردد از آن سیراب پیوست
 گر آب خضر در پایش دهی سر
 دو آب از خورد برم خورد حاش
 ز اطراف خیابان صف کشیده
 بروز بار شاهنشاه عالم

زمین باغ، از ته، تا بسبالا
 بخوبی، هر کدام از دیگری، بیش
 ز بس فواره اش، بارد بکهمسار
 گرفته جدولش، چون مطرب مست
 نه جدول بلکه سیل کوهساری
 باستحقاق معشوق بهار است
 بپای هر نهالش چشمه ای هست
 نباشد سازگارش آب دیگسر
 ز بس نازک بود طبع نهالش
 درخستسان سرافراز رسیده
 بسان سرکشان در پهلوی هم

شاه جهان

پناه هفت کشور، ظل یزدان
 قضا م ثانی صاحبقران خواند
 بزرگی، خانه زاد خاندانش
 گرفت دست و دادش بر فلک جای
 بدرگاهش چو آید کیقبادیست
 بهمنه آمد ز خاک درگهش جست
 سر بسبریده را آرد بامان
 که خاتم نیست در انگشت شانه
 ز باغ خلق او، یک قطعه کشمیر
 چو بر خیزد، گل از بستر بچینه
 مجسم معنی عالم پناهای
 که هر روزش به از اول صفای است
 ز بحر فطرتش، موسیست تدبیر
 وزان پنجاب عالم گشته سیراب
 کفش، ابری که بی موسم بیارد
 درواحوال هر کس پر تو افکن
 نسکرده چیز گناه کس فراموش
 که نهد دست رد بر پر گناهان

شهنشاه جهان، خورشید دوران
 سپهرش در ازل شاه جهان خواند
 سران را، سر بسندی آستانش
 کسی را کاسمان کافکنند از پای
 بهر کشور که، محروم از مراد است
 کسی، کز کام دل دست طلب، شست
 چو کوشد در کمال ناتمامان
 گرفت از عهدش آن زینت زمانه
 به پیش جبهه اش، صبح است دلگیر
 کسیکه، طلعتش در خواب بیند
 مصور فروشان بسادشاهی
 بقا بر قامت عمرش قبای است
 ز کوی دولتش، گردید اکسیر
 کفش، از پنج انگشت است پنجاب
 دلش، بحری که گوهر بر سر آرد
 دلش، از صیقل الهام روشن
 همه اسرار غیبش حاضر هوش
 شدش زان دست، بالا دست شاهان

گنه بخشد چو گردد گنج آخر
 که رد سازد گرش پروین سپند است
 چو انگشت طبیب و نبض بیمار
 شرر شبنم شود بر روی آتش
 ز ضبطش خانه بیدر چون کمانست
 بکنج هردهی صد شهر بیدر
 نیارد برد کس حق کس از پیش
 صدف وارث به از اول دهد پس
 ز صحرا سیل بگریزد بکھسار
 که نتواند زد آسان بر سر خویش
 بدنان شیر، ناخنهای خود کند
 کند با شعله خساری تیغ بازی
 که خاشاکی، ره سیلاب را بست
 ز خون باز آرد، رنگ منقار
 که از بال و پرش رم کرده پرواز
 پلنگی می نماید در نظر شیر
 ز بس دل باخت شد بیدانه انگور
 پرید از رو، شفق را رنگ میگون
 ز آب تیغش آبروشی اسلام (؟)
 هجبت سدی براه کفر بسته
 بپهنه آیند، ارباب طریقت
 شود خورشید و ش سر تا پسا دل
 بوقت کار، چون شمشیر در پیش
 که شیر از لرزه ناخن ها بکارد
 ز زخم ناوکش دشمن زره پوش
 ظفر یک گوهر از دریسای تیغش
 ز گفت و گو چه بر بندم دگر طرف
 سخن را عاقبت محمود سازم

ز بس بر ترک بخشش نیست قادر
 بنوعی شان اقبالش بلند است
 بدورانش، رگ و نشتر بهم یار
 اگر از مهر بیند سوی آتش
 در اقلیمی که، عدلش پاسبانست
 ببین ز اقبال شاه عدل پرور
 ز بیم قهر شاه معدلت کیش
 بریگ تشنه آب ار بپرد کس
 ز ناگر بانگ قهرش بر ستمگار
 چنان کوتاه شد، دست ستم کیش
 بدستش آلت شر تا نیابند
 چو آید بر سر عاجز نوازی
 ضعیفان را، قوی شد آنچنان دست
 بیال قوت او، کبک کھسار
 تراست از خنده کبک، آنچنان باؤ
 ز بس داغست از بیداد نخچیر
 شراب از مجلسش تا گشت مهجور
 شد آگه تا ز منع باده، گردون
 ز ایمانش قوی بازوی اسلام
 بپهند از سنگ، بتهای شکسته
 برای کسب آداب شریعت
 چو شمشیر غزا سازد حمایل
 بمیزان دلیری، از همه پیش
 بجای جرأتش پامیفشارد
 ز تیغش سر بخنک راه همدوش
 سر گردن کشان و پای تیغش
 برید از وصف تیغش، رشته حرف
 در آرم در دعایش بعد ازین دم

بخوبی تا شود کشمیر مذکور
کند در یوزه کوه پیر پنجال
بعالم نام نیکش باد مشهور
ز چتر دولتش رفعت همه سال (۱)
(دیوان کلیم ص ۳۸۳-۳۸۵)

تعریف بارندگی و گل و لائی دامن کوه کشمیر

در دامن کوه، عیش احباب
برگ عشرت ببر چو گلبن
بگذشته گل از گل سر جمع
چون خامه سه دستگیر باید
باران، بخت سیاه را شست
شب، ابر چو گرید، از سرسوز
چون ریزد اشک صبح گاهی
هم خیمه حساب وار در آب
در خیمه تر خنزیده درم
مارا که خلاب زیر پهلوست
چون خیمه کند چکیدن آئین
با کاغذ طبع نازک ما
گرید بر ما سبحاب هر دم
ابر از نظرم ز بس فتاده است
طفل بد خوی ابر گریبان
روزی باشد بماتم او
داریم سرخوردنی فراوان
زین ره کامد کدورت انگیز
در بحر گل از گرانی تن
فیلان در گل بجانسپاری

کامل آمد، چو می به مهتاب
پا در گل و گل بسر چو گلبن
مانده دود بر سر شمع
تا از گل تیره پا برآید
آلودگی گناه را، شست
در کار بود چو شمع تا روز
از چهره شب برد سیاهی
ماه چون موجیم جمله در تاب
گوی بگل نشسته شبنم
چون خاتم خواب سر بزائوست
بگریزم از و بخانه زین
باران خصمی ست بسی محابا
خود کشته و خود گرفته ماتم
گویم که گهر حرام زاده است
بر ما کرد است دهر زندان
خود را بینم کشاده گیسو
غصه سرما و آب باران
هر اشهپی از گل است شبدیز
شد کشتی فیل لنگر افکن
گنبد بمزار شان عماری

۶- این چهار بیت در حیات کلیم زائد است :

بباید نیزه بالا سبزه را کند
فتاده عکس گلپایش، بدریسا
ز بس طول خیابان نیز ناچار
تن تنها دران میدان بکوشد

(حیات کلیم ص ۲۰۳)

اسب و فیصل و پیاده باهم
 انفساده بتنگنای در رنج
 اسب تازی ز گل نشستن
 هر پسالکی که بد منقش
 هر گل که بخاک داشت پیوند
 بازاران از بسکه شد مکنز
 از گل شخص ار بفرض رسته
 غلطیده و آمده فراهم
 چون کیسه و مهره های شطرنج
 رفتار وزغ کنند ز جستن
 گردید ز گل چو ناو گل کش
 بسرشت بگل بسان گنقند
 در چشم صدف گلست گوهر
 در مانده بآب و پل شکسته

(دیوان کلیم ص ۴۰۶-۴۰۷)

در تعریف ز مستان کشمیر

خورشید دگر نقاب دار است
 در عینک یخ، نهان شد امسال
 تما آتش گرم نی سوار است
 از برف بخانه چون گریزی
 محراب جهانیان بخار است
 آن را که پلنگ وار ذر دل
 پایش تما سیننه همچو جولا
 آن پنبه که، شعلهای بر اوست
 آن جامه که، از دوروش ابره است
 سر پنجه که، قابضیست ممزول
 از دست که، در بغل نهان شد
 چون آینه، بسته شد نفسها
 سر پنجه بدود گرم، امروز
 کف صاحب دستگاه، لرزاست
 تا تن از لرزه گشته رقص
 یخ بر سر کسوجه بندی آمد
 تا فرش بکسوجه از یخ امتداد
 چون قرعه شکسته استخوان است
 چون امتره باد در تراش است
 هر چیز که دهر داشت بر دست
 گوی تو که پنبه اش ز برفیست
 منقل معشوق هر کنار است
 کشمیر که چشم روزگار است
 دست همه کس رکاب دار است
 بازاران از دور در کنار است
 تسبیح خلائق از شرار است
 از رفعت آسمان غبار است
 در بند تنور استوار است
 امروز لباس شاخسار است
 از برف بدوش روزگار است
 وقت عملش دگر بهار است
 سینة صندوق قفل دار است
 دل از دم سرد سنگسار است
 چون شانه، بزلف امیدوار است
 چیزی که ندارد اختیار است
 دندان چو چغانه گرم کار است
 نی راه پیاده نی سوار است
 لغزش با پا چو کفش یار است
 آن را که برون ز خانه کار است
 هر چند جهان سمن عذار است
 سرمه امسال اخوش خممار است
 پوشش بر تن اگر هزار است

انداخت که وقت پنبه دار است.
 هر جا کمبری هلال وار است.
 هر برف که فرش این دیار است.
 هر چند که شب چوزلف یار است.
 در چشم بخیل نیز خوار است.
 بر خاطر خویش نیز بار است.
 بر کاغذ یخ به یک قرار است.
 چون موج به تخته چنار است.
 چون صندوقی که بر مزار است.
 هر جا که قدم تپسی گذار است.
 در دیده اعبتار خوار است.
 چون دسته بچکش استوار است.
 شمشیر انگشت زینهار است.
 اما تپنی که زهر دار است.
 مسکین تا شب در انتظار است.
 شمع از آتش به یک قرار است.
 لرزان چون پنجه درخوار است.
 هر دیده اعتبار تار است.
 تا دی مسممان روزگار است.
 یار بغلی چو هر کنار است.
 هر تن که ز لرز بسی قرار است.
 محروم ز ابر ناگوار است.
 پرتو افکن برین دیار است.
 از مقدم شاه کامگار است.
 کاتبالش ملکست شکار است.
 بهتر ز حساب نوبهار است.
 از ابر سخاش قرضدار است.
 انوار الهی آشکار است.
 آئینه روی اعتبار است.
 نزدیک بهم چو بود و تار است.
 چون گرد که در پی سوار است.

فانوس لباس یک تپسی را
 پنهان در ابر پوستین است
 چون سیم بخیل رفتنش نیست
 شد کوچمه ز ماهتاب لبریز
 بسی قدری سیم برف را بین
 آب از سرما ز بس ترش روست
 مرغابی همچو نقش ابری
 مساهی در یخ میان جدول
 یخ کشتی را بخشک بسته
 رود بسهت از روش نهاده
 پل چون در عاملان معزول
 تا سر بدوات خسامه برده
 جای که تراش تیغ سرماست
 یخ سنگ فسان باد تیغست
 پروانه ز شوق آتش شمع
 چون نیزه که از سنان بکاهد
 فانوس ز باد سرد بر شمع
 هر خانه که روزنش کشاده است
 هم خواجه اگرچه زشت نیکوست
 سرما گوی که درمینان نیست
 یابند آرام از تپ گرم
 کشمیر اگر ز گرمی مهر
 خورشید دوم پی تلافی
 امسال امسید پشت گرمی
 آن شاه جهان بختیاری
 گرد سپهش بگلشن ملک
 فرزند گهر فروخت دریا
 ز آئینه آفتاب رویش
 شاهان را ز آستان جاهش
 سر رشته غیب و خاطر او
 گردون پی رای اوست پیویان

نه چرخ به صیدگاه بختش
 از هر رخس و خار، در نگیرد
 طبعش که بحدت و بلندی
 در معرض حالم او ثوابش
 روی دل نوبهار خلعش
 در عهد مبارکش ترقی
 از خسبمن تنزلست، گوی
 شاهشاه! زمانه شهرت
 دلخواه چو ابر تو شماری
 هر قطره که، خون خصم دارد
 اعدا، همه جان باو سپارند
 سوی عدم از نهیب تو خصم
 بنیاد ستم ز بس به عهدت
 هر جا که، ستمگریست، چون دام
 با دست کشاده تو دریا
 تا سیم سحاب نا شمرده
 در عهدت حفظ ایزدی باد

یک دوره جرگه شکار است
 این جاست که شعله بردبار است
 از آتش طور یادگار است
 مانسند شرار بی وقار است
 مرهم نه داغ لاله زار است
 چون نشوونما به نوبهار است
 اشکی که بروی آبشار است
 تیغ تو برای او حصار است
 هر جا که غبار کارزار است
 بر تیغ شجاعت نثار است
 تیغ تو امین روزگار است
 بی بال پرده چون شرار است
 یکسان با خاک رهگذار است
 در دشت وجود، خاکسار است
 در قید احاطه کنسار است
 در دامن ضبط روزگار است
 ذاتت که عطاش بی شمار است

(حیات کلیم ۱۸۲-۱۸۵) (۱)

در تمهیت مقدم پادشاهی به کشمیر (۲)

ای بخت! مژده، کز افق کبریا رسید
 خورشید رحمتی، که بهر ذره او رسید
 فارد کسی بظل هما سر دگر فرو
 سرمایه سعادت بی منتها رسید
 زین نوبهار، کز دم عیسی نسیم توست
 هر درد کهنه بنوید دوا رسید
 از گرد موکبی، که به از ابر رحمت است
 کشمیر را، بهار دگر از قنار رسید
 لب تشنگان بسادی انتظار را
 بایست جان بلب رسد، آب بقا رسید
 در آب و قاب غنچه گرو از حساب برد
 برگ از تری بجهت اهل حیا رسید

- ۱- این قصیده در سال (۱۰۴۹ هـ) گفته شده، وقتیکه پادشاه در کشمیر بود (پادشاه نامه لاهور ۲: ص ۱۷۹) و بتاريخ ۲۵ شوال (۱۰۴۹ هـ) برای تماشای اطراف رفت.
- ۳- در سال (۱۰۵۵ هـ) شاهجهان بکشمیر رسید، طالب آنجا بود و این قصیده سرود.
 (پادشاه نامه ۲: ۲۲۰)

بسی رنج ، گنج یافت طلبگار کیمیا
 ما را، بطولف کعبه مقصود، ره نبود
 فرمان حج اکبر ما نیست غیر ما
 بر طاق چرخ بود، اگر آرزوی دل
 شکر خدا، که دیده امید خلق را
 صاحبقران ثانی ، کز خاک پای او
 میبینم این سعادت و باور نمیکنم
 تا شد قدم ز کرنش شاهنشاهی کمان
 جز جان و دل نثار ندارم چنین بوه
 شاهنشاه دقیقه شناسی ، که فطرتش
 وقت تلافی مستم روزگار شد
 میخواست، دل زده رکشده، انتقام خویش
 نوع بشر ز رحمت عامش چو بهره یافت
 یک کف عبیر، باد صبا از رهش رساند
 بر جبه دین طاعت این آستان رسید
 در راه بندگی ز خود افتاده ایم پیش
 فر سعادت از سرما، در سجود شاه
 آفت ز آفتاب بشنم نمیرسد
 از بوی آشنا ، دل هر غنچه تازه شد
 از گرد لشکرش بخطا رفت بوی مشک
 در خانه عنکبوت تند شکل چنگ عیش
 گیرد چو ریگ شیشه ساعت، دلش ز بیم
 جذب قلوب عام بخاک درش فتاد
 با نام او، سپند در آتش چو جا گرفت
 چون صیت استقامت طبعش، بلند شد
 خاک رهش بدیده چو آبست در گهر
 از جامه خانه کرشم، همچو نوبهار
 طول امل ، که بر قد او، جامه نبود
 از کوه همتش بجواب سوال خلق
 تا آشنا بصیح ضمیرش، شد آفتاب

بسی سعی ، دل بکعبه حاجت روا رسید
 خود کعبه، پیش زائر بیدست و پا رسید
 ای جان! بخود ببال، که وقت فدا رسید
 آخر باو بلندی دست دعا رسید
 از گرد راه شاه جهان، توتیا رسید
 لب تشنه امید ، به آب بقا رسید
 چشم من ست اینکه بآن خاک پا رسید
 تیر مراد بر هدف مدعا رسید
 درویش چون ببارگه پادشا رسید
 راز قدر شناخت و بسر قضا رسید
 فریاد رس شهینشه فرمان روا رسید
 از یاد رفت کینه، چونوبت بما رسید
 فیض عطای روح بمردم گیا رسید
 عطری ببرگ برگ ریاحین جدا رسید
 سرگرم سجده ایم که وقت ادا رسید
 چشم ارچه میبهره نتواند بما رسید
 چندان بلند شد که ، ببال هما رسید
 در کشوری که سایه ظل خدا رسید
 هر که ز قلب لشکر شاهی، صبا رسید
 فیض قدوم بین، ز کجا تا کجا رسید
 از مقدمش چو شهر به برگ و نوا رسید
 هر دیده را که سرمه آن خاک پا رسید
 روزی که جذب خاص به آهن ربا رسید
 دردم بقدر شعله ز نشوونما رسید
 از مرکز زمین ، بخط استوا رسید
 ای بینش از فروغ بصیرت بما رسید
 هر نخل قامتی، بلباس عطا رسید
 پوشید خلعتی، که ز سر تا به پا رسید
 جای صدا بفارت گوهر صلا رسید
 روشن گری بآئنه بسی جلا رسید

همچون لقای فیض بهاری که در چمن
جاوید باد دولت شاهنش جهان
مانند گل بحال خس و خوار و رسید
کزوی به نیک و بد همه برگ و نوار رسید
(حیات کلیم ۱۸۹-۱۹۱)

تاریخ ورود شاهزاده بلند اقبال مراد بخش به کشمیر

هزار شکر که، ایزده بروی اقلیمی
شد ابر رحمت، برفرق ملک، سایه فگن
رواست سجدۀ شکر، ارشود جبین فرسا
ز گرد راهش، هر دیده که سر مه ندید
نه برگ ریز خزان بود، گاه آمدنش
نمود روی دل آنچنان به عالمیان
شگفته روی او را، بهار گر نمیداشت
بیساده خلقتش مسانند تخم بر رخ گل
اگر ز کوه وقارش به بحر سایه فتد
عطاش، مستحق و غیر مستحق، نشناخت
کشی برشته، اگر گوهر کسبالاتش
بسهر چه پی نبرد رای روشنان سپهر
ز سایه پی به بد و نیک حال شخص برد
ز می کریم که فیض مراد بخشی او
ز روشنای چشمی که طلعت تو ندید
تو چون، ز کعبه اقبال، چارمین رکنی
چو پیر را نبود چاره، از عصا دارد
مگر برفعت اقبال تو، نظر افگند
اگر چه هست هزارش زبان ز خط شعاع
رسیده است، بعیدی ز مقدمش، کشمیر
چو جوی خشک تنی بود بیروان کشمیر
جهان تنی است که کشمیر چشم او آمد
ز عقل جست، تاریخ مقدمش گفتا :

ز یک عطیه، در صد هزار کام کشاد
ز گرد موبک اقبال شاهزاده مراد
ز نعمتی که، بود از زبان شکر زیاد
ز چشم مردم، چون خانه خراب افتاد
ز شکر مقدم او، برگ رو بسجده نهاد
که رفت گرمی خورشید ذره را از یاد
نمی گذاشت، که یک غنچه و اشود از یاد
بروی اخگر خواهد سپند ریشه نهاد
عجب که، موج در آید ز جا، ز جنبش باد
بنزد ابر، چه ویران چه منزل آباد
ز یساده آید از سلسک رشته اعداد
زبان شعله ادراک او کند ارشاد
فنا و فقر و غم و شادی و صلاح و فساد
بهر که بود، دلی جمع داد و خاطر شاد
بغیر نام ندارد چسو روشنی سواد
چهار حد را، آوازه تو، زینت داد
فلک ز بخت جوانت توقع امداد
سپهر کافر زرین شب از سرش افتاد
بوصف رای تو، خورداد یک زبانی داد
کز آسمان شوند مژده مینار کباد
ز فیض مقدم تو از حیات یافت مراد
ولیک نور بآن چشم گرد راحت باد
دمید از افق مطلب آفتاب مراد (آ)

۱۰۵۷

(حیات کلیم ۱۹۳-۱۹۴)

۱- در سال (۱۰۵۶هـ) مراد ببلخ عازم بود ولی پیش از رسیدن او، نسوید فتح رسید و پادشاه او را به کشمیر طلبید. مراد ۱۱ جمادی الاخر (۱۰۵۷هـ) بکشمیر عازم شد.

تاریخ ورود شاهزاده-مراد

ساکنان گلشن کشمیر را از لطف حق یارب! این مردم چه تخم نیکوی افتاده اند سایه شهزاده والا گهر، سلطان مراد هر کجا، گرد ره شهزاده شد، سایه فگن باغبان مرکب او، فیض ابر نو بهار تا بهار مقدم او، جلوه گردش در خزان گردد راه روشنی بخشای آن خورشید زو کعبه اقبال را چون رکن چارم شد از آن بر سحاب، ارسایه افگندد، همای دولتش نزد رایش صد زبان شد مهر را خط شعاع فکرت در راه مدیبتش، ایک از رفتار ماند گرچه راز عالم بالا برو پوشیده نیست دست در دامان اقبالش زده، گردون پیر دستگیری هر که از بخت جوان او ندید دیده باید سمره از گرد همایون موکش

۸۱۰۵۷

(حیات کلیم ۱۹۴-۱۹۵)

تاریخ اتمام بنای چشمه در باغ فیض بخش

بساز طبع هزار دستان را روضه فکر در نظر دارد بر سر چشمه اش نشاط مقیم چشمه را، آب آئنه است بجوی صوفی چشمه، دینم الوجد است حوضها هر یکی ز رخشانی گرد فنواره گشته پروانه بر رخ آبشار زلف سفید گوهر ریگ جو ز صافی آب سر اندیشه در گریبان است که در آن فیض عام رضوانست در عمارت سرور مهمانست خوشگواری از و نمایانست حالش از واردات بارانست چشمه آفتاب تابانست که چو شع از صفا فروزانست دلربا گشته عقل حیرانست چو حساب از رخ نمایانست

پیش بیننده جسدولش گوی
 پنجه موج حوض گشته کبود
 بسا وجود ولایت کشمیر
 از بلندی بخت ز کوه بود
 از رخ افگندنش نقاب خفا
 صاحب عالم آن فرشته خصال
 بسا وجود شکوه دارای
 منیزبانست اگرچه عالم را
 فقر را قدردان بجز او نیست
 هست درویش بینوا بر او
 مرشد خانقاه تجریدست
 دل آگاهش و علایق دهر
 با یک اندیشیش بود یک نقش
 دو لبش چون زیان یکی گردد
 نقش گلزار خرمی بیند
 نزد بیسایبی بصیرت او
 نزد حق بینیش ز هر ذره
 بسا وجود شگفتگی رخس
 چون ازو یافت صورت اتمام
 هاتفی گفت بهر تاریخش

راست طومار نقره افشانست
 بهر سردی آب برهانست
 چشم ایران چراغ تورانست
 کثر چنین دلبری بدمانست
 ز انشفات خدیو دورانست
 که تنش، جسم دهر را جانست
 در تواضع فریید دورانست
 بر سر خنوان فقر مهمانست
 لیک فقری که فخر مردانست
 کعبه کز لباس عریانست
 عالمش گرچه زیر فرمانست
 آن یکی آتش، این نیستانست
 هر چه در کارگاه امکانست
 چو بتوحید گوهر افشانست
 این بنور چراغ عرفانست
 ذره خورشید و قطره عمانست
 مور را حشمت سلیمانست
 بر گل صبح خنده بهتانست
 این بنای که زیب دورانست
 راحت آباد اهل عرفان است (۱)

۱۰۵۲

(دیوان کلیم ص ۸۶-۸۷)

کتابه عمارت باغ فیض بهشتی

زهی دلربا قصر، آراسته
 کند آسمان چون تماشای تو
 درون و برون، تجلی سرشت
 سپهرت ز بس دلربا دیده است
 متانت چنان کرد سنگین ترا
 بسدل بردن چرخ، برخاسته
 ستون وار بر سر دهد جای تو
 شده صرف تو آب و رنگ بهشت
 بگرد تو چون حوض گردیده است
 چو بسا حوض عکس شود آشنا

که چون سکه بر فلس ماهی نشست
 که از سایه ات حوض گردد پرآب
 علاج دل تنگ دیدار تو
 بناسزم به بسنای آئینه ساز
 سیاهی توان کرد از بخت دور
 توان ساخت پیمانۀ آفتاب
 که روشن بود چشم عالم بتو
 بسرو ستونست ، کمند آشیان
 بود جلوه گر گلستان ارم
 شده شکل نشو و نما آشکار
 غبارش شود سد راه نگاه
 طپیدن ز دل آشکارا کند
 که افتد بچار آینه عکس آن
 بود شکل جانش بلسب آشکار
 عیان گردد از تار آواز ساز
 پی رفتن غم نماید ز دل
 کشد صورت نشه را در ایام
 که سیر مقامات گردد عیان
 ز تخت شهنشاه گردون سریر
 مجسم نمود است بخت بلند
 فلک رتبه ، ثانی صاحب قران
 ز کشت جلالش ، فلک خوشه است
 کند سایه اش عار ، ازین خاکدان
 صدف سان شود خانه بسی گنج سفید
 که بر روی قصرش کشاید نظر
 زر از خانه ، چون غنچه گل دمید
 چو گل مخزن زر ندارد دری
 بسوزد در آتش نگهبان خسار
 که قفلی شود چین ابروی در
 که در نیک و بد شد میسر سپهر

ز نقلش ، چنان موج گردیده است
 چنان از ظراوت شدی کامیاب
 ز هی دلکشای هوادار تو
 بدیوارت از دل فتد عکس راز
 بآبی ، که گیرد ز عکس تو نور
 ز خاکی ، که از سایه ات یافت تاب
 بود فیض بخشی مسلم بتو
 همای سعادت ، چو جوید مکان
 در ایوان ، ز نقاش مانی رقم
 چو پرداخته صورت شاخصار
 نگارد اگر صورت رزمگاه
 شجاعت ز صورت هویدا کند
 کشد صورت کینه در دل چنان
 تنی را که ، از زخم سازد فگار
 اگر مجلس بزم را ، کرده ساز
 چورنگ غم ، از می زداید ز دل
 چو سازد می شخص را تر دماغ
 کشد شکل الحان مطرب چنان
 کند بزم را ، چونکه صورت پذیر
 ز پیشانی شاه اقبال منند
 شه هفت اقلیم شاه جهان
 ز قصر جلالش ، جهان گوشه ایست
 بقصری که ، قدرش گزیند مکان
 بملکی که نور ضمیرش رسید
 شگونست خورشید را ، هر سحر
 بهر جا که ، باد عطایش وزید
 بدوران حفظش بهر کشوری
 وزد بر زر گل چو باد بهار
 ز بسط حراست نینسی دگر
 در ایوان قدرش دبیر سپهر

کتابه نویسی کنند اختیار مگر باعثی یابد از بهر بار
اساست تا ناگزیر بنا بود قصر اقبال او هرش سا (۱)
(دیوان کلیم ص ۲۰۰-۲۰۱)

کتابه عمارت باغ فیض بخش کشمیر

تیش آن حرز سیفی است، که کرد جنیان فساد را، تسخیر
(حیات کلیم^۱ ص ۱۸۵)

در تعریف قصر بلند پایه پادشاهی باغ فیض بخش

ای همایون بنای هرش نظیر
از فضای پرفته آب برون
خرش بر درگهت بلندی چرخ
صبح در پرتو در و بامت
نقش دیوار آئنه‌وش تسه
بسی نیاز آمدی ز پیرایه
ز اعتدال هوا جوان گردد
خامه مو بدست نقاش است
دلکشای چنان، که نتوان بست
جانفزای ز ابروی طساعت
آبشارت ز چار سو دارد
شان فواره زان بلند تراست
چشم بد گز پرد، بتو نرسد
بیت معموری و تماشایست
گر نه آئینه‌ای، چرا رنگت
اصل و فرمت، گرفته پست و بلند
طرح مطبوع و شکل دلکش تو
هامی از پرتو در و بامت
حوض و جویت، چو رشته طنبور
رمز توحید خوان ز صفحه خویش

فیض بخش از تو گشته فیض پذیر
خاکت از بسکه گشته دامگیر
وقف صحن تو نزهت کشمیر
کم شود همچو آب اندر شیر
بگذرد هر چه شخص را بضمیر
تنگ پیراهن گل است عبیر
گر نگارند در تو صورت پیر
رشته شع گشته را تنویر
قفل را بر درت بصد زنجیر
گشته روشن چو آب در شمشیر
دامن پهن تر ز آب مطیر
که بآن سرو را کنند نظیر
سیر افلاک نیست در پر تیر
خانه دیده را کند تممیر
از دم صبح یافته تغییر
ای تو یکجا، نسیم عالمگیر
بهترین نقش خامه تدبیر
سوره نور را کند تفسیر
موج مضراب نغمه بم و زیر
موج هم خامه است و هم تحریر

۱- رک: پاورقی ص ۱۲۶ کتاب حاضر.

مطرب جدولت، ز موج حساب
 پای نظارگی بسود بسته
 جدول انگشت در حنا دارد
 کرسیت چرخ رفعتیست که هست
 شاه آفتاق گیر، شاه جهان
 چرخ، صاحبقران نانی را
 چونکه عزم شکار ملک کند
 قبضه تیغ او، بسان کمان
 پیش دستی جراتش، در رزم
 ز اعتدال بهار معدلتش
 صبح در پیش شاهد خلقتش
 شد بهمدش ز بس تمام عیار
 عدلش احقاق حق دمی که کند
 گرم رو تر ز سیل رو به نشیب
 دل آگاه و بسخت بیدارش
 تا بهار است فیض بخش چمن
 باد گلزار عمر شاهجهان

دارد اندر بفل، کمانچه و تیر
 جدولت گرچه هست چوون زنجیر
 تا ز گلبن شد ست نقش پذیر
 بسانیش پادشاه عرش سریر
 آن باسرار کائنات خبیبیر
 ناورد در هزار قرن نظیر
 هفت اقلیم چیست، یک نخچیر
 جا کند درمیانه شمیر
 میکند در سلاح هم تاثیر
 گل بسی خار گشته پنجه شیر
 طفل بد خوی را گرفته ز شیر
 مس کنون عار دارد از اکسیر
 بپرد سوی مرغ، پسر از تیر
 عفو او در گذشتن از تقصیر
 خواب نا گفته را کند تعبیر
 تا فرح بخش باشد ابر مطیر
 سبز و خرم چو عرصه کشمیر
 (دیوان کلیم ص ۳۰-۳۲)

تاریخ بنای ایوان در کشمیر

در سال (۱۰۴۳هـ) شاهجهان حکم فرمود که ایوانی در وسط حوض ساخته شود. کلیم تاریخ اختتام تعمیر گفته:

این خانه نگاه را، عنان گیر بود
 تاریخ بنای این، ز معمار خرد
 حوضش مرآت مهر تنویر بود
 جستم گفتا: زینت کشمیر بود (۱)

۱۰۴۹هـ

(حیات کلیم ص ۶۰)

۱- در پادشاه نامه عبدالحمید است: میان حوض عمارتی طنبی ده گز در هشت گز طولانی آن دو ایوان سنگین بنا نهند. (۲: ۲۰۶) رک: حیات کلیم ص ۶۰.

کتابخانه دولتخانه صفاپور

زهی دلکش بنای چرخ پایه
 بهبار بوستان آفرینش
 فند عکست چو در آئینه صبح
 صفاپور از تو زیبا روزگار است
 بر بام و درت کآئینه زنگست
 ورش گاهی مجال دم زدن هست
 شکوهت، طاق کسری را شکسته
 ترا خورشید انور شد گرفتار
 نشسته بر درت هیش زمانه
 بسیرت گر بیاید مهر رخصت
 صدف تا باشد آب این خاک در را
 رود از دیدنت چون هوش از کار
 نگه در دیده، اول پای شوید
 در فیض و درت بسام نظر باز
 ازان منظور فیض آسمانی
 سپهرت گر شرافت جاودان داد
 شه روشن دل از، انوار تائید
 ازان روزی که جان مهمان تن شد
 ازان پرتو که او از غیب دید است
 اگر رایش نگردد پرتو افکن
 ز مهرش، هر دلی گیرد سراغی
 حباب از حفظش، ار یابد هوا دار
 دویده ذکر خیرش در زمانه
 دلش بی علم کسبی هست روشن
 جهان دایم ازان شاه زمانه

جهان از آب و رنگت برده مایه
 نظر باز جلالست چشم بینش
 نگنجد مهر خود در سینه صبح
 بهار از پهلوی گل نامدار است
 مجال دم زدن بر صبح تنگست
 ز خورشید آورد پیش نفس دست
 بیای کسریست رفعت نشسته
 بسان آئنه، در بند دیوار
 مربع همچو شکل آستانه
 شود خط شمع انگشت حیرت
 فشرده از هر دودست آب گهر را
 هوایت باشدش آبی بر خسار
 پس آنگه، سری گلزار تو پوید
 همیشه چون ره دلها بهم باز
 که عشرت خانه شاه جهانی
 زمین نانی صاحبقران داد
 فیض عام بخشیدن چو خورشید
 دلش فیض الهی را وطن شد
 بخورشید، آئنه داری رسید است
 نباشد خانه آئینه روشن
 که اندر کعبه هم، باید چراغی
 جدا از بحر میماند صدف وار
 چو اشعار کتایبه دور خانه
 نخواهد خانه آئینه روزن
 منور باد همچون چشم خانه (۱)

(دیوان کلیم ص ۳۹۸ - ۴۰۰)

۱- در تاریخ ۲۶ محرم (۱۰۵۰ هـ) شاهجهان برای سیر باغ صفاپور مراجعت فرمود (پادشاه نامه لاهوری ۲: ۱۷۹) و در باغ عمارت که از امر جهان آرا بیگم تعمیر شده بود، پادشاه چهار روز در همان باغ و عمارت مراجعت فرما بود. (حیات کلیم ص ۶۲)

کتابخانه دولت خانه سهرند و تاریخ آن

چه خورشید در آسمان روشناس
 رود فکر تا چشمه سار سحاب
 سر فسر کسرسی زانو نشین
 مگر خاکت آئینه سوده بود
 بهار نگاه است و نوروز چشم
 برای نگاهت، دو دیده کم است
 که از آستان تو، شوید غبار
 بغربت فتاده است در روی خور
 ز روی تو روشن سواد جهان
 کجک را فروغ سفید آب صبح
 فلک آشنای ندارد چو تو
 بسر برزده و سیر در آسمان
 ز وصف سخن آسمان مایه شد
 بهم یافت چون دو لب اتصال
 بیت داد دل عالم خاک را
 فلک رتبه، گسر زمین زاده
 تناسب، اسیر سراپای تو
 ز عشاق بستان دل ناشکیب
 زمین از تو دارد همین سایه
 فلک یک سرو پر ز سودای تو
 نگه خانه دیده را باشد آب
 بر آب طراوت ز طاق مل است
 بطاقت چرا مانده از خیم نشان
 کند پنجه خویش از بوسه ریش
 به گلپای تصویر، دادست آب
 نه رنگ از گلستان کشمیر رفت
 طلا در صدف های اختر نه ماند
 نکرده صور بی معانی رقم
 نماید نگه های دزدیده را
 گلی را کشیده است در یک بهار

زهی عرش بنیاد، دولت اساس
 گل وصف تو تا بگیرد در آب
 ز توصیف اندیشه رفعت گزین
 ز دیوار تا راز پنهان نمود
 تماشاچیت ای بینش افروز چشم
 ز تو گلشن رنگ و بو، خرم است
 برد آب آئینه را روزگار
 نظرگر ز نظاره ات مانده دور
 صفایت بر افلاک پر تو فشان
 ترا قاب خورشید با آب صبح
 زمین دلربای ندارد چو تو
 چو ارباب عرفان بقیه مکان
 به قارون بیت گرچه همسایه شد
 لب بام تو تنگ ورز جلال
 چه خوش کردی آغوش افلاک را
 هجبت نیست، گر سرکش افتاده
 به از یک دگر، جمله اجزای تو
 رواق اگر خواهد از شیشه زیب
 فلک را همین ساز و پیرایه
 زمین فرش راه تمنای تو
 ز نظاره ات چون شود کامیاب
 توئی گلبن و غشت برگ گل است
 چو از دیدنت، پیر گردد جوان
 چو بنا، ز خوبیت نازد بخویش
 صفایت که، آئینه را داد تاب
 به کلک تو، چون نقش تصویر رفت
 به کان شفق، رنگ دیگر نه ماند
 هنرمند نقاش مسانی قلم
 چو بر صفحه روکش دیده را
 فرس برده در کار، دقت بکار

نهد بر گت ، نقطه انتخاب
 کشاده دل و تنگی دستم-ما
 کشد گر گلی ، میناید بهار
 همه رنگ ها را نثار تو کرد
 صدف وار نقاش این خانه است
 برای شهنشاه باید چنین
 جهان بخش ، ثانی صاحبقران
 منور ازو خانه چشم مهر
 باسکندر آینه ینک رو کند
 فلک از ثوابت نهد عود سوز
 صراحیست دلہای ، پر معرفت
 ز دود بخورش فلک سبز چهر
 که اختر بود ، نافه در آسمان
 رکاب از ازل آمده پائمال
 بنه آشیان کرد جا یک هما
 شود بارگاه سلیمان دلش
 شود خاک آن جمله آب و هوا
 که در خواب خوش چشم روزن نماید
 شود دست در آستین کوجه بند
 ز روزن بی‌زمی نسکرده نگاه
 که باشد صدف زیر دست حباب
 کشد پرده دامن بعیب بخور
 شود نقطه ناف غزال سخت
 سر چرخ را اختر او خرد
 بتاریخ او رفت ، فکر قضا
 سرای شهنشاه والا محفل

در آید ، چو از روزنت ، آفتاب
 کشید است نقاش نازک ادا
 کند نقش گلزار جزو آشکار
 فلک مانده و یک صدف لاجورد
 پرنک از چه طاؤس افسانه است
 پر آوازه خوبیت ، روم و چین
 شه کشور عدل شاه جهان
 شه آسمان قدر ، خورشید چهر
 چو نظاره عارض او کند
 به بزمی که ، شاه است مجلس فروز
 می بزم را نیست ، رنگ صفت
 گل شمع بزمش بهار سپهر
 چنان خیزد از هود ، عنبر رخان
 فتاد است در پای قدرش هلال
 سرایش فلک را سعادت فزا
 اگر مسور یاد آرد از محفلش
 بنام ضمیرش تھی گر بنا
 که از راحت عهدش افسانه خواند
 نه گردد اگر در دعایش بلند
 خود از پاس آداب او عهد شاه
 تمیزش نخواهد ازان بحر آب
 گل خلق او ، چون نماید ز دور
 نگارد قلم گر ز خلقش سخن
 علو کفش علویان را مدد
 چو گردید دولت سرایش بنا
 رقم دیدد آخر ، بلوح ازل

۸۱۰۲۸

(معیات کلیم ص ۲۰۸ - ۲۱۲)

کتابه دولت خانه سهند و تاریخ آن

دیدة نظاره وقف حیرت است
 هست کشمیر از ضفا جنت سرشت
 زین بنا کارامگاه دولت است
 باشد این دلکش بنا قصر بهشت

خشت از خوش طینتی، آئینه رو
صبح را آئینه بر نامد ز رنگ
آئنه در روی بنا داشته
کرد در آئینه، روی خود سفید
سایه، چون ابرسیه، در پای تو
نقش بر آب است و نقاشی بر او
نامیه رنگ آورد از لاله زار
بید را، بار صنوبر، در بر است
نقش طساوس است بز بسال هما
آب و رنگ گلشن کشمیر رفت
معنی بستان سرا روشن نشد
بر همه بالانشین آب رو
نهر در نور است چون در تن توان
همچو ماهی کافتند از دریا بدر
عالم آبی است هر سو گوشه گیر
رو بروی همچو منظرهای چشم
سقفت، از رفعت بود، دست کریم
عشرت عالم بود، مهمان تو
تا به گلزار جنان، رو بر قفا
روی دولت میتوان دیدن درو
صبح را ناشسته رو خواند سپهر
لاله گلزار جنت شد صدف
روح مانی هندلیبی بر گلت
یک گلت، آراسته از چند رنگ
کسز کسد امین سرفرازم بهره مند
گوید این را سرفرازی ساخته
پسایه قدرت به فرق فرقدان
بنده شاه جهان باید چنین
ثانی صاحبقران شاه جهان
خانه را از دود گج کاری کند
خانها بنا نخواهد چون حباب

ای گل خاکت بهار رنگ و بو
تا ز دیوار تو، نگرفت آب و رنگ
تا شده دیوار تو، افراشته
پرده کج، گر بر خسارت کشید
باشد از تر دستی بنای تو
روی دیوارت، ز موج آبرو
پیش نقاش تو، ای نقش بهار
کار نقاشانت از پس دلبر است
دلبر با گلپای سقفت جا بیجا
تابه نقشت، خانه تصویر رفت
خانه از نقاش تا گلشن نشد
ای وجودت، در جهان رنگ و بو
ای بصورت، شاهد باغ جنان
عکس موج دهر، بر دیوار و در
اندرین دارالسرور دل پذیر
خانهایت، در صفا همتای چشم
پایه ات، در غور، چون فکر حکیم
دلکشای آیتسی، در شان تو
میرود رضوان ازین دلکش بنا
بسکه دیوارت بود آئینه رو
تا ترا آب صفا آراست چهر
پیش نقاش تو، از بسهر شرف
ای بهار رونمای، هر گلت
بسکه گلپایت، بهم افگند رنگ
رفتت گوید بساواز بلند:
قامت را هر که دید افراخته
ز ارتفاع شان خان نکته دان
محفل اقبسال را مسند نشین
آبروی گلشن کون و مسکان
رای او، با شمع، گر یاری کند
گر به تمیر جهان آرد شتاب

حفظ او بر موم اگر خواند فسون
نیست در عالم بجز او شاه کس
کس نیاید در جهان آب و گل
بهر اقبالش، اگر سوزی سپند
روی او، شمع سرای کائنات
چون تمامی یافت این رشک بهار
لیک تاریخی که لایق شهرت است
شمع را در خانها سازد ستون
خانه یک شمع را فانوس بس
نو بهاری، همچو خلقتش معتدل
دود آن، بر چرخ اندازد کمند
خانه زاد خاطرش، آب حیات
گوهر تاریخ ها کسردم نثار
قصر اقبال و محل دولت - است (۱)

۸۱۰۴۸

در مدح شاهجهان و توصیف سرقع شاهی (۲)

پرورده کدام بهار است، این چمن
هر خط او، چو خط کشمیر، دلفریب
از دیدنش، نظارگیان مست میشوند
از بسکه دیده خیره شود در نظاره اش
یا قوت ثلث این خط اگر مینگاشتی
تذهیب، داد شاهد خط را، چه زینتی
آراسته بهشتی تصویر حوریان
چسبان شد اختلاط خط و صورتش بهم
مو از زبان چو خامه نقاش سرزند
تصویر و خط چو صورت و معنی بهم قرین
تمکین حسن اگر نشدی، مانع آمدی
چندین هزار نقش بدیع، انتخاب کرد
صاحبقران ثانی از اقبال سرمدی
کز بهر دیدنش، نگه از هم کنیم وام
وز حلقه حروف، براه نظاره دام
آن باده ای که دایره هارا بود به جام
نتوان شناخت دیده کدام است و خط کدام
مستعصمش بنیده نشاندی ز احترام
آری، شفق فزوده بحسن و جمال شام
حوری که باشد او را غلمان کمین غلام
پیچد بموی طره تصویر زلف لام
نطق، از حسن صورت او، سرکند کلام
وز اتحاد کرده در آغوش هم مقام
در باغ صنفحه شاهد تصویر در خرام
دوران که، شد سرقع شاه جهانش نام
شاه ستاره لشکر خورشید احتشام
(دیوان کلیم ص ۲۷)

۱- در سال (۱۰۴۸هـ) شاهجهان در دولتخانه سهند نزل فرمود و این عمارت متصل به باغ حافظه ریخته بود. پادشاه میر علی اکبر کروری فوجدار کشمیر را امر فرمود که - دولتخانه خاص و خوابگاه والا - تعمیر کند. و در همان سال بتکمیل رسیدند. عبدالحمید نزل شاه را به این عبارت نوشته: هژدهم جمادی الثانیه بدولت خانه سهند، که پیوسته باغ حافظه ریخته بنا شده، تشریف فرمودند.

۲- رک: کتاب حاضر ص ۱۳۸۰.

کوه وقارش، ار فگند سایه، بر بخار
شاهنشاهی که پیر مرقع لباس چرخ
تاریخ شد - مرقع بی مثل وبسی بدل -
مانند سطر، موج بیک جا کند مقام
ذکرش دعای دولت او شد علی الدوام
چون این سواد گلشن فردوس شد تمام

۸۱۰۴۶

(اضافه از حیات کلیم ۱۹۵)

در توصیف از مرقع شاهجهان

نقشبند کارگاه صنع ، همچون زلف یار
از بهار گلشن فردوس، رنگین نسخه ای
نازم این زیبا مرقع را که چون روی بتان
این مرقع نیست، غوصی کرده غواص قلم
محضر خوبی، بخط جمله استادان رساند
روح مانی عندلیب گلشن تصویر اوست
از تحرک خامه نقاش جادوکار او
جلد را، شیرازه جمعیت خاطر، ازوست
طرح این گلشن شهجنت مکان کرد از نخست
حسن سعی ثانی صاحبقران شاهجهان
آن شهنشاهی که، این پیرمرقع پوش چرخ
باد عهد دولتش پیوسته تا روز شمار
نقش پرکاری دگر بر روی کار آورده است
کاتب قدرت، برای روزگار آورده است
صفحه اش خطی بروی نو بهار آورده است
یک صدف لبریز، در شاهوار آورده است
میرسد قهرش سجد افتخار آورده است
این گلستان این چنین بلبل هزار آورده است
پنجه تمثالها را، رعشه دار آورده است
کاین چنین زیبا نگاری در کنار آورده است
این زمان لیکن گل اتمام بار آورده است
آب شادابیش اندر جوئبار آورده است
نقد انجم بر درش بهر نثار آورده است
کوبعالم رسم جود بی شمار آورده است

(دیوان کلیم ۷۲)

حسن خطش بسکه کامل شد، سپهر از کان صبح
سحرکاری قلم، در گوشه چشم بتان
بهز تذهیبش زر کامل عیاز آورده است
دلبری را همچو مژگان آشکار آورده است

(اضافه از حیات کلیم ص ۱۹۷)

عزل

همیشه کارم در کار خیر تاخیر است
درین چمن نرود عهد خوشدلی بشتاب
فقیض گیری افلاک را، چه میدانی
پوش جوهر خود را که، از بلا برهی
که توبه مانده درست و بهار کشمیر است
ز موج سبزه، بپای نشاط زنجیر است
علاج عقده دشوار، ترک تدبیر است
کزین گناه گرفتار بند، شمیر است

جنون، بخانه زنجیر، اگر پناه برد
بصیدگاه محبت، که صیدها رامند
زدلخراشی کز جور آسمان دیدم
دلَم که، رد فروشده و خریدار است
دلَم که، بهره ز خوبان نمیبرد، گوئی
سپهر تفرقه افکن (کلیم) ز آتش رشک

دیگر

بجاست خانه تاریک، عقل دلگیر است
رمی که باشد صیاد را، ز نخچیز است
هلال عیدم، در دیده ناخن شیر است
ز تیره بختی همدرد بنده تیر است
که باغبانسی در بوستان تصویر است
کباب الفت پیوند شکر و شیر است

شگفتگی گل خار بهار کشمیر است
که نشه، وقف لب جوئبار کشمیر است
عنان هوش، بدست چنار کشمیر است
که پای تا بسرش داغدار کشمیر است
خضرز چشمه خویش، آبیار کشمیر است
بچشم آنچه نیاید، غبار کشمیر است
چه آبهاست که بر روی کار کشمیر است
خنک چوتوبه می در بهار کشمیر است

دیگر

گلشن کشمیر، خارش گل بدامان میدهد
زاهدان خشک را، نبود هوایش سازگار
بخت بد، سرمایه ما را، یگان از دست داد
گرچه، بدسودائیش، یکدل بکس واپس نداد
هر لبش گاه تبسم، معجزی دارد جدا
سربجیب خود، بفواصی فرو، گر میبری
میدهد گاهی بری، نخل امید ما، ولی
تب بکام دل، ز وصل استخوان من رسید
پیش چشم مست او، ای دیده! خونباری مکن
همره سامان ما، سر گشتگی چون آسیا
خوش دبستان است چشم فتنه ساز او (کلیم)

سایه در خاک چمنها بوی ریحان میدهد
ز هد و تقوی را، هوای تر بطوفان میدهد
مفلس آب خضر، گر بفروشد، ارزان میدهد
هر که دارد دل، بآن زلف پریشان میدهد
یک لبش جان میستاند، یک لبش جان میدهد
خاک ره دانی گهر های که همان میدهد
تخم گل گر میفشانم، بر مغیلاں میدهد
آری! آری! داد آتش را نیستان میدهد
ز آنکه خوف ریزی بیاد خوبی ترکان میدهد
تا نباشد، کی سری را دهر سامان میدهد
غمزه او دلبری تعلیم مرگان میدهد

● ظفر خان و کلیم : (۱)

میگذارد هر کجا خاری است سر در پا مرا
از کسی چیزی بدل نبود حباب آسا مرا

عزت دیگر بود، در دامن صحرا مرا
گر بمن خاشاک این دریا زند زخم پلنگ

تیره روزم دوست میدارد دل شبها مرا
 هر کجا شوریده ای دیدم، برد ازجا مرا
 میکند آخر کفن آلوده دنیسا مرا
 میدهد گر قطره ای میراب این دریا مرا
 میدهد درس خموشی صورت زیسا مرا
 دست و پایم بسته و سرداده در دریا مرا
 بلبل باغ ظفر خان میکند گویا مرا (۱)

طره ات، زین بیشتر بایست، بامن وا شود
 گاه بسادم میرباید، گاه آبم میبرد
 مرگ را گر دشمنم، نی آرزوی زندگیت
 میشکافد سینه ام را، عاقبت همچون صدف
 شب هم از کسب کمال، آسوده در بستر نیم
 همتی ای خشکی طالع، که زنجیر سرشک
 هم صغیری نیست خاموشم درین گلشن (کلیم)

ترجیع بند ساقی نامه (۲)

این بیخبری، مژده صدبوس و کنار است
 ساقی! بده آن باده که، بر عقل سوار است
 افروخته، مانند انار و گل نار است
 یک کاسه آن، از پی یک شهر، حصار است
 چون رشته گوهر، نفسم آبله دار است
 سودا زده را، موسم آشوب، بهار است
 ساغر نکشاید نظر، از بسکه خبار است
 از خاک در میکده و آب خمار است
 شیرازه احوال من از نغمه تار است
 بدخو شود آن دم که، در آغوش و کنار است
 هوش و خردم باخته خود، در چه شمار است
 که موج شرابیم و گهی تازر بابیم

ساقی! خبرت نیست که، ایام بهار است
 دو دست خرد، چند توان دید، عنان را
 آن باده که، از پرتو آن، پنبه و مینا
 آن باده که، چون فوج کشد، لشکر آندوه
 آن آتش افروخته کز، گرمی و صفش
 از چهره ساقی، بود آشفگی زلف
 بی جلوه مینا، که برد گرد کدورت
 من کیستم آن مست که، ترکیب وجودم
 هر چند که، درم ترم از تار گسسته
 در حیرتم، از زاری طنبور، که این طفل
 دل در گرو ساقی و، جان رهن مغنی
 دل بسته سازیم و اسیر می نابیم

۱- قطعه زیر بر وفات خواجه ابوالحسن پدر ظفر خان گفته است :

چون شد آزاد از قفس، مسرور باد
 همچو چشم مهر و مه، پر نور باد
 نام نیکش تا ابد، مذکور باد
 یک بیک نزد خدا، مشکور باد
 خانه عقباش ازین، معمور باد
 رفت و از این همی، مغفور باد
 بسا امیرالمومنین محشور باد

مرغ روح خواجه آزادگان
 تربتش ز انوار رحمت، تا بهش
 فیکنامی، همچو او، عالم نداشت
 سعی های پنجه اش، در راه دین
 بیشتر از خود فرستاد، آنچه داشت
 روز قتل شاه مردان، از جهنم
 بهر تارینش از آن رو، عقل گفت :

۸۱۰۲۲

۲- این ترجیع بند بفرمایش ظفر خان احسن سروده شد. رک: کتاب حاضر ص ۱۳۳۹ و ۱۳۴۲

آن صیقل مرآت دل و تیغ زبسان را
 خورشید دماند ز جبین باده کشان را
 بر داشتن از ریشه، ز جا رطل گران را
 بی آئنه قدری نبود آئنه دان را
 صد شکرکه، بر چید شب جمعه، دکان را
 زاهد! بمحرم فگنیم، این رمضان را
 آن آئنه صورت احوال نهران را
 زین باده اگر آب دهی چوب کمان را
 نشتر، چه عجب، گر بکشا ید رگ جان را
 از خود، بفشاندن ببرد، رنگ خزان را
 زین باده، اگر مایه دهی آب روان را
 کو دست دگر، تا بکشم رطل گران را
 گه موج شرابیم و گهی تار ربا بایم

تا، ساغر بیتخانه ما، پر می ناب است
 درخاک اگر نیست خمی خانه خراب است.
 معسوره آراسته عالسلم آب است
 پیوسته بخوابست، اگر چشم حباب است
 گر، سد غمی هست، همین سد شراب است
 جای که، میان می و ساغر، شکر آب است
 در پهلوی هم تنگ چو اوراق کتاب است
 کشتی نتوان راند بهر جا تنک آب است
 در خواب چه دید است که پیوسته بخواب است
 آن زند که، بی مطرب و ساقی و کباب است
 گه موج شرابیم و گهی تار ربا بایم

گلدسته رنگین گلستان ارم را
 وای! ار نرسانی، دو سه جام پی هم را
 ساقی! بحر یفان برسان باده کم را
 از پای کشد، راحت او، خار السم را
 از تسار رقم، بخیه زند، چاک قلم را
 از لسوح دل برهمنان، نقش صنم را

ساقی! بسده آن آئنه صورت و جان را
 زین باده صبوحی نتوان زانکه بیک جام
 در جام دهن نه، چو حباب، ار نتوانی
 سر رتبه ز می یافته و چرخ ز خورشید
 از پرتو این باده، شب از دهر نهران شد
 کشمیر و بهار است و سر روزه نداریم
 ساقی! نیم از حال خود آگاه، بن ده
 کج کج رود از مستی و هر سوی فتد تیر
 گر حدت این باده، بغولاد دهد آب
 آن باده پر زور که، سر پنجه تا کش
 از ناخن موجش، نتوان وزنگ حناشت
 وقف کمر مطرب و ساقیست دو دستم
 دلبسته سازیم و اسیر می ناییم

در کلبه ما، تا بکمر، موج شراب است
 گر سر بفلک میکشد ایوان منقش
 هر جا که می و مطرب و معشوق دهد دست
 می نوش! که چشم بد ایام، درین فصل
 خوش گفت فلاطون بسکندر که: درین دور
 غیر از لب کم حرف تو، ساقی! نشنیدم
 از مدرسه بگریز که، بس تیره درونی
 محروم ز می، زاهد ازین عقل تنک، شد
 جز چهره می چشم حساب قدح ایام
 زاب خضر و ملک سکندر نشکبید
 دلبسته سازیم و اسیر می ناییم

ساقی! بده آن گرمی هنگامه جم را
 زین سان که، رسد محنت ایام پیا پی
 هر گاه بمن دور رسد، بوسه حساب است
 آن می که، نهی خشت خمش، گربسر خویش
 آن باده که، در کام دوات، ار بچکانی
 آن باده که، از حدت آن، محروم توان کرد

گر پای نهی، پی کنی، آهوی حرم را
زان سان که، بود تازگی سکه درم را
این ابرکه، بر سبزه نهاد است شکم را
بهر چه بر آئینه نگارند رقم را
بگذار که، قزبان شوم آن تیغ دو دم را
گه موج شرابیم و گهی تار ربابیم

تا جام بود، عبرت از ایام نگیریم
چون لاله کبابیم اگر جام نگیریم
بیقدر بود، هر چه با برام نگیریم
ماهم، خبیری از غم ایام نگیریم
بر سر مکش از روغن بادام نگیریم
ما زنده بآنیم که، آرام نگیریم
آن صید حلال است که، در دام نگیریم
زنگ از تری طالع خود کام نگیریم
از پیر مفان، باده چسرا، وام نگیریم
تا ننگ بود ما طرف نام نگیریم
منت نکشیم از کس و انعام نگیریم
گه موج شرابیم و گهی تار ربابیم

در ظاهر پاک آئنه روی ریائی
گیرند همه دامنش از بهر دعائی
مشکل که برد جاده هم راه بجائی
مستیم و عجب نیست ز ما لغزش پائی
آن را که بود، جام میش راه نمائی
صد توبه شکست و نشنیدیم صدائی
آراسته هر ذره بخورشید جدائی
ای شیخ! که در صومعه بسی برگ و نوائی
برداشته مژگان، بخدا دست دعائی
گر هیچ نخواهیم کم از آب و هوائی
گه موج شرابیم و گهی تار ربابیم

آغاز بهاری است که، بر سبزه تازه
از سبزه، شگفت است کنون، هر گل خاکی
ترسم که شود، سدره نشو و نمایش
داغم، ز خط ساقی و از موج قدح هم
شوخی که بود ساقی ما، مطرب ما اوست
دل بسته سازیم و اسیر می نابیم

مستیم و، عنان دل خود کام، نگیریم
بسی می، بگلستان جهان، عزت ما چیست
هر لحظه، ز ساقی طلب باده، ضرور است
زین سان که، جهان را خبری، از غم ما نیست
خاکی که، ملایم شود از سایه تاکی
موجیم که، آسودگی ما، عدم ماست
مارا که، بتزویر و حیل، نیست سرو کار
زین سان که، ز می آئنه طبع، جلا یافت
قرض رمضان نیست که، واپس نتوان داد.
دیدیم که، بر روی نگین، نام چه آورد
ما هیچ نداریم جز از، ساقی و مطرب
وابسته سازیم و اسیر می نابیم

زاهد! که بود تیره شب صبح نمائی
با آنکه شود گرد ز دامن ترش گل
در بادیه زهد، اگر راهنما اوست
مارا، ز حدیث می و ساقی، که بدر برد
مشاطه آئینه بود، روی تو، ساقی!
خوش گوشه امنیت خرابات، که آنجا
در میکده، هر بی سروپا را، قدحی هست
همامه تزویر، برهن خم می کن
ساقی ز پی نرگس بیمار، تو دایم
آز پخت، بجز نغمه و می، ملتسمی نیست
دل بسته سازیم و اسیر می نابیم

عید آمد و در کاسه تقوی به ازان کرد
 یک شب بتوانند قضای رمضان کرد
 یک یک بسوی محفل احباب روان کرد
 چون شیشه تهی گشت علاج خفقان کرد
 ساقی بسفر، کشتی می، باز روان کرد
 چون غنچه گل جامه ازو رنگ توان کرد
 آنکه که، ز می جام تهی گشت، فغان کرد
 در خورقه، چه شد زاهد اگر، شیشه نپان کرد
 خود را نتوانم چو بافسانه جوان کرد
 چون طرح غزل کرد ظفر خان چه توان کرد
 که موج شرابیم و گهی تار ربابیم
 (دیوان کلیم ۳۲۲ - ۳۲۷)

خون در قدح باده کشان گر، رمضان کرد
 ساقی نه چنان تن به ادا داد، که مستان
 خم گرچه بسی دست نشان همچو سبوداشت
 با آنکه، علاج همه دردی، ز شراب است
 هر چند که، بر رفت و تهی باز پس آمد
 آن باده، که گر شیشه می، در بغل آید
 تا باده شود، شور و شر از بزم، نخیزد
 بگذارد که، دودی کند آن آتش پنهان
 یا توبه و پیری، سخن از ساقی و می چند
 هر چند، غزل گونی و مستی، فن مانیست
 دل بسته سازیم و اسیر می نابیم

● انتخاب کلام کلیم :

کجاست برده که بر دارد آشیان مرا (۱)
 پاسبانی نیست مشفق تر ز ویرانی مرا
 آزاده ام، نه دام شناسم نه دانه را
 جیب دریده، دامن در خون کشیده را
 دامن زند، چراغ گل نو دمیده را
 یاری یک رشته، جمعیت دهد گلدسته را
 که سازد سرمه، چشم عیب بین را
 عاشق بی شکوه را، آتش بی دود را
 کدام خانه، که ویران نگشت بر سر ما
 که صلح کرد می مدعا بساغر ما
 کم بها کرد، تهی دستی دوران ما را
 جنون من نشناسد ز شهر صحرا را
 لب از شراب کام نگردید تر مرا
 فکوریان یاد میگیرند طرز نکته دانی را
 زانکه در خاطر ما نیز، غم دنیا نیست
 گاه که، از دوستداران شکوه بیجا، خوش است

درین چمن چو گلی نشنود فغان مرا
 از خرابی کس نمیگردد بگرد خانه ام
 بگذاشتم بهم، بد و نیک زمانه را
 عریان تنی خوش است، ولی ذوق دیگر است
 آنجا که شمع روی تو افروخت، باغبان
 قاتوانی، ناتوانان را بچشم کم، مبین
 شکست ایام، گوهرهای بی عیب
 فیست بگیتی در چیز، جستم و کم یافتم
 بغیر خانه زنجیر و دیده تر ما
 بحیرتم که خیر، چون بسنگ حادثه رفت
 مفلس از جنس خود ارزان نفروشد، چه کند
 اگر بیادیه گردی نمیروم، چه عجب
 چون شیشه شکسته، بمیخانه وجود
 ازان چشمی که میداند زبان بی زبانی را
 گر ندارد غم ما دهر، نرنجیم ازو
 تا ازین خون گرم تر گردند غم خورای (کلیم)

توان کشود، ولیکن زشرم، رخصت نیست
 گزنداری باده، باید خویش را دیوانه ساخت
 این خار، بن سوخته‌هم، برگ وبری داشت
 تا گل ساغر ازو چیدم، گلی دیگر گرفت
 خبر نیافت که، نام که، بر زبان من است
 بی طالعی پور، ز تقدیر پدر نیست
 اول و آخر، این کهنه کتاب افتاده است
 هر کجا می‌کده هست، خراب افتاده است
 آئینه، دل بهیچ جمالی نه بسته است
 بهاشقان، کرم اشک، بی حساب چراست
 روپس نکرد، هر که ازین خاکدان گذشت
 نتوان ولی ز مشت خص آشیان گذشت
 یا همتی که، از سر عالم توان گذشت
 روز دگر، بکنند دل، ز این و آن گذشت
 همچو طواض که، پرزینت و کم پرواز است
 صد دهان نغمه سرا باشد و یک آواز است
 روزن چه احتیاج، اگر شیشه تار نیست
 شاخ بریده را، نظری بر بهار نیست
 یعنی مرا، بغیر سخن یادگار نیست
 جز آشیان سوخته بر شاخسار نیست
 هر کس که بخویش در سخن نیست
 مارا آوام در وطن نیست
 گوهر شناس بسی غرضی، در جهان کجاست
 آتش افسرده، پی گرمی گلخن باقیست
 که، پای اشک خونین در میان است
 شمع محفل را، گناهی نیست گر پروانه سوخت
 گدا یک لحظه، بسی نام خدا نیست
 که هیچ بت، نشناسد، حق برهن چیست
 گرتوهم داری، بگو! این جا کسی بیگانه نیست
 داغ من مرهم ندید و راز من محرم نداشت
 چیزیست که آسمان ندارد

دکان شعر ببازار امتیاز (کلیم)
 یک نفس هشیار بودن، عمر ضایع کردن است
 منگربه (کلیم) از سر خواری که درین باغ
 گلستان چون ساقی مستان، ندارد گلبنی
 چنان نهفته ام اسرار عشق را، که لبم
 از چرخ چه مینالی، آگس بخت نداری
 ما ز آغاز و از نجام جهان، بسی خبریم
 شکر چشم تو کند، محتسب شهر، کزو
 روشن دلان فریفته رنگ و بو نیند
 فلک به تشنه لبان، قطره را، شمرده دهد
 وضع زمانه، قابل دیدن دوباره نیست
 حب وطن نگر که، ز گل چشم بسته ایم
 طبعی بیم رسان، که بسازی بعالمی
 یک روز، صرف بستن دل شد، باین و آن
 هر که خود بین و خود آرا، زهنر بیخبر است
 سر تو حیسب، ز زنجیر شود معلومت
 روشن دلان، حجاب صفت، دیده بسته اند
 قطع امید کرده نخواهد، نعیم دهر
 لوح مزار خویش، ز دیوان خود کتم
 در گلشنی که، عشق بود باغبان (کلیم)
 نشنیده حدیث آشنائی
 دودیم به گلخن زمانه
 هر کس شناخت قدر مرا، قیمت شکست
 بعد و استگیم، سوز تو در تن باقیست
 دلم با چشم تر یک رنگ، زان است
 دایم اندر آتش خود، عاشق دیوانه سوخت
 دل آگاه میسباید، و گرنه
 چه غم، اگر نشناسی، حق وفای مرا
 هر کس از بیداد گردون، شکوه دارد (کلیم)
 چشم دلجوی دلم، از مردم عالم نداشت
 راحت مطلب (کلیم!) از چرخ

نگیرد جای بلبل گل، اگر صدباغبان دارد
 همچو دیوانه که، بر مردم زندان گذرد
 بسکشت ما گذار لشکر افتاد
 باد نتواند، ستم بر سبزه نوخیز کرد
 ریگ از روان بود، ز بیابان نمیرود
 بسان، دزد که در خانه گدا افتد
 از آن شراب که در ساغر جوانی بود
 گذشتن از همه کاری ز کاروانی بود
 که زاغ، از خورش استخوان، همان شود
 اگر بدیده فتد، توتیا نخواهد شد
 هنر غریب شد آنجا که، امتیاز نبود
 این فتح، بسی شکست، میسر نمیشود
 سزای آنکه، طبیعت زمانه ساز نبود
 آئینه عیب پوش سکنسدر نمیشود
 میتوان یافت که چون شمع چه بر سر دارد
 بهره دسترس نیست، دل از آن بردار
 برو سواد وطن را، ز آشیان بردار
 هزار چشم نداریم، صد هزار افسوس
 بردباریها بین! اما ز بار ما میزس
 بهر کجا که، تبسم خرد، شیون باش
 گهی سحاب چمن، گاه دود گلخن باش
 بهر سفر که روی، شرمسار رهزن باش
 چه جای، نقش و نگار است، خانه درویش
 که از سراب، جز آب بقا نمیخواهم
 جریده میروم و رهنما نمیخواهم
 همریست که، در دامم و صیاد ندارم
 شرمندگی، از عصمت زهد، ندارم
 چون جواده ام، نسند کسی نارسائیم
 گردیدم و یک یار وفادار ندیدم
 اهل عالم جمله طفل و ما چومغ بی پریم
 با همه افسردگی، دل زنده تر از اخگریم

هوا داران گروه دیگر اند و عاشقان دیگر
 بر گرفتاری دل، خنده زنان میگذرم
 (کلیم) آخر ز بیسداد که نالیم
 سر بلندی هر کجا کمتر، سلامت بیشتر
 چندانکه میرویم، بجای نمی‌رسیم
 غم زمانه، ز ما بسی دلان، ندارد رنگ
 بگرد میگذه ها گسردم و نمی‌یابم
 مرا ز کار جهان، بیخبر که میگوید
 معادت ازلی را، بسکب نتوان یافت
 نه هر که صدر نشین شد، عزیز شد، که غبار
 گهر خرف بود آنجا، که گوهری نبود
 اقلیم دل، بزور مسخر نمیشود
 نشسته ایم بخاک سیه، ز طبع بلند
 روشندان، خوشامد شاهان، نگفته اند
 باطن هر که، منور شود از آتش عشق
 نگویمت که، دل از حاصل جهان، بردار
 وطن تمام خس و خوار بیکسی است (کلیم)
 باین دو دیده، ز حسنت چه میتوان دیدن
 ما نمی‌گوئیم، کز هر کس، چها برداشتیم
 نفس، موافق طبع جهانیان، نکشی
 چو سقف خانه، هوا دار یک مقام مشو
 بجزر متاع تجرد، بهار خویشت میند
 دلم ز ناز و نعیم جهان، ندارد رنگ
 چنان، براه طلب، همت بلند بود
 (کلیم) از سفر آوارگی چو مطلب شد
 باید ز من آموخت، ره و رسم، اسیری
 دامان ترم، پاک تر از دامن دریاست
 در راه خاکساری و افتسادگی (کلیم)
 چون رشته گلسته، بگرد همه خوبان
 هیچکس نبود، که نبود، در پی آزار ما
 اندرین گلخن، بجشم کم مبین ما را (کلیم)

گذشت آن، کز پی یک گل، بصد گلزار میرفتم
 چون شیشه، هر کجا که سر حرف، واکنم
 ما طاققت تیار، دو بیهار نداریم
 میتوان برد، بهر شیوه، دل آسان از من
 رسوای عالم، ز نگاه نهان تو
 نمیرویم بسراهی که، کاروان رفتست
 هوسها کاش میرفتند، بسا عمر بسر رفته
 واپس ندهد، هر چه ز الهام گرفته
 که کرده هر مگسی خویش را، خیال همای
 کسی را قدرمشکن، گر نخواهی کم بها گردی
 که باشد قوت پرواز، اگر روزی رها گردی
 چو گل چینی، همان به کاشنای باغبان باشی
 از دل نتوان کرد برون، حب وطن را (۱)
 آن سرو که، آگاه ز تاراج خزان نیست
 این عقل چراغیست که در خانه حرام است
 سر حلقه، بغیر از من دیوانه، کدام است
 آن روز که، ابروی بتان شکل کمان یافت
 هر کس، بطریق دگراز دوست، نشان یافت
 شمع را، فانوس پندارد که، پنهان کرده است
 کاروان، در ره نا امن، شتابان گذرد
 اول بلا بر غم بلند آشیان رسد
 غارتگر خزان، چو باین گلستان رسد
 گردد بدل بصلح، چو فصل خزان رسد
 روزیکه وقت رفتن ازین آشیان رسد
 که کسی، بر سر دشمن بشیخون فرود
 ز روزگاره، بسی کار ما، بسامان بود
 چو گل بود، نظر از روی باغبان بردار
 جاده گزاتار در پیش آیدت مضراب باش
 در تلاش تشنه مردن، در کنار آب باش

کنون گر گلستان، در دامنم باشد، نمیخواهم
 یک بزم را، ببوی سخن، مست میکنم
 تا چشم تو دیدیم، ز دل دست کشیدیم
 به نکلیم، به خموشی، به تبسم، به نگه
 می را نهفته خوردم و مستی نهان نماند
 ز بسکه پیروی خسلق، گمراهی آرد
 هوای سیر گلشن، مانده است و بال و پر رفته
 راضیست (کلیم) از سخنش پست و بلند است
 رواج جهل مرکب، رسیده است، بجای
 خدنگ طمنه، دایم سوی تیر انداز، برگردد
 چو در دام غمی افتی، پروبال آن قدر میزن
 بدل صد آرزوداری، بدوران سازگاری کن
 میخانه نشینیم، نه از باده پرستیست
 حال من بسی برگ و نوا را، چه شناسد
 از نور خسر، کس نرسید است بجای
 گر حلقه دامست، و گر حلقه زنجیر
 مارا، هدف نساوک بیداد، نوشتند
 سرگشته (کلیم) از پی آنم، که درین راه
 دل کمان دارد که پوشیده است، راز هشق را
 رود آرام ز عمری، که بهجران گذرد
 گاهی که، سنگ حادثه، از آسمان رسد
 ای باغبان، ز بستن در، پس نمیرود
 آخر همه کدورت، گلچین و باغبان
 بسی بال و پر، چو رنگ ز رخسار میپریم
 شب، خیال تو چنان، بر سر دل میآید
 بکف پیاله، بسر باده، حرف بوسه، بلب
 پیاله گر بکف آید، بپند گو، منگر
 هر کجا بار یک شد راحت، قدم از سربنه
 از شهادت رتبه بالاترت، گر آرزوست

چو برق، از خاطر این چرخ کج رفتار میرفتم
 از بسکه سیر شد، غم فردا نمیخوریم
 ما زخم را ز تیغ تو، تنها نمیخوریم
 سیر طالع بین، کجا بودم، کجا افتاده ام
 تا یکام غم، درین غربت سرا افتاده ام
 لیک، ازین شادم که باری بی بها افتاده ام
 من ندانم از چه، در دام بلا افتاده ام
 بهتر از شیطان، رفیق راه گمراهی گزین
 همت بورز و، لب بلب جام جیم منه
 هر چه زشت است، درین آئنه زیبا یابی
 که، بهر کامیابی، شرمسار آسمان باشی
 گلستان سر بسراز تست، گریبی آشیان باشی
 در کوی توقع، سگ قصاب نباشی
 طیب را چه گنه، درد بی دوا، داری
 سیه روز و سیه بخت ارنخواهی همچو من باشی
 که همچون موج، هر جانب بدنبال هوا گردی

(کلیم) از یاد کس رفتن، اگر در دست من بودی
 از وضع ناگوار جهان، طبع ما (کلیم)
 هر کس که دید چاک دلم، پاره شد دلش
 گوهر تاجم، که در دست گدا، افتاده ام
 صبح من، شام غریبان است، از شامم میرس
 گوهر شب تابم و از شمع بی قیمت ترم
 هرگز در سر، هوای دانه کامی نبود
 در ره عصیان، هم ای دل! همتی باید بلند
 تا خون زدست خویش، توان خورد، زینهار
 از دل خویش، اگر زنگ غرض دور کنی
 بترک مقصد، اربنون خود باشی، از ان بهتر
 جهان را میتوان تسخیر کرد، از تیغ استغنا
 زینهار وفا را، غرض آلوده، نسازی
 دلا چه شکوه بیبوده، از قضا، داری
 درین مکتب، سواد صفحه دانش، مکن روشن
 (کلیم) این شیوه تردماناست، از تو کی زبید

۲۰۵ - میر کمال الدین کشمیری

● تاریخ اعظمی : کمال الدین، از نجیب زادهای کشمیر بود. در
 عنفوان جوانی کسب عنوان سخندانی داشت، دستی در نظم و نثر بهم رسانیده
 و ضبط نستعلیق و شکسته را درست کرده، در سلک ملازمان شاهزاده سلطان
 اکبر انتظام یافته. یکچندی باریاب مجلس کارکنان ارباب انشا هم در سرکار
 مزبور بود. بعد واقعه خروج شاهزاده و فرار ایشان بجانب ایران، به کشمیر
 رسید، و عالمی را به تعلیم خط و انشا بهره ور گردانید.

بتجویز فاضل خان غائبانه نوکری پادشاهی و جاگیر حاصل کرد. در
 غایت قناعت میگذرانید. رقعات رنگین با نکات دلنشین، ازین میر کمال

آئین، بر السنهٔ خاص و عام مذکور است. بایراد یک رقعہ درین رساله اکتفا نمودم، که در باب رسید طبق غسل که میان حضورالله بجای آن بارزنده فرستاده بود:

رقعہ

ما ریکه مخالف است، قول و عملش بگریز، بلائے سراسر دغلتش چون طفل، بشیرینیش، از راه، مرو زهر مار ست در حقیقت عملش طبق غسل مصفا، که از شربت خانهٔ خلوت آن مطوفت آنها، حصه تلخ کامان حنظلستان اختلاط اینای زمان شده بود، ذائقهٔ نا امیدی را شیرین ساخت، و سنگ در زنبور خانهٔ شوشی این روستا پروردهٔ بی باک انداخت. بحکم — الاناء یترشح بهافیه — حقیقت مسطور بسر منصهٔ ظهور جلوه نمود. با خود گفتم: جو فروش گندم نسما، میشندیم! زهر فروش شهید نما، هم دیدیم. باز نظر بر آن، که افعال بزرگان خالی از حکمتی نباشد، جاسوس فکر را بهر سو دوانیدم، سراغی از مدعا نیافتم. گاه تصور میکنم که آنچه سالکان طریق (?) بیشتر از آنست که، از کثرت ذکر یا قهار! تصور یاری بر آمده، آنکه خیال میبندم که زنار مشرکان خفی ست که از شدت سپاه کفر باطن رنگ سیاهی درون شان گرفته. گاه گاهی حدیث سن ایشان را منظور داشته میدانم که: بمقتضای مقوله — الصبی صبی و لولقی النبی — از طفل مزاجی من در غلط افتاده، باز یچه بچه ترسای بخاطر آورده، ازین غافل که، این فقیر بصورت حقیر در ناسوبن این نوع هوام حالی، همان حال عصای موسی دازم. و گاهی بر ریاضت و جهاد ایشان را ملحوظ داشته بخاطر میگذرانم که قوم کشتن مار نفس — که در طف چنین حلقه عکس زده — کردند، ازین بی خبر که یکه تازان معرکهٔ جهاد اکبر صید لاغر نفس را قابل فتراک علو همت خود نمیشمارند. حاصل که هر چند مار اندیشه از غصه عدم دریافت گنج حقیقت — این الخور — بر خود میبچسبده بسوراخ مطلب راه نمیرد، مگر خود ارشاد میفرمایند و این عقده بناخن بیان بکشایند.

واقعه میر کمال الدین در آخر هزار و یکصد و سی و یک (۱۱۳۱هـ)

قا اوائل سی و دو (۱۱۳۲هـ) اتفاق افتاد: (ص ۲۲۸-۲۲۹)

۲۰۶- کمگو، عبدالرحیم کشمیری

● کلمات الشعرا: عبدالرحیم کمگو کشمیری: چند گاه پیش فقیر مشق کرد بطرف دکن رفت و آنجا در گذشت:

بهار آمد، ز جوش لاله، دارد کوه دیدنها	شرر، خارا شگافی میکند، از دل طپیدنها
ما خراب رنجش بیجای او، گردیده ایم	گر پسر افشاند غبار از دل شود تعمیر ما
گرفته زخم دلم در دهن خدنگ مرا	بلذتی که، مکد طفل شیر خوار انگشت (۱)
ز زنجیری که عشق انداخت دریای من، ای قمری	فتاد آخر ترا هم حلقه در گردن، ای قمری، (۲)
مگر سرور ما، دیدی که از دیوانگی، بر تن	زبال و پرترا صد پاره شد پیراهن، ای قمری (۳)
	(ص ۱۵۸)

● ریاض الشعرا: کمگو کشمیری بوده، مجد افضل سرخوش نوشته که: پیش من مشق شعر میکرده. او راست این بیت. (یک شعر - خطی)

● آتشکده: کمگوئی، از تخلص مفهوم میشود، این شعر در قصیده ازوست.

(یک شعر دارد ص ۲۶۶)

● گل رعنا: کمگو، عبدالرحیم کشمیری: حافظ کلام المہی بود و پاره طالب علمی داشت. همراه ارودی عالمگیری بدکن آمده رحلت کرد. ازوست.

(دو شعر دارد ص ۹۵۰-۹۵۱)

● صحف ابراهیم: کمگو، عبدالرحیم کمگو تخلص کشمیری. از شاگردان میرزا مجد افضل سرخوش تذکره نویس بود: در اوائل سلطنت عالمگیر رحلت نمود.

(۲۹۳ ب)

-
- ۱- ریاض الشعرا، آتشکده، گل رعنا، تذکره نتائج الافکار، شع انجن و محبوب الزمن دارد.
- ۲- گل رعنا، تذکره نتائج الافکار، روز روشن و محبوب الزمن دارد.
- ۳- روز روشن دارد.

● تذکره نتائج الافکار : صاحب طبع نیکو عبدالرحیم کمگو ، که اصلش از کشمیر است . چندی در خدمت مجد افضل سرخوش بمشق سخن پرداخت ، و پس ازان دل بسیاحت ممالک جنوبیه نهاد ، و در آن نواحی اواخر مآنه حادی عشر جان بقابض ارواح داد . از اشعار اوست .
(دو شعر دارد ص ۶۰۵)

● شمع انجمن : کمگو ، کشمیری عبدالرحیم طالب العلم مستعد بود . شاگرد سرخوش است . در دکن باردوی عالمگیری رفته ، همانجا در اواخر سنه (۱۱۰۰هـ) رحلت کرد . ازوست :

نه نرگس است عیان، بر سر مزار مرا فه هینک است، که بردیده دارم، از پیری چون سایه هم‌ریم، بهرسو روان شوی چون قار عنکبوت، ز هجرتو شد تنم بنساز کشت جهانی بست ستمگر من ریخت باران بلا بر تن غم پرور ما اشک من، طالب آن نرگس جادو باشد ز خضر عمر فزون است عشق بازان را گاهی بگوش زنده دلان، نغمه رسان	سپید شد برهت ، چشم انتظار مرا برای خط جوانان، دو چشم من چار است باشد که رفته رفته ، بما مهربان شوی در گوشه خرابه ، ازان ست مسکنم هنوز بر سر ناز است ، ناز پرور من چه بلاها که نیاورد ، فلک بر سر ما همچو طفلی که، دوان در پی آهو باشد اگر ز همر شمارند، روز هجران را زان پیشتر که بانگ برآید، فلان نماند (۱)
---	--

(ص ۲۰۱)

● روز روشن : کمگو کشمیری در — شمع انجمن — و — ید بیضا — و — نشر عشق — نامش حافظ عبدالرحیم و در — آفتاب عالمتاب — عبدالکریم مرقوم ست . آشنای علوم متداوله . مشق سخن بخدمت مجد افضل سرخوش مینمود . و در دکن باردوی عالمگیر پادشاه رفت و همانجا در اواخر مآنه حادی عشر رخت بسوی دارالبقا بست .
(در شعر دارد ص ۵۸۱)

۲۰۷- کوکب، خواجه اسدالدین

● نگارستان سخن: خواجه اسدالدین بن خواجه عبدالبنی. منشاء اجدادش خطهٔ دلپذیر کشمیر است و والدش بشغل تجارت در کلکته جاء گیر بوده: و کوکب زمانی بتحصیل علم در مدرسهٔ عالیهٔ کلکته اشتغال داشت، و مدتی بتمهید عمدهای جلیلهٔ سرکار انگریزی علم شهرت افراشت.

آخرالامر دل بر ترک و تجرید نهاد و دست به بیعت شاه نجیب‌الله شهبازی داد. و در سنه (۱۲۷۶هـ) کوکب حیاتش در وبال زوال افتاد. دیوانی ضخیم دارد. این سه بیت ازان بحکم گلی از گلزاری هدیه آذان باد.

آه شبم، گس اثری داشتی	شام فراقش، سحری داشتی
آنکه بیک غمزه مرا، قتل کرد	کاش بگورم، گذری داشتی
پیش توهم، خوار نبودی چنین	(کوکب) اگر ممت زری داشتی

(ص ۸۶)

● المعنم البارد: کوکب کشمیری:

مارا نپسود دل کار آید ازو
چندان گریم که، کوچها گل گردد

جز ناله که، در دمی هزار آید ازو
نی روید، و ناله های زار آید ازو

(ص ۶۶)

۲۰۸- گرامی، پندت شنکر جیو آخون

● بهار گلشن کشمیر: پندت شنکر جیو، آخون تخلص گرامی. در رعنا واری سرینگر سیگونت داشت. در عهد مهاراج گلاب سنگ بعمر هفتاد و پنج سالگی بسال (۱۹۱۲ بکرمی) جهان را وداع گفت:

زان شمع لاله رخ، همه کس درد و داغ داشت	پروانه خویش را ز میان با چراغ داشت
نباشد شیوهٔ غیر از تحمل، بردباران را	ز حرف سخت، نتوان برد ازجا، کوهساران را
هزار داغ، فلک خود ز اختران دارد	ترا توتوس مرهم، ز چرخ زنگاریست

که: اوج دولت دنیای دون نگونساریست
وقت رفتن زمین جهان هرکس مکدر میشود
هر که: دارد بخت سبزی صاحب زر میشود
آتش زین دودمان، در هر طرف افتاده است

همیشه بر لب فواره این سخن جاریست
روشنم گردید این معنی، ز گرد کاروان
از پر طاوس این معنی (گرامی) روشن است
هیچکس بی داغ از دست بتان هند نیست

انتخاب واسوخت بمنزله سراپا

جلوه ناز تو، آرام دل زار من است
عشوه با غیر و تغافل همه در کار من است
لطف کن لطف، که بر باد تو باشم تا چند
نور حور فلک، از جبه رخشان توشد
چشم آهرو، هدف ناوک مژگان توشد
درد مندم نگهسی از تو مرا هست دوا
وسه ابروی تو، هوش ربا میبینم
عشوه ات، رخنه گر قصر وفا میبینم
چشم عنبر شده حیران و گرفت است خمار
(ص ۱۹۷-۲۰۲)

ای سہی سرو! خیال قد تو، یار من است
سرکنم شکوه که، زلف تو در آزار من است
بر من این جور و ستم ای شه خوبان تا چند
ماه من، رشک قمر چهره تابان توشد
دین و دل، باخته نرگس فتان توشد
ای هلال ابروی خورشید لقا، مہر نما
سرمه چشم تو من، عین بلا میبینم
نوک مژگانست، سرخار جفا میبینم
گوشه چشم تو، آهوی حرم کرد شکار

۲۰۹- گویا، میرزا کامران بیگ

● همیشه بهار: گویا، برادر میرزا داراب جويا. طبع شعر درست داشت. و ذهنش بایهام و ادا بسیار مائل بود. و خوب و متین میگفت:

ز ہجر مردم و گویند: یار می آید
خویش را با او پشبی میخواستم
از هروس دهر، تا دل برکنیم
بکار من که نیامد، چه کار می آید
از برای مطلبی میخواستم (۱)
ہست مردانه میخواستیم ما

(خطی)

● تاریخ اعظمی: کامران بیگ گویا برادر میرزا داراب جويا است: مشہور است کہ: شاعری از ایران آمده بود، کامران بیگ بی ادبانه با او

برخورد. آن شاعر طاقت نیاورده گفت: لعنت بران سامری که مثل تو گوساله را گویا کرده است. دیگری در صحبت این هر دو برادر وارد شده و از تخلص هر دو پرسید. یکی گفت: جویا! و دیگری گفت: گویا! فرمود که: تخلص طالب کلیم را هر دو برادر خوب تقسیم کرده‌اید. (ص ۲۰۸)

● ریاض الشعرا: میرزا کامران گویا، برادرزاده میرزا داراب جویاست.

که در روضه الجیم گذشت: اوراست:

در کوی عشق، نیست مجال قدم زدن این راه را، چو اشک بسمیریم ما
 بیطالی نگر که، بگوش توره نیافت با آنکه ناله‌های من، از آسمان گذشت (۱)
 (خطی)

● گل رعنا: گویا، میرزا کامران کشمیری: برادر میرزا داراب جویا است و گلشن کشمیر را بلبل گویا. جویا میگفت که: من و برادر من گویا نام طالب کلیم را دو لخت کرده گرفتیم. گویای اوست:
 (در شعر دارد ص ۹۵۰)

● صحن ابراهیم: میرزا کامران گویا تخلص برادر میرزا داراب جویا و شاگرد سامری تبریزی است. گویند: نوبتی ملا شیدا را با او مناظره افتاد شیدا رنجیده زبان ملامت بر کشاد که: چگویم بآن کافر سامری که، مثل گوساله را گویا نموده.
 (خطی ص ۲۸۹-۲۹۰)

● سفینه هندی: میرزا کامران گویا تخلص کشمیری. برادر میرزا داراب بیگ جویاست: پذیرش سامری تخلص میکرد: یکی از خوش طبعان کشمیر گفته: گوساله سامری به بین گویا شد! اوراست:

(در شعر دارد ص ۱۰۶)

۲۱۰- لاله، دلگ شمشید

● تاریخ اعظمی: از مردم کشمیر بود، در همان وقت (در زمان مرزا داراب بیگ چویا) او هم راه سخنگوئی میپیمود. در تاریخ یابی قدرت خدای داشت. اما این امر را بغایت مبتذل کرد و بتقریب تمهینه و تعزیه هر کس و ناکس تاریخ میگفت. گویا تاریخش بازاری شده بود. شعر هم بد نمیگفت، این دو شعر او در خزینة حافظه بود بنگارش رسید:

لام قدم، با الف قد تو، لاشد یعنی که، وجودم بوصول تو فنا شد
در آتشم نشسته خموش از فراق دوست چون غنچه های لاله، مرا سرمه در گلو است
— ده مجلس — فتنه عهد ابراهیم خان را موزون کرده است، از خوش طبعان
وقت بود. (۱)

(ص ۲۰۸)

۲۱۱- لاشی، پندت جی گوپال کشمیری

● صبح گلشن: پندت جی گوپال کشمیری لکهنوی ست. طبعش در فنون ادب و سخن سنجی چیره و قوی:

بلبل از گل رو کشید و گل گریبان چاک زد دید چون از دور، روی رشک گلزار ترا
چون زلیخا گشت صد یوسف خریدارت بجان گرمی دیگر بود، امروز بازار ترا
گرهی زد بدلم، زلف گره گیر کسی که نشد وا، ز سر ناخن تدبیر کسی
ای خوشا جمال شهیدی که، پی زخم دگر بلب زخم بیوسد لب شمشیر کسی
(ص ۲۵۲)

۲۱۲- لچهمن، پندت کاشکاری

● بهار گلشن: پندت لچهمن کاشکاری، ساکن جبه کدل سرینگر بود. بعمر ۶۴ سالگی بعهد مهاراجه گلاب سنگ (۱۸۲۶-۱۸۵۷ع) دز سال (۱۹۰۵ بگرمی) فوت کرد.

ای مسور! چشم خشمش میکشی، مستانه کش
چون به پیشش میرسی یگذار، من خواهم کشید

(ص ۸۵:۲)

۲۱۳- لذتی، لدنی، ملا مهدی علی کشمیری

● ریاض الشعراء: لدنی (۱) ملا مهدی علی کشمیری در آگره بوده. نسبت

استادی بشیخ فیضی داشته. اوراست:

مگر در عشق تاثیر فسون ز افسانه میخیزد که شب با هر که بنشینم، سحر دیوانه میخیزد (۲)
بصدخون جگر پرورده ام، این دل، که شد دشمن چه سازم؟ چون کنم؟ یادشمنی، کز خانه برخیزد (۳)

رباعی

در روح همی غوطه زند گفتارت در نار همی شنسا کند رفتارت
در زمزم اشک، غسل ناکرده نگاه بنهد قدمی بسکبه دیدارت (۴)

● تذکره حسینی: لدنی، مولانا مهدی علی لدنی: شاعر خوش گوشت.

این بیت از اوست. (یک شعر دارد ص ۲۸۵)

● مجمع النفاث: لدنی، مهدی علی لدنی تخلص. از کشمیر جنت نظیر

بود بغایت عالی طبیعت: اکثر در آگره بسر برده: گویند: شیخ فیضی بوی

نسبت استاد شاگردی داشت: در سنه (۱۰۰۵هـ) در گذشت. ازوست:

(یک شعر و یک رباعی دارد ص ۳۰۳ ب)

● گل رعنا: لدنی، مهدی علی کشمیری: خوش طبیعت بود. گویند:

شیخ فیضی اکبرآبادی باو نسبت شاگردی داشت. در اکبرآباد بسر میبرد و

همانجا سنه خمس و الف (۱۰۰۵هـ) ودیعت حیات سپرد: از اوست.

(یک شعر دارد ص ۹۶۱)

۱- ریاض الشعراء، تذکره حسینی، مجمع النفاث، گل رعنا لدنی نوشته اند و صحف ابراهیم،

شمع انجمن، روز روشن لذتی دارند.

۲- مجمع النفاث و گل رعنا و روز روشن دارد.

۳- تذکره حسینی و شمع انجمن دارد.

۴- مجمع النفاث دارد.

● صحف ابراهیم : لذتی، نامش ملا مهدی علی و اصلش از کشمیر است .
اما در آگره سکنی اختیار کرده بود . و گویند . حق تعلیمی بر شیخ فیضی
فیاضی داشته است . (ص ۲۹۹۰ ب)

● شمع انجمن : لذتی ، ملا مهدی علی شاعر خوش ادا رنگین نواست .
از اوست : (یک شعر دارد ص ۴۰۹)

● روز روشن : لذتی ، ملا مهدی علی از عالی فکران کشمیر بود . و
با فیضی فیاضی نسبت تلمذ داشت : و در اکبر آباد بعزت و ثروت تعیش
مینمود . و همانجا در سنه خمس و الف (۱۱۰۵ هـ) مرحله زندگانی پیمود .
(یک شعر دارد ص ۹۵)

۲۱۴ - لطف الله، خواجه کشمیری

● نگارستان کشمیر : مجد اعظم پسر هالمگیر در سال (۱۱۱۹ هـ) جانشین
پدر شد . والده اش صبیئه راجای راجور (علاقه کشمیر) بود .
خواجه لطف الله کشمیری تاریخ جلوس وی گفت :

قدسیان	تهنیت	سال	جلوس	بشه	مرشد	کامل	گفتند
هرصن	جشن	شهنشای	را	محفل	خلد	مشاکل	گفتند
سال	تاریخ	همایون	سعید	—	جشن	شاهنشاه	عادل — گفتند

۱۱۱۹ هـ

۲۱۵ - لطفی، پرکاش داس کشمیری

● صبح کلشن : لطفی بریلوی، نامش پرکاش داس و اصلش کشمیر .
کلام لطیفش دلاویز و دلپذیر است :
یقینم شد که ، از درد دل زارم ، خبر دارد . که مردم بهر من تدبیر آزاری دگر دارد
(ص ۳۵۴)

۲۱۶- لکنتی، کشمیری

● صحف ابراهیم : لکنتی کشمیری . احوالش براقم این تذکره نرسیده .
و اشعارش از بیاضی دیده محتمل است که همان لکنتی لاهوری (۱) باشد .
(ص ۳۰۰ الف)

۲۱۷- لکھی، پندت لکھی رام

● گلشن بهار کشمیر : در سرینگر زندگانی میکرد . سوامی کیلاس کول
مهراج که عارف بود ، پیروی بود . وقتیکه سوامی بسال (۱۹۷۳ بکرمی)
جهان را پدرود گفت ، پندت لکھی در فراق و اندوه وی بسیار رباعی و
مراثی سروده است . ازوست :

دلا! کاروبار جهان هیچ نیست اساس زمین و زمان هیچ نیست
چه وابسته دل، درون باغ و راغ که این بیونا بوستان هیچ نیست
کسی را میازار و از کس مرنج کزین بهترای نکته دان هیچ نیست
(۲ : ۸۵ ص)

۲۱۸- ماهر، میر محمد علی اکبر آبادی

● کلمات الشعرا : آراسته باطن و ظاهر میر محمد علی ماهر . استاد پخته کار
انسان کامل عیار بود . با قدسی و کلیم و میر یحیی و غیرهم شعرای عصر

۱- لکنتی ، نامش ملا حیدز برادر ناطق از سکنه شهر لاهور بود . ابتداء روانی تخلص میکرد
آخر کار به لکنتی که داشت از روانی در گذشته لکنتی اختیار فرمود :

ترک چشم او زمستی هرچه بامن راز گفت غمزه غماز با آن شوخ یک یک باز گفت
سایین دو زلف، رخ روشن هجب افتاد ایسن طرفه که یک ماه میان دوشب افتاد
آنسان که وصف حسن تو تقریر میکنند خواب ندیده را همه تعبیر میکنند
در صورت بهار ارم جلوه میدهند تا مصحف جمسال تو تفسیر میکنند
(صبح گلشن ۳۵۶)

جهانگیری و نازک خیالان عصر عالمگیری صحبتها داشته و فقر اختیاری
با استقلال داشت. پیش دارا شکوه — مرید خان — شده بود، چنانچه خود فرموده:

کرده بارادت انتخابم بخشید — مرید خان — خطابم

بعد نوکری دارا شکوه ترک علائق دنیوی کرده گوشه عزلت گرفت و
دیگر کمر نه بست.

روزی فقیر گفت: دانشمند خان میسر بخشی و همت خان تن بخشی
بر حال شما مهربان اند. چرا منصب معقول نمیگیرید؟ خندیده گفت:
بترک دنیا مشهور شده ام، دم از فقر میزنم، الحال دنیا رغبت کنم؟
مثل من بان زن هندو ماند که با شوهر مرده برای سوختن آمده باشد، حرق
آتش سوزان دیده خواهد بگریزد. خا کروبان بچوب سرش را شکسته
بسوزانند.

تا در جهان بود بحمیت بود و در فکر سخن بود. برای بعضی پیش
مصرع شش ماه تا هفت ماه فکر میکرد (۱). چنانچه برای مصرع آخر این
بیت شش ماه فکر کرده پیش مصرع رساند:

انتقام پسر از خصم، پسر میگیرد حاسد اهل سخن داغ ز حسن سخن است

دیوانی ضخیم و مثنوی رنگین دارد، نثرهای رنگین مثل ظهوری پر مضامین
تازه نگاشته. — گل اورنگ — در مدح شاه عالمگیر اورنگ زیب و — گل
سر سبد — از فکرهای اوست. چند فقره ازان گلدسته گلهای معانی ایراد
مییابد:

۱- نسخه خطی راقم دارد... تا زنده بود بحمیت و فراغت بود و تا بود در فکر سخن هیچگاه
اورا فارغ ندیده ام. برای پیش مصرعه بعض مصرع شش ماه هفت ماه فکر میکرد.
مثنوی در مدح بیگم صاحبه..... الخ.

در عهد صبیحا بمقتضای سن ، اکثر بهازی گنجفه دست کشادی ، بشمشیر سر
واگردی . و زر سرخ و سفید بمخراج دادی ، تا از مرکب ساز سرکارش
نام سیاهی بادام شنیده . بادام چون پسته خندان در پوست بادام ننگجیده .
آرد از بهر مشق شاه ، مدام چشم خوبان سیاهی بادام
در عهد خوش نویسی اش ، از بسکه یاقوت را مناسبتی بقطعه نویسی
نمیبینند ، محرران دفتر خانه هماپونش ، بیاقوت قطعه نمی نویسند (۱) .

— مثنوی جامع نشائین — در زمین — تحفة العراقین — گفته بود . و
افتتاح کلام از بهاریه کرده برای آن مطلعی (۲) میخواست . حسب المدعا
دست نمیداد . فقیر گفته بنظر گذرانید :

ای بر سرنامه گل ز نامت باران بهار رشحه جامت

ایشان برای — ساقی نامه — فقیر مطلعی گفته بودند . عنایت فرمودند !

بود نامه نثه بخش ادا که بر سرکشد جام حمد خدا

مثنوی در مدح بیگم صاحب گفته معرفت والده عنایت خان آشنا فرستاد
بیگم بعد مطالعه برین بیت بسیار محظوظ شد :

بذات او ، صفات کردگار است که خود پنهان و فیض آشکار است

پانصد روپیه صله عطا فرمود . (۳)

۱- چاپ لاهور دارد : از تمام نثر ملا منیر لاهوری همین فقره انتخاب نموده :

— خواجه ربیعان که با خواجه سنبل نسبت همزلفی داشت — (ص ۱۰۳)

۲- نسخه خطی دارد : مطلبی برای آن ، بطرز مطلع ساقی نامه شیخ عبدالعزیز عزت
میخواست ، که گفته :

سر نامه را نشاء نام خدا ست که بی یاد او ، نشاءا نارسا ست

فکرها میکرد دست پیهم نمیداد . فقیر این مطلع گفته گذرانید

محفوظ شد و همین را نوشت و دعا کرد و تحسین ها در حق من فرمود .

۳- نسخه لاهور دارد فرمود . باعتقاد فقیر هیچ نداد ، بایستی برین او را بزر بسنجد

پایه مدح بالاتر ازین چه باشد .

فقیر در جوانی مدتی شعر را در خدمتش گذرانیده و اصلاح گرفته . سلامت نفس و شکستگی و گذشتگی بحدی داشت که دو روزی بخانه مرزا قطب‌الدین مائل مجلس شعر خوانی گرم بود . حکیم صاحب و ملا محمد سعید اشرف و میر غیاث‌الدین منصور فکرت (۱) باهم صحبت داشتند . نوبت بشعر خواندن فقیر رسید ، این مطلع تازه گفته بودم ، بر خواندم :

کی ترانم دید، زاهد جام صبا بشکند میپرد رنگم، حبیبی گر بدریا بشکند

همه صاحبان سخن زبان بآفرین و تحسین کشادند . حکیم صاحب تا نصف شب همین مطلع بر زبان داشت و میگفت : سبحان الله ! در هند مردی پیدا شود که چنین شعر بگوید .

روز دیگر در خانه دانشمند خان بشاه ماهر دو چار شد : گفت : دیروز سرخوش شاگرد شما بسیار محظوظ ساخت . بارک الله ! خوب تربیت کردید ! شاه ماهر گفت : او کی شاگرد من است ، ما باهم یاریم ، پیش یکدیگر شعر میگذاریم ، شاگردی و استادی در میان نیست ! شاید از راه بزرگ زادگی خود میگفته باشد، والا من چه لیاقت دارم که استاد او باشم . چون فقیر بعد از چند روز بخدمت رفت ، فرمود که : شما پیش حکیم چرا گفتید که من شاگرد ماهرم ! گفتم : حق را بپوشم و کفران نعمت کنم ! گفت : برای شما خوب نیست و مرا خود فخر است که همچو تو شاگرد داشته باشم ! جمعی بلند فکر هستند که مرا و شعر مرا در نظر ایشان

در نسخه خطی ملک نگارنده (تاریخ ۱۱۶۰هـ) ... صله فرستاد ، خواجه سرا آمد گفت که : بیائید! در دیواری تسلیم نموده بپرید ! شاه ماهر گفت : من این قسم شاعر نیستم که پیش در و دیوار تسلیم کرده بگردم ! باز عرض رسید ، حکم شد که : بخانه اش رسانند !

۱- رک : سرخوش لاهور ۸۷ - نوالحسن ۷۷ - صبا ۵۳۶ .

قدری نیست ، شاگرد مرا در چشم ایشان چه رتبه خواهد بود ! شعرا شاگرد خدایند :

بود شاگرد حق استاد عالم (۱)

گویا و حویا دو برادر بودند در کشمیر . پدر ایشان سامری تخلص داشت . بشاه ماهر گفتند : ببینید ما هر دو برادر نام و تخلص طالب کلیم باهم چه قسم بخش کرده ایم ؛ حویا طالب و گویا کلیم ! شاه گفت : معنیهایش را باهم چه قسم قسمت کرده اید ؟

گویند : روزی گویا با میر محمد اسمعیل حجاب بر معنی بیتی کج بحثیها کرد . حجاب بر آشفت و پی حجاب گفت : آتش در گور آن سامری

۱- در چاپ لاهور بعد ازین هست ؛ برادر کلان فقیر خیرالدین محمد طبعی میوزون داشت عجزی تخلص میکرد . شعر بطرز قدما میگفت ، فقیر در خدمت او تربیت مییافت . در سن هشت و نه سالگی روزی برای میرنعمت خواجه سرانی شوئی روی دهم که بر بالای چاه زنخدان خالی داشت . این معنی بخاطر آورده منظمی گفتم :

بر زنخدان تو ، خال سببی افتاد است همچو دلبر است که بالای چهی افتاد است
پیش برادر خود خواندم محفوظ شد و مرا در بر کشید به پیشانی بوسه داد . ازان روز در اصلاح کار من شد . در سن یازده سالگی در قصبه کرانه دختر صاحب حسن رسن بازی را دیده رباهی گفتم :

آن دلبر بوالعجب ، که ساه زیبا ست بالای علم ، چو گل ، بشاخ رهنا است
فی نی غلظم ، که آفتاب محشر یک نیزه بر آمد و قیامت برپا است

هفتله این رباهی در تمام میان دو آب افتاد . پرچم رهای وغیره سخنوران که دران گلزمین بودند ، پیش پدر فقیر آمده گفتند که : این پسر چیزی میشود از حال این غافل مباشید ! در مشق چند مدت کار از اجلاج برادر گذشت . ملا بیخود مرا بخدمت میرزا محمد علی ماهر برد . صحبت باپشان موافقی افتاد . همیشه شعر گفته بخدمت میگذرانیدم و اصلاح میگردتم . بمیان ناصر علی میفرمود که ؛ در کار طبع این جوان حیرانم ، هر گاه میآید معنی های تازه میآرد . از کجا میآید ؟

(ص ۱۰۴ - ۱۰۵)

افتد که چون تو گو ساله را گویا کرده !

نقل است : برهمن پسری مقبول فکر سخن میکرد . روزی پیش نواب سعدالله خان این بیت از فکرهای تازه خود بر خواند :

ز میدان سخن گوی ، سبق برد برهمن زاده از دو برهمن
نواب خنده میکرد و بتکرار میخواند . درین اثنا میرزا مجد علی ماهر رسید .
فرمود : بشنوید که برهمن زاده دو برهمن چه میگوید ! او باز خواند .
ماهر گفت : از صلابت صحبت نواب صاحب عبارت منقلب کرده همچو
گفته باشد :

برهمن زاده گوی سبق برد ز میدان سخن از دو برهمن
برهمن تخلص یکی از برهمنان پیشین بود . و دویم چندر بهان منشی
دارا شکوه تخلص کرد . فقیر تاریخ فوت آن کامل زمانه چنین یافته :

حیف ز بزم جهان (ماهر) معنی طراز مست بکنج وصال از قدح موت شد
(سرخوش) غمیده خواست سال وفاتش زدل گفت خرد — آه آه ماهر ما فوت شد —

۸۱۰۸۹

ازوست :

چشم ، چگونه دیدن رویت ، هوس گند
میکند معشوق از پهلوئی عاشق دلبری
تا بدل گردیده ام ، خرسند عالم از من است
بسکه در هجرتو ، چون زال قدم ، کاهیده ام
بسکه شه دل بسته احوال ملک و لشکر است
ز آمد شد نفس ، که بر رشد مدار عمر
تنزلش چو ترقی با اختیار مسدان
دوباره سوزد ازان رو فغان بلند کشید
نظاره بر چراغ تو ، کار نفس کند
از پر خرد شمع را پروانه میسازد پری
در قناعت مور ، از یک دانه صاحب خرم است
از تنم ، ضد پیرهن بالیده تر ، پیراهن است
زنگ بر آئینه داغی بر دل اسکندر است
باشد دو اسپ تاختن شهبسوار عمر
که این نفس زدن شخص روزگار بود
می دو آتش در سوختن سیند کشد
(ض ۱۶۹-۱۷۰)

● مرآت الخیال : مجد علی ماهر ، در فنون سخنوری مهارت نیکو داشت .

هر صبح آن قدر گلهای مضامین رنگین از چمن طبعش میشگفت ، که در جیب خاطر و دامن فکر گلچینان سخن نمیگنجید . و هر شام آن مایه ماه مطالب روشن ، از مشرق ضمیر منیرش طلوع میکرد ، که در مشاهده آن دیده روشن ضمیران خیرگی مینمود . از مدتی فقر اختیار داشت و گوشه قناعت را توشه راه حیات ساخته بود ، اما اکثری از امرای عالی مقصدار صحبت او را خواهان بودند . و بتلاشها دولت مواصلتش حاصل مینمودند . ولله در قائله :

آن کو بقناعت آشنا شد منظور - تعز من تشا - شد
وان کو ، ره حرص و آرز پیمود مقهور - تذلل من تشا - شد

محمد علی در اصل هندو پسر است ، و در اکبر آباد توطن داشت . پدرش در سرکار میرزا جعفر معمائی - که از ثقات اهل ایران بوده است - نوکر بود ، و همواره با پدر آمد و رفت میکرد . روزی نظر میرزا جعفر بر وی افتاد و از لوح ناصیه اش رقم استعداد خوانده بلطائف الحیل خاطرش را از دین آباء بگردانید ، و بشرف اسلام مشرف نموده ، چون لاولد بود ، او را متنبای خود ساخت و در تربیتش نهایت جهد مبذول داشت . اما پس از فوت میرزا جعفر بلباس فقر در آمده .

چون بوی تشیع در دماغش پیچیده بود ، صحبت دانشمند خان - که در مذهب خویش تعصبی هر چه تمام تر داشت - اختیار نمود و تا آخر عمرش با وی بود . پس از رحلت او انزوای مطلق گرفت ، و از خانه بر نیامد تا آنکه بخانه گور شتافت . و کان ذلک فی شهر سنه الف و تسع و ثمانین (۱۰۸۹ هـ) .

اما دانشمند خان نام اصلی وی ملا شفیعاً است که فاضل متبحر بود . در هنگامی که علی مردان خان قلعه قندهار را بمدد طالع بملازمت صاحبقران

ثانی پیش کش نمود، ملا شفیعاً برسم تجارت بهندوستان آمد و آوازه فضیلت وی بسمع مبارک پادشاه رسید. ملا هبه‌الحکیم سیالکوٹی را که — بهتر ازو در هند نشان نمودند — مباحثه فرمود. و سعدالله خان را — که بشرف وزارت سرفرازی داشت — متمیز ساخت. آورده اند که: هر دو فاضل را در او عطف (و ایباک نعبد و ایباک نستعین) گفتگوی طولانی روی داد، آخر برابر ماندند، ازان روز پادشاه بتر بیتش متوجه شد. و چون خاطر علی مردان خان نیز در میان بود، در مدتی قلیل بمنصب پنجهزاری و خطاب — دانشمندخانی — سر بلند فرمود. گویند که: خان ملگور در آخر عمر بعلم اهل فرنگ مائل گردید و اکثری از احکام و تحرینات آن جماعت تکرار نمود. (ولله عاقبة الامور)، بالجملة چون اورنگ سلطنت و جهان دارائی بوجود فیض آمود حضرت عالمگیر شاه زیب و زینت یافت، مجد علی ماهر باشاره دانشمند خان رساله مختصر مشتمل بر نظم و نثر رنگین در مدح پادشاه نوشته و موسوم به — گل اورنگ — نموده بنظر ابستاده های پایه سریر خلافت گذرانید. و این رباعی در تعریف خط ازان رساله است که بر سبیل نمودار قلمی گردید:

کلکش زده دم ز نقطهای قلمی زد بر قد خط راست قبابی قلمی
هرگز نشود سفید، زیرا که، کشید در چشم دوات توتیای قلمی

هرکس که آن رساله را مطالعه نموده باشد، انصاف درستی طبعش تواند داد: ولیکن ازانجا که این پادشاه دین پناه را بنا بر پاس مراتب شریعت، با شعرها و ارباب آن التفات کمتر است، و مذهب مصنف نیز در نظر بود، بدیدن و شنیدنش میل نه فرمود: و مجد علی را غیر ازین رساله مصنفات بسیار است: این غزل آبدار زاده طبع شریف آن عالی مقدار است:

زاهد ار، بسا حریف باده و ساغر شود زهد سرد و خشکش از یک جرعه گرم و تر شود

بسی نمکدان نیست، می هر جا که خوان گستر شود
هر که بر سر میکشد ساغر، بلند آختر شود
شمع را، از پنبه، نور چشم افزون تر شود
چون نه ریزد قطره آب روی خود گوهر شود
چشم شمع افتد، چو بر پروانه، خاکستر شود
(ص ۲۰۵-۲۰۷)

جای دشمن هم بود، بر سفره اهل کرم
باده نوشان را دهد، می قوت طالع، مدام
پاک بین را، دشمن نظاره هم بینش فزاست
باعث قدر است، پاس عزت خود داشتن
کار (ماهر) شد تمام، از یک نگاه گرم یار

● مجمع النفائس : ماهر اکبرآبادی، نصرآبادی او را کشمیری گمان برده
میگوید که : خالی از لطف و شوخی نبود، و در هندوستان بخدمت دانشمند
خان میر بخشی شاهجهان پادشاه میبود. و تحقیق آنست که ماهر کشمیری
نبود. از هندوستان است. ظاهرا بسبب اکثر بودن او بکشمیر کشمیری گمان
برده، و احوال واقعی او آنست که مرزا سرخوش — که شاگرد رشید اوست —
در — کلمات الشعرا — نوشته که :

استاد همه دان پخته کار و انسان کامل صاحب دل بود. باستانان عصر
مثل گلیم و قدسی و میر یحیی وغیرهم، از شعرای عصر جهانگیری تا شعرای
عصر عالمگیری، صحبت و رشته فقر اختیاری با استقلال داشت. پیوسته در
فکر سخن بود برای بعضی از پیش مصرعها تا شش هفت ماه در تلاش
بود. چنانچه برای این مصرع :

انتقام پدر، از خصم، پسر می گیرد

بعد شش ماه این مصرع رسانید :

حامد اهل سخن داغ ز حسن سخن است

و دیوان ضخیم و مثنوی های رنگین دارد. و نثر او نیز مثل نثر ملاظهوری
پر از مضامین است. و نثر — گل اورنگ — در تعریف مجد اورنگزیب عالمگیر
پادشاه بسیار بقدرت نوشته، و نیز ملا سرخوش نگاشته که :

ماهر از تمام نثر مولانا منیر همین فقره انتخاب نموده : — خواجه
ریحان که با خواجه سنبل نسبت همزلفی داشت — میگفت که : دیگر
همه تالیف است .

فقیر آرزو گوید : عجب است که پسند شاه ماهر این فقره شده، چرا که خواجه ریحان و خواجه سنبل نام خواجه سرایان باشد و قرابت همزلفی در میان این مردم معلوم . معینا همزلف بمعنی که مشهور هندوستان است در کلام اهل زبان بنظر نیامده . و بمعنی مذکور هم داماد است . و نیز لفظ نسبت بمعنی قرابت نیست ، اگرچه من حیث المعنی صحیح است . و فقیر گمان دارم که این فقره از ابوالبرکات نیز نباشد و اگر در کلام او یافت شود الحاقیست . زیرا چه او زباندان قرار داده است : لهذا مثل میرزا جلالای طباطبا که شیخ ابوالفضل را به بوالفضل یاد کرده ، او را — طوطی آهنین قفس هند — گفته ، دیباچه بر کلیات منیر نوشته ، و این دلالت بر جلالت قدر و کمال سخنندانی او دارد :

جو یا — که احوالش گذشت — و گویا برادر او پیش شاه ماهر گفتند که : ما هر دو برادر تخلص و نام طالب کلیم را باهم چه قسم برادرانه بخش کرده گرفتیم ! شاه گفت : معانی او هم علی هذا القیاس !

سرخوش قطعه در تاریخ وفات او گفته که ماده تاریخ آن این است :

— گفت خرد : آه ! آه ! ماهر ما فوت شد —

۵۱۰۸۹

از وست :

نظاره ، بر چراغ تو ، کار نفس کند
از پر خود ، شمع را پروانه میسازد پری
در قناعت مور از یکدانه صاحب خرمن است
از تنم صد پیرهن نالیده تر پیرهن است
خموشی ، لطفها دارد که ، نتوان کرد تقریرش
باشد دو اسپه تاختن شهسوار هم
که این نفس زدن شخص روزگار بود
(ص ۲۲۷ الف)

چشم ، چگونه دیدن رویت ، هوس کند
میکند معشوق از پهلوی عاشق ، دلبری
تا بدل گردیده ام خرسند ، هالم از منست
بسکه از هجر تو ، چون نال قلم ، گاهیده ام
سخن گو عالم از حسن ادا گردیده تسخیرش
آمد شد نفس که ، برو شد مذاز عمر
تنزلش چو ترقی باختریار میدان

● سرو آزاد : ماهر ، میرزا محمد علی اکبر آبادی شاعر ممتاز . در نظم و نثر سحر طراز : نقد عمر قادم آخر در خریداری متاع گران مایه سخن صرف کرد ؛ و با کلیم و قدسی و صاحب طبعانی ، که بعد ازین دکان تازه گوئی چیده‌اند ، صحبت داشت .

بدایت حال ملازم شاهزاده دارا شکوه بود و — مرید خان — خطاب داشت و چندی در رفاقت دانشمند خان شفیع شاهجهانی بسر برد .
 آخر کار همه را دست زده بر پوست تخت درویشی نشست و قلمرو قناعت و آزادی تسخیر نمود .
 سرخوش در تذکره خود گوید :

روزی فقیر گفتم : نواب میر بخشی و همت خان تن بخشی هر دو بر حال شما مهربان اند ، چرا منصب شایسته نمیگیرید ! خنده کرد و گفت :
 به ترک دنیا مشهور شده‌ام و دم از فقری میزنم ، اگر الحال باز رغبت بدنیانم ، بآن زن هندو میماند که با شوهر مرده برای سوختن رفته باشد ، و آتش سوزان دیده خواهد که بگریزد ، خاکروبان بچوبها سرش را شکسته بسوزانند . فقر با استقلال داشت و تا زنده بود به جمعیت و فراغت بود .

واقم الحروف آزاد گوید که : فقیر را با نواب نواب نظام الدوله ناصر جنگ شهید (۱) خلف نواب آصف جاه (طاب ثراه) ربط عجیبی اتفاق افتاده بود ، و موافقتی — که بالاتر ازان متصور نباشد — دست بهم داد : چون نواب نظام الدوله بعد رحلت پدر بر مسند ایالت دکن نشست ، بعض یاران دلالت کردند که : حالا هر رتبه که خواهید میسر است اختیار باید کرد ، و وقت را غنیمت باید شمرد ! گفتم : آزاد شده‌ام . بنده مخلوق نمیتوانم شده ، دنیا بنهر طالوت میماند ، غرفه ازان حلال است زیاده حرام و این شعر فرو خوانده شد :
 درین دیار که ، شاهی بهر گدا بخشند غنیمت است که ، مارا همین بما بخشند

وفات ماهر در سنه تسع و ثمانین و الف (۱۰۸۹) واقع شد : صاحب دیوان ضخیم و مثنوی های متعدد است . و مثنوی مختصر در مدح جهان آرا بیگم دختر صاحبقران ثانی شاهجهان گفته ، بتوسط عنایت خان آشنا تخلص (۱) نزد بیگم فرستاد . ازو است :

بذات او ، صفات کردگار است که خود پنهان ، و فیض آشکار است
بیگم را خوش آمد و پانصد روپیه صله فرستاد .

اما در کلیات نعمت خان عالی مثنوی شانزده بیت در تاریخ عمارت زیب النساء بیگم دختر خلد مکان بنظر رسیده . در آن مثنوی بیت مذکور هم هست . توارد افتاده باشد .

ماهر در مثنوی گوید در نعت سرور کائنات (صلی الله علیه و آله وسلم) :

گرچه آورد ، پیش ازین میسی مرده را ، دوباره در دنیا
از ره معجز ، آن جهان کرم میسی آرد دوباره در عالم

(دو شعر دارد ص ۱۱۲-۱۱۴)

● خزانه عامره : ماهر شیخ محمد علی اکبر آبادی . از ماهران فن و صاحبان سخن است . شیرخان در مرآت الخیال نوشته که :

شیخ محمد علی در اصل هندو پسر است . و در اکبرآباد توطن داشت . پدرش سرکار میسرزا محمد زمان چل یک — که از اهل ایران بوده است — نوکر بود . او همواره با پدر آمد و رفت میکرد . روزی نظر مرزای مذکور بر او افتاد و از لوح ناصیه اش رقم استمداد خوانده بلطائف الحیل خاطرش از دین آبا گردانید و بشرف اسلام مشرف کرد . چون لاولد بود او را متبنای خود ساخت و در تربیتش نهایت جهد مبذول داشت .

مولف گوید خواجه محمد زمان لاولد نبود بلکه دو پسر داشت چنانچه

۱- در سرخوش و خزانه عامره هست ... معرفت والده عنایت خان آشنا .

ماهر خود در قطعه تاریخ وفات خواجه مجد زمان میگوید :

خواجۀ مجد زمان خواجه نیکو صفات کرد معزز مرا، چون به پسر خواندگی داشت دو صلبی پسر، لیک محبت نداشت سال وفاتش طلب کرد خرد از سروش	آنکه لقب - چل یکش - بود بر خاص و عام آن سبب عزتم ، گشت میان انام وقف منش کرده بود ، مهر و محبت تمام گفت : مجد زمان خلد گزیده مقام
---	--

۸۱۰۲۱

ماهر ، در آغاز حال معتصم دامن دولت دارا شکوه بن شاهجهان بود و - مرید خان - خطاب داشت و چندی در رفاقت دانشمند خان یزدی - که هم از امرای شاهجهانی و هم از امرای عالمگیری بود و در سنه احدی و ثنائین و الف (۸۱۰۸۱) کوس رحلت زد - بسر برد . و با همت خان بخشی - که ترجمه او در احوال میر مجد افضل ثابت مذکور شد - و دیگر امرای عصر مربوط بود : انجام کار کم علائق دنیوی گرفت و خود را بیایه والای درویشی رساند . و تا دم واپسین در مقام فقر پای استقامت افشرد .

و در سنه تسع و ثنائین و الف (۸۱۰۸۹) دامن از خارزار هستی برجید . سرخوش در - کلمات الشعرا - مینویسد : ماهر مثنوی در مدح جهان آرا بیگم دختر شاهجهان گفته بمعرفت والده عنایت خان آشنا تخلص فرستاد . بیگم بعد مطالعه این بیت بسیار محظوظ شد :

بذات او ، صفات کسردگاز است که خود پنهان ، و فیض آشکار است
و پانصد روپیه صله عطا فرمود :

مؤلف گوید در کلیات نعمت خان عالی مثنوی شانزده بیت در تاریخ عمارت زیب النسا بیگم دختر خلد مکان بنظر فقیر رسیده ، دران مثنوی بیت مذکور هم هست ، توارد افتاده باشد .

دیوان ماهر حاضر است، محتوی بر قصائد و غزلیات و رباعیات و مقطعات و مثنویات و قصائد، در نعت نبوی و در مدح امراء وقت، مثل سعدالله خان وزیر شاهجهان، و دانشمند خان، و همت خان، و حکیم داؤد تفرنجان، بنظم آورده: مضامین خوب تلاش میکند و خلاصه غزلیات او این است:

سر رشته حیات، بنظاره بسته ایسم
آنچه از دور فلک، در روزگاری میرسد
قدر یکدیگر، نکودانیدای یاران! که چرخ
چشمی که، خواست طاقت روی تو، آورد
دست کسی، بدامن وصلش، نمیرسد
آنکه یک نفرین او، با صد دعا میخواستم
شب، داغها ز وعده جانانه، سوختیم
دست میگیرد گیاه و بحر میسازد فریق
کس را مساز محرم بزم شراب خویش
وای بر مشتاق دیداری، که در روز وصال
ای برادر! چون مه کنعان، از اخوان گریز
قستی هست دل تنگ مرا، با دهننت
هر دو، در بزم تو با هم، تا سحر و سوختیم

از مخالض اوست در مدح دانشمند خان:

یک جهان شکرم بود ورد زبان از روزگار
حاجب دربار نوابش هماغا داده بسار
بسکه در دوران من، عالم گلستان گشته است
این قدرها فیض بخشی، در مزاج او نبود

در مدح همت خان:

چنین که، صبح بود فیض بخش و فیض رسان
بطاق ابرو، خان سپهر قدر، کشید
چنین که، صبح دهد کام خلق از هر باب
مگر بساغر زرین مهر باده ناب

در تاریخ فوت میر عبدالرشید لغوی تتوی صاحب — منتخب اللغات —
و — فرهنگ فارسی — که در سنه یکهزار سیع و سبعین (۱۰۷۷ هـ) بعالم باقی

شتافت، این مصراع یافت :

— سید عبدالرشید باد بفردوس پاک —

۸۱۰۷۷

(یک صد هشت بیت دارد هـ ۴۱۴-۴۲۴)

● گل رعنا : شیخ محمد علی اکبرآبادی ، ماهر دقائق فصاحت است و ساحر بابل بلاغت : تمام عمر صرف خدمت سخن نمود و صحبت کلیم و قدسی و دیگر شعراء وقت خود دریافت . شیرخان در — مرآة الخیال — مینویسد که :

شیخ محمد علی در اصل هندو پسر است و در اکبرآباد توطن داشت . پدرش در سرکار میرزا محمد زمان چل یک — که از اهل ایران بوده است — نوکر بود . او همواره با پدر آمد و رفت میکرد ، روزی نظر میرزای مذکور برو افتاد ، و از لوح ناصیه اش رقم استعداد خوانده بلطائف الحیل خیاطش را از دین آبا گردانید و بشرف اسلام مشرف نمود . چون لاولد بود ، او را متبنای خود ساخت و در تربیتش نهایت جهد میدول داشت .

حضرت آزاد مد ظله العالی در — خزانه عامره — میفرمایند :

خواجه محمد زمان لاولد نبود بلکه دو پسر داشت ، چنانچه ماهر خود در قطعه تاریخ وفات خواجه محمد زمان، میگوید :

خواجه محمد زمان خواجه نیکو صفات	آنکه لقب - چل یکش - بود بر خاص و عام
کرد معزز مرا ، چون پسر خواندگی	آن سبب هزتم گشت میان انام
داشت دوصلبی پسر، لیک محبت نداشت	وقف منش گشته بود ، مهر و محبت تمام
سال وفاتش طلب کرد خرد از فروش	گفت : محمد زمان خلد گزیده مقام

۸۱۰۴۱

ماهر در بدایت حال دامن دولت شاهزاده دارا شکوه بن شاهجهان بکف آورد و بخطاب — مرید خان — فرق هزت بر افراخت . و بعد ازان رفاقت دانشمند خان یزدی — که از امرای شاهجهانی و عالمگیری بود و در سنه احدی و ثمانین و الف وفات یافت — اختیار کرد . و با همت خسان بخشی — که ذکرش در ترجمه ثابت ثبت افتاد — بسیار ربط داشت . اواخر عمر

دامن از علائق دنیوی بر چید و بدولت درویشی فائز شده تا دم آخر به گل زمین قناعت پای ثبات افشوده. در سنه تسع و ثمانین و الف (۱۰۸۹هـ) درگذشت.

سرخوش در تذکره خود گوید:

روزی فقیر گفتم: نواب دانشمند خان میر بخشی و همت خان تن بخشی هر دو بر حال شما مهربان اند، چرا منصب شایسته نمیگیرید؟
خنده کرد و گفت: بترک دنیا مشهور شده‌ام و دم از فقیری میزنم، اگر باز رغبت بدنیا نمایم، بآن زن هندو میماند که با شوهر مرده برای سوختن رفته باشد، آتش سوزان دیده خواهد که بگریزد، کفاسان بچوبها سرش را شکسته بسوزانند. فقر باستقلال داشت و تا زنده بود بجمیعت و فراغت بود.

و نیز سرخوش گوید:

ماهر مثنوی در مدح جهان آرا بیگم دختر شاهجهان گفته بمعرفت والدۀ عنایت خان آشنا تخلص فرستاد. بیگم بعد مطالعه ازین بیت بسیار محظوظ شد:

بذات او، صفات کردگار است که خود پنهان، و فیض آشکار است و پانصد روپیه صلہ فرستاد.

حضرت آزاد مدظله میفرمایند:

در کلیات نعمت خان صالی مثنوی شانزده بیت در تاریخ عمارت زیبالنسا بیگم دختر خسلد مکان بنظر فقیر رسیده دران مثنوی بیت مذکور هم هست، توارد افتاده باشد.

(۳۴ بیت دارد و همه از خزانه عامه گرفته است ص ۹۸۷ - ۹۸۹)

● نتایج الافکار: جامع فنون متواتر میرزا مجدعلی ماهر، که اصلش از اکبرآباد است. بمهارت اقسام نظم مثانی عالی داشت، و بکلام رنگین و افکار متین علم تفوق میافراشت: اشعار آبدارش جواهر زواهر و دوکانچه معانی است، و نثر شسته و پرکارش، گلدسته گلشن خوش بیانی. و با کلیم و قدسی و دیگر والا طبعان عصر، مجلس سخن گرم میساخت. شیر خان

در — مرات الخیال — نوشته که :

محمد علی در اصل هند و پسری است که در اکبرآباد تونن داشت .
پدرش در سرکار میرزا جعفر ممبائی — که از ثقات اهل ایران بوده
است — نوکر بود، و همواره با پدر آمد و رفت میکرد . روزی نظر میرزا
جعفر بر وی افتاد و از لوح ناصیه اش رقم استعداد خوانده خاطرش را
از دین آبا بگردانید و بشرف اسلام مشرف نمود . چون لاولد بود او را
متبنای خود ساخت و در تربیتش نهایت جهد مبذول داشت .

و بعد وفات میرزا جعفر بدامن دولت شاهزاده دارا شکوه بن شاهجهان
جاگرفت و بخطاب — مرید خان — سر بر افراخت . و چندی برفاقت
دانشمند خان — که از امرای عظیم الشان شاهجهانی و هم از امرای عالمگیری
بوده — بعزت و اعتبار گذرانید . و نیز با همت خان بخشی و دیگر امرای
زمان ارتباط تمام داشت . آخر کار همه را خیر باد گفته بآرائش خلوت کده
فقر و قناعت پرداخت ، و اقلیم توکل و استغنا را مسخر ساخت . سرخوش
در — کلمات الشعرا — نوشته :

روزی فقیر گفت که : نواب دانشمند خان میر بخشی و همت خان
قن بخشی هر دو بر حال شما مهربان اند چرا منصب شایسته نمیگیرید!
خنده کرد و گفت : بترک دنیا مشهور شده ام و دم فقیری میزنم، اگر
باز رغبت بدینا نهیم، مثل من بآن زن هندو میباند که با نمش شوهر
خود باراده سوختن رفته باشد و آتش سوزان دیده خواهد که بگریزد ،
کناسان بچوبها سرش شکسته بسوزانند .

القصه چون بجاده فقر و فنا قدم ثبات نهاد تا حین حیات دست التجا
باحدی نکشاد و بکمال استقلال و جمعیت خاطر میگذرانید . و در تسع و
و ثمانین و الف (۵۱۰۸۹) بساط هستی پیچید . این چند بیت از کلام
دلیپذیر اوست .
(۱۱ بیت دارد ص ۶۲۶-۶۲۹)

● شمع انجمن : ماهر شیخ محمد علی اکبرآبادی . از ماهران فن و ساحران سخن است : در اصل هندو پسر بود معتصم دامن دولت دارا شکوه مخاطب به — مرید خان — شد انجام کار ترک علائق دنیوی گرفت و خود را بپایه والای درویشی رسانید و تا دم واپسین پای استقامت افشرد . از انفاس اوست :
(۲۰ بیت دارد ۴۲۲)

● روز روشن : ماهر شیخ محمد علی اکبرآبادی ، پدرش از زمره عبده اصنام هند ملازم سرکار میرزا محمد زمان ایرانی بود، و ماهر با پدر خود بخدمت میرزا حاضر میشد : میرزا آثار رشد از ناصیه اش خوانده باسلام دعوت نمود ، و بتبنی خودش اعزاز بخشید . و بشیخ محمد علی مسمی ساخت . و وی بتحصیل علوم ضروریه پرداخت و بشوق شاعری از خدمت قندسی و کلیم فیضها برداشت :

و بعد وفات میرزا، ملازمت شاهزاده دارا شکوه برگزید و به — مرید خان — مخاطب گردید : و پس از برهمی کار و بار شاهزاده، رفاقت دانشمندخان عالمگیری اختیار نمود . آخر بغلبه استغنا و آزادی، از همه ما قطع تعلق کرده پا بدامن کشید ، تا آنکه در سنه تسع و ثمانین و الف (۱۰۸۹ هـ) راهی ملک بقا گردید .

و در — آفتاب عالمتاب — نوشته که :

بر دست میرزا جعفر ممائی مسلمان شد و با وی بایران رفت و پس از وی رفیق ملا شفیعا گشت و همراه علی مردان بهندوستان هود نمود . و محمد افضل سرخوش از تلامذه او بود .
(۱۰ بیت دارد ۶۰۰)

۲۱۹ - مولانا ماهری

● هفت اقلیم : مولانا ماهری، نیز از این قبیل است که حقیقت احوالش

در پس پرده خفا مستور است . این چند بیت ازو میآید :

از سر کوی تو، دل با دیده تر میرود
شعله در دل، ناله بر لب، خاک بر سر میرود (۱)
حرف شرح درد دل، گر آشنای لب کنم
خون ز جیب دیده، تا دامان محشر میرود (۲)
شعله، در پروانه افتد، بلبل آید در خروش
گر بگویم، آنچه مارا بی تو، بر سر میرود

نظم :

در حلقه ما زمزمه سور نباشد
ما غمزدگان را، دل مسرور نباشد (۲)
بی روی تو، بیرون کنم از دیده، نظر را
گر ذوق تماشای تو منظور نباشد
ویافته دل، چون سر تعمیر ندارد
بگذار، که این غمگده معمور نباشد (۲)
(ص ۱۱۶)

● گل رعنا : ماهری کشمیری از شعرای عهد اکبری است و کوکب
دری آسمان معنی پروری .
(دو شعر دارد ص ۹۷)

● صحف ابراهیم : ماهری کشمیری ، معاصر اکبر پادشاه بوده .
(ص ۲۳۳ الف)

● روز روشن : ماهر کشمیری : بزمان اکبری در اکبر آباد بسر میبرد ،
و در — ید بیضا — و — نگارستان — ماهری بیای نسبت مرقوم است .
(دو شعر دارد ص ۶۱۰)

● نگارستان سخن : ماهری کشمیری : کارش در کلام ساحری است ، و
از ماهران این فن در عهد اکبری :
(دو شعر دارد ص ۸۹)

● تاریخ نظم و نثر زبان فارسی : ماهری کشمیری . تخلص وی را ماهر
هم نوشته اند ، و از شاعران دوره جلال الدین محمد اکبر و غزل سرا بوده است .
(۱ : ۶۴۸)

۱- روز روشن دارد .

۲- گل رعنا و نگارستان سخن دارد .

۲۲۰- هجرم، میرزا محمد کشمیری

● صبح گلشن : مجرم میرزا محمد کشمیری . شاعری قابل و ادیب متوکل است.

و با مولف — تذکره آفتاب عالمتاب — رسم و راه مراسلتش حاصل (۱) :

شیوه آن نرگس بیمار ما دانیم و دل
چسان گویم لبیت را، غنچه سان کز غنچه تنگ است این
صنعت این ساده پرکار ما دانیم و دل
شکر را پیش لعلت نام چون گیرم، که ننگ است این
بیا (مجرم) چو تبر از قبضه شمشیر، بیرون شو
که گر پای بزرگان در میان نبود، فرنگ است این
(۲۶۴)

۲۲۱- هجرم، میرزا مهدی کشمیری

● صوفی : میرزا مهدی ، تخلص مجرم . اول شیعه بود ، بعد طریقه

اهل سنت اختیار کرد . و اکثر بمزار سلطان العارفين شيخ حمزه مخدوم نزد
هری پر بت حاضر میشد : در سال (۱۲۷۳هـ) جهان را پدرود گفت :

الهی ساز روشن از کرم ، شمع زبانم را
بفکر شعر، مویم شد سفید، ای خاک بروییم
بهیسا (مجرم) از کسره، بیزار شو
فدا سازم دل و جان آن جفا ساز متمگر را
به گلشن چون روم در خاطر آمد سرا پایش
به انوار قبولیت ، منور کن بیانم را
ازین گل، پاک کن سر چشمه طبع روانم را
ز حد رفت خواب تو، بیدار شو
ادا و ناز، چشم نیم باز غمزه پرور را
نمیبینم گل و نسرین و شمشاد و صنوبر را
(۲ : ۴۸۱)

دردا که ، نمیآید از یار خیر چیزی
دل گوشه گرفت اما ، غم آمد و بر جانم
چون ناله، زبان خیزد، هنگام سحر هر شب
خواهم که نویسم من ، توضیف جمال او
یا بخت کند کاری یا سیم و زری (مجرم)
گفت است بگوش او، اغیبار مگر چیزی
او نیز برد جان را، چون نیست دگر چیزی
هر گه که نمی بینم ، زان مرغ سحر چیزی
چیزی بسرشک تر ، از خون جگر چیزی
هرگز نشود حاصل از عقل و هنر چیزی
(ادبی دنیا)

۲۲۲ = محترم، محمد محترم کشمیری

● همیشه بهار : محمد محترم خلف میرزا عبدالغنی بیگ قبول ، معنی تلاش و ایهام بند است . از واردات طبع اوست :

ز حظ پست لبست گر شکایتی روداد مرنج جان کسی بر صیبل مذکور است
ببزم غیر، دوش اورا، چومست و بیخبر دیدم برای آن که هشیارش کنم ، بسیار نالیدم (۱)
(خطی)

● گل رعنا : خلف میرزا عبدالغنی قبول کشمیری : معزز و محترم میزیست و تلاش معنی ایهام بسیار میکرد . از اوست . (دو شعر دارد ص ۹۹۸)

● سفینه هندی : میرزا محترم خلف میرزا عبدالغنی بیگ قبول است . ازوست :

چشم فتانش، اگر بیمار باشد، عیب نیست (محترم) بادام را دیدیم آن م خسته است
(ص ۲۰۱)

● صبح گلشن : محترم ، محمد محترم از فرزندان میرزا عبدالغنی قبول کشمیری است . و مانند والد و برادر خود معزز و محترم بذهن و ذکا و موزونی و خوش تقریری . (دو شعر دارد ص ۳۰۰)

۲۲۳ = محرم پیگ ، کشمیری

● تاریخ اعظمی : در تاریخ نهصد و سی و هفت (۹۳۷ هـ) محمد بابر پادشاه — که بتازگی هند را به تسخیر آورده بود — از این عالم رحلت کرده سکه و خطبه تعاق به نصیرالدین محمد همایون پادشاه گرفته .

۱- این دو شعر گل رعنا و صبح گلشن دارد .

میرزا کامران اجازت از همایون پادشاه حاصل کرد ، بجانب کشمیر توجه نمود : در نوشهره مانده محرم بیگ و شیخ علی بیگ را با سی هزار سوار بکشمیر فرستاد : چون کشمیر درمیان امرا منقسم بود ، کسی مقابل لشکر مخالف نشد : تا آمده در قلعه جیره اودر فروکش نمودند ، آوازه فتح و نصرت جانب هند رفته . مردم تاریخها گفتند و خود محرم بیگ این تاریخ گفته بکامران میرزا فرستاد . تاریخ :

به حکم پادشاهی کنز حریش	بفهم آسان شود تفهیم فردوس
مفسر کردم بسوی شهر کشمیر	که از خوبی دهد تعلیم فردوس
چو کردم فتح نیم او بتاریخ	خرید گفتا که : فتح نیم فردوس (۱)

۸۹۳۸

(ص ۸۸)

۱- امرای کشمیر بر کوه سلیجان بر آمدند ، بعد از محاربه بسیار چون محرم بیگ مغلوب شد ، طرح صلح انداخته آهنگ رفتن به هندوستان نمود . بعد مراجعت او ، هنوز سپاهیان کمر وا نکرده بودند ، که بناگاه در تاریخ نهمد و سی و نه (۸۹۳۹) سلطان سعید خان از کاشغر آمده خود توقف در تسبت نموده پسر خود سکندر خان را با جمعی از قربان — که سرکرده آنها میرزا حیدز برادر زاده اش بود — با چهار هزار سوار فرستاد و ایشان در فصل خزان از راه لار در محلات نوشهره رفت اقامت کشودند . و امرای کشمیر همه در قلعه جیره اودر نزول نمودند . کاشغریان در عهد فصل شتا و موسم سرما روی بجانب کامراج نهادند . امرای کشمیر هر چند تعاقب ایشان مینمودند ، لیکن از راه غلبه کاشغریان اهل شهر همه جلا شده روی به سواحق جبال و جزائر بجا آوردند . اکثر دهاقین از صغیر و کبیر بدست ترکان اسیر شدند . فتح سرسری بگمان خود کاشغریان کردند . یکی از شعرا در آنوقت این تاریخ گفته در پیش سعید خان فرستاد . تاریخ :

الحمد لله ! که آن شاه عادل	سلطان سکندر خاقان دوران
بر گرد اعدا در روز هیجا	قادر شد آندم از لطف یزدان
تاریخ فتح الحق که اینست :	روز چهارم از ماه شعبان

۸۹۳۹

(تاریخ اعظمی ص ۸۸)

۲۲۳ - محمد ، سید میر محمد همدانی

● تاریخ اعظمی : سید میر محمد همدانی ، فرزند ارجمند حضرت امیر کبیر است . دوازده سال در کشمیر وارد بودند و رفع بدعات و ترویج اسلام فرمودند . و سلطان اقسام خدمت و اطاعت نسبت بآنجناب بظهور آورد ، و سیده صالحه و عابده بی بی تاج خاتون صبیئه صفیئه حضرت سید حسن بهادر را به ایشان نسبت کرد . پنج سال آن سیده زاهده در حباله حضرت میر بودند بعد آن رحلت نمود . و در نزدیکی فتحکدل بالا تر از مزار ملک مسعود نگر مدفون است . و سلطان درانجا مقبره برای او بنا کرد . هنوز مناره مقبره موجود است :

بعد از فوت آن بارعه دختر ملک سیهه بت ، که بعد اسلام ملقب بملک سیف الدین شد ، شرف محرمیت حضرت میر دریافت . بعد یک سال او هم قضا کرد و در موضع کوتهر ، در جائیکه حضرت میر باغی بنا کردند ، مدفون شد . مشهور شد بدیدی باجی .

بالجمله ، حضرت میر سید محمد همدانی در سن بیست و دو سالگی ، با سه صد کس از رفقا و خدمه ، قدم میمنت لزوم بولایت کشمیر آورده بودند . سلطان ، بی تراخی و تردد ، دست ارادت بذیل ارشاد آنجناب رسانید ، و ملک سیهه بت مذکور — که وزیر و سپه سالار سلطان بود — باجمعی از خاص و عام بجناب ایشان آمده باسلام مشرف شد .

و حضرت سید رساله در علم تصوف برای سلطان نوشته بودند که مفید ایشان آمد . چون در مجلس سلطان جناب حضرت سید محمد حصارى (۱)

۱ - حضرت سید محمد حصارى. وطن آنجناب سامانست — که قریه ایست که بر ده میل بلخ واقع است

در بحث علمی معارضه بحضرت سید کردند . شب بعنایت حضرت امیر کبیر قدرت یافته -- شرح شمسیه منطق -- را بنام سلطان تصنیف فرمودند .

القصه ، بیمن قدوم حضرت سید سلطان نوعی در رفع ظلمات بدعت و منع مزامیر و سائر مناهی و ترویج سنن نبوی (علیه الصلوة والسلام) کوشید که گویا الحال اسلام در ولایت کشمیر آمد . سلطان مذکور برای حضرت سید خانقاهی بر چشمه بون بنا کرده ، و موضع پتن برای اخراجات آن خانقاه و خادمان حضرت سید مقرر نموده بود . و نوعی صحن مسجد باصفا و پر گل و با آب و تاب نیداشتند که خبر از باغ ارم میداد . و تا عهد مجد شاه که

شده -- چون آبای کرام ایشان بحصار آمده سکونت نمودند ، مشهور بحصاری شدند . قرابت قریبه بجناب حضرت امیر کبیر داشت . بزرگی با وقار عالی مقدار ، چون کشمیر را به قدوم خود مزین نمود ، بالتماس سلطان در محله سکندرانه متصل خانه سلطان سکونت اختیار فرود . و سلطان اکثر در خدمت ایشان حاضر میشد . چون جناب حضرت میر مجد شرف قدوم بکشمیر فرودند ، سلطان بجهت ارادت که -- ابا عن جد -- بجناب ایشان داشت ، اکثر علم ملازمت بدر آنجناب میافراشت . نظر بر صغر سن حضرت میر ، جناب سید مجد حصاری را غباری ازین معنی بخاطر راه یافت . در بعض کتب دیده شد که : چون حضرت سید درین باب بیاطن متوجه شده اند ، ترقیات معنوی حضرت میر مجد را معلوم کردند . و عنایت و توجه حضرت علی ثانی را در حق ایشان مفهوم نمودند . از راه انصاف خود پیش حضرت میر مجد رفته و تسل و تصدیق نموده خط ارشاد از خود هم بایشان دادند .

سید مجد حصاری در وقت خود مصدر حالات عجیبه بود . روزی دیدند که تمام روز بیبوش است ، و از دامان و آستین پوستینش آب فراوان در جوش . هر چند استفسارهاش کردند ظاهر نه فرمود . چنون مبالغه و سهاجت مردم ، در استکشاف این راز از حد گذشت ، فرمود: یکی از اهل ارادتش بسفر حجاز میرفت و بطغیان دریا کشتی تباهی شد ، و التجا بمن کرد ، همت را بنجات آن کشتی صرف کردم ، این آب ازان کشتی است ! چون آن مرید آمد و پرسیدند، تاریخ حکایت و تاریخ آن واقعه موافق بود . حضرت میر سید مجد حصاری هرگز متاهل نشد و روزانه حرکت نمیکرد و در محله نوهته آسوده است .

(اعظمی ص ۲۳-۲۴)

پیش از قوم چک موجود بود. چندان طراوت نداشت، اما تا عهد اکبر شاه باغ و خانقاه بحال بود. چون پادشاهان هند طرح عمارت انداختند، بنای مسجد در صحن عمارت آمده و مسجد را بکنار حوض بردند.

و دیگر در شهر بالای صفة که حضرت میر کلان (قدس سره) — که برای خمس الاوقات بر کناره دریای بهت آراسته بودند — خانقاه عالی بنا کردند. و ابتدای تعمیر خانقاه معلی در سنه هفصد و نود و هشت (۹۸۰هـ) بود و اتمام آن در نود و نه (۹۹۰هـ). جناب سید مجد یک لعل بدخشانی همراه داشت، تبرکاً بسطان داد. و در بدل آن از سه پرگنه سه قریه بجهت مصارف خدمه و لوازم خانقاه گرفتند. یکی وحی از پرگنه شاوره، دوم ز نوونی از پرگنه مارتند، سوم نزال از پرگنه اولر. و خدمت تولیت آن بنام مولانا سعید تقرر یافته. و دهات بطور خادمان گذاشته، و برای مطبخ و غیره مصارف دیگر تعیین مواضع نمودند. حضرت سید بعد اتمام خانقاه فیض پناه بقصد ادای مناسک حج ازین شهر حرکت نمودند.

سلطان سکندر تخریب معابد کفار بسیار نموده، و عالمی از کفار به اسلام آورده. مشهور است که سه خروار رشته های زنار، مردمی که مسلمان شدند، سوخته. هر جا بتخانه بوده، آن را برهم زده. و در سال هشتصد و یک (۸۰۱هـ) بعد ازهدام بتخانه سکندر پوره، در انجا توفیق بنای مسجد جامع یافته بود. و در تیاری آن بسیار هوس و اهتمام بکار برده. سه صد و هفتاد و دو ستون کلان از انجمله سی و دو ستون در چهار طاق او نصب نموده. ارتفاع چهل گز شرعی و شش گز ضخامت نوشته اند. جناب خواجه صدرالدین خراسانی و سید مجد یورستانی — که هر دو بزرگوار در معماری دستی و مهارتی داشتند — بکارکنی معماران در عرض سه سال به اتمام

رسانیدند و مسجد جامع بجباره نیز ساخته سلطان است .

و سلطان بامر حضرت میر محمد همدانی و سادات دیگر رفع اکثر بدعات خاص مزمار و سرنا و کرنا از شهر نموده . در آن عهد بغیر از خانه سلطان دهل جای نمینواختند ، چه جای آلات دیگر که بالکل ممنوع بود . سد تالاب و شالن مرگ تا سمت پرگنه بهماگ ساخته سلطان است ، که اول از کتب راجها و هنود — که مثل مناره جمع شده بود — پر کردند و بالای آن خاک ریختند و سد ساختند . حضرت سید محمد مرقوم بعد ادای حج بکولاب آمده همانجا رحلت نمودند : و در جوار حضرت امیر کبیر آسوده اند . (۲۳-۲۲)

● تاریخ نظم و نثر زبان فارسی : میر سید محمد پسر میر سید علی همدانی عارف مشهور بود . ظاهراً پس از مرگ پدر ، و نوشته اند در ۲۲ سالگی ، با ششصد فن در زمان سلطان سکندر بن قطب الدین بکشمیر رفته . و این پادشاه مرید وی شده و بسنت نام وزیر و سپه سالارش بدست وی اسلام آورده ، و ۱۲ سال در آنجا مانده . و در (۹۷۷هـ) سکندر خانقاهی برای وی ساخته که در سال (۸۰۰هـ) تمام شده و چند دهکده وقف بر آن کرده است . سپس بحج رفت و در باز گشت در کولاب در گذشت .

وی نیز مانند پدر ، نویسنده و شاعر بوده . و — رساله در تصوف — و — شرح شمسیه — در منطق از او مانده است . (۲ : ۷۳)

۲۲۵ = محمد ، ملا محمد کشمیری

● تذکره نصرآبادی : از فحول فضلا بود طبعش جامع فنون و آداب را قانون ، و باعتقاد بعضی سرآمد فضلا بود . در اصفهان سکنی داشت ، بسبب سرکشی و غنای طبع ببد خوئی شهرت کرده : درین سال سنه (۱۰۸۳هـ) فوت

شد، گاهی رباعی میگفت :

ای گل! که نه بوی از تو پیدا، و نه رنگ از شوق جمال تو بود، هر آهنگ
دورم از تو، بسان ظلمت از نوز هستی در من مثال آتش در سنگ (۱)
(ص ۱۷۰)

● مجمع النفائس : ملا محمد کشمیری از فحول علما و فضلا و جامع فنون و صاحب قانون بلکه با اعتقاد بعضی سرآمد فضلالی ایران بود، بسبب سرکشی طبع به تندخوئی شهرت داشت و ظاهرا از شیعیان کشمیر بود که بایران رفته . و سرکشی مقتضای طبیعت و اصل فطرت او بود :
(یک رباعی دارد ص ۳۰۹ ب)

● گل رعنا : ملا محمد کشمیری از فحول علما و جامع فنون بود و بایران رفته اعتبار عظیم بهم رساند و همانجا در گذشت .
(یک رباعی دارد ص ۹۹۱)

۲۲۶- مداح، میر علی شاه کشمیری

● صبح گلشن : مداح، میر علی شاه کشمیری که در زمان عروج محمود الدوله منشی صفدر کشمیری بسرکار واجد علی شاه، خاتم شاهان اود، در دارالامارة کلکته بسلك شعراء واجدی منسلک گردیده . کلیات نظم خود مسمی به - هفت عنوان - مشتملبر اقسام نظم از غزل و قصیده و مثنوی ترتیب داده بحضور شاهی کشیده . کاتب قضا، بعاجل ترین زمان، دفتر حیاتش را در نوردید، ورنه آن مجموعه مطبوع شده مطبوع طبائع میگردد : از قصائد

۱- مجمع النفائس و گل رعنا این رباعی دارد .

اوست :

از کشتگان ناز، چو محضر نوشته اند
 چون طالع، گدا و تونگر، نوشته اند
 در آتش فراق، بسی پاره دلم
 طفرای حکمنامه، گلگشته دخت من
 بر سر سحر چو افسر زر آسمان نهاد
 اختر لقب شهبی که ز نور جبین او
 دردا که ، نام من ، سر دفتر نوشته اند
 مارا بملسک فقره سکندر نوشته اند
 فسرمان همدمی سمندر نوشته اند
 بر دور مهبد مساه منصور نوشته اند
 اول بر آستانه شاه جهان نهاد
 رو در نقاب شرم، شه اختراق نهاد
 (ص ۳۹۶)

۲۲۷ - مشتاق، کشمیری

● نثر و عینی : مشتاق، کشمیری شاعر طاق میرزا مشتاق از خوش فکران ایران بوده است . در کشمیر سکونت دارد . ازوست :

شب که بر یاد بنا گوش تو، چشم آب ریخت
 هر سرشکم ، بر زمین تخم گل مهتاب ریخت
 (ص ۳۲۷)

۲۲۸ - مشتاق، پندت مادهورام کشمیری

● ریاض الوفاق : مشتاق ، پندت مادهو رام کشمیری . که از براهمه کشمیر جنت نظیر است، و حالا از شایستگی طبع و اطوار و خجستگی کردار، در بنارس بنهایت عزت و نیکنامی میگذارد . و از لخالخه سائی مجالست شبانه روزی ، بزم اخلاص راقم را عنبر شمیم ، و محفل اختصاص آثم را ، غالبه نسیم دارد .

گاه گاه چراغ موزونیت هندی و فارسی در فانوس پرده خیال می افروزد،
 و بتخلص مشتاق مشتاقان کلام خود را حلاوت و فصاحت و بلاغت اندوزی
 میآموزد : ازوست :

عاشقی، خود را بود در عشق، حیران ساختن
 سر، فدای خاک پای ، مه جبینان ساختن

مسکن و ماوای خود ، کوه و بیابان ساختن
 همدم و همپای خود ، خار مفیضان ساختن
 سینه را ، از داغهای او ، گلستان ساختن
 چون جرس ، خود را چرا بیهوده نالان ساختن
 سینه بریان کردن و هم دیده گریبان ساختن
 موبمو ، خوشتر بود خود را ، پریشان ساختن
 جام می نوشیدن و چاک گریبان ساختن
 تاکجا ، این درد را (مشتاق) پنهان ساختن
 (ص ۱۰۲)

مثل مجنون در گذشتن ، از سر ناموس و ننگ
 پا برهنه طی نمودن ، راه این دشت جنون
 مثل لاله خوش بود ، ای دل! درین باغ جهان
 کاروان اشکها ، منزل بمنزل میروند
 در طریق عشق ، باشد فیض این سوز و گداز
 مثل شانه ، در هوای زلف او ، با پیچ و تاب
 محو گشتن در خود و در یاد او هر روز و شب
 بوی عشق و مشک ، ماند تابکی اندر نهفت

۲۲۹ = هشتتیری ، کشمیری

● تاریخ اعظمی : مشتری کشمیری ، از سادات محله خنده بون . شاگرد
 ملا ذهنی ست . در شعر صاحب قدرت کامله بود .
 (ص ۱۵۸)

۲۳۰ = هشرپ ، حکیم عبدالرزاق

● سفینه خوشگو : حکیم عبدالرزاق مشرب تخلص ، از سادات اصفهان
 بود ، در اواخر عهد عالمگیری به هندوستان رسیده در قصبه بریلی توطن گرفت ،
 و با سادات آنجا قرابت و پیوند در میان آورد . چندی در لکهنو بسر برد .
 زمانی ، در خدمت نوازش خان طالع به کشمیر بود ، آخر عمر بولایت سند
 به عزت و حرمت تمام گذرانید . در معقولات و منقولات . . . و اعداد
 تکسیر پایه عظیم داشت : و در حکمت و طبابت از معاصران گوی سبقت
 میر بود . و علاوه آن ، بصفت سخاوت و جوان مردی ، خیلی مشهور بود .
 تیمار بیماران از سرکار خود میکرد : در سیوستان بسال هزار و صد و بست
 و هفت (۱۱۲۷ هـ) مرض موت ناگزیر برگزید ، قبل از رحلت خود غزلی گفته

بود که این بیت ازان است :

دل از شوق شهادت اضطراب ساکنی دارد چو جوهر، جسم من شد موجه در بای شمیری (۱)
در تذکره میر غلام علی آزاد (۲) آمده که دیوان صد هزار بیت ترتیب
داده و آن قدر قدرت داشته که روزی هفت هشت غزل پوره میگفت : به
فقیر همین قدر رسید :

چنان پرید ز صیاد هوش حلقه دام که ناله ام نشنیده است گوش حلقه دام
آخسر نگشت مستی دنباله دار ما این باده را ز چشم ، که ایجاد کرده اند
ز خون گل ، حنای کرده پای ، بیبک می آید دل صد داغ بلبل در قفا چالاک می آید
(۸۲ -)

● مقالات الشعرا : مشرب ، حکیم میر عبدالرزاق نام . از اعیان سادات
اصفهان است ، و جامع جمیع علوم . بتخصیص در جفر و اعداد شانی عظیم
داشته . در طبابت بقراط عصر ، در سخاوت حاتم دهر میزیست ؛ اکثر دوا و
تیماردای فقرا از خود میکرد .

در عهد شاه عالمگیر به هند رسیده در موضع بریلی مقیم گشت ، و با
سادات آنجا نسبت کرد : بعده چندی در لکهنؤ بسر برده و زمانی در کشمیر
نزد نوازش خان رومی صوبدار آنجا گذرانید . در اواخرها بولایت سند شتافته ،
نزد میان داؤد خان ، برادر میان نور محمد المخاطب به نواب خدایار خان ثابت
جنگ عباسی ، بعزت تمام گذرانیده ، تا در سنه سبع و عشرين و مائة و
الف (۱۱۲۷ هـ) ساغر شراباً طهوراً نوش فرموده ، سر مست وحدتکده باقی

۱- مقالات الشعرا دارد .

۲- مقصود از تذکره - ید بیضا - باشد . معلوم میشود که صاحب سینه و مؤلف مقالات
یک ماخذ دارند . عبارت مشترک است .

گردید: چند روز پیش از شهادت غزلی از طبعش سرزد که همانا بر واقعه اش دلالت داشت: این بیت ازان غزلست: دل از شوخ الخ. منه:

خورشید مرا، جامه زرتار چه حاجت	کز خط شعاعی همه تن بادله پوش است
ز بخت تیره خود در هم که، عمر شرار	اگرچه بود کم، اما بروشنای رفت
دل عاشقان خونین چه قدر نشانه کرده	بخمار باده، گاهی که کمان کشیده باشی
یک چند درین شهر پریشان گشتیم	گفتیم گران شویم ارزان گشتیم
در طالع ما کساد بسازاری بود	کآئینت فروش شهر کسوران گشتیم

(ص ۶۰ <)

۲۳۱- مصاحب، پندت مصاحب رام کشمیری

● صبح گلشن: مصاحب، پندت مصاحب رام از قوم کشامره هندوستان سر بر افراشته و در فرخ آباد هنگامه شعر و شاعری گرم داشته:

از حسن ماه رویت، بدر منیر، هر شب	باشد، ز هاله خود، در حلقه غلامی
تحصیل فیض صحبت، هر دم غنیمتی دان	چون گشته (مصاحب) با پختگان ز خامی

(ص ۲۱۹)

۲۳۲- مصطفی، محمد مصطفوی کشمیری

● صبح گلشن: محمد مصطفوی نام داشت و کلام خود برای اصلاح پیش نظر میرزا محمد متخلص به مجرم میگذاشت. در - آفتاب عالمتاب - نوشته که:

جوانی ست بست ساله در حسن و جمال آیتی و در مکارم اخلاق
حکایتی. خدای تعالی اوستاد و شاگرد را سلامت دارد.

نیسان فکرش لآلی کلام بدینسان میبارد:

گر در نظرت، لولو شاهانه، عزیز است	در دیده من، اشک چو دردانه عزیز است
این فاله بلبل بر گل، هرزه مینداز	کافسانه عاشق، بسر جانانه عزیز است
ز شب تا صبح فالیدم، بکویست	نظر کن ماه من، بر زاری من

بغیر از غم، که هرگز کم مبادا ندارد کس، سر غمخواری من
 سر من خاک راه (مصطفی) شد ندارد هیچکس سرداری من
 (۲۲۱)

۲۳۳- مظفر، میرزا مظفر کشمیری

● صبح گلشن: میرزا مظفر کشمیری: سر آمد اقران است در سنجیده بیانی
 و خوش تقریری:

دشت سبز و کوه سبز و شهر سبز و خانه سبز باز از تو شد، کدوی باده، در میخانه سبز
 آتش این سر زمین، از بس بهار آلوده است از هوای شعله میگردد پر پروانه سبز
 (ص ۲۲۰)

۲۳۴- معنی، حاجی حیدر علی کشمیری

● روز روشن: حاجی حیدر علی کشمیری. ناظمی خوش سواد جامع صلاح
 و سداد بود:

تا او اشاره نکند، و نمیشود ابروی تو، کلید در گفتگوی ماست
 تا رنگ با ختم چمن زعفران شدم آئینه بهار تمامی خزان شدم
 (ص ۶۳۰)

۲۳۵- معنی، ملا معنی کشمیری

● کلمات الشعرا: ملا معنی کشمیری. گویند کر بود: هرچه از انگشت
 بر روی هوا مینوشتند، در مییافت و جواب میداد: یک بیت از و بالفعل
 بخاطر است:

صدای دل طپیدن، از شکست رنگ میآید زبان خامشی، در پرده رسوا میکند مارا (۱)
 (ص ۱۰۴)

● مجمع النفائس: معنی کشمیری: گویند کر بود اما هرچه بانگشت بر روی

۱- مجمع النفائس و گل رعنا و نتایج الافکار و شمع انجمن، و تذکره شعرای متقدمین دارد.

هوا مینوشتند در مییافت .

(یک بیت دارد ص ۳۲۷ الف)

● گل رعنا : معنی کشمیری خوبگو است . گویند کز بود اما هرچه بانگشت بر روی هوا مینوشتند . در مییافت .

(یک بیت دارد ص ۹۹۱)

● نتایج الافکار : پربایه روشن ضمیری ملا معنی کشمیری ، که قوت سامعه نداشت ، فاما هرچه از انگشت بر صفحه هوا مینگاشتند در یافته فوراً بجوابش میپرداخت . در نظم پردازی هم فکر نیکو و طبع نزاکت پسند داشته . این بیت از کلامش بملاحظه رسید .

(یک بیت دارد ص ۶۲۹)

● شمع انجمن : معنی کشمیری اگرچه قوت سامعه نداشت اما بناطقه ارجمند گوهر معنی در رشته نظم نیکوتر میکشد .

(یک بیت دارد ص ۴۱۲)

● تذکره شعرای متقدمین : ملا معنی کشمیری : گویند کر بود هرچه از انگشت بر روی هوا مینوشتند در مییافت : و جواب میداد یک بیت ازوشنیده شد .

(یک بیت دارد ص ۶۱)

۲۳۶ = معنی ، حاجی بابا

● تاریخ اعظمی : پسر حاجی حیدر معنی تخلص میکرد . و از میان اقران در لطف طبع و حسن تلاش بغایت ممتاز بود : - قصه واقعه کر بلا - را بغایت خوب موزون کرده است . چند بیت ازان بقلم میآید :

دل آتش، ز جوش گریه، دریاست	ز گوهر، آب را دردل گره‌هاست
هوا از دود او شد، آتشین رنگ	چمن از غنچه لبریز دل تنگ
چه میبرسی، ز خاک پاک طینت	که دارد یک جهان گرد کدورت
اگر سنگ است، آتش در دل اوست	و گر کوه است، دارد ناله را دوست

تو غافل، داغ جانکاهی نداری
بر آ از پرده، همچون برق ناله
بهارستان داغ و سیل خون شو
در اشکی، که ریزی در عزایش
بگوش دل، سخن پرداز گشتم
که از باد برودت خصم خونخوار
تراود آتش خاموش ناله
ز دست فتنه بیدار، در خواب
عیان گردیده در عهد ستمگر
چو طفل اشک در عالم ندیدم
ز بس پیچیدن بر خصم بدخواه
فغان مانند دل، در خون طپیده
فروغ شعله آهسی نداری
لباس شعله، در بر کن، چو لاله
ز جوش گریه طغیان چمنون شو
جهان مغفرت باشد سزایش
فروغ شعله پرواز گشتم
بود خاموش شمع ناله زار
زبان داغست همچون برگ لاله
نمیگردد بگرد دیده‌ها آب
بجای گل فتد بر دامن تر
بجز مژگان، سیه پوشی ندیدم
چو داغ لاله در خون آه شد آه
بجای ناله، جان بر لب رسیده

مشهور است که وقت آمدن ابراهیم خان مرتبه اخیر بکشمیر، حاجی بابا که رفیقش بود بحضور رفت و همراه ناظم به کشمیر نیامد، حاجی جیدر پدرش وقت ملاقات بابراهیم خان گفت که: نواب این مرتبه بی معنی بکشمیر آمدند.

۲۳۷- مقبل، کشمیری

● احمد حسین قلعداری: شرح احوال مقبل کشمیری معلوم نیست، از تصنیفات وی کتاب - زبده الذاکار - (۱) دیده میشود، که چند بیت از آن ثبت کرده میشود:

سلام بخدمت خیرالانام

یا نسیم الصبح! یا زیح الصبا! قاصد بی دست و پای مرجبا

- ۱- نسخه خطی که در قصبه بیجاره، اسلام آباد (کشمیر) در (۱۲۲۴هـ) استنساخ شده است. ۱۲۱ ورق دارد هر ورق دارای (۲۰) بیت است. در ذخیره احمد حسین قریشی قلعداری مضبوط است که از آن اقتباس کرده آقای احمد حسین به بنده ارسال فرموده اند.

ای تو! خضر راه، هرگم گشته راه
 هم زمین راه، خرمی بخشا، توی
 ای توئی! مرهم نه، دل خستگان
 گو سلامی خسته بیچاره
 خاک بوسان در آن روضه را
 جان فداکن در طراف آن حرم
 از زبان من بسگو با آن سلام :
 (مقبیل) بیچاره آواره
 میفرستد سوی تو، از راه دور
 تحفه دیگر ندارد، جز صلوات
 السلام ای! سخاتسم پیسفمبران
 السلام ای! قاب قوسین جای تو
 السلام ای! مسحرم راز الست
 السلام ای! سرو بستان قدم
 السلام ای! صاحب حلم و حیا
 السلام ای! مفضل عالم توئی

وی ز تو، سرسبز هر تازبه گیاه
 هم زبان راه، نو بهار افزا، توی
 وی توئی! لب بستگان راه، تر بیان
 از دیار و خانمان آواره
 حاجیان کوی آن بستان سرا
 عرض (کن) با آن جناب محترم
 یا شفیع الخلق یا خیرالاکرام
 جان ز تیغ هجر تو، صد پاره
 روز و شب از جان درود با حضور
 زین وسیله، تابود، یابد نجات
 السلام ای! تاج فسرق سروران
 السلام ای! لا مکان ماوای تو
 السلام ای! فرع تو، چیزی که هست
 السلام ای! بلبل باغ نعم
 السلام ای! مطلع نور هدی
 السلام ای! مقصد آدم توئی

نعت

یا محمد! یا محمد! یا رسول
 فرگس مکحول — ما زاغ البصر—
 ذات پاکت، مظهر نور خدا
 ای بیالای قد دلجوی تو
 خاک درگاهت، که مشک اذفر است
 چسار یارت ساقیان کوثر اند
 (مقبیل) است، از والهان کوی تو

بیکم ناچار و منوم و ملول
 برکش بر مستمندان جهول
 دست جودت مرهم جان مارول
 خلعت طه یلسین شد نزول
 کحل بینائی ارباب حقول
 اهل بیت و عترت و آل بتول
 از ره اکرام فرمای قبول

خاتمه کتاب

شکر الهی که از الطاف او
 من که، در نادانیم، فرد زمن
 تا بیا از سر، ز سر تا پا تمام
 بسی تکلف چند بیتی ساختم
 صرف کردم سوی معنی رای خویش
 ختم شد این نامه بر وجه نکو
 روستای شهره باشد جبل من
 جمله هییم چون بچین زنگی غلام
 سوی لطاف شعر کم پرداختم
 کم زدم در کوی صورت پای خویش

چون پی تاریخ سالش تاختم
دامن احمد گرفتم وین ندا
چشمه فیضش اگر گویم نکوست

فقد اندیشه ، بفکرت باختم
شد زهی منظوم (مقبل) از سما
زانکه - عین فیض جاری - سالوست

۸۱۲۳۳

ز اختتامش چون نمودم ، بر صواب
حیذا کشمیر کاندر باغ او
از ربیع الاولین ثانی عشر

- زبدۃ الافکار - شد نام کتاب
بر دمیده این گل با رنگ و بسو
زوز دو شنبه بود هم وقت ظهر

(۱۲)

انتظام این شبه گوهر نما
باد نازل رحمت حق صبح و شام

یافت اندر بیچاره ای فتا
راقم و قاری و سابع را مدام

(از نامه جناب احمد حسین قلعداری)

۲۳۸ - هنیر ، مولانا ابوالبرکات هنیر لاهوری

● شاهجهان نامه ، منیر ، مولانا ابوالبرکات منیر لاهوری . امیر خطه کلام است ، و کلامش زیب صفحه ایام . فروغ رایش اظهر من الشمس است ، و طبعش مانند ماه چارده درست و روشن . در انگیزش معانی و پردازش خیالات بی انباز ، و در ابداع عبارات بدیعه و مضامین عالیه از سائر نکته وران ممتاز . در زباندانی او هیچ سخنوری را سخن نیست ، و در شیوه زباندانی هیچ نکته وری چون او نادره فن نه . بلندی فطرت بمرتبه که فوق آن متصور نباشد ، و درجه فکرتش بدرجه که بالاتر از آن در خیال نیاید . مانند نفس کل تمام استعداد است ، و بسان عقل اول تمام خرد . هرگاه طبعش چمن طرازی گلستان سخن میکند ، از شاخ قلمش سخنان رنگین بر میدهد . و فکرش چون محسنات بدائع را ابداع ، و قافیهای مستحسن را اختراع مینماید ، زمین سخن رشک چمن فردوس میگردد . بعنوانی که در شیوه نظم به تجرید منسوب است ، بهمان دستور در فن نثر به تفرید موصوف . آن نیز اوج سخنوری ، که سخنانش بتازگی مشهور است ، و نزاکت و لطافت

عبارتش ، بر زبانها مذکور ، اگرچه بحسب سرشت از افق لاهور طالع گردید ، اما کوکب بختش بر اوج دقیقه سنجی معانی هزار درجه زیاده از اهل ایران ارتقا گزیده : چنانچه در نظم پروین نگارین نموده ، همچنین در نثر به نثری ساری پرداخته . در منشآت (۱) بطرز خسرو ، زمین سخن و آفریدگار معانی قلمرانی نموده : و الفاظ تازی فصیح بالفاظ فارسی آمیخته ، معانی روشن در عبارات ایراد نموده : القصه بروشی حرف زده که از آن دست سخن بلند گفتن از دست آن والا دستگاه میآید ، و هیچ صاحب سخن را این دستگاه دست نمیدهد . بالجمله ، آن ملک الملوک اقلیم فضائل بر دست سخن سکه فیض زده ، و معنی را صاحب خطبه ساخته .

حیف صد حیف و جهان جهان دریغ و درد ، که آن جوان طبع ، بکمال عمر طبیعی نرسیده و مراحل زندگانی تمام ننور دیده در عین ایام شباب ، که فصل بهار نیکوی سالهای زندگانی است ، رو بشهرستان عدم آورد و مانند معنی نو در زمین سخن تن بخاک در داده . فرصت آن نیافت که سخن خود را گرد آوری نماید :

من بنده را از آغاز ایام طفولیت ، بآن مستجمع بدائع معانی اتفاق صحبت افتاده ، دو معنی در یک بیت و دو پیکر در یک آئینه ، در یک بیت و یک خلوت بسر میبردیم . اگر پاس ظاهر در کار نبود ، و در نظر پیش بین نزدیک نگر اهل استعداد دور از کار ننمودی ، هر آئینه فصلی در مدح و ستایش او ، از روی نفس الامر ، نه از راه مبالغه بقلم آورده ، منت بر جان سخن گذاشتمی .

رحلت آن جناب روز دوشنبه هفتم رجب سال هزار و پنجاه و چهار (۱۰۵۲ هـ) در اکبر آباد واقع شده . و نعشش بلاهور رسید :

این چند بیت که هر یک آن مانند فرد آفتاب عالمگیر شده ، شایستگی آن دارد که بر بیاض صبح نوشته شود ، درین مقام ایراد مییابد :

نظم

از حیا ، در خلوت آئینه ، نکشاید نقاب
 عین دریا گشت ، چون بیدار شد چشم حجاب
 غافل از شوق نگه ، او از حیا من از حجاب
 میطبد در دست من ، نبض قلم از اضطراب
 بوی عود آید ، به بزم خلقتش از چوب رباب
 شانه ، چون دارد زبان راست ، جایش بر سر است
 هدیه مصحف چو خطش خوب نبود کمتر است
 هر چه آید بر زبان تیغ ، بحث جوهر است
 تا زمین گیر است زر پیوسته خاکش بر سر است
 ابر گردد تر دماغ و گل شود رنگین ادا
 چون نگارد وصف گل بر کاغذ ابری هوا
 میتوان بستن کدون ، بر پنجه ، ژگان حنا
 مطلق سر زد ، که لفظ اوست چون معنی رسا
 قامت موزون کجا و مصرع موزون کجا

بسکه دامن گیر حسن او بود ، دست حجاب
 چشم دل ، چون باز شد ، معشوق را در خویش دید
 من عجل از ذوق خود ، او سرسار ، از ناز خویش
 نامه از درد دل ، هر گه که میسازم رقم
 رنگ گل جوشد ز فیض مدحش ، از شاخ قلم
 هر که ، کج باشد زبانش ، پایه او کمتر است
 واز دار حق ندارد قدر گر سامانش نیست
 هر چه گوید مرد صاحب دم ، دلیل معنی است
 هزت او خواهی ، مشو پایند یکجا ، ای عزیز
 باز وقت آمد که ، از کیفیت فیض هوا
 مسطرش ، از رشته باران کند ، ابر بهار
 او تماشای چمن ، نظاره رنگین میشود
 مصرع آن قامت یاد آمد و از خاطر م
 قامت او صد قامت مصرعست و یک ادا

ایهات

با صورت تو نقش درستی نشسته است
 تا در شکست دل ، کمر خویش بسته است
 آب از رفتار ماند و گل ز رنگ و بو گذشت
 گوشه چشم نمود از دور و گفت : آهو گذشت
 شانه ، حیرانم ، چه سان از تار آن گیسو گذشت
 ز تار گیسو ، زه کن ، کمان ابرو را
 کسی نه فهمد مضمون بیت ابرو را
 از زبان موج ، حرف آشنا ، باید شنید

آئینه را ، که عهد بحسن تو بسته است
 از شانه ، کاکلت بزبانها فتاده است
 در چمن آن سرو رعنا ، برکنار جو گذشت
 داشتم زان شوخ آهو ، چشم امید نگاه
 پای چوبین را ، ره بار یک رفتن مشکل است
 بگاه جلوه ، بر افشان ز نازه گیسو را
 بجز (منیر) که طاق است در سخندانی
 سر گذشت گریه ، از ژگان ما ، باید شنید

از زبان شاه ام اکنون ، چها باید شنید
 تازه رومانند ساغر، صاف دل، چون باده ایم
 رفته ایم از خویشتن، تا چشم را بکشاده ایم
 مژگان سرا زبان نسیبوی
 گسر روی تو در میان نسیبوی
 زده خسرو ضمیرم ، بمسلمرو معانی
 رگ ابر خامه من ، چو کند گهر فشانی
 سختم بستازه روی ه نفسم به گل فشانی
 چو خرد بکهنه سال ، چو هوس به نوجوانی
 همه بلسبلان گلشن ، ز ره مزاجدانی
 من و عشق جاودانه، تو و حسن جاودانی
 که ز خط عارض تو، نکند سواد خوانی
 که باپروت ز شوخی ، نکنند هم زبانی
 مژه ام ز گرم خونی، نگهم ز تر زبانی
 که پیام ناز گوید، بمن اپروت زبانی
 من و رنج بیزبانی ، تو و قید بیدهانی
 از دلم سردی بجو ، این شمع از کافور نیست
 رحم کن چشم سفیدم پنبه ناسور نیست
 شمع را صبح سعادت جز شب دیجور نیست
 جلوه حسنت بود فصل بهار آئینه را
 عکس رخسارت کنند آئینه دار آئینه را

رباهی

راز دل خویشتن نگویم بکسی
 مانند حساب ، گسر بر آرم نفسی
 بر صبح نوشته شام خط تو برات
 یک نیزه گذشت از سر آب حیات
 (کلکته ۳ : ۲۰۸-۲۱۴)

از سیه مستی زدم ، در دامن زلف تو، دست
 ما برنگ شیشه ، صاحب مشرب و آزاده ایم
 چون حباب باده ، از مستی درین بزم نشاط
 گسر چشم تو نکته دان نسیبوی
 من آئینه را نسیبدمی روی
 منم آن که ، کوس دانش ، ز شکوه نکته دانی
 رخ صفحه ز آب گوهر، همه شست و شوی یابد
 چو نسیم نوبهاری ، چو هوای صبح گاهی
 ز متانت و جزالت ، همه لفظ و معنی من
 چو روم سوی گلستان ، غزل مرا سرایند
 من و آتش محبت ، تو و آتش جوانی
 ز غبار سینه بادا ، همه عمر تیره چشمی
 سبق کرشمه کم ده ، مژه های سحر فن را
 بتو داده شرح سوزم ، بتو گفته حال اشکم
 همه گوش ، چشم گردد ، همه چشم گوش ، آن دم
 نه مرا زبان شکوه ، نه ترا دهان خنده
 یک نفس از سینه ام ، سوز محبت دور نیست
 تا بکی باشد ز درد انتظارت ، خون چکان
 قیره بختی با دل روشن شگون دارد (منیر)
 ای ز عکس چهره ات گل در کنار آئینه را
 چون شوی با آئینه از جلوه سازی روبرو

تا هست مرا بخشاشمی دست وصی
 فی راز دلم ماند و نی من پرچمای
 از حسن تونگر تو ، مه برده زکات
 میکرد رقم ، وصف لببت را ، قلم

● شاهجهان نامه : مولانا ابوالبرکات متخلص به منیر . بعد از شیخ فیضی
 در سواد اعظم هندوستان ، سخنوری که در هر دست سخن اقتدار تمام داشته
 باشد و تتبع سلف بسیار نموده و بدون نظم و نثر بفضائل نیز آراسته بود ،

بغیر ازو دیگری بر نخاسته . و بهچنین طبع برنا و اندیشه سخن آرا و خرد فیض پیرا و معنی نزاکت آفرین و عبارت معنی قرین ، بجز او کسی دیگر از شعرا ، در خطه و جرد ، قدم نگذاشته . کلامش باعث نظام امور سخناندانی و نثرش شایسته نثار معانی . القصه ، چنانچه نظمش بتازگی طرز مشهور است بهمان دستور نثرش بر زبانها مذکور : رسم تازه گوئی را تازه ساخته و طرز متاخران را طراز بخشیده ؛ در نظم و نثر پای از جاده متانت بیرون نگذاشته و در آرائش عبارات و پیرایش استعارات سر رشته معنی را از دست نداده . اگرچه دیگر شعرا نیز سلیقه درست در نثر دارند ، اما بجامعیتی ، که آن را اکابر توان سنجید ، مولانای مذکور بود ، که در هر قسم سخن رسم تازه گوئی را تازه ساخته :

(لاهور ۳ : ۴۳۱)

● مرآت الخیال : منیر لاهوری : منیر صافی ضمیر ، که سراج قلوب صاحب دلان از نکته های دلفریب او ضیا میپذیرفت ، و در سخن سنجی بین الاقران ثقه ، منیر است . در ابتدای فکر شعر — سخن سنج — تخلص میکرد ، آخر لفظ — منیر — دلپذیرش افتاد . مولدش دارالسلطنه لاهور است و خلف الصدق ملا عبدالمجید ملتانی بوده : اما در عین شباب سر پنجه اجل بازوی امیدش بر تافت : مثنویات و نثرهای رنگین وی مشهور است . من غزلیاته :

پیش از کرمه تو ، ستم در جهان نبود	تا آن نبود ، عریده آسمان نبود
آمد بخواب خویش و گرفتار خویش شد	با خویش هم ز فتنه گری مهربان نبود
از موج گریه ، پرده چشم ز هم گیسخت	گوئی ، نصیب کشتی من ، بادبان نبود
روزی که ، دل بزلف توام ، بود آشنا	چون شانه جز حدیث شیم بر زبان نبود
بودیم جبهه سای در او ، من و (منیر)	نقش سجود غیر بر آن آستان نبود

(ص ۱۱۹)

● حسینی : شاعر ماهر و منشی دلپذیر ساکن لاهور ملا منیر :

چون عالمگیر پادشاه بر بخت سلطنت جلوس فرمود ، اکثری از شعرا و منشیان سکه پادشاه نظم کرده بودند . از انجمله سکه ، که ملا منیر گفته بود ، پسند افتاد ، و آن این است :

سکه زد در جهان ، چو بدر منیر شاه اورنگ زیب عالمگیر

و جهت اشرفی بجای بسدر لفظ مهر داخل کرد . چون پادشاه ازین سکه محظوظ شد ، منیر متوقع صله گردید . شاه نکته دان فرمود : غنیمت نمیشماری که در سکه من نام خود که منیر است داخل کرده ، و باز صله میخواهی !

اگرچه اشعار آبدار منیر بسیار است ، درین جا با این دو بیت اکتفا نموده میآید ، و آن این است :

بناز گفت که : آیم شبی بخواب تو ، من درین خیال ، همه عمر من بخواب گذشت
قسم برون نه نهد ماه من ، ز منزل خویش بود چه صورت آئینه زیب محفل خویش
(ص ۳۲۶)

● مجمع النفائس : مولانا ابوالبرکات منیر لاهوری ، خیلی شاعر زبردست ، صاحب تلاش و پخته گو است . و در نثر نیز ید بیضا داشت . دیباچه کلیات او را میرزا جلالی طباطبا (۱) نوشته ، و در تعریف و توصیف او این قدر کافیست :

مثنویات متعدده دارد ، یکی از ان مسماست به — چار گوهر — مشتمل بر چار مثنوی که هر یکی نام علحده دارد :

(۱) — آب و رنگ — در تعریف اکبرآباد .

(۲) — ساز و برگ — در ستایش برگ قنبول و غیره اشیای مخصوصه هند :

(۳) — بور و صفا — در توصیف حوض آب و مسجد موزون نموده .

(۴) — درد و الم — که در بیان عشق است :

و نیز مثنوی دارد در تعریف گل‌های بنگاله (۱) : و چون از عالم رفته با این همه میگوید که : اشعار من قریب صد هزار بیت است : منشی سیف خان شاهجهانی بود . از هر قسم سخن دارد ، مثل او بفن شعر بعد فیضی ، بهندوستان بهم نرسیده . در فن انشا قبح طرز امیر خسرو است . رساله دارد مسمی به — کارنامه — مشتمل بر اعتراضات بر چار شاعر که یکی ازان زلالی و دوم عرفی و سوم طالب‌آملی و چهارم ظهوری است ؟

و فقیر آرزو جواب اکثر آن ، رساله نوشته مسمی به — سراج منیر — بهر حال از مسلم‌الثبوتان اهل کمال هند و ایران است . این قدر هست که طبعش بسبب ایهام و تشبیه ذائقه نمک استعاره ندارد . با آنکه مکرر مرتکب این معنی گردیده . (دوازده شعر دارد ص ۳۵۱ ب)

● سروآزاد : منیر ، ابوالبرکات لاهوری بن ملا عبدالمجید ملتانی . صاحب طبع منیر و نظم و نثر دلپذیر است . در منشآت خود گوید : من بی خانمان که در قلمرو سخن وطن گزیده‌ام صد هزار بیت بلند بنیاد نهاده ام ! منشورات او و شرحی که بر قصائد عرفی شیرازی نوشته ، متداول است : مولد و منشاء منیر دارالسلطنت لاهور است :

۱- این مثنوی در اداره پاکستان مطبوعات کراچی چاپ شده است .

در عهد شاهجهانی اول با میرزا صفی مخاطب به سیف خان (۱) ناظم اله آباد بسر میبرد. این سیف خان داماد میرزا ابوالحسن مخاطب به آصف خان بن میرزا غیاث بیگ اعتمادالدوله طهرانی جهانگیری است. بعد ازان منیر با اعتقاد خان (۲) حاکم جونپور پسر خورده اعتمادالدوله مذکور مربوط گشت. و از خوان احسان او ذله برداشت.

و هفتم رجب سنه اربع و خمسين و الف (۱۰۵۴هـ) در مستقر الخلافه اکبر آباد رخت حیات بر بست، او را بلاهور نقل کرده زیر خاک سپردند.

طبع منیر سواد سخن را چنین روشن میکند:

سہی قدان، کہ گرفتار جلوہ، خویش اند چون نخل شمع، دوانند ریشہ در گل خویش
(ص ۶۰)

● گل رعنا! منیر، ابوالبرکات لاهوری عطارد هندوستان است: و در شاعری و انشا پردازی یگانه زمان. برهان استعدادش این بس که میرزا جلالای طباطبا بر کلیات او دیباچه نوشته و او را — طوطی آهنین قفس هند — گفته.

مولد و منشاء منیر دارالسلطنۃ لاهور است. در عهد صاحبقران ثانی شاهجهان پادشاه با میرزا صفی مخاطب بسیف خان ناظم اله آباد بصیغۃ منشی گری بسر میبرد. چنانچه مسوداتی که حسب الامر او بقلم آورده علحده

۱- مرزا صفی سیف خان جهانگیری متوفی (۱۰۴۹هـ) ولد امانت خان و شوهر ملکہ بانو المتوفی (۱۰۵۰هـ) دختر میرزا ابوالحسن آصف خان و همشیره ارجمند بانو ممتاز محل ملکہ شاهجهان پادشاه. رک: مآثر الامرا ۲: ۳۱۶-۳۳۱ و پادشاه نامه ۲: ۱۹۸-۲۸۰.

۲- شاه پور میرزا اعتقاد خان ثانی متوفی (۱۰۶۰هـ) پسر غیاث الدین اعتمادالدوله (متوفی ربیع الاول ۱۰۳۱هـ) رک: مآثر الامرا ۱: ۱۸۰ و شجره پدیری و مسادری نورجهان بیگم مرتبہ راقم سطور در تاریخ مظهر شاهجهانی چاپ (۱۹۶۲ع). رک: ص ۱۲۷۸ کتاب حاضر تحت: احوال منیر از انشای منیر.

جمع ساخته متداول است . این سیف خان داماد میرزا ابوالحسن مخاطب
بآصف خان بن میرزا غیاث بیگ اعتماد الدوله طهرانی جهانگیری است . بعد
از ان منیر با اعتماد خان حاکم جونپور پسر خورد اعتماد الدوله مرقوم برخورد ،
و از دریای نوالش سیرابی حاصل کرد .

صاحب تصانیف غرا است و بسیاری از ان متداول : در انشا طرز خاصی
پیدا نموده ، اکثر راه ایهام و استعاره پیموده . در منشآت خود میگوید که :

من بی خانمان که در قلمرو سخن وطن گزیده ام و سواد خطه معانی را
سراسر سیر کرده ام ، صد هزار بیت بلند بنیاد نهاده ام .

مثنویات متعدده دارد مثل — چار گوهر — مشتمل بر چهار مثنوی که
هر کدام نام علحده دارد :

(۱) — آب و رنگ — در تعریف باغ اکبر آباد :

(۲) — ساز و بزرگ — در ستایش برگ تنبول و غیره اشبای مخصوصه هند :

(۳) — نور و صفا — در توصیف حوض آب و مسجد .

(۴) — درد و الم — در بیان عشق .

و نیز مثنوی دارد در تعریف گلهای بنگاله : و ازو رساله ایست
مسمی به — کارنامه — مشتمل بر اعتراضات بر چهار شاعر زلالی و عرفی
و طالب آملی و ظهوری : و خان آرزو در جواب اکثر اعتراضات رساله
نوشته مسمی به — ا — ی — .

آخر الامر منیر هفتم رجب سنه اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴ هـ) در
اکبر آباد طلسم حیات مستعار شکست : نعش او را نقل کرده در لاهور زیر
خاک سپردند . او سواد سخن را چنین روشن میکند :

بنوعی کرده آن گل ، رشک گلشن ، خانه مارا که میبرسد از بلبل ، ره کاشانه مارا

از دلم سردی مجو، این شمع از کافور نیست
 رحم کن چشم سفیدم، پنبه ناسور نیست
 میتوان بر بال بلبل، بست مکتوب مرا
 نیمه اشک، و نیمه آه است
 رنگین حکایتی، ز گلستان برآمده
 نیلوفری ز چشمه حیوان برآمده
 مباد سایه بخت سیاه کم ز سرم
 خاندان من دل خسته، سیه چون نشود
 هر شعله که، بر خاست ز دل، در جگر افتاد
 حیا بلا ست، و گر نه جواب میآید
 موسم حسنت بود، فصل بهار آئینه را
 میکنند عکس رخس آئینه دار آئینه را

یک نفس از سینه ام سوز محبت دور نیست
 تا یکی باشد ز درد انتظارت خونچکان
 نامه، در دستم بیاد روی او، گلدسته شد
 چسبون حباب، از هوای عشق، تنم
 هر جا سخن، ز عارض جانان، برآمده
 از نیل نیست خال لب جانفزای تو
 چوسرمه گوشه چشمی است یار را بامن
 خط سیه، زلف سیه، چشم سیه، خال سیه
 کس اینمی، از آفت همسایه ندارد
 بناز گفت: که دزدیده دل، ز سینه تو
 ای ز رنگین چهره ات، گل در کنار آئینه را
 چون شود با آئنه آن ماه پیکر رو برو

رباعی

دل را ز خیال غیر مانع شده ام
 چون تیغ بآب خشک، قانع شده ام
 از مثنوی مسمی به — میخانه منیر — که کمیاب است این ابیات نشأ

حیرت زده حکمت صانع شده ام
 عمری است که کرده ام ز فان قطع امید
 از مثنوی مسمی به — میخانه

احتیاط بنظرارگیان میبخشد .

شنسای خدا و دعای قدح
 لب جام را ساخته، خنده ناک
 ز خمخانه اش، آسمان یک خم است
 بهرش، زده خون انگور جوش
 و زو جام خورشید در گردش است
 عملنامه میکشان را سفید
 بحق خط ساقی و خط جام
 که موی تم شده، رگ آفتاب
 نسب نامه آتش ایمن است
 دلم حافظه سوره قلقل است
 مرا کاسه سر، پر از باده است
 رگم بر بدن گشت جوی شراب
 که موج شراب است، زنجیر من
 بدان سان که، رنگ گل از آفتاب

بود بر لب آشنای قدح
 خدای که شاداب ازو گشته تاک
 ز پیمان اش، مستی انجم است
 شده صوفی تاک، ازو سبز پوش
 ازو با شراب شفق جوشش است
 کند رحمتش روز بیم و امید
 بود در دلم نام او صبیح و شام
 چنان گشتم از فیض می، نور یاب
 خط جام، کزوی، دلم روشن است
 لبم دوش خوان حدیث گل است
 بمستی، دلم بسکه آماده است
 شدم پای تا فرق مست و خراب
 نیارم ز میخانه بیرون شدن
 شکسته دل قوبه ام، از شراب

که میباید از نکبت او نشاط
 حلاوت ده نخل ادراک را
 پسر خواننده آتش طور را
 زمی واپسین شربت مرگ زهد
 زمی شیرۀ جان آتش بود
 ازو چاک خمیازه باید رفو
 بط باده، از گرمی او کباب
 چو دشنام معشوق، شیرین و تلخ
 فشردن توان از کتان آفتاب
 بسود عطسه شیشه اش آفتاب
 بسود لوح محفوظ خشت درش
 شود رشته شمع، نار نگاه
 که سیرابی باغ آتش، از اوست
 خط جام، تمویذ دور فلک
 بقوس قزح مبرساند، سلام
 شکست دل توبه را، کن علاج
 نهد باده زنجیر در پای عمر
 گرفته گلاب از گل آفتاب
 ز پستان خورشید دوشیده شیر
 نشینیم باهم چو جام و سبو
 بگلزار خلد برین، هم نسب
 که پالغز خورشید شد خاک او
 که خورشید خشت سر خم شده
 هیولای عیش است، لای شراب
 به بینیم، وجد می و رقص جام
 حنسا بندی جام و ساغر کنیم
 بجوئیم، وصل عروس شراب
 دعای قدح خطبه هقد او ست
 که عهد گل و فصل دیوانگی است
 شده سایه سرو، چون سبزه تر
 رسول صبا، مصحف گل یکف

بده ساقیا! مایه انبساط
 بده ساقی! آن زاده تاک را
 همان شیرۀ، جان انگور را
 بده می، ندارم سر و برگ زهد
 می ده که، آن صاف بسی غش بود
 شرابی که، دل را دهد شست و شو
 شرابی که، از آتش است انتخاب
 شرابی، ازو غره توبه سلخ
 بشوئی کتان را، اگر زان شراب
 دهد صبح را پرتو او جواب
 خم می که، هست آسمان همسرش
 گر آن میکند، در نظر جایگاه
 ز فیضش، گل شمع را، رنگ و بو است
 بود جام می، حرز جور فلک
 ز رنگینی باده، لبهای جام
 بکش بساده صاف، آتش مزاج
 شود تیز رفتار، گر پای عمر
 به پیمانۀ بالیده ساقی شراب
 بساغر نگر، ساقی بسی نظیر
 بیا! تا بمیخانه آریم رو
 چه میخانه، آرامگاه طرب
 چنان تر زمین طربناک او
 دور تیرگی را، نشان کم شده
 بنوشیم خوش، درد پای شراب
 نشینیم در میکه، صبح و شام
 سر انگشت، از درد می، تر کنیم
 نویسیم، خط طلاق حجاب
 که تزویج با دختر رز نکوست
 بهار است و دل خصم فرزانی است
 ز جیب صبا، گل بر آورده است
 حدیث بهار است، در هر طرف

چنان اعتدال هوا ، سیر زور که گل میکند ، سبزی از بخت شور
 چنان شمع هم مکتب گل شده که پروانه شاگرد بلبل شده
 ز بس در چمن، لاله شد سرخرو سیاهی بیفتاد از داغ او
 لب جو، سخن از لب جام کرد که مستی ز می آب او وام کرد
 بشکرانه سبزه بختی بهار دهد دسته گل بدست چنار

(ص ۹۸۱-۹۸۵)

● نتایج الافکار : ملا منیر خلیف ملا عبدالمجید ملتانی ، که مولد و
 و منشأش لاهور است ، مهر منیر فصاحت بتوده ، و ناظم بسی نظیر ممالک
 بلاغت . نظم آبدارش با لطافت است و نثر پرکارش بکمال متانت .

در عصر شاهجهانی اوائل جال با میرزا صفی مخاطب بسیف خان - که
 داماد میرزا ابوالحسن آصف خان میرزا غیاث بیگ اعتماد الدوله طهرانی بوده
 و بنظامت اله آباد اختصاص داشت - بخوبی میگذرانید . پس ازان با
 اعتقاد خان پسر خرد اعتماد الدوله ، که بحکومت جونپور مامور بود ، ربطی
 بهم رساند و از فیض بیکرانیش متمتع گشت . آخر کار در اربع و خمسین
 و الف (۱۰۵۴ هـ) در دارالسلطنت اکبرآباد بساط هستی در نوشت . تابوتش
 بلاهور بردند و همانجا مدفون گردید . این چند بیت از طبع منیر اوست :

(۱۶ بیت دارد ۶۳۷-۶۴۰)

● شمع انجمن : منیر ابوالبرکات لاهوری ، صاحب طبع منیر و نظم و نثر
 دلپذیرست . در منشآت خود گفته :

من بی خانمان که در قلمرو سخن وطن گزیده ام صد هزار بیت بلند بنیاد
 نهاده ام !

شرحی که بر قصائد عرفی نوشته متداول است . در عهد شاهجهانی
 با سیف خان ناظم اله آباد بسر میبرد : در (۱۰۵۴ هـ) در آگره رخت حیات

بر بست : نعلش او را به لاهور نقل کرده زیر خاک سپردند . طبع منیر سواد سخن را چنین روشن میکند :
(هفت بیت دارد ص ۴۴)

● روز روشن : ملا ابوالبرکات منیر لاهوری خلیف ملا عبدالمجید ملتانی : در سخنوران هند صاحب استعدادی مثلش کمتر خاسته . زمین نظمش با آسمان رسیده . و کرسی نثرش با کرسی فلک برابر گردیده . در عهد صاحبقران ثانی شاهجهان پادشاه ، امیر منشیان سرکار سیف خان صوبه دار اله آباد بود . منشآت آن زمانش به — انشاء منیر — شهرت دارد . پس از سیف خان ، بخدمت اعتقاد خان ناظم جرنپور رسیده ، و چندی رفاقت آصف بنگاله گزیده :

مدت العمر مرفه الحال و فارغ البال گذرانیده : و هفتم رجب سنه اربع و خمسين و الف (۱۰۵۴ هـ) در شهر اکبر آباد رخت بدار آخرت کشیده ، و نعلش بلاهور منقل گردیده .

- (۱) — مثنوی رمز و ایما
- (۲) — نور و صفا
- (۳) — آب و رنگ
- (۴) — ساز و برگ
- (۵) — درد و الم
- (۶) — رساله کارنامه
- (۷) — سراج منیر
- (۸) — شرح قصائد عرفی

بر کمالش در فن نظم و نثر، شهود عدول اند. مرزا جلالی طباطبائی کلیاتش را فراهم کرده دیباچه لطیفش بحیز تحریر آورده، و ملا را — طوطی آهنی قفس هند — شمرده. این چند ابیات از کلام منیر است (۱):

رباهی

روز یکه سموم حشر افزون گردد	وز آتش مهر چهره گلگون گردد
با دوزخیان چنان بدوقی سوزیم	کز رشک دل بهشیان خون گردد
حیرت زده حکمت صانع شده ام	دل را ز خیال خسام، مانع شده ام
صریست که کرده ام ز نان قطع امید	چون تیغ بآب خشک قانع شده ام

از مثنوی رمز و ایما در تعریف بهار

چمن با تازه روی بسته پیمان	زمین از آب گوهر شسته دامان
بهر سو صبح خیزان باده شام	بخون توبه شسته چهره جام
بنوعی گشته نازک چهره گل	که بازه رنگ از پرواز بلبل

در صفت شب

شبی از دود دلها آفریده	قضا نافش بروز غم بریده
شبی کز ظلمتش خورشید از دور	گریزان گشته چون خفاش از نور
شبی تاریکی او، میل در میل	فکنده جامه خورشید در نیل
چنان تاریک گشته چشم مردم	که کرده اشک راه آستین گم
ز بس تاریکی آن شب، گشته حائل	خیال دوست گم کرده ره دل

(ص ۲۵۷-۲۵۸)

● آثار منیر: بقرار زیر آثار منیر چاپ شده است:

- ۱) کارستان: با حواشی امام الدین ص ۷۲ لکهنو ۱۲۶۲ هـ (۱۸۴۸ع)
- ۲) نوباوه منیر: رقعات منیر و سیف خان ص ۴۰ لکهنو (۱۸۸۲ع)
- ۳) انشای منیر: بنام نگارستان منیر، مکاتیب سیف خان و منیر

بافرهنگ ص ۲۰ کانپور ۱۲۷۳ (ع ۱۸۵۶)	
کانپور (ع ۱۸۶۷)	، ،
لکهنو (ع ۱۸۷۸)	، ،
کانپور (ع ۱۸۷۸)	، ،
کانپور (ع ۱۸۷۹) (۱)	، ،
کراچی (ع ۱۹۵۳)	۲) مثنوی در صفت بنگاله :

● احوال منیر در انشای منیر : انشای منیر که در جمادی الاخری (۱۲۷۸ هـ) باهتمام شیخ عبدالله در مطبع شعله طور کانپور چاپ شده است، دارای (۲۰) صفحه و (۵۵) مکتوب است : در دیباچه راجع بتدوین مکتوبات نوشته است :

..... بر راز شناسان سخن نهفته مباد ، مکاتیبی که از زبان خدیو پاک زوان سیف خان به بعضی خوانین ستوده آئین ، نگارش پذیر کلک بنده منیر گردیده بود ، از ممر پریشانی حواس و برهمزدگی خاطر ، از دیر باز پراکنده افتاده بود : بمقتضای — کل امر مرهون باوقاته — بتاریخ نوزدهم شهر ذیقعد هزار و پنجاه هجری (۱۰۵۰ هـ) بتوفیق ایزد جمعیت بخش ، درین صفحه فراهم آورده ، امیدوار است که منظور نظر دیده وران بینش اندوز گردد

در بعض مکاتیب بسلسله شرح حال خویش نیز مطالب مفید نوشته است ، که هیچکس ازان تاکنون استفاده نکرده : در سطور ذیل از آنها عبارتی که احوال منیر را روشن میکند ، ثبت کرده میشود :

۱- فهرست کتب چاپی موزه بریتانیه ۱۹۲۲ ع (۵۲۲)

پتنه ، شایسته خان ، اله آباد ، شجاعت خان و اعتقاد خان

..... دانش پژوها ! در محلی که در راج محل بودم ، ناصیه سایان والا مجلس رتبه سنج روزگار شاهزاده کامگار خواستند که من بنده را بپایه بندگی خویش رسانیده سرفراز سازند . از آنجا که خیال دیگر در سر داشتم ، بحکم سرنوشت سر از خط پذیرائی پیچیدم ، و طومار جاده را یک قلم در نوشته ، بسواد خطه پتنه رسیدم . چند روز دران شهر مقام کردم و در گوشه جا گرفتم . هر چند دمسازان خان بلند آوازه شایسته خان ، زمزمه مدعا بگوشم رسانیدند . چون من بی نوارا ، آهنگ دیگر بود ، ناشنیده انگاشتم ، و ازان دیار مانند نغمه از تار بیرون آمدم . اکنون بخطه فیض اساس اله آباد رسیدم . گرافرخي اخترم مقتضی آنست که ، مهر نواب سپهر کوکبه شجاعت خان کار این ذره را فروغی بخشد ، اما من بی آب میخواهم که اگر آبخورد باشد ، از فیض صحبت آن بحر پیمای سخن ، آب رفته بجوی آرزو باز آورم . ازین رهگذر دلم از صحبت آشنایان دیگر آب نمیخورد ، و بی اختیار طبعم بشهر خطه جونپور گرایش میکند . قطعه !

تا یافته ذوق صحبت دل هرگز ز توام جدا نخواهد
زنده به توام ازانت خواهم آن کیست که او بقا نخواهد

اگر بیمن دل گرمی آن گرم آشنای سخن ، پروانه شمع دوده اقبال ، چراغ انجمن اجلال ، نواب خرد مآب نور جبین معانی ، تاب چراغ فیض جاودانی ، مجلس افروز اهل خرد اعتقاد خان ، بطلب من بنده رسد ، و پرتو التفات ازان پروانه روشن گردد ، پروانه وار پرواز کنان راه را در نوردم ، و با هزاران شوق سر گرم ره نوردی گشته ، از گرمیهای صحبت احباب ، افسرده دماغی خویش را چاره سازم . و در حلقه اعتقاد پرستان در آمده حلقه بندگی در

گوش چان اندازم .

بعضی از زاده‌های طبیعت را — که اهل بیت سخن اند — بخدمت فرستادم ، امید که چون در مجلس آن شناسای اصالت معنوی درآیند ، دست نشین گردند ، و سرمایه قبول بدست آرند : مصرع :

بقای اهل معنی جارودان باد | (مکتوب ۳۰ ، ص ۲۴)

وفات سیف خان و تعلق به اعتقاد خان ، جونپور

..... سوانحیکه رو داده، این است که چون خان پاک روان سیف خان (قدس سره) بعالم قدس شتافت ، من خاکی نهاد را زمین بوسان والا آستان شاهزاده کامگار خواستند که بآستین عنایت ، گرد کلفت از رخ بر افشانده از خاک بردارند : از آنجا که من خاکسار را آرزوی آن بود که بپا مردی توفیق از سر زمین بنگاله رهای یابم ، ناچار پذیرائی نورزیدم : و بکردار گرد برخاسته بر راه افتادم : القصه یک دو ماه منزل بمنزل ره نوردی کرده خود را به اله آباد رسانیدم : چون دران شهر اتفاق اقامت افتاد ، صاحب روشن رای ، خداوند انجمن آرای ، چراغ دوده اقبال ، فروغ چبهه اجلال ، اعتقاد خان پروانه التفات بطلب بنده روان کرد . بسرگرمی تمام همان پروانه را ، شمع راه خویش ساخته ، بخطه پر نور جونپور رسانیدم . و از زمین بوس آستانه والا کوکب آن خداوند ، هلال وارلب به اوج آسمان سودم . بالجمله مشتری فراز روی مهر درجه بنده را بیفزود و دقیقه درین باب فرونگذاشت . اکنون از حاشیه نشینان مجلس آن خداوند ، و بفیض صحبت سخن شناسان آن مجلس فیض پیرا خرسندم :

(مکتوب ۲۷ ، ص ۳۰)

ره آورد یعنی روئداد سفر در عرضداشت به اعتقاد خان

..... نواب (سیف خان) از زخم اجل در یک چشم زدن بخوابی رفت ،

که بیداری ندارد: و من سیه بخت بکردار مردم چشم، لباس سیاه پوشیدم، و گریان گریان مانند اشک روان شدم. چون به اکبر نگر رسیدم، بساط بوسان مجلس همایون خدیو، صاحب جوهر، والا گوهر، شاهزاده کامگار، گوهر سنج روزگار، از روی جوهر شناسی خواستند که: من بنده را گوهر وار رشته بندگی بگردن انداخته، در سلک حلقه بگوشان خویش در آورند. چون آرزوی دیگر داشتم، نا پذیرائی ورزیدم. هر چند دوستان گرامی زبان بانداز کشادند، مزده بختمندی دادند، طبعم گرایش نکرد. بالجمله جنبه سایان انجمن والا یک ماه کامل من مهر گزین را از منازل نوردی باز داشتند.

و سر انجام بدستگیری سعی دستک راه (۱) بدست آوردم، و پبای مردی شوق پا در راه گذاشته، ره نوردی سر کردم و گام فرسای آغاز نهادم. و در اندک فرصتی بلبل وار پروازکنان خود را بخطه بهار رساندم، و در گل زمین آن شگفته دیار جا گرفتم.

بعضی از دوستان یکرنگ، که خوش نشین آن خطه فردوس نظیر بودند، با من گفتند که: ای عندلیب گلشن معانی! و بلبل چمنستان سخندان! اگر در محفل نشاط افزا و مجلس بهار پیرای خان فیض رسان شایسته خان — که بهار گلستان سخن پروری و نسیم بهارستان دانشوری است — در آئی، و لب به نکته طرازی کشائی، غنچه مقصودت خواهد شگفت، و بهار امیدت تازگی خواهد یافت! چون طبعم هوای دیگر در سر داشت، حرف آن هواداران را سبزه وار بر زمین انداختم، و ازان شگفته زمین برون آمدم. در دل داشتم که اگر بخت یساوری کند و سعادت رهنمون گردد، خود را بنزهت آباد

لاهور رسانم ، و در سلسله ثنا گستران و مدحت گران شاهنشاه فلک بارگاه .
بیت :

شاه فلک رفت والا مکان شاهجهان ثانی صاحبقران
در آیم ، و در جلوه گاه امید بیاسایم .

القصه ، چون آب سون (۱) در گذشتم و آن دریا را در نوشتم ، مرا
با ابر سیه کار مقابله افتاد و با من تر صحبتی آغاز نهاد ، و از باران در
گردنم رشته افکند ، و از موج آب سلسله در پایم انداخت . صندوق کتابم
آئین زورقی گزیده ، و اوراق بیاضم رنگ آبی گرفت . سفینه غزلم را
آب برد ، و شعرهای ترم شسته گردید . قطعه :

شمرن تر گشت ، من هم تر شدم ، چون شعر خویش ابر نا انصاف حرف خویش را چون داد آب
دست خواهم از سخن شستن ، که اشعار مرا قطره های آب ، گشته نقطه های انتخاب

آخر — هر چه بادا باد — گویان ، مانند سواران آب ، ابرش را بر روی آب
راندم ، و بتاز یانه موج ، توسن را آب رفتار گردانیدم : چون بشهر رسیدم
درین جا که ، گرم آشنای بجز آفتاب ندیدم ، کتابهای تر شده را پیش او
انداختم : آن مهربان دل سوز از روی مهر یک یک ورق را ، بدل گرمی
تمام ، هر روز از صبح تا شام خشک میساخت ، و خواست که انتقام من از
ابر کشد : کوه گران سنگ را ، فرمان داد تا آن باد پیمای را به تیغ زند
و بی آب گرداند .

چون به بنارس رسیدم ، در انجا بخت همایون دو چار شد . گفت :
مرحبا ! مرحبا ! ای سرگردان بادیه حیرانی ! و حیران زاویه سرگردانی !
کجا میروی ؟ و کدام هنجار مینوردی ؟ عمریست که من در جستجوی توام ،

و روزگاریست که من در تگ و پوی توام ! اکنون بیا و شادباش ! سعادت
ترا یاور شده ، و طالع مددگار گشته ، و اقبال ترا دستیاری نموده ، و دولت
پائمردی کرده ، گام بردار ! و قدم رنجه شو ! راه جونپور سر کن ، و خود
را بآن خطه فیض اساس رسان ! که آنجا آماده روز بازار معانی است ، و
هنگامه رونق سخندانی : سخن را آبروی دیگر است ، و معنی همسنگ گوهر
یعنی رتبه شناس سخن ، مسیح نطق اعجاز فن . قاب چراغ بینائی ، مغز
سر دانائی : سرگروه تیغ آزمایشان ، و سر حلقه کشور کشایان . گوهر آمای
سخندانی ، و جوهر نمای معانی . آراینده بزم بزرگی ، افزاینده قدر سترگی .
پاک رای ستوده خصال ، زر بخش دشمن مال : دیده افروز بینش وران ،
دانش آموز خرد پروران : چهره طراز شاهد اقبال ، غالیه پرداز طره آمال :
زیب عرصه رزم سگالی ، نور اختر فرخنده فالی : نواب قدر دان اعتقاد خان .
نظم :

که لطفش ، چهره افروز امید است	زمهرش ، صبح دولت رو سپید است
سعادت را ، ز بختش فال نیکو است	هما مشت پری از سایه اوست
غبار لشکرش از گرد ناک	کند تیر فلک را تیر خاکی
چو پوشد چار آئینه دم کین	شود آئینه خانه ، خانه زین
زبان خنجر او برق تاب است	دم شمشیر او حاضر جواب است

فرمانروای آن دیار فرخنده آثار است : بر همنونی توفیق خود را از مجلسیان
آن خداوند ساز ، که مطر عیش جاودانی اند !

چون از بخت فرخ فال این ترانه بگوשמ رسید ، اقبال لب به تهنیت
کشاد ، و دولت بمبارکبادی رسید : سعادت نوید فرخی داد ، و طالع مزده
فیروز بختی در داد : از فرط نشاط بر خود بالیدم ، و شادمان گردیدم :

مثنوی :

رویم ، از جام میش گلگون شد محترم ، نورچشم گردون شد
 بخت زد فال کارانی من کرد توفیق همعنائی من
 با آنکه راه را آب گرفته بود ، و هیچ آب رفتاری قطره نمیتوانست
 زد ، حباب وار ره نوردی کردم ، و در روانی از آب در گذشتم : اکنون
 خویشتن را باین شهر فیض بهر رسانیدم ، امیدوارم که از لطف خداوند ، آبی
 بر روی کار آید .

اگر گویی که : بکشا بر درم رخت زهی طالع ، زهی دولت ، زهی بخت
 و گرانای مرا ، از در به بیداد ز بخت نارسا ، فریادا فریاد

بعضی از فرزندان طبیعت را — که در بیت المقدس فیض زاده اند —
 به یونان زمین پرورش یافته ، نگاه به پنجاب انامل عبور نموده ، بحصار نای
 کلک در آمده ، از آنجا سیر هندوستان دوات کرده ، بچین نامه آرمیده ،
 دستوری دادم که روان شوند و خوانده ناخوانده بمجلس فیض پیرای آن صاحب
 معنی سخن شناس در آیند ! بزبان خاموشی لختی گفتگو کنند ، و حالت
 بنده را — که پدر معنوی آن معنی نژادانم — بیان پذیر سازند ، و آئین
 فرزندی به نیکو طرازی بجا آرند :

امید آنست که چون بشرف دست بوسی آن خداوند رسند ، دست پرورده
 الطاف گردند : الحمد لله که بی جوهر نیستند ، چنانچه خود جوهر این پاک
 گوهران بر جوهر شناسان آن محفل گرامی روشن خواهد شد : بیت :

اهل معنی ، بدرت روی نهادند همه چون در فیض ، در تست ، بروی همه باز
 بر پیش بینان پیداست که نام والا گوهران ، از فیض ارباب سخن اوج
 میگردد ، و بر خرد گزینان هویدا است که عمر سعادت وران از یمن اصحاب
 این فن دوام میپذیرد . اگر رودکی نار بر ساز سخن نه بستنی ، آوازه امیر نصر

بگو شما نرسیدی : و اگر فردوسی بهار — شاهنامه — را نه پیرابستی ، نام سلطان محمود قازہ نماندی : و اگر فرخی قصائد فرخ فال نگفتی ، امیر ابوالمظفر فرخنده نامی حاصل نکردی : و اگر مینو چهر چهره نظم نیاراستی ، پور سبکتگین روشنای جاوید نیافتی . و اگر انوری معانی روشن نینگیختی ، نام سنجر روشن نگشتی . و اگر خاقانی نوبت نکته سنجی ننواختی ، خاقان کبیر بلند آوازه نگردیدی . و اگر مغربی شکوه معنی ننمودی ، فر و شان ملک شاه نمایش نگرفتی . و اگر ظہیر پایگاہ گفتار را بظہور نیآوردی ، پایہ قزل ارسلان پدیدار نشدی . و اگر سیف تیغ زبان را بگہور سخن آرایش ندادی ، جوہر الپ ارسلان قطعاً بر روی کار نیامدی . و اگر کمال مدارج سخن را بپایہ کمال نرسانیدی ، درجہ رکن سعد در چار رکن مسعودی نپذیرفتی . و اگر سعدی درجات شعر را باوج نرساندی ، کوکبہ سعد زنگی بفاک نرسیدی . و اگر خسرو از جوئبار قلم آب حیات نچکاندی ، نام خضرخان سبز نماندی . و اگر سلمان بفارسی نپرداختی ، هیچ زباندانی داستان اولین را از بن دندان نخواندی :

بدر آنچه بدو زنده میتوان بودن بودمین سخنی جز سخن همه سخنت

آب حیاتی ، کہ زندگی جویان مردہ آند ، از بحر سخن توان یافت . و زندگی جاودان ، از فیض سخن توان حاصل کرد : سخن جانی روانست ، و ہر کہ بی سخن عمر بسر میبرد ، پنداری کہ بی جان زندگی میکند . و کسی کہ بی جان زنده بود ، وجود و علم او مساوی است : بیت :

روشن خردان را ، بسخن زندگیست خامش شدن شع ، بسود مردن شع

میان جان و سخن تفاوتی نیست . سوگند بجان معنی کہ این سخن از میان جان میگویم ، اگر کسی باور ندارد ، جان درمیان دارم . فی فی غلط

گفتم ! جان را با سخن چه نسبت ! جان زندگانی دنیا را بقا میبخشد ، و سخن حیات ابدی کرامت میکند : جانی که پس از مردن سامان آماده دارد ، سخن است . این چنین جانی را بهزار جان توان خرید . بیت :

بخر جنس سخن را از من ارزان درین سودا زیبائی نیست چندان

هر چیز که از جان گرامی تر بود ، و مردم را بآن پیوند جانی باشد ، پس از سپری شدن زندگانی نمیاید ، مگر سخن ، که پایداری جاوید دارد .
مصراع :

هست سخن باقی و باقی سخن

در روزگار پیشین ، پادشاهان دانش گرای ، مردمی گزین ارباب سخن را ندیمی فرمودندی و وزیر ساختندی ، و پیوسته با ایشان صحبت داشتندی ، و از فیض آمیزش ایشان بهره اندوختندی . درین جزو زمان که صحیفه دانش از هم گسسته ، و مجموعه مردمی پریشان گردیده ، قدر سخن سنجان را ، کس نمیداند و پایه این طائفه را کس نمیشناسد . اهل روزگار از دونی فطرت و پستی همت ، سخن را ، اگر همه دم مسیحا است ، باد میانکارند . و شعر را ، اگر آب زلال خضر است ، آب میندازند . بیت :

زمانه ایست که ، از سردی فسرده دلان سخن نیرزد یک مشت باد ، وای سخن !

همگنان ، دل بر اندوختن زر نهاده اند ، و گنج معانی — که سرمایه قوت روح است — از دست داده . اگر خرد سگالان انصاف پژوه ، سخن را بمیزان اندیشه با زر بسنجند ، سخن با آنکه باد ست و زر سنگ ، تا هم پایه سخن گرانی میکند ، چه زر پیرایه حظ جسمانی است و سخن سرمایه ذوق روحانی . زر کاهش میگیرد و سخن افزایش میپذیرد . زر از سنگ میخیزد و سخن از زبان میریزد : زر به نیستی گراینده است ، سخن به هستی سراینده : ارباب زر

خریدار آزند ، و اصحاب سخن از آز بی نیاز .

چون ازین نمودارها آشکار گردید که ، سخن را بر زر از چندین رهگذر بیشی و افزونی است ، پس جنس سخن را — که از زر نیگو تر بود — با زر سنجیدن نا سزااست ، و پاره سنگ را با پاره جان برابر داشتن ، خطاست . بیت :

سخن گفتم که ، از زر هست خوشر بزر باید نوشتن ، این سخن را

بر رای فیض پیرای آن خداوند نهفته نخواهد بود که ، سرگروه نکته دانان ، عبدالرحیم خانخانان با ارباب سخن چگونه میپرداخت ، و بساط فیض گستری بر چه نمط میانداخت . سخنوران تازه گفتار ، چون عرفی و سنائی و نظری و شکیبی و انیسی و خیالی و نوعی و کفری ، رونق افزای مجلس وی بودند . و بدستاری الطافش در دستگاه معنی ید بیضا مینمودند ، و پیوسته او را ستایشگری میکردند ، و سخنان تازه بر روی کار میآوردند . چون آن رتبه سنج اهل سخن بملک بقا شتافت ، نه لعل و یاقوت با او وفا کرد ، و نه مقر و رواق ، و نه اسپ و پیل با او پائیده ، نه پرستار و وثاق . آنچه با او مانده جواهر نظم و گوهر سخنان معنی است ، که لآلی سخن را برشته مدحش کشیده اند : یکی از نیکو طبعان در بیان هنر شناسی و قدر دانی او کتابی نوشته ، و ذکر سخنورانی که حاشیه نشین مجلس او بودند و مدحت گرانی که مدحت گری او کرده اند ، دران کتاب بقلم آورده ، آن را — آثار رحیمی — نامیده : نظم :

بمعنی پروران و نکته سنجان چسان میکرد احسان ، خانخانان

بگیتی در سخا و در سخن هم تو نیز از خان خانان نیستی کم

من بی خانمان که در قلمرو سخن وطن گزیده ام ، و سواد خطه

معانی را سراسر گردیده ام . صد هزار بیت بلند — که هر یک را بیت العمور
معنی توان خواند — در زمین نظم با طرحهای دلنشین بنیاد نهاده ام ، و از دو
مصراع هر بیت در دو لختی بر روی معانیهای آبدار برکشاده ام . معنی کده
ابیات را قوی اساس گردانیده ام ، و بنای آن را ، به بحر شعر بآب
رسانیده ام : عمری در تعمیر سخن بسر برده ام ، و اندازة گونیا (۱) برشته
مسطر سپرده ام : و از قافیه سنجی نشست خانه بیت را کرسی وار
ساخته ام ، و از بحر نظم در زمین به تخمیر آب و گل پر داخته ام : چندین
خشت کتاب در تعمیر سخن به روی هم چیده ام ، و اساس معنی را متین
گردانیده ام : و از بیهمای بلند در دشت بیاض (۲) شگرف خطه آباد ساخته ام ،
و از سخنان رنگین هزار گلشن بهار پیرای جاوید دران خطه طرح انداخته ام .
بیت :

نگر به معنی من ، صورتم چه میبینی منم خراب ، و لیکن دلم بود آباد

اگر انجمن نشینان آن سپهر کوکبه شعرای شعر و نثری نثر مرا — که
ماه منیر اوج معانیم — مشتری گردند و درجه منزلت مرا بیفزایند ، هم نام
من در آفاق روشن خواهد شد ، و هم آوازه دقیقه شناسی آن خورشید رای
باوج خواهد رسید . و تا مجموعه سپهر بنظم پروین و نثر نثری آراسته
است ، این حکایت بر صفحه ایام خواهد ماند . بیت :

فیض منشور معانی ، چونام تو نوشت نسزد جز رقم مدح تو ، طفرای سخن

سخن کوتاه ، غرض ازین دراز نفسی آنست که ، پایه شناسان
آن محفل والا را بر حالت من بنده — که در کنج خمول انزوا گزیده ام و

۱- گونیا ، آله باشد که بان معماران گوشهای تعمیر راست کنند .

۲- نام بیابانی که در شهرستان بیر چند واقع است .

پا در دامن خجالت کشیده ام — شناسائی دهد . نی نی، از آنجا که صفای درون و اشراق باطن آن آئینه طبع آفتاب ضمیر — که بقوت دانش سخن ناشنیده تواند دانست، و به نیروی بینش ورق نا نوشته تواند خواند — بجلوه آید : پیداست که راز نهفته پنهان نمیماند . بیت :

ترا چون رای نورانی است روشن سواد خط پیشانی است گلشن

چون پسیج بندگی آن خداوند داشتم ، بسخن توسل جستم . و از آنجا که سخن را سپاس نطق بود ، و معنی بی اندازه هم از زبان من داستانی را پردازش داد ، و آنچه مرا گفتن دشوار بود در بیان آورد ، معنی نیوشان را از شکر فیهای طبعم آگاهی داد و بر من بی زبان تهمت داستان پردازی است . نظم :

هرچند، به پشت پاست چشمم، ز حجاب بی نشئه فیض، نیست طبعم، دریاب
پیمانه سرنگون ما، همچو حباب دریاب که، آشناست با عالم آب

سواد این نامه که خطاب — ره آورد — یافته ، در خطه نزهت اساس اله آباد غره جمادی نخستین سال هزار و پنجاه (۱۰۵۰ هـ) پذیرای تحریر گردیده .

یکی از سخن شناسان، چون معنی آمده (۱) ، از در بیتم — که قید حاجب ندارد — ناخوانده در آمده گفت : ای منیر روشن رای شمس سپهر سخن سنجی و بدر اوج معنی ! درجه انوری و سنائی گرفته، از ضیای مهر مبانی، قاسم انوار معانی گشته ، و از طالع مسعود، پایه سعدی حاصل کرده، و از چرخ ازرقی نشاء عنصری یافته، زمین نظمت فردوسی گردیده، سخن موزونت هم سنگ حسینی گشته ، بائین مینوچهر چهره سخن را بکمال جمال بیاراسته ،

چون بتان فرخاری ، شاهدان معنی را بوجه احسن آرایش داده ، درجه سخن
 بچرخ سپهر رسان ، و شهاب وار قلم را فلکی ساز ! ظهیر خرد باش ، و
 ادیب معنی شو ! و مغربی پیشه کن ، و خسروی پیش گیر ! در قلمرو معانی
 کوس خاقانی زن ، و کوکبه سخن را در چار رکن رفیع گردان ! بتائید ناصر
 حقیقی مظفر باش ، و خسروان زمین سخن را از عبد و خادم شمار ! طوطی
 و قمری را وطواط انگار ، خود را در سخنوری حجت پندار ! چون سیف خود را
 جوهری ساز ، و بذوالفقار قلم دوزبان اقلیم معانی برکشا ! و در نشاء روحانی
 بطریق احسن متکلم شو ! چه بیم داری ، و اگر چون ابوالمفاخر ببخت سعد
 محمود فخرکنی مختاری ! صابر باش و سواد سخن را کاتبی کن ، و از اندیشه
 سخنان فربه تن خود را به نزاری درده ! (مکتوب ۵۵ ص ۳۶-۴۰)

اعتقاد خان و یومیه چهار روپیه ، میر ابوالبقا ، دیوان منیر

..... والا گوهر ! چون صاحب جوهر شناس سیف الله خان (نغمده الله
 بغفرانه) قطع علائق جسمانی کرد ، و با روحانیان دمسازی گرفت ، پروانه
 فواب خرد مآب اعتقاد خان — که شمع اقبال است و چراغ دودمان اجلال —
 مانند همای سعادت ، بر فرق وقت من بنده ، سایه انداخت . برهنمونی توفیق
 بخطه جونپور رسیدم ، و بیاوری بخت در انجمن آن خورشید ضمیر راه یافتم .
 آن والا درجه از مهر نسبت باین ذره دقیقه فرو گذاشت نکرد . و نخستین
 فرزند آبای علوی را بعد از آخشيجان (۱) وجه یومیه بنده مقرر فرموده . اکنون
 در بندگی آن سرکرده آزاد منشان بسر میبرم : و از فیض گزینان آن مجلس
 فیض پیرای ، علی الخصوص ، دیده ور مردمی گرای ، گزیده هوش ستوده
 رای ، آب گوهر پاک بقا ، میر ابوالبقا بهره میاندوزم : و برخی از خانه زادان

۱- یعنی چهار روپیه یومیه مقرر فرموده .

طبیعت را — که بعد از سیر حصار نای قلم در دست بیاض وطن گزیده اند — نزد آن نسبت شناس اهل بیت سخن فرستاده شد ، تا بشرف دمنت بوس رسیده کسب کمالات معنوی نماید ، و در ادای الطاف آن مایه سنج ارباب معنی ، بزبان آیند .

باهتمام کلک این هرزه گرد کوچه فکر در سواد اعظم سخن — که عبارت از دیوان است — چند هزار بیت قوی اساس عمارت پذیر گردیده ، و از بحر نظم بنای آن همه بآب رسیده . اگر بمقتضای آب خورد آن سیاح منزل ملک معانی را ، دران سواد اتفاق سیر خواهد افتاد ، مجرای این بی آب خواهد شد ، و هر بیتی را پایه بیت المعور حاصل خواهد آمد .

دعای این مخلص — که فاتحه اخلاص است — به جمیع دوستان برسد . نیازنامه را در بزرگ منش مولانا فیضیا (ادام الله فیضه) نوشته بخدمت گرامی فرستاده شد ، بایشان خواهند رسانید ؛ (مکتوب ۳۳ ص ۲۵-۲۶)

باعتماد خان و بشاه ابوالبقا

شمار شوق به انگشت کی توان کردن !

سرگذشت حالات رهی ، بدینسان است که ، چون خدیو صاحب جوهر والا گوهر سیف خان (نغمده الله برحمة) — که تیغ قبضه شجاعت بود — از رنگ هستی موهوم پهلو تهی کرده ، من بنده — که گوهر دمسازی داشتم — بکردار تیغ جوهر دار چهره از زخم ناخن خراشیدم و بسان خنجر مشت بر سر کوفتم ، و بآئین شمشیر قطع راه سرکردم .

القصه بعد از طی منازل بخرطه جونپور رسیدم . و شرف آستان بوس نواب سپهر منزلت والا ککوبه — که اختمر فروز اعتماد پرستان است — در یافتم ، و بتائید بخت همایون از انجمن نشینان آن صاحب خورشید رای

گردیدم . اکنون کمر بندگی آن خداوند ، بر میان جان بسته مراحل زندگانی میپیمایم ، و از صحبت عیسی نفسان آن مجلس فیض پیرا ، خصوصاً شاه ابوالبقا (سلمه الله تعالی و ابقاه) — که چون نام خویش سرمایه روح است — غذای روحانی حاصل میکم . بیت :

از هندی اهل سخن ، نیست گریزم . زیرا که ، کند صحبت شان ، تازه روان را

(مکتوب ۳۲ ص ۲۵)

وابستگیان مجلس اعتقاد خان و معاصران منیر

حکیمی که تقویم جسم انسانی را بجداول عروق آراسته ، آن بهین مظهر معنی احسن تقویم را بنظرات سعادت پیرای مخصوص گرداناد . اگرچه دیوار مهجوری درمیان حائل است ، اما چون دلمهای محبت اساس همسایه دیوار بدیوارند ، جای آن نیست که طرح نامه پردازی انداخته آید . پیداست که ، محرمان خلوتکده دل ، و مهر ورزان دوری گسل ، مکتوب را — که بیگانه راز است — در نهانخانه محبت نمیخوانند : و پیغام را — که بیگانگی طراز است — شایسته زبان نمیدانند . این جا اگر نامه درمیاف آید در خط میگردد (۱) و اگر خامه زبان کشاید تر (۲) میشود . بیت :

میان دوستداران ، رسم مکتوب قلم از خود تراشید است ، گویا

جریان حالات من بی آب ، برین آئین است که ، بعد از انقراض سفر دریا ، و گذشت آبهای هولناک ، از الطاف خدا بندگان دریا دل ، آب رفته بجوی امید باز آمد ، و چشمه سار املم سیراب گردید : بیت :

طبعم شده گلشن ، از عطایش آیم شده روشن ، از سخایش

۱- متغیر و آزرده میشود .

۲- کنایه از خجل شدن است .

بدستیاری کلک تر زبان ، از عهده سپاس گذاری الطاف آن صاحب
ابر نوال ، بیرون آمدن دشوار است : مصرع :

شمار قطره باران ، کسی چگونه کند ؟

در انجمن همایون آن خدیو والا اختر چندان روشن دلان گرد آمده اند ،
و آن والا منزلت در حلقه روشن دلان بکردار ماه هاله نشین دیده افروز ارباب
نظر گردیده . از خاشبه نشینان آن محفل فیض پیرای ، ذکر بعضی اعزه بزبان
قلم میآرم ، و از یمن نام شان ، سخن را بلند آوازه میسازم :

نخست مولانای نسیمی : که آب حیات از گفتارش فروچیکده ، گلهای
معانی از کلکش بر دمیده . بهار سخنوری را نسیم صباست ، و چشم آشنائی را
نگاه آشنا . سر تیغ گذاری را بر افراشته بجان سپاری بیره برداشته . آئینه
طبعش خیال انگیز است ، و چهره سخنش رنگ آمیز . عمری به نبض شناسی
قلم گذرانیده ، و روزگاری در مزاجدانی سخن بسر برده . با تیغ دمساز است
و با قلم همراز .

دوم مولانا جلال : که خرد را بهین اوستاد است ، و فضل را خسرو
استعداد . طرح سخنان نو آئین انداخته ، و طرز تازه گوئی را تازه ساخته ؛
چشم خرد را از او روشنائی است ، و معنی بیگانه را با او آشنائی . نسیم
نخلش بادم روح القدس همدم ، و چرب و نرمی گفتارش ، دلهای افکار
را مرهم .

دیگر مولانا کلامی : که خوش کلامی بنا کرده اوست ، و سخنان نمکین
نمک پرورده او . آهنگ نکته سرائی برگزیده ، و آوازه گفتارش بهر مقام
رسیده . اگر لطیفه سنجی او را سرمایه انبساط دائم رواست ، و اگر طبعش
را نسخه لطائف آن طرائف خوانم سزااست . ریاحین سخن از بهار طبعش

رنگ و بو گرفته ، و طیب انفاس مشکین بر نکهت مشک آهو گرفته .

و دیگر مولانای بدیهی : که بذله سنج بدیهه رسانست ، و بدمسازى مشکین نفسان بشیرین کاری پرداخته ، و خود را در دلها شیرین ساخته . معنی رسی است که اگر هزل را بجد گیرد ، جای گرفت نیست : مشکین نفسی است که اگر دم از طیب زند ، شگفت نیست .

دیگر من ضعیف که ، خود را رشته وار با وجود بی جوهری میان آن پاک گوهران گنجانیده ام ، و در سلک صحبت این صاحب جوهران در آورده . بیت :

هست آب روی من ، از صحبت یاران همین رشته را قدر و شرف ، از پهلو گوهر بود

درین ایام در شهرستان سخن یعنی دیوان ، چندین موزونان معنی نژاد — که باهم نسبت برادری دارند — وطن گزیده اند ، و هر یکی بصفه خاص متصف شده : جمعی ببزم طرازی ساخته ، و قومی بزم سازی پرداخته . و بعضی در آئین نغز و چیستان شعبده انگیز و نیرنگ ساز گردیده ، و برخی به اندرز و پند نکته نپوشان را آگاهی درون بخشیده : و مشتی از مشکین نفسی دم از طیب زده ، و جوقی بآئین طفلان بهجا مائل گشته . و طائفه چون شاهدان موزون باعشوه و ناز انس گرفته ، و جماعه چون عاشقان مفتون با سوز و گداز خو پذیرفته . انشاء الله تعالی همه از نظر آن دیده افروز بینش خواهند گذشت و از مردمی آن والا نظر ، نظر خواهند یافت : والسلام !

(مکتوب ۳۵ ص ۲۶-۲۷)

قرض ، مواجب ، دیوان فیضی

درین ایام قرض را در خرج بنده دخل تمام است ، و جزای شرط

صود همه زیان : عارض (۱) را چون روی (۲) آن نیست که، در وجه مرسوم بنده برات یک ماه درست سازد، اگر حرفی بمواجهه ازین باب باو گفته میآید، در خط میشود (۳). ازانجا که نزد ارباب دیوان سخن سنجی و نکته طرازی، اعتباری ندارد: یک قلم بواسطه ضابطه در برات گذرانیدن رهی اہمال میورزند. نه ایشان از ضابطه میگذرند، و نه برات از دفتر میگذرانند.

مکرر بسمع همایون رسیده باشد، که در سرکار خان پاک روان سیف خان (تغمده الله برحمتہ) قطعاً ضابطه نبود که ضابطه بنده نگاه دارند: و بر ملازمان ظاهر است که، در مبادی ملازمت مقدمه ابرام و گفتگوی ترک در تصور و تصدیق بجهت آن بود که، موجب بنده ممتنع الحصول نگردد، و پیوسته حصول این ممکن الوقوع بود. اکنون بخلاف مدعا، برات این داعی با اخلاص در ابتدای حال — چون بسم الله سورة براءة — نا پدید ماند. و این معنی در ابتدای حال غلط است، در اول بسم الله: اگر بیمن مهربانی ملازمان وجه ماه این مهر گزین از سرکار نواب فلک جاه ماه بهما برسد، چه دشوار است: و اگر ضابطه هم، مانند قصور معاف شود، هیچ قصور ندارد: امید که امروز یا فردا، بهر صورت که رو دهد، این معنی را صورت دهند. زیاده از تصدیع نرفت.

و اگر از دیوان فیض بنیان شیخ فیضی، فراغ دست داده باشد، بدست دارنده نیازنامه بفرستند. و بارسال رساله فارسی حساب فارسی نیز منت بر سر این نیازمند گذارند تا نسخه آن گرفته آید: انشاء الله المجیب:

(مکتوب ۳۱ ص ۲۳-۲۴)

-
- ۱- مراد از بخشی فوج است.
 - ۲- جرات.
 - ۳- یعنی آورده میشود.

برادرش و مثنوی مظهرگل و کارستان

..... بر آئینه رای انصاف باطن روشن باد که ، برادر روشنضمیر (۱) با بنده
 نیکوترین صورتی میگذرانید و بهیچ رو روی کلفت نمیدید . پیوسته بنده
 را ، روی توجه بدو میبود . و آئینه طبعش بدانگونه انجلا پذیرفته بود
 که ، چندین خیالات نو آئین بر روی کار میآورد . چنانچه این رباعی — که
 انگبخته مرآت ضمیر اوست — بر صورت این معنی شاهد است :

خواهی که ، بسوزی تودل خصمان را . در خود بزن اول ، آتش افنان را
 پیکان نخورد تا که بخود تیرنخست در پہلوی دیگر نزنند پیکان را

رباعی

تا بر رخت ، ای غیرت خورشید رخان از حلقه زلف چشم گردید هسان
 خال رخ تو گشت ، پی آن مردم دندان شانه بهسر او شد مژگان

رباعی

در محفل نا شگفته رویان ، منشن ور بنشینی ، که چاره ات نیست ازین
 چون سوسن جمله تن زبان باش ، و مگو چون فرگس ، باشد سر بسر چشم ، و مبین

رباعی

ای آنکه کسی همچو توبه مهر ندید در دیده روشن تو گل نیست پدید
 اشکیست که ، در چشم تو ، بر احوالم ناگاه رسیده بود ، ولیکن نهچکید

بالجمله بسی وجه از من روگردانید ، و بهیچ صورت ما فی الضمیر خود
 را اظهار نکرد . اکنون در خلقه بگوشان شاهزاده کامگار در آمده است .
 یکی از پیکان تیز رو را فرستاده ام ، تا خاطر او را نشان ساخته نزد این
 گوشه نشین تنهائی آورد :

۱ - برادر مهین وی مولانا فیضا بود که در سال (۱۰۷۰ هـ) در گذشت . (عمل صالح ۳ : ۲۰۵)

و درین ایام از منظومات مثنوی — مظهر گل — (۱) پایه ظهور یافته، و آن مشتمل ست بر ستائش فواکه و ریاحین ملک بنگاله : و از منشورات قازه — کارستان — بر روی کار آمده : و آن مشعر است از وقائع بعضی سلاطین مشرق .

۱- این مثنوی بنام — مثنوی در صفت بنگاله — بوسیله اداره مطبوعات دولت پاکستان کراچی در سال (۱۹۵۳ع) چاپ شده است و دارای (۸۹۵۵) بیت است . و مشتمل است بر عناوین :
 آغاز بحمد — نعت — در مدح سیف خان — آمدن نواب از اکبر آباد و رفتن به بنگاله — در تعریف دریای گنگ — بیان سیر کشتی — شکایت چرخ کج رفتار — در مذمت پشه — در تعریف بنگاله — در تعریف زمین بنگاله — در تعریف چشمه — در تعریف سبزه — در تعریف گلها — در تعریف لاله — در تعریف گل صد برگ — در تعریف قلعه — در تعریف عشق پیچان — در تعریف چنبیلی — در تعریف گل رای بیل — در تعریف گل سیوتی — در تعریف رای چنبیلی — در وصف کیوره — در تعریف گل جاهی جوهی — در تعریف گل فرنگی — در تعریف گل عجائب — در تعریف گل جهانگیری — در تعریف گل قدم — در تعریف گل مشک دانه — در تعریف گل مهندی — در تعریف گل چنبه — در تعریف گل نیلک — در تعریف گل کلیجن — در تعریف گل بندی — در تعریف گل فرنگی نیزه — در تعریف گل دو پهری — در تعریف گل لیلی و مجنون — در تعریف دیگر گلها — (گل فاکیسر — گل کوزه — گل کرنه — گل کندراج — گل مخمل — گل قرنفل — گل حبشی — گل چینی — گل کند — گل پیاری — گل سهاگن) — در تعریف درخت فاریل — در تعریف نیشکر — در تعریف درخت انبه — در تعریف کیله — در تعریف انناس — در تعریف کونله — در تعریف برهل — در تعریف کتهل — در تعریف فالسه — در تعریف کمرکه — در تعریف هریا ریوری — در تعریف میوه ها — در وصف برشگال — در تعریف باد — در تعریف آتش بنگاله — در ذکر طوفان بنگاله — در بیان آب و هوای بنگاله — در وصف مور — در صفت پالکی — در وصف فیل — در وصف کرگدن — در صفت گاو میش — در تعریف طوطی — در تعریف مینا — در ختم رساله .

و در همین قسمت میگوید :

بنام سیف خان کردم نامش	نگارش دارم از فیض مدامش
هزار ست و چهل نه سال تحریر	بدین نامه قلم تا کرده شبگیر

هدیه این داعی را بر سبیل امانت بخدمت نواب والا مکان امانت خان خواهند رسانید : پیوسته تصور ملاقات فرزند ابوالصفا چون صورت آئینه در دل نقش است : امید که باحسن وجوه رونماید : نیازمندی این تلخ کام مہجوری، بمیر فرہاد شیرین کام برسد . انسان عین اولوالابصار اخوند مولانای عینی بنده را مشتاق خویش تصور فرمایند . بالجملہ دعای رھی بمہمہ آشنایان مجرا باد و رامی را رام برسد . والسلام ! (مکتوب ۲۹ - ۲۲ - ۲۳)

بہد ضمیر برادر منیر

..... از بعضی عزیزان شنیده شد کہ بہد ضمیر برادر این ہوادار یکرنگ در نرہت آباد خطہ بہار از صحبت رنگین آن بہار گلش سخن دانی رشک فرمای سبز بختان روزگار است . رباعیاتی کہ چون شاہدان چار ابرو از نہان خانہ ضمیر آن چہرہ آرای معنی، در پیشگاہ ظہور بہ جلوہ گری آمدہ اند، و بقدم ہمایون خویش متہا بر جان سواد نشینان خطہ چونپور گذاشتہ اند، چشم دل را از مشاہدہ حسن معانی آن موزونان نو خط، شادمانی دست دادہ .
بیت :

بزمینی کہ شود شمر تو چون آب روان پردہ گوش کند اہل سخن پا انداز
بعضی از اشعار شکستہ بستہ کہ خامہ این شکستہ نقش بستہ بقلم میآید ،
محقق است کہ حاشیہ نشینان مجلس آن فرمانروای اقلیم سخندانی بران خط
نسخ نخواہند کشید ؛ (مکتوب ۴۱ - ۳۰)

اشعار خویش

..... اگرچہ پیش ازین برخی از زادہای طبیعت را ہمراہ مظهر فیض مولانا جلال خردسگال (سلمہ اللہ تعالی) - کہ مجموعہ اخلاق جلالی و مایہ

آداب خرد سگالی است — از بهر کسب کمالات معنوی پیش آن پیش رو قافله معنی شناسان فرستاده بودم . اما چون هوادار اهل سخن، مولانا نسیمی — که از انفاسش بوی معنی بمشام چمن نشینان معنی میرسد — خواست که بجانب خطهٔ بهار چون نسیم سبک رفتار سپر کند ، و از صحبت رنگین آن نو بهار گلستان سخنوری گل چپند ، ناچار بعضی دیگر از خانه زادان طبیعت را — که خاکساران زمین سخن اند — برفاقت مشارالیه روانه ساخته ، دستوری دادم که ، خوانده و ناخوانده بصفا کدهٔ ضمیر آن پاک روان در آیند ، و گرد راه از رخ برافشانده آبروی جاوید حاصل کنند .

و رساننده این نو رسیدگان کشور معانی — که جوان سخن رس است و طبع رسا دارد — میخواهد که بدست آویز سخن دست امید در دامن التفات آن سخن شناس آویزد : امید آنست که خدام بکردار سخنش دل داده ، گوش دارند ، و از روی لطف در حلقهٔ حلقه بگوشان نواب دقیقه یاب ، خدیو دانش فن ، پناه اهل سخن ، مایهٔ شناس معنی ، شایستهٔ خطاب شایسته خانی در آرند ، تا ازین کوشش سپاس گذار گردد : (مکتوب ۳۷ ، ص ۲۸-۲۹)

نمونهٔ انشا

..... بر آئینهٔ دل آن صاف دل روشن باد که دارندهٔ نامه ، مولانا اسکندر ، صورت خالش بدین گونه است که ، درین ایام مشتی از خویشان نزدیکی نزدش چون انگشتان دست فراهم آمده اند که ، هیچ یکی بقدر یک سرناخن بر دستگاه یسار (۱) دست ندارد : و به کد یمین هرچه از دست آن تمهیدست — که با فلاس انگشت نما است — برمیآید کوتاهی نمیکند : اگر همزلف

است او را ، از کارسازی وی شانه گردانیدن (۱) دور از کار میساید . و اگر خال
 است او را ، از خال پردازی (۲) وی رو تافتن دشوار میآید . ازین روزلف وار
 پریشان خاطر است ، و خال کردار نبره روزگار . گاهی از غم در خط (۳) میشود ،
 و گاهی از شرم تیره میگردد . اگر بدستاری لطف آن بهار چمنستان
 فیض رسانی گل زمینی بدست آن بی برگ افتد ، تا این هواداران — که مانند
 برگهای غنچه باهم خویش و پیوندند — تخم قناعت کاشته بشگفتگی بگذرانند ،
 و از غنچه چینی و تنگی وا رهیده نهال خواهند گردید . و موسن مانند با ده
 زبان ادای سپاس خواهند نمود . بیت :

تا بود زندگی خضر بگیتی جاوید سبز بادا چمن هر تو از آب بقا

(مکتوب ۴۰ ص ۲۹ - ۳۰)

● منیر و کشمیر : منیر راجع به کشمیر مثنوی زیر سروده است :

مثنوی بهار جاوید

مناجات

الهی ! بلبل گلشن پرستم	گل گلزار نغمه ، ده بدستم
چو بلبل ، فیض مشق ناله ام ده	سیاهی ، از دوات لاله ام ده
شوم چون با نسیم فیض محرم	کشد بر صفحه من مهره شبنم
گل معنی برویان از سر من	بنفشه ، ساز وقف مسطر من
مرا درس گلستان یاد ده یاد	که همچون سرو از غم گردم آزاد
بیفگن گل ، بجیب نسامه من	گل شیو ، بر آرزو خامه من
بهار خاطر من را ، تازه گردان	دلم را ، عندلیب آوازه گردان
ز گلزار تمنا کن ، نهالم	ز برگ گل ، چو بلبل باز بالم

۱- محروم نمودن و اعراض کردن

۲- آرایش .

۳- آزرده .

برنگ نقطه ، بوی گل بیامیز
 دواتم را ، برنگ غنچه گردان
 زمینهای شگفته ، پیش گیرم
 که پیش آید چمن ، وقت گریزم
 بجوشان ، از زمین شعر من گل
 روانی بخش ، بحر نظم مسارا
 که مضمون نو انگیزم ، کند گل
 شوم از زلف سنبلیله ، لیفه پرداز
 زبانم ، برگ گل کن ارمغانی
 سواد من ، سواد بوستان کن
 گل افشان کن ، بهار فکرت من
 که چون گویم سخن ، گل بر فشانم
 که گل باقم ، بگاه شعر بافی
 چو گردد سبزه ، در بوستان سرا سبز
 دلم را کن ، نسیم باغ معنی
 که تا گردد ، صفا پر در ز فیضت
 چو سوسن تر ، زمینی رو سفیدم
 که خیزد ، غنچه سان گل ، از دهانم
 زمین شعر ، رشک گلستان کن
 گل معنی ، ز لبهایم بر افشان
 ازو ، مانند نرگس ، دیده روید
 زبان خامه کن ، منقار بلبل
 ز غیرت مدعی گو ، داغ شود داغ
 که ماند ، سبز حرفم تا قیامت
 بر شاخ امیدش را ، بهسی کن
 که گردد ، بلبلای جلد کتابم
 چو بلبل سیر آهنگ نسا کن
 نهال خامه ام را ، گل فشان ساز
 سخن را بخش رنگ از نعت آتش

سخن ، از طبع من ، رنگین بر انگیز
 برویم ، باد فیضت ، رنجه گردان
 چو فیض گلشن تو ، در پذیرم
 سخن را در زمینی ، رنگ ویزم
 کند با فکرت من ، کار بلبل
 بر انگیز ، از سخن ، موج وفا را
 کرامت کن مرا ، آهنگ بلبل
 کم گلشن ستایی را ، چو آغاز
 کم تا در نسا ، گلفشانی
 ضمیرم ، فیض بخش دوستان کن
 ز بهر شرح پردازای گلشن
 پگلزار سخن ، کن باغبانم
 ضمیرم را ، بدان سان ساز صافی
 ز فیضت ، سبز کن حرف مرا سبز
 بیاد آور بیغام ، نخل انسی
 چو زبیک کن ، دماغ پر ز فیضت
 زبان را ساز در باغ امیدم
 چنان ، در وصف گل کن ، تر زبانم
 وگ ابر قلم ، گوهر فشان کن
 چو شبنم ساز ، لفظم را در افشان
 فلک گر بینش ، از لطف تو جوید
 کند اندیشه ما ، کار بلبل
 مرا بلبل نوا گردان ، درین باغ
 سخن را ، بخت سبزی ، کن کرامت
 زمین شعر را ، ملک رهی کن
 چنان ، در وصف گل کن فیضیابم
 زبانم وقف نعت مصطفی کن
 دلم از فیض نعتش ، گلستان ساز
 چو گردم نغمه پرداز از جمالش

نعت

چمن آرای بستان فستوت
 بود نخل، که معجز میوه اوست
 ازان گل برده رنگی، از درودش
 که گل، از گلشن او، شبندی بود
 چو گل، سی پاره او، دست گردان
 بهیسی داده ثمر، اهل یقین را
 شجر آدم، ثمر او بود گوئی
 هوادار گل آل وی آمد
 هواداریی هر یک شیوه جان
 هزاران لاله نعمان، شگفته
 بممنی چار فصل گلشن دین
 که باشد خصمی شان شعله نار

چند آن گل باغ نبوت
 بود سرری، که نزهت شیوه اوست
 بهار فیض جوشد، از وجودش
 بگیتی، از خویش، زان گشت موجود
 بسود در بزمگاه هست گردان
 هوای او که، افزود است دین را
 به بستان وجود، از قازه روئی
 کسی کز نیکوئی فرخ پی آمد
 همه گشته بهیسی را میوه جان
 ز بارانش، برونک بخت خفته
 بود هر چار یار نزهت آئین
 منم از دشمن هر چار بیزار

سبب تالیف بهار جاوید

در ایام بهاران، صبحگاهی
 جهان، از سر شگفتن، کرده آغاز
 ز بوی گل، گل صهبا شگفته
 گل از صبح طراوت، خنده انگیز
 نسیم صبح، گرم عطر سائی
 جهان چون صبح عشرت، در شگفته
 گرفته پیش بودم، بر شگفتن
 من دلتنگ، اندر خانه خویش
 ز غم گردیده، در خانه، زمین گیر
 درون خانه، چون بیت احزان
 در آمد، از در من، دلربای
 یکی سبز نکو روی، پری زاد
 شده تا خط مشکینش، نمایان
 ز شرمش شاه رویان گشته در خط
 چنان، سحر رقم سنجی، گزیده
 نماید چون عذار فتنه جو را *

که بلبل، در گلستان داشت راهی
 گل خورشید، گشته خنده پرداز
 ز گلپانگ طرب، گلها شگفته
 چو ارباب صفا، شبنم سحر خیز
 گل خورشید، در جلوه نمائی
 زمین و آسمان یکسر، شگفته
 گل روی زمین، اندر شگفتن
 نشسته، با دل دیوانه خویش
 بخانه، مانده همچون مرغ تصویر
 بدلتنگی، چو بو در غنچه پنهان
 بسان فصل گل، رنگین ادای
 که گشته بنسده او، سرو آزاد
 شده در خط، ز روی شرم، ریحان
 خط آئینه را داده در خط
 که اندر ساده روی، خط کشیده
 دهد خط غلامی عاشق او را

سر او را فنگاران خط کشیده
 چو خطی، کو غلط باشد سراسر
 بروی مسطر او، رشته جان
 چو مسطر، برگ زینها برکشیده
 ز بهر مسطرش، تار نظر داد
 ز زلفش صفحه خورشید مسطر
 که از چین جبین، مسطر نموده
 خط لعلش، نبشت از خط یاقوت
 بصد رشته چو مسطر، شد گرفتار
 بگردن رشته، همچون مسطر افگند
 ز مشق حسن، خطی کسوده پیدا
 خط رخسار او، چون خط خورشید
 بدعوی ملاحست، خط کشیده
 نقطه، بر خط رخسارش، بود خال
 که خط بسی نقطه، بر رخ نوشته
 که ریحان، از خطش، در شرمساریست
 که دل را، زلفش افگنده بتعلیق
 ز خط او، غباری هست در دل
 زبان خامه، نستعلیق گوید
 دلم، گشته چو خط او، شکسته
 که ثلث او، نباشد خط یاقوت
 خط او را، چونان سفله، در پیش
 چو نای خامه، پیچده است بر خویش
 که همچون خط او، چشمش سقیم است
 ز خطش، دیده ام، روشن سواد است
 سیاهی را بود، جهل مرکب
 کنند، از رشتههای جان عشاق
 بود چون مهره، کان نیست مودار
 که، زبید لیفه اش، از طره حور
 کنند ابر قلمسدان، دیده تر
 که یک نقطه، مگر حسنش ندارد

ز روی عجز، با رای گزیده
 ز صحت، نیست قولش نامه پرور
 ز روی شوق، هر دم داده خوبان
 به بندد خویش، اما، هر که دیده
 هر آنکس را، که بروی، دیده افتاد
 شده از فیض حسن ناز پرور
 وقسم سنجی مار ست آزموده
 دل خون گشته را، داده لبش قوت
 هر آنکس، کان پری را دیده، ناچار
 هر آنکس را که، عشقش کرد در بند
 دل نا دیده، بروی گشت شیدا
 بود پیرایه بخش، حسن جاوید
 رخ او، گونه سبزی گزیده
 ز رویش، حسن گردیده نکو حال
 چنان حسنش، بود جادو سرشته
 چنان پیرایه سنج گلمذاریست
 محقق گشته از نسازش بتحقیق
 هر آنکس را که، نازش کرده بسمل
 بشان خط او، از وصف جوید
 نگاهم، تا برویش همد بسته
 خط لعلش، از ان جان را، بود قوت
 گرفته جسم، عشاق غم اندیش
 برویش، تار زلف فتنه خویش
 دل عشاق، از غم زان دو نیم است
 نگاه من، برویش افتاد است
 بزلفش، حرف دعوی داشت بر لب
 دواتش لیفه را، از شرط اشراق
 ز نخدانش، که صافی کرده اظهار
 بحسن خط، بود زانگونه، مغرور
 پی او، بیدلان درد پرور
 خط دلکش، از ان رو مینگارد

که بر کاغذ، کشیده مهره، خورشیده
 هنان هوش، از کف داده نرگس
 فکنده حلقه ها، در گوش سنبل
 بباغ فکر، گل پیسرای معنی!
 بسان بلبل تصویر بسی جان
 صفا آورد آب و گل خوش آمد
 چرا بلبل نشینند بسی ترانه
 گل افشان شو، که هنگام بهار است
 ز بلبل کم نه، بیکار منشین
 کسه دارد مر ستودن را سزایش
 دگر نظم الهی و ملیح است
 توان گل چیدن از فصل بهاران
 پی گلشن، تو هم بنویس شرحی
 دهد زو جمله گلهای معانی
 که دایم، بلبل آن نو بهار اند
 بنغمه، خاطر خود را، گرو کن
 بسان فصل گل، شد وقت من خوش
 بباغ فکر، گشتم نغمه پرداز
 بوصفش دم، طراوت کوش آمد
 هیان صد گونه، گل در هر شگفتن
 زلال طبع، زد موج معانی
 کچه گل کرد، اکنون وه، چه سازم
 ندانم هم بروی آب آورد
 که بو اینجا نیسازد صبا را
 در ناسفتنی را، نیک سفتن
 بهاری در سخن کردم، زمین گیر
 ستودم دشت و کوه و بحر او را
 که حرف مدعا را، آب دادم
 متین و سبز تر کردم، سخن را
 ز بانم گشت، رشک برگ سوسن
 دواتم را، دهن رنگین شد، از پان

ز خط او، هیان شد حسن جاوید
 ز چشم او، ز چشم افتاده نرگس
 بصد حسن ادا، از چین کاکل
 بمن گفت، ای چمن آرای معنی!
 شده بلبل، ز آهنگ تو حیران
 بسیر بحر سبزه دلکش آمد
 درین بستان سرای جاودانه
 مشو بیکار دیگر، وقت کار است
 دگر بسی نغمه، در گلزار منشین
 بهار، این گلشنی را، کن ستایش
 بوصف شعر قدمی و کلیح است
 سخن سرکن، تو هم، بر رسم یاران
 بیفکن، در زمین شعر، طرحی
 کند کلکت، چو مشق گلفشانی
 سخن سنجان، بنظمت کار دارند
 تو هم، چون بلبل، آهنگ نو کن
 شنیدم این نوا، زان سرو دلکش
 چو سرو قامتش، موزون شدم باز
 گل طبعم، طراوت کوش آمد
 چمن زار معانی، در شگفتن
 نسیم فکر شد، در گلفشانی
 باین گلزار بردم ره، چه سازم
 بخاموشی نیارم تاب آورد
 ازان در پرده میسجم نوا را
 حباب آسا، سخن در پرده گفتم
 شدم گلدسته بند وصف کشمیر
 نمودم حسن باغ و شهر او را
 چنان در فکر بحرش، او فتادم
 ستودم، کوه و دریا و چمن را
 ز یمن، وصف پردازی گلشن
 بوصف گل، چو گردیدم گل افشان

ز بس، کرده معانی، خامه ام، جمع
 قلم را، معنی گل دست داده
 بشمرم جمع گشته، از فطانت
 ز بهر وصف گل، شد خامه ام تیز
 نشاندم، چون چمن، از هر خیالی
 چو بر خنگ هوا، ابر بهاری
 ببهر شمر من، چون آب کشمیر

دمیده گل، ازو چون خامه شمع
 که در چشم دواتم، گل فتاده
 برنگینی و سیرابی متانت
 ز معنیهای سوزان، گشت گلریز
 سخن را، در زمین، رعنا نهالی
 بگلگون سخن، کردم سواری
 دمیده صد گل خورشید، تاثیر

در وصف کشمیر

خوشا کشمیر و وضع بسی نظیرش
 چه کشمیر، آب و رنگ روی گلشن
 چه کشمیر، آبروی باغ خوبی
 زمین او، گلی از گلشن هیش
 هوا گردیده، رشک سنبلستان
 درین گلشن، نباشد غنچه نوید
 ز تاثیر، هوای دلکش او
 شود پروانه، تا همرنگ بلبل
 بر افروزم، بوصف گلشن گل
 نه وصف گل، ز کلک من، چکیده
 نویسم، چون ثنای لاله و گل
 چنان بر شاخ، گل بر گل شده جمع
 ز فیض نو بهاران، ریشه بسته
 ز جوش بلبلان بسی قرینه
 ز بس کامیزش گل، کرده بنیاد
 ز سبزه، سبز گشته، باغ و بستان
 صبا، گل را چو از سبزه، دماند
 زمین، با سبزه و گل گشته، مایوس
 بوصف سبزه آن دشت و گلشن
 بدیده، از تماشای ریاحین
 بچشم، از بس براح گشته مایوس
 نگه در دیده، رنگین از تماشا

که گردیده ارم، فرمان پذیرش
 نگه را، از خیالش، گل بدمان
 فدای هر نهالش، صد چو طوبی
 نسیمش، خسوشه چین خرمن عیش
 زمین کرده حکایت، از گلستان
 بهار این جا بود، جاوید، جاوید
 رسیده مشک بید، از شاخ آهو
 ز نخل موم، شمع آسا، دهد گل
 چراغ فکر را، با روغن گل
 ز شاخ خضای من، گل دمیده
 دواتم، غنچه آسا میکند گل
 که چیدن گشته واجب، چون گل شمع
 ز یک گل، همچو تار شمع دسته
 کنند از بلبل جلد سفینه
 بکردار سخن، رنگین شده باد
 همانا، تخم طوطی، کشته دهقان
 بگلپهای پر طاؤس ماند
 دمد از بیضه خدا کیش طاؤس
 سخن را، میتوانم، سبز کردن
 شود چون خواب مخمل، خواب رنگین
 شده چون خواب مخمل، خواب محسوس
 بعینه، چون حساب لعل صهبای

فر موج سیزه ، صحرا بحر لعل
 زمین ، با بال طوطی ، کرده پرواز
 که گشته سبز ، خنگ کره خاک
 که شد روی زمینش ، روی نیران
 چو پیغمبر ، بسر دایم گل ابر
 که از عشرت ، نگنجید است در پوست
 جهانی ، مذهبی نعمان ، گرفته
 خط یاقوت ، گشته خط ریحان
 ابو ریحان کلک من ، دقنوق
 چو فرگس ، از قلم روید پیاله
 که باشد ، نقطه او ، انتخابی
 که دارد لاله اش فکر رباعی
 چو مقبل هندوی در چار بالش
 چو هندوی که ، شد چار آینه پوش
 که دندان رباعیش ، همین بود
 سرود زنگیان ، در چارگاه است
 که گشته چار برگش ، چار باغی
 کلاه چار تری ، داشت بر سر
 زده مانند هندو ، چار پماره
 برار را زنگ ، وصال اورا ، بود داغ
 چو داغ لاله داغ است گل کرد
 بکاغذ ، رشته همچون تار مسطر
 ز شاخ آهو ، آنجا مشک دانه
 که زنبور سیه ، بر نخل موم است
 بشب بو ، از صبا شب کرد شبنم
 ز رود ساز ، غیژد نغمه تر
 گل شمع ، از گل شب بوی گردد
 نهال آسا دواند ریشه در خاک
 دواند ریشه اندر خاک تسبیح
 ازان رو ، سبز گردد دانه او
 بجز زاهد ، کسی خشکی نیارد

دمیده ، صد هزاران سیزه تر
 ضیا کرده ، هوا داریش آغاز
 زمین از سیزه ، زان گونه صفا ناک
 چنان سیزه ، بخاکش جلوه افشان
 نهالش را که ، برده آب ازو صبر
 نمیدانم ، چه دل با لاله اوست
 و لاله ، آبرو بستان ، گرفته
 به لاله ، بسکه ریحان بسته پیمان
 همیسنجد ، بستوفیق شقائق
 مرا گاه نسا سنجی لاله
 و داغ لاله او ، رو نتابی
 کند پیوسته طرح اختراعی
 نشسته ، داغ لاله بی سگالش
 بود داغ شقائق از ره هوش
 ازان شد ، چار برگش ، شبنم آلود
 صبا ، از داغ لاله ، نغمه خواه است
 بلاله بین ، اگر داری دماغی
 چو اهل زهد ، شاخ لاله تر
 طرب را کرده ، داغ لاله چاره
 ز خویشان لاله را ، در گوشه باغ
 هوا گردید ، از بس فیض پرورد
 دواند نکته ، از بس میشود تر
 بروید ، از بهار جساودانه
 چه گل کرده در این سر سبز بوم است
 شده ، با نکبت گل ، باد همدم
 هوایش ، بسکه تر گردیده ، یکسر
 سزد ، چون از صبا دلجوی ، گردد
 فتد از دست ، چون کلک سخن ناک
 ز زهد خشک گشته پاک تسبیح
 بیاید ، سیزه را ، باز آب در جو
 جهان ، جز حرف سیرابی ندارد

نموده آب اندر چشم فرگس
 حسابش مهره دیوار گردید
 بود صاحب بهاران چمن زار
 که جزو اعظم او اعتقاد است

در مدح

روانم، از خیالش، محشادی است
 بود نامش، بدل نقش مرادم
 نیم در حظ، ز کلک خوش ترانه
 زمین نظم، نامش بر نتابد
 نگنجد گوهر نامش، درین بحر
 نسنجد قدر از پیمانۀ بیت
 ز رقیب هست، چون والا مقامش
 خداوندی که، نام اوست شاپور (۱)
 اگر قهرش بگلشن بو ستیزد
 کفش، چون گرم باران گهر شد
 باوج آسمان ابر سرافراز
 شده تا ابر، از شرم کفش تر
 نهد گر آن، بهار تازگی جو
 چنارش، دست بردارد به تسلیم
 نشیند نو بهارش، بر سر راه
 بجز تیغش ندیده روزگاران
 هوایش چون طراوت کش بر افتاد
 گل نصرت در شاخ کمانش
 چو گلگونش صبا رفتار گردد
 عدوی او، چو گردد زخم آمیغ
 نایسته راست، گر خصمش، بتعظیم
 بسدور او برات عمر حساد
 کسی کز ذوق جودش، مست گردد
 زر اندوزی بر افتاده ز دوران

مرا پیوسته مهرش اعتقادی است
 گواه این سخن، بس اعتقاد
 اگر نامش، نسیاید در میانه
 فلک، در خاک گنجای نیابد
 اگرچه هست با قسمت قرین بحر
 نگنجد نام او، در خانه بیت
 نگنجد در زمین شعر نامش
 گزند دهر، ازان خسرو منش دور
 ز آتش برگ لاله، شعله خیزد
 ز شرم دست زادش ابر تر شد
 بود از لشکرش یک برق انداز
 خوی پیشانی او، گشته گوهر
 پی گلگشت، در صحن چمن رو
 پیاده گرددش گل، بهر تعظیم
 پذیرا گرددش باد سحر گاه
 ز یک قطره، گهر خیزد هزارن
 چو سوسن تیغ او، پر جوهر افتاد
 شگفته چهره دولت ازانش
 هدو، در باغ گیتی، خار گردد
 بسان بید، روید از پیش تیغ
 چو سروش، موی بر تن خیزد از بیم
 نوشته آسمان بر کاغذ باد
 چنار آسا، همه تن دست گردد
 دگر غنچه نوید از گلستان

۱- شاپور میرزا اعتقاد خان (متوفی ۱۰۶۰ هـ) بن میرزا غیاث بیگ اعتمادالدوله (متوفی ۱۰۳۱ هـ)

بدور او، بهارش گرد بردار
 دبستان خرد را، فکرش استاد
 سخن را، از زمین سوسن دمانده
 بگلپسازى، ز معنی های رنگین
 بکلکم، شد گل شبو، سیاهی
 گلستانى، توأم کرد تصنیف
 گل مدحش بود این گلفشانی
 مرا در تن شده هر رگ، رگ ابر
 گل مدحش، بسر زد خامه من
 وگرنه، بلسبل اندیشه لالست
 بنای او، بهار گلشن فیض
 سخنهای سپید، بر زبان است
 دلم، چون غنچه سوسن، زبان یافت
 چو فیضش، با جرس باشد پدیدار
 زبان را ابر دارد... باریک
 ز لطفش، مورخنجر گشته جاندار
 سلیمان را، نگین مهر نماز است
 که بی دندان بکشاید در فتح
 نسیم غنچه، پیکانست آن باد
 غلام خلاق او، مانسندۀ گل
 غلامی هست، دارد نام زیرک
 حبابش، کرده دایم، باد خوانی
 بود سرو پیساده چو بیداری
 که دریا در جگر آبی ندارد
 بهشتی بود، از فر قدمش
 پی آئین همانا قبه ها بست
 ز چشمه، چشم بر راد تو، دارد
 سفید از شوق، چشم چشمه از برف
 بهار تازه در کشمیر آید
 بآزین قبه ها بسته حبابش
 ز شوق مقدم او، بسته آئین

چو نرگس، چشم برزد دوخت ناچار
 گلستان سخن را، مدحش باد
 ستایش، بر زبانها، گل فشانده
 ز مدحش، طبعهای فیض آئین
 ز وصف او، چو کردم، فیض خواهی
 چو خلقتش را، شوم سرگرم توصیف
 بنامش ریختم رنگ معانی
 ز من، وصف نوایش برده تا صبر
 شگفت، از مدحت او، نامه من
 زمین مدحش، کلکم نهالست
 ادای او، پر از گل، دامن فیض
 چو سوسن، تا بمدحش توامان است
 ز گلزار ثنائیش، چون نشان یافت
 ز کوهش، لاله ها گشته بیدار
 ز رشک دست... دور و نزدیک
 سلیمان وار، با قدرش سروکار
 ز فیض دست او، تا سرفراز است
 بود تیش کلید درخور فتح
 ز باد حمله اش، نصرت شود شاد
 بصرن بوستان ریحان و سنبل
 در آئی... بی شبهه و شک
 بشکرش، موج جسته تر زبانی
 ز درگاهش، بهر فصل بهاری
 برای دست او، گوهر بیبارد
 همین کشمیر، با فیض رسومش
 کول شادان بروی آب بنشست
 نظر، بر مرکب جاه تو، دارد
 ز شوق مقدم تو، بسته یک طرف
 چو گلگونست پی شبگیر آید
 نشسته بر سر راه تو آبش
 بشهر، از فیض گلهای نو آئین

شکوفه را، قدوم تو، امید است
 نه دریا، از بهاران، گلفشان است
 ازان کرده، در سوسن سفید است
 با استقبال تو، گلها روان است
 ز گل بیند درو هر گوشه جوشی
 بگل چیدن، چودست خویش نازد
 حباب آسا سبد واژونه سازد

در وصف شهر

نباشد هیچ شهری دل فروگیر
 کجا شهری بود، با او، برابر
 بسان خطه دلجوی کشمیر (۱)
 بلی کشمیر دارد سنگ دیگر
 صفاهان خاک او را، سرمه سازد
 که شیراز، آب مرغانش رساند
 ز جان شد بنده، آذر بائیچانش
 به نیت گیرد ار آهو، عجب نیست
 یکی از عاشقانش گشته کابل
 که مصر، او را عزیز خویش خواند
 همانا گوشه خاطر، باو داشت
 که از غیرت، دمامد سوزدش دل
 که شهر سبز شد سرخ، از خجالت
 عراق از نغمه سنجان ثنائش
 همی چشم و چراغ اندیش خواندش (؟)
 ازان چشم و چراغ شام گشته
 گل شمع است با حسن گسلو سوز
 نگه کن، جلوه سبزان کشمیر
 که تا مساهست با حسن برشته
 که قایم کرده از جلوه قیامت
 که بشکسته کله از ناز بر سر
 پیراه جستجو، چون دیده باز
 بدانگونه، سخن از فیض راند
 شگفته شد، چو روی گل ستانش
 چو مشک لاله او، بی سبب نیست
 کشیده تا سرخ گلگونه از گل
 بدان سان، ریشها در دل داواند
 حجازش قبله گاه خویش، انگاشت
 خوامان را، شود زوکار مشکل
 چنان بگرفت از شرم ملالت
 طراوت گشته دمساز هوایش
 بخوبی شام حسن اندیش خواندش
 ز خوبسی روم او را رام گشته
 ز شادابی دران شهر دل افروز
 هزاران سرو، در هر سو هوا گیر
 چنان سبزان دران نیکو سرشته
 بهر جا گلهذاری سبزه قامت
 بهر کوچه نگار نواز پرور

بوصف نگار بازدار

نگار بازدار، آن مایه ناز
 بخون دلهای بانازش بانهاست
 که باشد زلف او، چون چنگل باز
 هزاران فتنه، در زیر کله داشت

۱- رک: کتاب حاضر صفحه ۱۲۸۷ مثنوی قدسی. منیر در این بیتها قتیع قدسی کرده است.

به بهله دواخته نارش گل حسن
 به نیرنگ از جلا گیرد، چه مشکل
 پيسای باز بنسد رشته زلف
 از آن رو، دست او بالای دست است
 چو دست از بهله، جمله پوست پوشند
 گرفته خامه، چون از بهله انگشت
 شده دل، طعمه شاهین چشمش
 پرد از شوق شاهین ترازو
 که رنگ از دل، نبرده رنگ بازش
 میانش رشته باز است گسویی
 به بهله، میکند همدستی، از ناز
 از و شد، کار خام بهله، پخته
 بجز بهله، نبرده دست از و کس
 گل بهله است رشک دسته گل
 که بهلا گل چو عاشق داده بردست
 گل خورشید، اندر بهله اوست
 به بهله، دست او را، بوسه داده
 بمشقتش پوست پوئی، پنجه ماه
 پریده چشم ها از شوق رویش
 بر آینده است مار غمزه یکدست
 مگر از بلبل کرد است بهله
 که باشد، بهله اش از دست دیگر
 سهیل عارضش یلغار بهله
 که بهله، میرود هر لحظه از دست
 اگر بهله، نگیرد دست او را
 دل عشاق گشته طعمه او

صدای طبل بارش غلغل حسن
 ز رنگ باز او، آئینه دل
 کند خوناب دل آغشته زلف
 همیشه بهله اش، خدمت پرست است
 همه عشاق او، سرگرم جوش اند
 هر آنکس را که، غم کرده زغم پشت
 شده جان کشته آئین چشمش
 ز بهر صید، بکشاید چو بازو
 از آن گردید جان قربان نازش
 کمر بسته ز بهر باز جویی
 بخون ریزی دل، آن شوخ طناز
 سخن در وصف او، گردیده سخته
 ز خوبان، زیر این طاق مقرنس
 جهان نادوخته بر بهله اش گل
 جهان، از نشأ عشقتش، شده مست
 بخوبی رشک خوبان پری روست
 چو او بسا باز همدست، اوفتاده
 که کرده، همچو عشاق غم آگاه
 دل ما کرده دایم جستجویش
 بصید مرغ دل از مار پیوست
 هزاران گل بر آورد است بهله
 بحسنتش، زان بود بر بست دیگر
 کند رنگین ز بهر کار بهله
 ز همدستی او، گشته چنان مست
 بریزد خون، دل دیوانه خورا
 بخونخواری گرفته باز او خو

وصف کمانگر ماهروی

کمان ابرو، نگارفته توز است
 تو گوئی، ساخته جا در کمان ماه
 بیادش میکند چله نشینی
 که زبید آن کمان را این چنین زه

کمانگر، ماهروی دل فروز است
 نموده از کمان رخسار ناگاه
 خنگه از چشم تر از دور بینی
 نسیر ابرویش باز نظر به

ز عشق آن، جفا جوی ستمگار
 بآبرو، چرب دستی داده، با فن
 بسود سر حلقهٔ ابرو کمانان
 اگر، در حلقهٔ خوبان، نشیند
 زده دل از غم او الامان است
 بسفن دلبری افتاده نیسکو
 دل ما، ترک آن مه کی کند کی
 ز سودای خم زلفش، بجوشم
 ز خوبان، مرد میدانش کسی نیست
 سه سر، بالفرض گرداری، کمان وار
 ازان عاشق بود از وی، جفاکش
 ز فسط دلربائی، همچو ابرو
 کمال او، پسی آن حسن پیراست
 کمانش را، جهانی گشته مشتاق
 چو عاشق دید، کی بخشد امانش
 بوصف او بود، اندیشهٔ به
 خیال آن پری روی :بفاسنج
 کشد رشک کمانش هر زمانم
 بطنازی بسدانگسونه گرایه
 پسی عاشق فریبی، چست و چابک
 بمشق او، کمان هم شد، گرفتار
 کند عاشق کمان فتنه جو را
 کسیش، از ابروش، ناید گزیدن
 چو گردیده بمشق او، گرفتار
 فی آن تیری که، با حسن است محرم
 فگار تیرگر، آن شوخ خونخوار
 دل پر خون عشاقی گرفتار
 کند از تیسری چشم پر افسونه
 مرا بر تن، چو طرح زخم انداخت
 بجوشد مهر او، ز آب و گل ما
 کند آن دلفریب صبر دشمن

خمیده قامت عاشق، کمان وار
 تو پنداری، کمان را کرده روغن
 فساد در پسی او ناتوانان
 دل ایشان همه مهرش گزیند
 که زلفش حلقهٔ ابرو کمان است
 بسود زاغ کمانش خمال ابرو
 که عشق اوست، ما را در رگ و پی
 بگسیرد از کمان، خانه بدوشم
 حریف چشم فتانش، کسی نیست
 بمشققش، خویشتن را کن گرفتار
 که دارد چون کمانش، در کشاکش
 بسود شاخ کمانش، شاخ ابرو
 که رنگ او، همه از خون دلهاست
 بود در قبضهٔ او، جهان عاشق
 رگ از بن برکشد، همچون کمانش
 شود ما شایسته زه
 قدم، همچون کمان خم کرده، از رنج
 بود بخت سیه زاغ کمانم
 که دل با گوشهٔ ابرو ربایند
 کمز همچون کمانش سخت نازکه
 ازان، در گردن خود، بست زنار
 بگردن ریسمان اندازد او را
 کمان ابروش دارد کشیدن
 کمان را گشته رگ از تن پدیدار
 کند خمسیازه آغوش کمان هم
 که از شوخی بود دایم ستمگار
 پسی آن تیر، مژگان گشت سوفار
 چو سوفاره دهان خلاق پر خون
 چو تیرم پای ما بر یک الف ساخت
 بود قندیل تیسیر او، دل ما
 چراغ فتنه، از قندیل روشن

فتیله میسزد قندیل را تیسر
 پی قندیل او ، روغن کمان داد
 دل ما را گرفته ، در ته چوب
 چو پیکانی بناخن کرده ما را
 چو پیکان مینشیند بر سر تیسر
 تو پنداری که ، گسردیده اسیرش
 که تیر کج ، ز آتش میشود راست
 تو گوئی ، راست کرده تیر ز آتش

بحکم مار، آن شوخ کمان گیر
 بفن خود ، ز بس گردید استاد
 چو پیکان، آن جفا جوی دل آشوب
 ز بس بیرحمی آن شوخ دل آرا
 دلی را ، کان ستمگر کرده نخچیر
 پری ، پر میدهد ، از بهر تیرش
 ز بهر تیر ، آتش از دلم خاست
 بود مژگان او را ، با دلم خوش

وصف بت نجار

دل ما را ، بار عشق نهانی است
 ازان ، از چوب آتش میتراشد
 بذکر اره ، دایم خسرته پوشان
 ازان رو ، دست شان بر چوب بسته
 بفرمایند بمعاشق چوب کاری
 ز آب تیشه بخت عاشقان سبز
 ننگردد سبز چوب از آب تیشه
 که دارد ، چون تراشه موی مرغول
 بود چوب ته تیشه ، سر ما
 که شیرین میتراشد ، تیشه او
 زند نامپوشان را ، تخته بر سر
 ز طعن نا تراشی ، گشته آزاد
 که تیشه زد ، بهای خویشتن دل

بت نجار، حسنش جاودانی است
 دل عشاق مسحزون ، میخراشد
 ز درد عشق او ، گشته خروشان
 بدمه رویان ، ره از آشوب بسته
 چه نازاست این که ، از عشوه گذاری
 بسگاه خونفشانی سازد آن سبز
 بود بی بهره زو ، عاشق همیشه
 ازان دل میبرد ، آن شوخ شنگول
 ازو نا دارد اندیشه ، سر ما
 بود فرهاد سوزی ، پیشه او
 سرآمد شد ، بحسن آن ناز پرور
 بود سروی ، که از حسن خدا داد
 نه سودای غم او ، کسرد حاصل

وصف بت بزاز

بشهر ، از جنس خوبان روشناس است
 بود دایم پری فرش دوکانش
 که گشته تخته اش ، عود قماری
 دلم پر کاله پر کاله ، شد از وی
 متاع روی دست او همین است
 که صبر و هوش را ، بیگانه خواهد
 ازان رو ، مهر او را مشتری شد

بت بزاز ، حسنش خوش قماش است
 متاع دیوگیری پیکرانش
 بدان سان کرده زلفش ، مشکباری
 بهم ، دمساز با ناله شد ، از وی
 بدست آورد ، دلهای غمین است
 پی سودا ، دل دیوانه خواهد
 لب لعش دکان دلبری شد

ازان ، خورشید رخسار است ، امروز
 جزا هر لحظه ، بازاریست با او
 بنود دایم ز فیض حسن کوشی
 دکان فتنه جوی ، باز کرده
 غبار خط ، که بر رویش فتاد است
 شده مانند شکر ، صاف لعلش
 قماش حسن او ، زانگونه نیکوست
 ز شوق لعل نوشینش شکر بیز
 که او را ، روز بازار است ، امروز
 دلم را هم ، سروکاریست با او
 بدکانش مستاع خود فروشی
 بخوش سودای خود ناز کرده
 متاع حسن را ، گرد کساد است
 ز خط ، گردیده شکر باف لعلش
 که روز دلربائی ، خاصه اوست
 چو شیرین باف پیماید لبش نیز

وصف ساربان

بوصف ساربان کردم سخن سر
 نباشد مبتلای او شکر دل
 سرشان ، هالمی را مست دارد
 حدی خوانده بعشقتش ، سینه ریشان
 چو در ، اوصاف حسن او ، نشستم
 شتر را ، جز خیالش ، دلنشین نیست
 بوصف آن ستم اندیش بهمدار
 شده دیوانه آن سیم غیب
 شتر دارد . هموای آن پریرو
 بود آن مه جبین از حسن جاوید
 بهار هوش رفت از دست دیگر
 چو رنگ خون ، بغلطد نیم بسمل
 مهار حسن را ، در دست دارد
 گذشته از فلک ، افغان ایشان
 لب هرزه درایان را به بستم
 که کم از لیل حمل نشین نیست
 جرس آسا زبان دل ، بفریاد
 زبانش کف برون آورده از لب
 بچرخ آمد ز شوق جلوه او
 بکوهان شتر بر چرخ خورشید

وصف نگار مرده شوی

نگار مرده شو ، آن دلفریب است
 دل ماکیست ، حسرت خورده او
 ببزم حسن ، زان سال پا فشرده
 به آنگونه ، بناز و عشو ، پرداخت
 چو خواهی از وصالش بهره جستن
 غم او ، با هوس پروردگان نیست
 بوصف او ، دلم زان گونه بشتافت
 بسغیر از درد انگیزی نجسته
 که مرده هم ز عشقت ناشکیب است
 هزاران مرده دل ، شد مرده او
 که شمع ، از رشک رخسارش بمرده
 که جامه بر تن عاشق ، کفن ساخت
 نخستت باید از جان دست شستن
 که عشقت ، کار این دل مردگان نیست
 که طبع مرده من ، شست و شو یافت
 ازان مرده دلان را تنگ بسته

وصف بت سقا

بت سقا بهشتی رو فتاده
 بمشق او، جهانی پوست پوشند
 چه خوش باشد بر او، ایستادن
 ز چاه آن زنج آبش خوراند
 بگرد آن زنج در فیض خواهی
 کجا بختی، که از خوش انتماشی
 ز شوق مقدم آن، سرو شاداب
 ز غیرت، چهره خود زرد دارد
 ز بس گردیده حسن او، صفا خیز
 شدم گریان، ز خوی پر عتابش
 ز سر تا پا فتاده بسکه شاداب
 بروی آب آمد راز حسنش
 دلم، پیوسته سویش، میگراید
 شود از موج حسنش جلوه شاداب
 بیچشم مردم آن شوخ جفا جو
 چو میرند، در غم او، سینه ریشان
 بهماشق آمده تا بر سر خشم
 وخ چون آفتاب اوست روشن
 ازو، تر دامنی دیده بناکام
 شود از عشق، آن ماه جهان تاب
 ز حسن خویش برده، تاب ما را
 ازان روی، بان گملروی هردم
 کند هر لحظه، از نزهت پذیری

مناظر کشمیر و سبزان کشمیر

مرا زان سرو در هر سو هواگیر
 همین ریحان، به خطی گشته پیدا
 شده خار سر دیوار گلسن
 بمطرب گشته مائل، غنچه گل
 شده شاخ آن چنان بر کام بلبل
 زمین، کی پی باین اقبال برده
 در دشت و راغ است

نگه کن جلوه سبزان کشمیر
 که لاله، هم سوادى کرده پیدا
 گل خار از نسیم معجز من
 شکسته در کلاهش، بیضه بلبل
 که گشته دسته آئینه گل
 که فیض نوربهارش سبز کرده
 نهار برگ سمن مان کسلاخ است

شود چون سنگ بست از سنگ جاندار
 نصیبی برده تما از بساد گلزار
 بسان خسار پشت ، از بوته خسار
 ز شبنم فزگس او مهره با طاس
 شده خصال زیادش داغ لاله
 از آن فتاده سرو آزاد
 حریرف سنبل و گل گشته سوسن
 مقام وار گل خوانند ست بلبل
 چو برگ گنجفه آید به پرواز
 بغیر از سبزه چون دیدن توان چون
 زبس گل غنچه را، جا در چمن نیست
 که سوسن کرده ابرو نازک از ناز
 درین موسم ، گل بادام گردد
 هزاران رنگ پوشد لایق بوس
 بر آید یاسمین ز ابر بهاری
 بجای او ، گل دیگر نشیند
 گل باد صبا ، شد شاخچه بند
 گل او ، شاخ بر دیوار باشد
 تماشا کن که ، هنگام تماشا است
 ندارد غنچه ، غیر از چاک تسبیح
 ز شادابی بدانسان فیض پرورد
 چو زخم موج کشته خیزد
 ز غنچه لعل پیکانی سر تیر
 شگفته دستم میرست چون گل
 کند گلگیر او ، بلبل ز منقار
 نمائی غنچه ، گر مقری نبودی
 که آب تیشه اش ، هم سودمند است
 بهسار شعر دارد رنگ دیگر
 نوای خارکش بسا بساد نرورز
 شده دست حنا از وی بهارین
 چو داغ لاله ، نقطه میکنند گل

ز فیض او ، هوا ساید بکهمسار
 دمیده خار بست از روی گل خار
 حزد ، گردد روان در صحن گلزار
 نموده را داشته پاس
 نموده نخسته خود باغ لاله
 بگلشن ، سبزه بختی کرده بسنیاد
 همی بر نخسته رنگین گلشن
 به نرد عشق بازی ، بی کامل
 شود چون برگ گل ، با باد دمساز
 زمین رفته ز خود از سبزی اکنون
 بغیر از جوش سوری و سمن ، نیست
 شده فیض بهارش ، جلوه پرداز
 اگر گل را ، بچشم آرام گردد
 ز تخم گل ، برنگ تخم طاؤس
 بخاک ار ناخن پییده گذاری
 اگر کس ، گل چوشع ، از شاخ چیند
 بشاخ خویش ، چون گیرند پیونده
 ز بس مسرور در گلزار باشد
 بهرسو ، صد چمن گل ، جلوه آراست
 شگفتن را ، بهر چاک است تفریح
 چو شاخ آب ، شاخ گلبن تر
 که گر زخمیش بر تن تیشه ریزد
 تماشا کرده ام در خاک کشمیر
 که از فیض هوا بر زعم بلبل
 چراغ گل ، بنز هتگاه گلزار
 بمبجه سر چون فیض آزمودی
 درخت آن گونه شادابی پسند است
 ز وصف خاک ، سبز و لاله تر
 سرود بلبلان نغمه آموز
 صبا ، کز رنگ گل ، گشته نگارین
 بشعرم ، از ثنای شاخ سنبل

که شنگرف و سياهی لاله آرد
 سزد گر دستۀ کاغذ بکند گل
 مجاری نی گلگون، توان خورد
 ز طننازی، بنفشه شانه گيرد
 که مرد شاخساره گشته شمشاد
 برات مشک را بسر شاخ آهو
 که از خارای سبز، او را لباس است
 مگر سبزان کشمير اند اينان
 شده کوه زرد کوه کشمير
 بيهنی سبزه در وی، کوه در کوه
 که موج سبزه گشته موج خارا
 چراغ لاله، همچون برق روشن
 کش ابره ابر و خارا استری بود
 بروز، آورده شب، لاله درين کار
 شود جاندار همچون کرم شب. تاب
 هميگويد مسکش در خار ما را
 ز لاله، هر کف خاک نگارين
 مقام بادها، اين است! اين ست!
 که خواهد چشم خود را نرگس احول
 گرفت آئينۀ را نوش زنگار
 حنا از دست خود بندد حنای
 ز زانو آئنه بس گرفته در زر
 گرفته از چراغ لاله خالی
 چو فواره رگ ابر است بر خاک
 به تبخ کوه بين، از سبزه زنگار
 زمين، صد چشم، از بهر تماشا
 چونرگس، چشم رويد باصدا دراک
 کله بارانسی ابر است گلگون
 که دارد از در بوته گل
 بجای مردمک، در دیده ساغر

چنان کلکم، ثنای گل نگارد
 شگفتن ميدهد عرض تحمل
 تماشای گل و ريحان توان کرد
 صبا در دست، زلفش را، نگيرد
 صبا آن گونه، شوخی کرده بنياد
 فوشته بسوی باد عنبرين بو
 چنان بر کوه، سبزی بی قیاس است
 ز سبزه، کوهها سبزی گزينان
 درو از بسکه سبزه کرده تائير
 بهر کوه است اينجا، سبزه انبوه
 پدانسان سبزه در کوه آشکارا
 ز آب لاله، گردیده بگلشن
 هوای کوه را خلعت سری بود
 پکار آب گلها، همچو ميخوار
 سزد، گر داغ لاله، از دم آب
 چه گل را باد گردد مدحت آرا
 ز نسرین، هر گل ابر بهارين
 پپای بند گل ساغر گزين است
 چنان گل جلوه گر گشته ز هر تل
 کسی در سبزه زاری کرد رفتار
 عجب نبود چو گل گردد هوای
 ز زر جمفري رهرو تسوانگر
 چو هندو، داغ بهر حسب حالی
 و زانجا بين، که با طبع طربناک
 و فيض ابر، گشته سبز کپسار
 به نرگس زار او، کرده است پيدا
 پی نظارة گلشن، ازان خاک
 شفق، با او شده همراه، اکنون
 ازان از بسی نوائی رسته بلبل
 چونرگس، میکشان راهست دزخور
 درين کشور که خاک اوست سیراب

گل شب بو، بجای سبزه زوید
بهارین گلشن عیش آفرینش
بسر سبزی شده، زان روی مشهور
ز موج سبزه، دامن شسته صحرا
چو لاله، میتوان شب درمیان رفت
درانجا کس ندارد خواب، جز شال
... ..

زمینش، باغ بخت سبز، جوید
بهار از خوش نشینان زمینش
سر راهش، بسبزه گشت مسرور
هزاران گل شده، از خاک پیدا
بکوهش، هر قدم مشکل توان رفت
نوی آب، از بس خمیزد از قال
ز کثرت جوش سر با ترک آرم

تذکره شمرای کشمیر

درودایم زمستان چله گیر است
کمان ماه نوراً، چله دردی
که مانده خشک همچون موج خارا
سردی مانده در دم سرد بر جای
که نقش آب، نقش سنگ باشد
... .. در پوست پوشی
از آتش، پوستین در داده تن را
بود خورشید هم، در لرزه آنجا
بلند افتاد زان دست دهایش
... .. کافور خمیزد
تماشا کن، که خوش کافور زارست
بپایش، پنبه افکنند است، گوئی
ز مور مائی کرده پوست پوشی
که از گل پوستینش پوستین است
تمامی گلرخان در غنچه خمپی
ز سردی گشته قسامت شان خمیده
پاتش قیره کج را، راست سازند
کتاب... .. خشت اساس است
متاع روی دست شان کتابت
دو لخت در، دو مصرع باشد آنجا
ز بیت بیت تا خانه چه فرق است
سواد او، سواد شعر گردید

ز سرما، لرزه در برنا و پیراست
سزاواری کند هر ماه دروی
چنان افسرده اکنون، موج دریا
پاتش، عکس جوشد جلوه پیرای
حیاطش از فسردن رنگ باشد
بمشق آن هوا از سرهوشی
کسی کانجا، گزین کرده وطن را
دران شهریت، از بس سخت سرما
... .. چو خواهد، از حیاطش
درختی را که، بروی برف ریزد
گل برف، از درختان آشکار است
درخت از برف، بهر عیش جوئی
هوا دارد بسردی گرم جوشی
چنین شهری بگیتی دلشین است
ز سرما باوجود سینه چسپی
به دی مه خلاق تا سردی کشیده
سزد گر، قدر آتش بر فرازند
بهر خانه، یکی معنی شناس است
ز علم و فضل خلقی فیض یابست
در هر خانه مطلع باشد آنجا
به معنی بیت و ش چون خانه غرق است
ز بس، شاعر در او، آرام بگزید

زبان میروید از خاکش چوسوسن
 چو آهو، معنی برجسته در دست
 زمین او، زمین شعر گسویی
 که بحر او بیبحر نظم مانا است
 هزاران معنی با رنگ پیدا
 بسان سرو، موزون رسته آنجا
 بذکر آورده تعمیر درونی
 هوا، از خانها در تخته بند است
 که چوب خانهایش سبز گشته

درو صد نکته سنج نادره فسن
 ز فیض خاک او، آرام چو گشت
 بود از بس رواج نکته جوئی
 سفینه با سخن سنجان داناست
 ز خاکش، ریشه گلها هویدا
 همه کس، طبع شعری کرده پیدا
 کند هر خانه، از نیکو شگونی
 نسیم، از باد کهشا ارجمند است
 هوایش آن چنان، زهت فرشته

خانهای چوبین کشمیر

قصور جنت، از وی چوب خورده
 که بسته دست صنعت کار بر چوب
 چو جوهر های تیغ اندر نیام است
 به پشت بام او، مہر نبوت
 شده از گونه قنبول گلفسام
 باین معنی است، نام بام او بام
 محطط روی دیوارش، ز ریحان
 که لب شیرین، ز شکر خند گل بود
 ز دلها زان بود پیوسته آرام
 ز سبزه سبز شد پشت لب بام
 لب بامش، ز موج آب، شد چاک
 لب بامش، زده از ژاله تبخال
 کشیده خط ازان رو، روی دیوار

بنای خانها، از چوب کرده
 بدان سان، خانه چوبین دل آشوب
 درو صد پاک گوهر را مقام است
 ز داغ لاله از روی صفوت
 ز جوش لاله، دروی هر لب بام
 سپید است آن شگوفه، صبح تا شام
 درین خوانده، دل باب گلستان
 از این بو بام دل بود
 ز ریحان، خط بود گرد لب بام
 بسان لعل، خوبان دل آرام
 برو بارید از بس ابر، ز افلاک
 شده از جوش باران، بسکه بیحال
 نباشد جز بریحانش، سروکار

مناظر باد و باران

برآرد ار هوا از لکه ابر
 ز طرز اختلاطش، چشم بد دور
 ازان در، تازه روئی بر سر آمد
 که بخت پیر هم، روی جوان شد
 چو خط، بر گرد در وی نازنینی
 بزیر پای آتش دارد، از برق
 پی قوس قزح زاغ کمان است

بسیر گلشن او گشته، بسی صبر
 بخون گرمی، گلش گردیده مشهور
 گلش، از اهل گلشن، خوشتر آمد
 هوایش عشرت افزا، آن چنان شد
 بگرد هر چمن بین خار چینی
 بشوق، ابر از سراغ او بود غرق
 بکوه از داغ لاله کی نشان است

روان از چشمه خور، جوی شیراست
گل صبح، از خط خورشید ریشه
چو ساحر ابر را در شیشه کرده
تخلص میکند ابرش صحابی
شده جوی چمن رگ در تن او
ز خاکش چشم روید سرمه آلود
بجیب لاله بینی مشک خود رو
چو داغ لاله روید، مشک از خاک
درین بغیر از دسته تیر
بغیر از غنچه پیکان که دیده
ازان در دسته گل صیب جایش
ز موسیقار نی بست است خانه
چو شهر ... موسیقار پرواز
زنی فواره آسا، آب جوشید

سپیده صبح دم، آفاق گیر است
دواند در زمین او، همیشه
ز سحر آنجا فلک اندیشه کرده
روان کرده ز آتش فیض یابی
هر آن کو، کرده جا در گلشن او
چو شهلا بسکه افزود
بکوه و دشت او بسی هیچ آهو
بود از بس، زمین او طربناک
ندارد غنچه جای دل فرو گیر
درین گلشن ز بس گل بر دمیده
نه بینی غنچه در بستان سرایش
درو رامشگران را جاودانه
بسوی آن دیوار نغمه پرداز
هوا آنجا، ز بس شاداب گردید

آلات ساز و آهنگ

هر آن فصلی که خوانده فصل او بود
بهر رودی، کدوی هندیان بین
کدوی بین برای آب باری
بگرد قال از فواره نسی بست
برود تسال، بینی زمزمه ساز
جسایش کاسه طنپور گردد
بهم شد صحبت سار هرا کوک
برود، از چنگ، در افکنده دامی
به پرده گفته از آهنگ رازی
هوا را هم، ز باران چنگ در بر
پی پرواز موسیقار شهپیر
دهد می چون کدوی می پرستان
بآتش صود زهره اوفتاده
توان کسردن لباس از پرده ساز
بزخمه، خون ز دلها، میچکانند
بمفانونی که، جان بازند عشاق
همه را، سازاندر چسنگ بینی

نوا سنجش بطبع عشرت آسود
ستار، از بهر مرد عشرت آئین
بسرود نغمه گاه عیش ساری
بکام عیش خوبان، اندرو هست
بهرسو کف زن، آب نغمه پرداز
روان رود، چون سرور گردد
میان شان نوک
مقام نغمه، باشد هر مقامی
بهر نغمه به بینی نغمه سازی
در او افزون رواج نغمه پرور
ز شوقش، مرغ نغمه راست یکسر
کدوی بین مطرب وقت دستان
ز رشک مطربان پاک زاده
بود از بس که آنجا نغمه پرداز
ز تار ساز، چون گل میفشانند
ز شوق نغمه، دل را کرده مشتاق
همه را، مائل آهنگ بینی

بهر گوشه ، مگر نغمه پرستان
 بوصف ساز ، جمله تازه گفتار
 زده بر رود بریط ، جمله مستان
 همه هندو صفت ، قایل بساوتار (۱)
 سخن را کفش پا از گوش سازم
 نبرده وصف نغمه سنج بازم

هوای^۱ کشمیر

هوای خانها ، تا گشته سیراب
 به دریا ، از حساب فیض پرور
 کسه سنبل میدمد ، از شاخ آهو
 ز جام سقف ، جوشد عالم آب
 صبا را ، هم گذشته آب از سر
 بیفته حرف ... بر خاک این جا
 هوا و آب را ، باهم چه فرق است
 که روی گل ، توان از بساد شستن
 ز دامن ، باد را هم میچکد آب
 سخن هر کس که گوید ، بر تر آید
 دم باد است آنجا ، چون دم آب
 شود نقطه بختش ، تخم ریحان
 نگردد خشک ، مانند خط آب
 صدای آب خیزد ، از هوایش
 باوصاف هوایش ، شسته و تر
 هوا را میتوان چون آب خوردن
 حباب ، آب قدح را ز آب سازد
 دمیده از زمین ، چون بوم دیبا
 بیاران ، دل ازان بسی صبر دارد
 که هم شاخ گل و هم شاخ آب است
 کشیده خون دل ، با نشتر خار
 بسان نامه ، هر موج از هوا تر
 که می کشتی گرفته چون قلندر
 هوا زان گونه ، گردید است دلجو
 هوای خانها ، تا گشته سیراب
 به دریا ، از حساب فیض پرور
 زمین نبود پاک این جا
 حبابش را هوا در آب غرق است
 هوا را شد رطوبت آن چنان فن
 هوای او بود ، از بسکه سیراب
 نفس از بس بشادابی گراید
 هوا از بسکه ، گردید است سیراب
 خط ریحان نویسد ، گر قلم ران
 خط کاتب ، درین خطه ، بهر باب
 بود از بس ، رطوبت آسیایش
 سخن سر میکند ، طبع سخنور
 نباشد خوش ، برای آب مردن
 همی چون کوه ، گسر طرفی طرازد
 بغیر از تخم ، صد گلکهای زیبا
 هوایش ، مایه صمد ابر دارد
 چنان شاخ از رطوبت ، بهره یاب است
 طراوت ، از رگ هر شاخ صد بار
 شود مکتوب ، بر بسال کبوتر
 بدان گونه ، هوایش فیض پرور

زمین کشمیر

ز بس خاک از رطوبت گشته شاداب
 ز بساران ابر همچون کاغذ بساد
 کشد مثل زمین در چشمها آب
 هوا گیری ز دسته کرده بنیاد
 شده دامن کشان ، صحرا خرامان
 ز سیرابی ، زمین بگرفته سامان

۱- اوتار پتی که هندو خدا دانسته میپرستند .

چو خال عنبرین مویان، چه مشکل
 بسیرابی، زمین از بسکه گوشد
 زمین هردم ز بس سیراب گردد
 زمین کرد، از رطوبت بهره یابی
 بخاک، از بس رطوبت کرده منزل
 زمین زانگونه گشته، سبز سیراب
 اگر واقع شود زان خاک سیراب
 ز سیرابی خاکش، مرغ بیتاب
 رطوبت، خاک را تا کرده شاداب
 درو آبت خاک، از بس نصارت
 چنان مردم، بیادش عهد بستند
 در آنجا باد، تا بگزیده مسکن
 بنای خاک بس کاجا بر افتاد
 ز بس خاک از رطوبت، گشته سیراب
 بساط خاک، زان سان در نوشته
 قلم در آن زمین، زانگونه سیراب
 رطوبت آنچنانش، گشته تا در
 صفا از بسکه با خاکش پرداخت
 ز سرسبزی عرعر
 گرفته طبعش از باران سکونست
 نه برق از ابر، پا بیرون کشیده
 تو بر فواره گر نرگس گذاری
 بسیرابی ز بس کان خاک پرداخت
 هوای او ز بس شاداب گردید
 جهان از بسکه شادابی گزیده
 هوا هر لحظه میگردد، وفا گوش
 ز باران رسته، تا گردیده بی صبر
 رطوبت تا نموده فیض ناکی
 زمین دور از رطوبت فیض یاب است
 هوایش بسکه شادابی گزیده

چو کتون گر سبز گردد، دانه دل
 چو مرغی، دانه چینه آب نوشد
 درو جباروب موج آب گردد
 که مرغ گل، درو شد، مرغ آبی
 حساب آب، گشته مسهره گل
 که باشد، پشته گل هاش، در آب
 کجا گردد تیمم بساطل از آب
 بگاه دانه چیدن، میخورد آب
 رود از کف برون، مانند تر آب
 چو کشتی ران بود چوبین عمارت
 که بال بادزن را، بر شکستند
 نیرزد بسادی بادبیزن
 ز فکر کرده فارغ گشت استاذ
 ز نقش پای جوشد، چشمه آب
 که بام خاک دیگر دانه گشته
 که از خط غبارش، میچکد آب
 که هم گل، هم حساب است این گل تر
 ز گل انبوه چون دل میتوان ساخت
 شود او آب روو نغمه پرور
 ز روی ابر، میبارد که چونست
 ز تیغ کوه، کوهش خون چکیده
 جهد چون چشم بهر گریه کاری
 ز خاکش، سبعمه شبنم توان ساخت
 ترازو را ز چشمه آب جوشید
 ز جدول صفحه را گل بر دمیده
 نسازد ابر تا او را فراموش
 در انگشت رگ ابر
 زمین زان شهر کرده خاکی
 که خاک انداز او چون موج آب است
 ز شاخ آهوان، لاله دمیده

وصف کوه پیر پنجال

مرید او بود، چرخ کهن سال
ششم انگشت بهر پنجهٔ محور
حنا، بر پنجهٔ خورشید، بسته
برون از بیضهٔ خورشید گوئی
کیماب آتش خورشید کبکش
بود بر پنجهٔ خورشید ناخن
کشیده پنجهٔ خود شاخ آهو
مگر کوه گلستان است آن کوه
گل او، همنشین تار چرخ است
گل پرهای طاؤس است خورشید
بری از کبک او باشد مه نو
که کبکش، آتش خورشید خورده
که اشک چشم طاؤس است، اختر
بزیر بال دارد بیضهٔ مهر
پر طاؤس خطهای شعاعی
ازان رو، پارسی من، دری شد
گل پرهای طاؤس است همسر
بآپش آسیای چرخ گردید
بود جامه گزیده قطب گردون
که از پردیش (۱) کبکان دانه چیده
که آب از چشمهٔ خورشید، خورده
باین معنی است شاهد حال طاؤس
تواند بار دیگر شد بجنّت
نهاده بیضه آنجا نسر طائر
بفرق خود، نهاده چتر طاؤس
تو پنداری که، طاؤس اجم است
روایت این حدیث ... طاؤس

تسمائی الله! کوه پیر پنجال
رگ ابرش بود گاه تصور
هر آن لاله، که بر او جش، نشسته
همی طاؤس آمد، از نسکوئی
هلاک لذت جاوید کبکش
فرازش برگ لاله از سر و بن
چراگه کرده تا از قلعهٔ او
شده گلها بدامان وی انبوه
برفت، بسکه او جش بار چرخ است
بران کوه، از کمال فیض جاوید
بود بی مایه با چرخ سبک رو
بنوعی، سر باوج چرخ، برده
باوج چرخ، برده آن چنان سر
نموده ز آسمان طاؤس او مهر
شده از مهر با حسن مساعی
پی کبکش، زمین مدحت گری شد
فراز قله اش، با لالهٔ تر
هر آن چشمه، که از او جش بجوشید
علو او، ز بس گردید افزون
بدان سان شیوهٔ رفعت گزیده
چنان کبکش، بگردون راه برده
شود خورشید کسر بال طاؤس
همین طاؤس او بی منست
ز برف است این که بروی گشته ظاهر
سر انجم، به تیفش گشته مانوس
دلش را، ز آتش خورشید هم است
بود بهر ضمیر فیض مانوس

وصف کوه ماران

رقم خوشتر برصف کوه مارم
 رگ ابر سیه کرده مقامش
 دهد از فرحتی فسال طاؤس
 ازان ، مرغش هوای آفرین کرد
 هجوم کبک ، بروی آن قدر شد
 چنان طاؤس بال خویش شسته
 زمشرق خود ، سحرگه دم کشیده
 به نزدش لاله و گل در زمین بوس
 باو ، زان شد سیه مستی حواله
 شده در رفعت او ، آسمان گم
 پدان گونه ، به لاله ره زند کبک
 ملک بر قلعه او ، راه برده
 شده طاؤس او ، نیکو شمایل
 شده از پهلوی خوشحال طاؤس
 جهان بینی زورق دراو است
 بررفت بسکه اوچش همعنان شد
 چنان بر قلعه ، سبزه زار کرده
 مصفا چشمه اش ، از ابر سیراب
 ز رفعت ، بسکه تکیه آسمان جو
 بلندی را ، رسانیده است ، بر اوج
 بوصف او نهم ، از طبع والا
 توانم کرد اندر وصف ادکار
 ز پس در سرکشی گردیده بی صبر
 رگ گردن نموده ابر آنجسا
 نه برف است این که ، اودر خاک دارد
 فیارد شد سفید آنجسا ، بجز برف
 نه برف است این که ... است بی صبر
 ازان رو سردیش دایم امید است
 مراتا از ثنا برف امید است
 نه کوه آرامگاه برف گردید

که نام مار کلک ارقم گذارم
 باین معنی است کوه مار نامش
 بزهره دائره از بال طاؤس
 که چون از کائنات ، آنجا گزین کرد
 که خود را گرد بالش پر ز پر شد
 که گل از چشمه خورشید رسته
 سری باشد به قبیغ او بریده
 تبسم آمده از کبک و طاؤس
 که اندر باده ، افیون داشت لاله
 مرصع تاج طاؤسش ، ز انجم
 که لاله خندد و قهقهه زند کبک
 مگس ران ، از پر طاؤس کرده
 حذف نماید را بسته جلاجل
 به بینی حلقه اش از بال طاؤس
 که وصفش دستگاه نکته ساز است
 سید گلهای او را ، آسمان شد
 که قینش ، قبضه میناکار کرده
 چه غم دارد ز یم ابتر آب
 زحل گردید ، داغ لاله او
 به پیراهن ، ز رفعت فوج در فوج
 معانی ، بر سر هم کوه بالا
 بسنگ او کنسم اشکار
 رگ گردن نماید از رگ ابر
 فشانده ، در سر او باد ، گویا
 همی بخت سفید ، از چرخ باره
 چسان بندد کسی ، از جاده اش طرف
 دمیده لاله چون شاخ از رگ ابر
 که برف آن کوه را بخت سفید است
 معانی جمله شرم رو سفید است
 سفیده بر عذار خویش . مالید

سپیده دم میان اندر دل شب
 که کرده کوه را ، خوش میناکاری
 تو گوئی پهلوان پنبه در کوه
 گل پنبه نسایند آفتابش
 بود اختر ، بجای پنبه دانه
 از آن ابر کفها بر لب آرد
 ز جوش آهوان در پوست پوشی
 ز فیض فرحتیها ، سبز بخت است
 چو در لفظ متین شعر پر سوز
 شده در آتش موهوم پیدا
 درون سنگ ، هم پر سوز بوده
 چو شاطر ، پر کمر زنگوله بسته
 بسپهد جسامت بارانی ابر
 سفید صامه اش ، از برف بر سر
 ز موج چشمه ، تیغش راست جوهر
 هزاران زخم ، همچون سنگ سودا
 ز داغ لاله دارد مسوریانه
 که از بس شاد کرده ارجمندی
 بود این وجه آفت نا رسیدن
 مگر کوهان ، بختی سپهر است
 درون چون ناخن چیده بخاک است
 ز برفش ، یافت پنبه داغ لاله
 درو پا لغز ، مرگ ناگهانی
 بلا را آب تیغش برگ داده
 ندازد هیچ جز وحشت گرائی
 کشاده چرخ ، پنداری ، رگ سنگ
 که چون کوه سرین ، گردیده سمین
 که شهری هست نبود روستای
 بود کوه سرین در خانه زوین
 از آن رو گرد او گردید شهری
 ز پهلویش جهانی ارجمند است

بکه شبها ز برف سحر مشرب
 به بین در برف ، ز اندیشه گذاری
 ز بس بر سنگ کرده برف انبوه
 ز بس گردید پنبه چرخ تابش
 درو از برف ، پنبه جاودانه
 دزخت آنجای ، ابر از سایه دارد
 عجب گدوی ز روی تیز هوشی
 ز فرط آهوان چون پوست تخت است
 درون سنگ ، آتش چهره افروز
 نه بر سنگش بود ، لاله هویدا
 دل سنگ ، آتش پنهان نموده
 ز لاله ، کوه اندر خون نشسته
 چو گردد زور باران ، کوه بی صبر
 چو صوفی ، خرقه اش از سبزه دربر
 بود از ابر ، دایم دامنش تر
 ز تیغ سرج ، اندر سنگ پیدا
 به تیغ کوه بین کوه جاودانه
 بود این ز آفت گر بلندی
 قیاسد چشم بد آفجا رسیدن
 عجب کوهی که چرخش گرم مهراست
 هلال آسمان ، گر اوج ناک است
 کند باران ، بسنگ او حواله
 پلنگ او ، بسلائی آسمانی
 پلنگش مار خوب مرگ داده
 پلنگش از صفات خارپای
 دمیده ، لاله های آتشین رنگ
 پذیرفته ، چنان از برف تزئین
 از آن بسا شهر دارد آشنائی
 بشهر اندر نشسته گرم تمکین
 نصیبش از بزرگی هست بهری
 دماغ شهر ، از فیضش بلند است

که شهری هست، خوش در سایه او
 ازو سرکش تری، در شهر نبود
 گرفته بهر آن در دائره جسا
 کشیده تیغ و بنشته پیاره
 ازان در دامنش پیوسته شهری
 بدین معنی کند، شهری تخلص
 هجب نبود که، عزلت برگزیده
 رسانیده، بهفت اورنگ پایه
 چوکوه طور، با آتش بود یار
 ز برف، آن کوه چون بید سفید است
 ستاره چون فرود آید ز گردون

وسیده بر فلک، زان سایه او
 حریف او، کسی در دهر نبود
 هزیمت گر بود از سحر پیرا
 بود ابر از فسن آن رزم کاره
 ز فیضش هر یکی را، هست بهری
 کنند از ابر شعر تر تفحص
 بشهر، از پای در دامن کشیده
 در افکنده، باوج چرخ سایه
 دمیده، لالها زان کوه خونخوار
 ز تیشش، خلق لرزان همچو بید است
 تگرگ از کوه پنا ننهاده بیرون

وصف کوه

که در میدان سنگم، هست جولان
 هر طاسوس چون قوس قزح بود
 زده آن کوه ازان بر سر گل اهر
 نیام از چوب گشته تیغ او را
 چراغ لاله اش را، دود ابر است
 شکار قلعه او پنا کبھی گن
 ازان رو چشمه آنجا قلتین است
 قناعت کرده با بادام کوهی
 ریاضت شیوه اش گشته چو او قاد
 همه از لسکهای ابر دوزد
 که از وی آب غارا نوش آمد
 که این سنگ گران پوشیده بگذار
 نخستین گام برفش پنبه کرده
 ازین پنبه بجز منصور حلاج
 ستاده نزد او، دامن بدنندان
 مرصع تیغ از دم پلسنگش
 کشد در دامن او آسمان پای
 بصابون شسته خور دامان او را

بر انگیزم بوصف کوه، پکران
 به تیغ کوه، بال خورش بکشود
 بطینت چون ظریفان است بی هیر
 بود باران بگردون منیخ او را
 بلندی بسکه از وی برده صبر است
 پهل شاهین و فکر آگهی کن
 دو قلعه آبها، شان بین بین است
 چو مرتاضان، ز بس دانش پژوهی
 دلش از کن فکان گردیده آزاد
 مرصع قنا دل حساد سوزد
 دل سنگش چنان در جوش آمد
 صدای کوه، باخود کرده تکرار
 کسی گر سخت جانی ره برده
 فگردد کس رها با طبع محتاج
 بآن رفعت، بسان درد مندان
 به تیغه دسته داده شاخ رنگش
 ز رفعت بسکه گشته اوج پیمای
 قلک اندوخته سامان او را

چو سبزه، آسمان پیرامن اوست
 ز برق و ابر، گرد او مواکب
 گل خورشید، اندر دامن اوست
 به تیغ اوست جوهر از کواکب
 خیال قطع آن ره یک قلم هیچ

باریکی راه

کنم از بیم راه او جفا جو
 چو خط مهر، باریکی گزین است
 بو صف او، همین یک نکته، کافی است
 میان ابر، این ره گشته فرق است
 ز چرخ آید فرو، تیفش ازین راه
 نهد بر خط آن ره، راهرو سر
 ز باریکی، بکوهست آن ره تنگ
 ز سبزه کرده آن ره کام جوئی
 هزاران سخت جان، در ره برفتار
 بود دروی چو کس بنهاد جامی
 دران ره نیست، جای گام فرسا
 قلم در وصف او، لنگی گرفته
 کسی را، گر سر پیمودنش بود
 رهی کش کوه کرده سنگ ساراست
 چراشک مردم، افتاده براه است
 نه از سختی این راه، آگاه
 دل خسرو، نه تنها روبه تنگ است
 دور، ره پوی را، با مرگ کاراست
 نیسارم برد، نام آب خنجر
 بر او نبود قدم سختی گزیدن
 بماتم راه رو نخل پسندیدند
 خوشست آنجا، بمی نوشی فتادن
 چو آنجم، جانب آن ره گراید
 دران ره، جز اجل، کس ره نما نیست
 نه راهست، این بسختی کرده آهنگ
 رهی چون خط بشکست آرمیده

تهی از معنی باریک پہلو
 ره سر چشمه خورشید این است
 که قطع راه کردن، موشگافی است
 ز بهر گیسوان ابر، فرق است
 نیم، جز این قدر، زین راه آگاه
 پسان خامه، بر خطهای مسطر
 کشیده جدولی، بر صفحه سنگ
 کشیده خطی از زنگار گوئی
 چوناخن های مطرب، بر سرتار
 ز نقش پا چو نقش نغمه نامی
 ازان شد هرزه پیمان، راه پیمان
 ز وصفش قافیہ تنگی گرفته
 بجز با کاسه ها زانو نه پیمود
 بسیرش، ره نوردان را چه کاراست
 ز باریکی، مگر تار نگاه است
 رگ سنگ است، پنداری تو، این راه
 که دست کوهکن هم، زیر سنگ است
 ازان هر سنگ او، سنگ مزاراست
 که دارد تیغ کوهش، آب دیگر
 که تیغ اوست، فارغ از بریدن
 کز آب تیغ، او سرمبز گردید
 بمی تیفش نیساید آب دادن
 بدندان هقده زان رشته کشاید
 قدم، پا ره گسائی آشنا نیست
 گل ابری، دوازده ریشه، در سنگ
 که کوه آنجا به بینی خط کشیده

پر از سوراخ ، همچون سنگ سودا
 بسان خط ، ز عرضش نیست قسمت
 و ایساد ثلثه نیست جز طول
 تو گوئی ، عشق بیجان ، رشته در سنگ
 هزاران مصرع سنجیده ، گفتم
 درون نقش قدم ، نقش نگین است
 بریده مرغ روح رهگرا بود
 نگه افگند و پا کرده سبکسار
 نیارد حرف خورد را ، کرد بالا
 نیارد قطره ، زو جز اشک دروی
 بقطع راه ، بار خود صبک ساخت
 سپاه فکر ، سر افگنده بشگفت
 به تیغ کوه ، آن ره را بردند
 بمصرع ها سفید خوش بود خوش
 ازان شد ، باد پیمان راه پیمان
 پی پیمودنش یساید اگر تیر
 همین برق اندرو ابرش جهانده
 زره بگذشته رهرو در گذشته
 گذشتی مشربسان را هم گذشتن
 به بندی سبز گردد ز آب تینش
 که نبود حاصل گامش بجز هیچ
 سپر از مردمک افگنده دیده
 میدان سنگ ، گشته آشکارا
 رگ ابرست ، پنداری ، دران کوه
 ز اوصاف سخن ، باریک سازم
 بسان تار شمع افتاده در پیه
 هفتا رشته تار آئینه برف
 قلم را ، از زبان ، گر مو بر آید
 درو افتاده از پا ، چرخ ایمن (؟)
 همی از زلزله چون نبض بسته
 چه مشکل ، گر بر آرد رشته دریا

دران ره ، رهروان را ، میشود پا
 بباریکی ز مویش گشته نسبت
 فصیب آن راه را ، چه وجه معقول
 رمی سنجیده اندر کوه بس تنگ
 بوصف او ، در اندیشه سغتم
 فرو رفته ، ز پس پا در زمین است
 چوراه نغمه ، این ره بر هوا بود
 درین ره ، چشم رهرو گاه رفتار
 کسی بر قله اش ، با فکر والا
 کسی آن راه مشکل ، کی کند طی
 دم پرواز ، مرغ آنجا پر انداخت
 برفتن ، چون درین ره ، خوی بگرفت
 دران ره ، چون قدم سختی گزیدند
 تموج سبز ره افتاد دلکش
 دران ره ، بر هوا شد گام فرسا
 دران ره ، راه پیمان شد کمان گیر
 درو رهرو ، چوزه در بند مانده
 بران کوه ز خونابه سرشته
 درو مشکل بگه ره نوشتن
 چور رهرو ، نخل ماتم بی درینش
 صبا پیچیده ، با آن راه پر پیچ
 دران ره ، تاگران باری کشیده
 رمی بساریکتر ، از تار خار
 دران ره ، ابرها تا کرده انبوه
 تن از اندیشه آن ره گدازم
 بران ره ، برف بینی تپه در تپه
 ازان ره ، زال چرخ ، از فکرت ژرف
 عجب نبود ، چروصف او سراید
 رمی ، باریک تر از معنی من
 ز باریکی و تنگی ، طرف بسته
 دران ره ، هر که گردد گام فرسا

ز بهر شمع ، برق از رشته گردد
 چو راه نغمه ، از دل خون چکاند
 تواند ، وصف او کردن ، سخنور
 فرو رفته بخسود ، مانند نامه
 که چون موی میان ، با کوه باشد
 ز پیچش گشته پر چین دامن کوه
 که موی بینی کوه است آن راه
 بسود تبار نگاه چشم انجم
 سخندان جیل شیرازه بنسند
 همی رشته بر انگشت رگ ابر
 که همچون رشته بارانست از ابر
 نشسته رهرو از پهلوش در خون
 بدین رشته ، ازان پیوندش افتاد
 که ژاله ، گوهری در ریمان است
 چو سوزن چشم خود ، بر رشته دوزخ
 ولیکن شافه اش از شپهر مرغ
 شود گوهر سزد ره رشته او
 شده تبار می گلدسته ابر
 ز قطعش ، حاصل رهرو همه هیچ
 ازان افتاده ، اندر پای ابر است
 ولی افتاده اندر دست افلاک
 چو راه نغمه پا لغزی پدیدار
 ز ساق هرش باشد رشته موی
 کج باریک ازان دلها خراشد
 ازان شد ، کاسه زانوش مودار
 ازین ره ، از کف پا خاسته مو
 بر آورده چو مو از ماست او را
 همانا هست راه خفته این راه
 که راه خفته را ، بیدار کردند
 ذراع خانه پیمودن نیارد

سزد ، با تاب چون آغشته گردد
 رهی کانجا ، کسی چون کام راند
 ازان ره ، گسر بسازد تار مسطر
 رهی پیچیده ، همچون نای خامه
 چنسان باریکیش انبوه باشد
 درو پیچیدگی گردید ، انبوه
 نشد جز موشگاف ، از وی کس آگاه
 رهی گشته ، درو ضد راهرو ، گم
 ازان رشته ، بدیوان چون پسندد
 به بندد تا به باریکی است بی صبر
 چنان از جوش باران ، گشته بی صبر
 رهی داده درونش رشته گردون
 گل ابر است ، آنجا کاغذ باد
 بنوعی ، ابر بر وی در فشان است
 کسی کو ، دیده زین ره ، بر فرزد
 رهی چون موی و سیرش در خورد مرغ
 فتد گسر آبله ، در پای ره پر
 بباریکی ، ز ابرش رفته تا صبر
 رهی چون شاخ آهو ، پیچ در پیچ
 نه ره ، بل ریشه گللهای ابر است
 رهی ، چون رشته تسبیح ، در خاک
 رهی گشته ، ریباب زعد را ، تار
 رهی دل را ز قطعش آرزوی
 بلوح سنگ حرف همزه باشد
 بزبانو ، راهرو بنشست ناچار
 ره باریک ، حیران گشته ره جو
 ببرف افتاده ره تا راه جو را
 بخوابش ، طی توانی کرد ، دلخواه
 ز سختی ، ناله های زار کردند
 ره وصفش ز خاطر پیش دارد

منظره دریا و گلپای گوناگون

دگر گلگشت دریا ، میتوان کرد
 ز گل گردیده دریا ، آرزو یاب
 ز فیض جلوه گلپای سیراب
 گرفته بط ، پی آن طبع بلبیل
 پر از گل ، گشته هر سوطاق پلها
 ز انبوه گل رنگین و سیراب
 چه مشکل ، گر بر آید بی تعلل
 بساب ، آمیزش گل ، خوشتر آید
 بدریا دستگاہ گل فراخ است
 شده گلپا ، ز دریا بهره اندوز
 بدریا داده گل ، مرض تجمل
 نگر در آب گلپای نو آئین
 تو پنداری ، گل رنگین و شاداب
 نیارد کس ، ازان دریا عیان تافت
 بدریا گشت گلپا پرتو افکن
 خط آتش نوشته ، شرح گلشن
 ز دریا ، آتش گل کرده روشن
 بدریا ، شاخ گل ، سر بر کشیده
 بروی کارش ، از گل آید آبی
 ز فیض جوش گلپای نو آئین
 همه گل را ، بروی آب آرد
 ز بس بیرون دمیده گل ، ز آتش
 ز بهر صفحه آتش ، گل قر
 ز یمن فیض ، با آبست همسر
 ز فیض موج ، رنگین است و شاداب
 کشیده ز آب سر گل ، فوج درفوج
 دران دریا ، بزیر طاق پلها
 دران دریا ، چنان گلپازده صف
 بساحل ، تا نظر گاه هوس ، بود
 ز بس در آب ، جوش گل ، شد افزون

ز کشتی کفش در پا میتوان کرد
 بمی گل کرده اکنون خوبی آب
 گلستان میتوان خواند از خط آب
 که گشته آستین موج پر گل
 بدامن میبرد گرداب گلپا
 تو گویی گشته گلگون کره آب
 حساب او ، برنگ غنچه گل
 گل روی بسلف موج باید
 درم ماهی پر از گل شاخ شاخ است
 ازان رو ، کرده ماهی جامه گل دوز
 شده هر قطره ، از وی تخم ضد گل
 بسلف شیشه مینای رنگین
 نکوئی کرده و افکنده در آب
 که کشتی کشتی آنجا گل توان یافت
 بروی آب آمد راز گلشن
 بهار افکنده آنجا ، طرح گلشن
 بیکجا ، آب و آتش ، کرده مسکن
 ز شاخ آب ، بسینی گل دمیده
 ز بوی گل ، بسود آتش گلابی
 شده دریا ، چو بحر شعر رنگین
 بغیر از موج گل ، موجی ندارد
 نسیم گل ، شده وقف حبابش
 به بست ، از ریشهای خویش ، مسطر
 باین معنی است پنداری ، گل تر
 ندیده هیچکس ، گل را ، برین آب
 بهتر سو ، آب و رنگ ، افتاده در موج
 بروید موج ، چون جاروب گلپا
 که دارد آب او ، گلدسته بر کف
 گل و سنبل ، بجای خار و خس ، بود
 سوار آب ، دارد اسپ گلگون

حبابش را بهندی بلبله نام
 هزاران کسنده گل آشکارا
 پهای بادپایان آب نعلست
 برنگ نکته تر، گشته رنگین
 که زلف موج گردد، رشک سنبل
 بود هر موج او، سطر گلستان
 تو گوئی، دوخت گل، بر چادر آب
 چو رود ساز، رنگین نممهایش
 به پیشانی سبز آن خط صندل
 نصیب او، همیشه جاه آب است
 که گشته، کوچه باغی، کوچه موج
 روان بر آب گلپای پیاده
 شده با گل، حریف جلوه سازی
 تو گوئی، با کدوها خون کشیده
 بهر شیشه پری در جلوه سازی
 قلندر وار، کشتی پر میان است
 چو مستانست کشتی، بر کف او
 که نیلوفر، سپر بر آب، انداخت
 تو گفتی، آب گشته ریسمان باز
 کند صد پاره دام صید جو را
 سزد چون سنگ سودا دام مشکین
 حبابش، مهره بر کاغذ کشیده
 که گوش کشتی، از شورش گران است
 که بر گل، موج او، بکشاده آغوش
 که از باد است، سرگردان حبابش
 حبابش را، بسر زان بادها بود
 ز شوق آب کاری، موج بی آب
 از آن، مغز سر او نیست جز باد
 نوا، در پرده کوچک، هروده
 اگرچه، ریگ اندر موزه، دارد
 که حال بحر را، او غور رس بود

بود وارد هوای گل چو ناکام
 بدریا چون حباب جلوه آرا
 ز برگ گل، که رنگش گشته، لعلست
 ز بس، آبش ز گلها، جسته تزئین
 چنان سبزه، ز آب او کند گل
 خط آبش، نمایند سنبلستان
 قضا افگند گل، بر بستر آب
 نگر آب و گل حیرت فزایش
 ره اندر سبزه دریا، مثلست
 نگین، انگشت موجش را، حباب است
 چنان در آب، گلها فوج در فوج
 شده، تا موج گردیده زیاده
 بهر جانب کدوی آب بازی
 ز دریا، سو بسو، گل بر دمیده
 حبابش کرده، طرح شیشه سازی
 حجب آبی که، فیض او عیان است
 شده از کار، آب بس طرب جو
 کول، گلگون خود را، آنچنان تاخت
 ز ساق هر گل، با طبع طناز
 بود نیرو ز بس ماهی او را
 ز بهر صید، ماهی های رنگین
 خط او، شیوه دلکش، گزیده
 صدای خنده موج، آن چنانست
 ز دریا، صد چمن گل، میزند جوش
 فتاده شورشی، در جان آبش
 بکار آب، دایم آشنا بود
 بسط او، آشنای عالم آب
 حبابش، در غرور و کبر افتاد
 سیابش، زمزمه ها آزموده
 بلبل، جز حرف شادابی، نیارد
 حباب از لطم تار زلق بس بود

ممهای حسابش تازه مضمون
 نسیم گل، که در جانها بیاسود
 شده اندر جوانی از هوس پیر
 حسابش، وقت را زان داشته پاس
 پر موج، او کشاده طائر آب
 دران دریا، کسی از بیم آبش
 بهرسو آب، نغمه سنج، از حال
 قو گوئی، سبز کشتی گشته دریا
 برفت از خویشتن، چون راز بکشود
 بود گر موج او، از راه مردان
 حساب او، ندارد در جگر، آه
 بسبزه، برده آب او، پناه است
 بدزیا، موج گل را، مسکن آمد
 همین دریا جنون تازه دارد
 علاج بحر، غیر از چوب گل نیست
 چنان، دریا شده از موج، بیتاب
 حساب او، ز روی فیض خواهی
 ستاند بحر، چون گیرد ره اوج
 ز یک بحر، آمده پیوسته بز اوج
 ز شوق گلرخان جلوه پیرا
 حسابش، با صبا، در کام جوئی
 حسابش، کی بدریا پا فشرده
 چنان خوش وصف، این آب صفا جو
 چو دریا، بر سخن گردیده شیدا
 ز نزهت بحر او از بس که، نیکواست
 عیان گردیده فیض مطلق آنجا
 دران دریا، کسی از فیض خواهی
 پیرفتار، آنچنان بیتاب گشته
 شده ماهی، بدریا آشنا رو
 به بینی که نوشته ماهی سیم
 یدان سان، دولت دریا جوان است

کز اسم نسیم، آرند بیرون
 حسابش را، گل روی سید بود
 حساب او، ازان گشته نفس گیر
 که گشته، شیوه او پاس انفاس
 ز صیدش، تیر کشتی گشته بیتاب
 سر زنده، ندارد جز حسابش
 نواهای موافق، گشته پامال
 درو راودش، موجه کرده پیدا
 حسابش را، بدل سر نکو بود
 ولی باشد، حسابش کاسه گردان
 زده بیهوده بروی، موج قهقار
 تو گوی، بحر آب زیرگاه است
 تو گوئی، بحر، بحر گلشن آمد
 چو دیوانه ازان کف بر لب آرد
 ولیکن چون کند در کیسه پل نیست
 که زخم موج هم برداشته آب
 فکنده گوهر، اندر گوش ماهی
 ز کشتی تخته از بهر در موج
 هزاران مصرع پیچیده موج
 همی جسته ز موج ابر و دریا
 بریده چشم آب، از شوق، گوی
 صبا دو آب، گوی، غوطه خورده
 که ماهی، چون زبان، گردد سخنگو
 ز ماهی صد زبان کرده است پیدا
 زبان فیض جویان ماهی اوست
 ز ماهیها، هزاران زورق آنجا
 نهد گر کفش، گردد همچو ماهی
 که ماهی، کفش پای آب گشته
 پراز سیم است، از بس کیسه او
 نیابد بر زبان جز ماهی سیم
 که بسی سکه، ز ماهی روان است

ز خشکی، پنجهٔ مرجان، نماید
 بسان سورهٔ کسوتر باعراب
 که دریا، شوربای داشت مرسوم
 شده دلها، هلاک آب و تابش
 ز شبنم گل سپند آب کرده
 حبابش، میشود تمویذ بازو
 که فرش گل، بود در کوچهٔ موج
 شده چشم حباب، از خواب بیدار
 نگر بر چشمهای آب مژگان
 پبای آب، انگشتان پدیدار
 ز ماهی جسته چشم آب گوی
 که ساق شاهد موج است مائی
 که بهر تهر، کشتی گشته پیکان
 شده ابروی سبزان طاق پلها
 دم ماهی پر مرغابی موج
 فروبگرفته، از مه تا بماهی
 بآب، از چشم ماهی، دید دامی
 که پیدا کرده از ماهی زبانی
 چو انگشتان دست گنج بخشان
 کف دریا، زر رنگ حنا، ساخت
 ز گلها، مصرع ماهی است، رنگین
 خط آبش نیاید از رگ گل
 که گشته گوش ماهی، پر ز شنجرف
 پل ماهی، زر سرخ است، اکنون
 بدریا گوی، ایسام بستست
 برسخی، خط آب او، نوشته
 همانا آب لعلست آب دریا
 که بط، هم رنگ با سرخاب گشته
 همین رو داشت، گوی رود سرخاب
 پل ماهی، نماید برگ لاله
 حباب آسا، ز سر تا پای آبست

بآب سردش، ار دستی، در آید
 ز سبزی، مینماید خط این آب
 ز سرپوش حبابم، گشت معلوم
 عروس آب را، برقع حبابش
 کشوده گل بآب از چهره پرده
 بدریا، بسکه افتاده است، دلجو
 بهار، آن گونه در دریاست، براوج
 گلاب، از بس نشاندش گل بر خار
 درون بحر، ماهیها پریشان
 بدریا، ماهیان را روز بازار
 همی ارزد ز روی تازه روئی
 نگر نیکو در او، ار جلوه خواهی
 بدریا، تیز رو ماهی، بدان سان
 بدریا، از پی گلگشت گلها
 شده ناقطره زن سر کرده بر اوج
 ازان کشتی کنون، خواهی نخواهی
 زده هر کور، بسوی بحر گامی
 بود دریا نصیحی خوش بیانی
 بزر غرقست، ماهیهای رخشان
 بموج گل، چو خود را، آشنا ساخت
 شده دریا، ز موج گل، نو آئین
 کنون اندیشه دریا، صد تامل
 بدان سان آب دل بسته ز گل طرف
 ز گلها آب دریا، گشته گلگون
 کول، رخسار گلغام بستست
 صد فهایش، پر از شنگرف گشته
 بدریا، گشته گلها، رنگ پیرا
 ز رنگ گل، چنان سرخ آب گشته
 ز فیض، موج گل، رنگین شده آب
 کند گل، چون باو سرخی، حواله
 کول، تا از رطوبت، بهره یابست

ز شاخ ابر، کز گل جزو این است
 بدست آب گلها باشد از وی
 طنساب اوست اندر آب ریشه
 لب دریا ز گل، تنبول خورده
 کشیده نالها، عشاق مانند

کول در بحر، زهت آفرین است
 کول، پر آب، چه خورد داد چه دی
 ستاده چشمه آتش همیشه
 در آب، از بس که گلها، ریشه برده
 بعشق گل جبینان، گشته خورسند

در وصف کشتی

کش از بیضه است سیمی کشتی عاج
 که نیمی از نیام خنجر است این
 که دارد، خواهش زهت سرشتی
 کند از پرده خود بادبانش
 ز فرط خیر، صاحب لنگر آمد
 لب آن جاریه با رنگ تنبول
 ملاحظت وقف ملاحان است، گوئی
 ولی این جاریه شمشاد نام است
 بملاحی بصد شور قیامت
 که دیده دست چوبین گشته گلچین
 شده بر گل، پر طاووس کشتی
 سفینه، پر ز گلپای مسمانی
 که تیر کشتی او، شاخ گل شد
 که نام جاریه، باشد گلستان
 هزاران مردم، و یک چشم بنگر
 بجای سرمه، در چشمش صفاهان
 که کشتی، گشته چشم مردمک دار
 بسان تیر، هر یک چار ابرو
 برخ زیبا، چو رضوان بهشتی
 بابر و داشت، چین از جوهر چوب
 بملاح ملاحظت پیشه، بند است
 بلی! بار گران عشق، سخت است
 بود باد مرادش، باد نوروز
 شده کشتی، برای بحر اشعار

یکی مرغیست دریا فیض محتاج
 فه کشتی نزاکت پرور است این
 پریده از صبا زان چشم، کشتی
 بود دیده هلاک امتحانش
 بدانش از معلم بر سر آمد
 ز لعل جره ملاحان شنگول
 همه برده شکیب از سبز روی
 بر آب جاریه، حسنش قیام است
 بهر کشتی هزاران تیر قامت
 بجز کشتی، که دست اوست چوبین
 دهان غنچه، دریا بوس کشتی
 بکشتی گل چنان، مگر نکته دانی
 چنان کشتی نشین گستاخ گل شد
 شده کشتی، ز موج گل، گل افشان
 ز هر کشتی، درین بحر فسونگر
 بملاحی بکشتی خوش نگاهان
 چنان با مردمان دارد، سروکار
 بکشتی، دلبران نازنین خو
 همنه دریا منش، سکان کشتی
 بروی آب کشتی دل آشوب
 دل کشتی، که از حسرت، پرنده است
 دل کشتی، ز حسرت، لخت لخت است
 گل از هر سوی کشتی، چهره افروز
 همه سکان او را، بسا سخن کار

پر از بحر سخن ، چون کشتی گوش
 هزاران قطعه ، در یک بحر ، دیده
 بدل دارد ، هزاران قطعه رنگین
 که گشته بسادبان جامه ابر
 دم ماهی نهد بر خویش ابره
 ازان ، بهرام چوبینش ، خطاب است
 بسان کشتی بی عالم آب
 بروی آب آید ، صد پر پرو
 که خون حیض کرد از جاریه سر
 در و بسامی همه محتاج کشتی
 همه دریا بکف آورده کشتی
 نیام تیغ موج از چوب کشتی
 چو ذوالنون ، آب گردیده صفا کیش

چه کشتی ، جای مردان خرد گوش
 کسی کاندر سفینه ، جا گزیده
 سفینه ، آشنای فیض آئین
 هوا از بادبانش ، برده زان صبر
 اگر کشتی ، شود بر خویش ، غره
 بزیرش ، آب اسپ خوش رکاب است
 نصیب کشتی ، از طبع طرب یاب
 ز هر کشتی ، دمد صد سرو دلجو
 نه با کشتی بود موج گل تر
 بکشتی هست آب تیر کشتی
 قلندر وار ، از نیکو سرشتی
 کند دریا دم آشوب کشتی
 بقمر بحر ، ماهی فیض اندیش

تعریف جزیره و باغ

بهر یک باغی از فیض آفرینی
 روان شد موج سویش بهر گلگشت
 بهسر قطعه سواد دلنشین است
 هزاران قطعه دارد ، در دل ریش
 نظر ، از جلو او ، عیش پرداز
 ز بوی گل ، ازان عنبر سوخت است
 که فردوسی تخلص شد ثنا گر
 که پشت او بتصویر است همزاد
 که گلها ، از زمینها کرده پیدا
 که دیده گل کز روید گلستان
 نوشته بوستان گرد گلستان
 چگونه ، وصف آن دریا ، بگویم
 برون آورده گوی ، رشته دریا
 درازش داده گیتی رشته گویا
 ز بهر صفحه آب است مسطر

بدریا ، صد جزیره بیش بینی
 عجب باغی که دریا گرد او گشت
 درو بنگر که ، صد قطعه زمین است
 مگر ، آن نکته سنج فیض اندیش
 یکی ، رنگین مرقع کرده ، آغاز
 همانا ، قطعه باغ بهشت است
 بوصفش گشته ، زان سان نکته پرور
 برنگ قطعه از خط استاد
 تو پنداری که ، گلزار است دریا
 ولی هر گل زمین باغ گل افشان
 بدریا گل بساحل باغ و بستان
 بهفت آب ، ار دهان خود ، بشویم
 دوانیده کول ، ریشه بدریا
 دویده ، ریشه اش ، تا قمر دریا
 هبی ، آن ریشه های فیض گستر

ازو هر موج باب تر دماغی است بشب هر قطره او شبچراغی است
نصیب آب، فیض لا یزال لب چشمه، پر از شمر زلالی

تالاب صفاپور

بگاہ وصف تالاب صفاپور صفای دارد، آن آب صفایاب
چو طبع نکتہ سنجان سخن یاب قدانم، چون فتاده، آب بیمار
سواد، از موج دریا، کرده پیدا ز حلقه، موج را از مهرخواهی
دران دریاست، گلچندان که خواهی دران دریا، چه فروردین و چه دی
حیابش کند اما معنی او اگر، گرداب گشته، دائره ساز
زبان موج، با آب نکو فسال سری، گر سر تراش، از وی بشوید
اگر گویم، که خواهد کرد باور؟ بود در دی، ز موج سبزه تر
بموج سبزه، زان سان، راه برده بدان سان کرد، دریا گل فشانی
چو گشته سبزه سایه گستر آب چنان رسته ازو، گلکهای سیراب
بدریا، چون نریزد اشک، بلبل

قلم شد در کفم، فواره نور
چنان، کز دیدنش، دل میخورد آب
سواد موج را، سازد درون آب
که نبض موج را، جستن بود عار
خط آتش، چو خط پر سویدا
فکنده، حلقه اندر گوش ماهی
نیابی خار، الا خار ماهی
ز گلها صرف پهل گردیده بروی
بغیر از غنچه گل ندهم رو
ز برگ گل، جلاجل کرده پرداز
خبر میداد، از جریان احوال
بجای مو، ز سر، سنبل بروید
که دارد خسار ق عادت شناور
شناور را، لباس سبز دربر
که در آب زمرد، غوطه خورده
که سطح آب شد، ارژنگ مانی
پسند سبز بینی بر سر آب
که کرده گسلفروشی، مردم آب
عجب نقشی، بروی آب زد گل

در وصف باغ شاله مار

بفسکر شاله مهارش اوفتادم چنان آرامگاه نوبهار است
چنان آرامگاه نوبهار است بهم گردیده خوش سرو و صنوبر
بهم گردیده خوش سرو و صنوبر بود خرم زمین سبز بختش
بود خرم زمین سبز بختش زند از شاخ گلبن، صد گل تر
زند از شاخ گلبن، صد گل تر گل آورده بر شبنم چشانش

سخن را گنج باد آورد دادم
که خلقی شال پوش شاله مالاراست
درختانش همه گردیده همسر
ستاند شجره طوبی از درختش
چه معنیهای رنگین، از قلم سر
که بلبل چشم گشته پر نیانش

ازان ابر ستایش گشته سایه
 تو پنداری گل ابر سفید است
 هوادارش مگر ابر بهار است
 که گشته، جنس شبنم دست گردان
 سمنند گلشن از غنچه بگنجد
 که سوسن کرده آن رو، نازک از ناز
 که نرگس پشت چشمی کرده نازک
 ز سوسن گشته بازار زبان تیز
 بود این رسته را خوش روز بازار
 یکی پیکان بود زنگار خورده
 عقیق زرد و سرخ، آورده باهم
 که زبید بلبل جلد گلستان
 ز بهر چشم نرگس گشته مژگان
 ز شبنم گشته شب بو ماهتابی
 ز مژگان، شانه بهر زلف سنبلی

بدووار، از رطوبت هست مایه
 سمن زارش صفا بخش امید است
 طراوت، این چمن را، آبیاری است
 چنارش، زان شده از غم نوردان
 بچولان بهسار، از فیض سرمد
 چنان ابر بهاری، جلوه پرداز
 چنان اندر چمن افتاده چاپک
 شده بلبل، بگلشن نکته انگیز
 غیاسبان چمن، دارد بگل کار
 بسبزه، غنچه گل، پافشده
 گل رهنا، چمن را بهر خاتم
 بگل، بلبل زند زین، دست دستان
 شده، تا از صبا سبزه پریشان
 صبا، از بوی گل، در فیض یابی
 کند نظارگی از بس تجمل

وصف باغ فرح بخش

که دارد باغبانش از فرح، بخش
 ز موج گل بها افکنده خلخال
 که نرگس را، قلم ریحان نگار است
 هزاران تیغ، در هر قبضه خاک
 ولی، از صبح طفل شیرخوار است
 بود نرگس، سپاه سرداران (۱)
 زبان سوسن او، آبله کرد
 لب غنچه، بر آورد است تبخال
 ازین ترکیب بنسد زان مدس
 زبان خامه، شد منقار بلبل
 ز گلشن هر کف خاک حنائی
 هزاران سرو را، آزاد کرده
 که پا از سرو هرگز کم نهد

فرح بخشی کند باغ فرح بخش
 بسان شاهدان سرو نکو حال
 چنان آماده وصف بهار است
 ز سوسن زار، بین باچشم ادراک
 جوانی، شبنم گل را، شعار است
 باقلیم چمن، از نوبهاران
 بشبنم، بسکه هردم مشعله کرد
 گرفته گل ز شبنم، هر نفس مال
 گل نرگس، درینجا چون سخن رس
 بگلشن، کرد طبعم، کار بلبل
 عروسان چمن، در خود نمائی
 چمن، نازک دلی، بنیاد کرده
 گل اندر سر، بدان سان، باذ دارد

۱- کنایه به خانواده شاهی سرداران.

که مصراع قیامت کبره، موزون
 بدین سان پیش خود بر پای بودن
 چنارش را، متاع روی دست است
 چو دست خویش اندر باغ نمود
 بسچم چشمها گل اوفشاده
 سفیده چون صود صبح آید
 برنگ صبح اندر خنده روئی
 گرفته موش پران گربه بید
 نباشد، جز گل شب بسو، در شب
 گل خورشید، همچون آفتابی
 توان افروخت شمع از آتش گل

قدانم، بسته سرو او، چه مضمون
 ز سرو آید چمن آرای بودن
 طراوت کش، چمن نزهت پرست است
 بد بیضا چنار از برف بنمود
 صبا در غارت گل، رو نهاده
 بسچم هر که نظاره نماید
 شگوفه بین زمین فیض جوئی
 ز بس دارد کنون جاننداری امید
 بود از صبح، صحن او، لبالب
 دمد از شاخ، از بس فیض یابی
 ز بس گردید روشن راه بلبل

وصف باغ نشاط

که هر برگش، بهار انبساط است
 بنخلش میوه چمن را مهربانی
 بجز انگور، کس را صاحبی نیست
 که زرد آلو ز لذت رنگ دارد
 همه کس گاهل (؟) پای مرود است
 لب خود میمکه تا حشر از ذوق
 که گشته شان ایشان، شاه آلو
 بود در رشته دندانان قیمت
 که یاقوتش، دهد خط غلامی
 بخون گرمی بود عناب ممتاز
 نگین دان، زود از گوهر، نگین یافت
 که آب، از چشمه خورشید، خورده
 بر آید، از زبان سوسن، از مو
 بنفشه، با سر زلف، از زند حرف
 متاع لاله هم داغینه گشته
 برات مشک را، بر شاخ آهسو (۱)

طرب افزای دل باغ نشاط است
 بسود دایم، ز فیض جاودانی
 میان میوها، چون غالبی نیست
 از آن نقد مزه در چنگ دارد
 ز بس در هر چمن جای مرود است
 چه شفتالو، که هر کو خورد از شوق
 هزاران میوه، در صحراست، خود رو
 به او را غنیمت دان غنیمت
 بشاه آلوست، چندان نیکنمایی
 بارباب تمنا گشته دمساز
 بشبنم، نرگس خود را، قرین یافت
 ز زلف یار، سنبل دست برده
 سزد گر باغ را گردد، ثناگو
 حجب نبود، ز شوخی بسته چون طرف
 همین به جنس سوسن دینه گشته
 ز پسرکاری نویسد، لاله او

۱- رضا قلی هدایت گفته : برات عاشقان بر شاخ آهوست

تو پنداری که ، گلشن را بترکیب
هر آن را کو، ره گلشن کنده سر

بهاران کرده داخل ، سنبل الطیب
دماغ از طیب سنبل میشود تر

در وصف باغ بحر آرا

سخن از باغ بحر آرا چو رانم
چمن گردیده ، از پس دلنشینش
بهم پیوند یکدیگر ، دوختان
چنار، از پس بگل چینی است، بی صبر
صنوبر سرو را گردیده همتا
اگر سنبل ، هوای ناز دارد
ز سروش ، قدر طوبی گشته پست است
طراوت را ، ز سروش ، سرفرازی
چنارش را ، کف از گل، لاله گون است
چنار از سرکشی با کبر پرداخت
خیابان ، از خط سبزه ، مکمل
بوصفش خاطر هر نکته سازی
پی تاراج ، بر ریحان و سنبل
به پیش او نیارد شد سفیده
چو مجنون ، بید مجنون را ، تو بنگر
بمالش بید یا آهست بیتاب
نهالان را بود ، بالمش سگالی
ز وصف سرو افتاده است بی خوابت
چمن با وی ، مگو کینه سگال است
ز شبنم ، تیغ بیدش، داشت جوهر
چمن ، در گلفشانی ، با بهارش
ز شبنم ، پرده از رخ برکشوده
ز پس فیض بهارش ، دستیار است
هر آن معنی کشود ، اندیشه پیراست
بود سر کرده سروش بوستان را
نهد مرغی چو پسر وی آشیانه
بدان سان سرو را با راسعی کار

شود چون آب ، شعر تر روانم
شد از منقار بلبل ، خسار چینش
ز یکسرنگی ، بسان سبزه بختان
بدست خویش ، میچیند گل ابر
بیمای حسن دو بسالا کن تماشا
چنارش میل دست انداز دارد
چنارش را ، صنوبر زهر دست است
صبا را ، با چنارش ، دست بازی
مدار بازیش ، بر دست خون است
از آن رو، باد او را ، دست خوش ساخت
محشی گشته جزوی از مطحول
نگارد معنی دو رو درازی
چنارش میگذرد دست تطاول
سفید از شرم ، چون خجالت گرفته
گرفته آشیانه مرغ بر سر
شده زان بید مسال آئینه آب
درین گلشن نکو مالش نهالی
نوی قمریان در پرده راست
که تیغ بید او را ، بید مال است
از آن آمد بملیک باغ ، بر سر
صبا ، در پنجه گیری ، با چنارش
چنارش ، جوهر خود را نموده
طراوت ، آرزو منج چنار است
بوصف سرو ، او آرد خدا راست
ز قمری گوش کن این داستان را
سراپد دستبند اندر ترانه
که قمری گشته از وی راست گفتار

وصف باغ عیش آباد

هوای گلستان عیش آباد
 ز گل پیرایه سروش گرفته
 گل خود روی چون گل روی خود رای
 ز شادابی، هوایش فیض پرور
 گل او، دل برد از بلبل صبیح
 پی، جنس طراوت یافت گویا
 نهال جعفری تا گل دمانده
 چو شبنم، لاله اش را دست داده
 نسیم گل، طرب بخش دماغ است
 بفکر دستگاه خود، نشسته
 چنار، آنجا مگر، گرم نیاز است
 کند در سرکشیا، ابر چون جهد
 سر آرائش گلزار دارد
 چنار از ابر هر دم نقش بستی
 چنار از بادها دارد چو مستی
 خیابان چمن بین نزهت آئین
 دل اهل طرب را، میکند یاد
 تو گوی، شمع سبزی در گرفته
 شده در صحن گلشن جلوه آرای
 دهان غنچه، مست خنده قر
 تو پنداری، همین باشد گل صبیح
 گل آتش ز شبنم آن تمنا
 تو گوی، مرغ زرین پرفشاند
 شده آمیخته، با آب بساده
 شب لاله، حنا بندان باغ است
 چنارش کرده کار دست بسته
 که بسته دست، از بهر نماز است
 چنار او را فرستد، پنجه عهد
 چنارش دست در این کار دارد
 بلی در آب کاری داشت دستی
 صبا آموزد او را تیز دستی
 بهار آن را بود طول امل این

زهفران زار

چو وصف، زهفران زارش، نگارم
 سخن از معنی لذت زکاتم
 بوصفش بسکه کردم نکته رانی
 کند دستان طرازی، معنی بکر
 کسی کز زهفران با بزرگ گردد
 دم وصفش، پی فکرم معانی
 سزد، در وصف او، از خامه رانی
 کبودش برگ و ریشه زرد جاوید
 اکسرداری سرو بزرگ تهاشا
 لب اندیشه را، در خنده آرام
 مزهفر پخته در دیگ دواتم
 قلم را گشت گونه زعفرانی
 که باشد زهفران، بر جامه فکر
 و فرط خنده، شادی مرگ گردد
 کشیده بسادهای زعفرانی
 که سازم، رنگ کاغذ، زعفرانی
 بچرخ نیلگون چون خط خورشید
 میان زهفران زارش بیاسا

دو وصف نهرو شالامار

دیوان نهری، به باغ شالامار است
 که گلزار طرب را، آبیاز است

که از فوارها، مشق الف کرد
 بود فواره اندر وی صدد او
 چو میزگانها، بچشم گریه ناکان
 کشیده صف مقابل سر بداران
 که صد فواره، اندر وی عیان است
 ستاده، با هزاران ناز نینی
 عصا برکف ستاده صد یساول
 زده صد مصرع برجسته زو سر
 که چندین، چل ستون بنیاد کرده
 شده زان رزم پیرا، پیش بیجمد
 تو گوئی، منصب آتش صدد بود
 که صد فواره، از یک نهر، جوشید
 ز عشرت آب او جشن سده کرد

خیال شیوه های مختلف کرد
 ز لطف افتاده آتش آشنا رو
 بود فوارها، در چشم پاکان
 ازان فوارها، وقت بهساران
 بوصف او، زبان را صد زبان است
 بنردش، صد بلورین ساق بینی
 به پیش او، پی عرض نجمل
 شده نهر، از طراوت، فیض گستر
 ز طرح خویش، جان را شاد کرده
 عبا زر دار پوشیده است، چل قد
 نقاب رزی صد فواره، بکشود
 ز شادی، زان دل یک شهر، جوشید
 دل نا آشنا جرات زده کرد

وصف شاه نهر

هزاران شاه بیت از لب، برآرم
 که فواره، رگ گردن نموده
 زده فواره آب او، ده انگشت
 نگارم وصف او با این قلمها
 پی مرغابی آب است، شهپر
 ز انگشتش، تراویده برون آب
 جریر آب گردیده قلمسکار
 بوصف خویش آتش ده زبان است
 بدین معنی بود، ده درده آن آب
 ده انگشتم ز حیرت در دهان است
 گز فواره درکار است درکار
 که شخص آب را چون ده حواسند
 تو پنداری، شده میرده آب
 ولی هر یک، ز شادابی گهر سنج
 ز شوقش نبض فواره بجستن
 ز فواره عصا و ز چشمه هینک

چو وصف شاه نهر او، نگارم
 ازان رو آب، اندر جوش بوده
 شمار فیض را، آورده در مشت
 مگر هنگامه تزئین رقمها
 همه فوارها باهم برابر
 چوپنمبر، ز اعجاز است، بیتاب
 ازان فوارهای پاک دیدار
 نه وه فواره، رطب اللسان است
 شده از غسل وه فواره، بیتاب
 دران فوارها هوشم نهانست
 پرندهی آب پیماید چو هشیار
 ازان دمساز فیض بی قیاسند
 ز ده فواره، گشته آرزویاب
 یکی حوضست و فواره بود پنج
 یاب او، روان در عهد بستن
 بنود پیری که او را هست پیشک

حبابش ، دم ازان دزدیده ، درآب
حبابش را بود از جوش هر دم
که آئینه ز دم میافتد از تاب
چو ارباب ریاضت جوش در دم

وصف فواره

قوانم وصف فواره طرازم
سر فواره اندر اوج باشد
قلم را هم گر از فواره سازم
چو شمی کش زبان موج باشد
هو را ، پای بند آب کرده
همانسا ریش خند آب کرده
تو پنداری که دکان عصا چید
عصایش دستگیر آب گردید
کند فواره اش از فیض مطلق
علم را پرنسیان آب بسیرق
ولی هر تیر او، از فیض اعجاز
شده چون تیر بانگ زمزمه ساز
نه آن فوارها گردید شاداب
که پیدا کرده انگشتان کف آب
تو هر فواره را، گل ار بگوئی
سرانگشت حنا بسته است ، گوئی
شمار موج بگرفته ز انگشت
مگر علم حساب آوره در مشت
هر آنکس وصف او را نقش بسته
سخن ها شسته گوید بسته بسته

وصف آبشار

نشاط افزای ، طبع عیش پرور
غمی از چین پیشانی ندارد
نظر بر آبشار او ، بسود تر
چو چین جامه خارا نمایان
بود بر آبشارش ، نقش شایان
شده فیض درونش ، آشکارا
ازو کرده جهانی فیض جوی
یکی لخت ، از در فیض است ، گوئی
بود از آب ، نقش او سرشته
مگر نقش ، از پسی ساوه نوشته
بهر نقشی ، ازو ماوای آبست
بروی او نشان پای آبست
عروس آب ، چون گردن بر افراشت
نظر بر آبشار چادری داشت
بغیر از آبشارانش نیفزود
که مستوریش از بی چادری بود
ترشح ، چادز او را ، گزین است
تو گوئی چادر باران همین است
ازان رو ، چهره او ، گشت شاداب
خط او را ، روان کرده ز برآب
نباشد ، نقش سنگ آبشار ، این
جبین سخت رویان گشته ، پرچین
به بخت او ، بدان سان فیض جوشید
که فسواره قلم ، او تخته گردید
هی لوح و قلم ، این جا عیان است
عیان است این چه حاجت بابیان است
متاع گرم جوشی ، سخته کرده
دکان سخت روی ، پخته کرده

چراغسان بین، بزیر چادر آب
 همین باشد، چراغ زیر دامن
 چو در پرده رخ آتش هزاران
 ز لفظ تر هیان معنی سوزان
 چو نور باصره، در پرده چشم
 چو در ابر تنک، خورشید انور
 به برج آب، آمد ماه، گوئی
 که فانوس حباب، از شمع افروخت
 سخن در پرده میگویم، گلو سوز
 هیان، چون آتش می، زیر شیشه
 چو اندر طاق ابرو، چشم روشن
 بآتش خشک کرده، دامن قر
 بهم آمد، تو گفستی، آتش و آب

چو شوق آبخارش، کرده بیتاب
 چراغ، از دامن آب است، روشن
 چراغش، راستمت از پرده داران
 چراغ، از زیر آب او، فروزان
 چراغش بین، بآب صاف چون چشم
 مه آبش، چراغ نور پرور
 چراغ، از آب شد، در کام جوئی
 چراغان، آنچنان در آب، میسوخ
 بصوصف آن چراغ آب افروز
 چراغ از زیر آب او همیشه
 بهر طاقش، چراغی راست مسکن
 چراغش نیست، کاب. فیض پرور
 چو گشته، از چراغان، روشنی یاب

وصف تخت سلیمان

به بلقیس طراوت بسته پیمان
 سخن را، پایه معنی فزایم
 مرصع، از جواهرهای انجم
 نشانده دعوی رفعت بکرسی
 که ساق عرش باشد، پایه او
 بود بر وی نشستن، پادشاهی
 ز سبزه از زمرد یافت ترصیح
 ز سبزه، از زمرد شد مرصع
 بروز زلزله، تخت روان است
 زمین لرزه در صد موج خارا
 سلیمان خاتم زنهار داده
 بسخاتم بندی تخت سلیمان
 برو شاه سبز خم افگنه تخت

بسر سبزی، نگر تخت سلیمان
 چون، تخت سلیمان را، ستایم
 عجب تختی، فلک در حیرتش گم
 بلند اقبالش از من، چه پرسی
 دهد رفعت، چنان پیرایه او
 درو پیدا همه صنع الهی
 مرصع تخت او، بی هیچ تصنیع
 عجب تختی که، نزهت راست مجمع
 فشمین گاه عیش نیکوان است
 بود از وی طراوت، آشکارا
 شمی را، کودر انجا پا نهاده
 بهم نسرین و ریحان بسته پیمان
 برسم پادشاهان نکو بخت

وصف زمین سنده براری

پسوی سر زمینی پا گذاری
 که نام او بود سنده براری

قماش دیگر است ، این سر زمین را
 یلی از دست هاون کی شکبید
 ولیکن کوفت ، زان هاون برون است
 ازان رو کوفت معنی پا بشادی
 ازان از قطرها بوده جواهر
 که برق انداز ابرش قلعه دار است
 که بیرون آمده چاهنی است از خاک
 نگاه از دیدن او ، گشته رنگین
 بسویش ، کفچه کرده است مردم
 شده کفگیر در وی دست مردم
 حباب پخته ، پنداری ، نمود آب
 سخن اندر ثنائیش ، پخته گفتم
 که در وی ، شوربای آب جوشد
 سزد سرپوش او ، از لسکه ابر
 دلا! خوش باش ، فان در روغن افتاد
 درو جز شوربای آب نبود
 همه بر دیگ او کرده طمع خام
 که نان جمله کس ، زر پخته گردید
 فقیران را ، بجای دیگ لنگر
 پهساون آب نتوان کوفت دیگر
 بهر سالی ، شود یک ماه پیدا
 ازان پس سوی پنهانسی گراید
 تو گوئی ، سنگ میروید عرقناک
 چو از لفظ متین ، معنی سیراب
 شده آماده فیض آفرینسی
 ازان رو ، آب را میآورد گرد
 بگرد آب ازان گردیده دایم
 که میشاید ، قلم او را ، رگ ابر
 ولی پیرایه او ، بز یک آب است
 بخم جا کرده ، پنداری ، فلاطون
 چو خم عیسوی ، صد رنگ انگیخت

دهد رنگ طرب ، طبع غمین را
 پهای فیل ابرش ، دسته زیند
 به هاون نسبتش دادن ، شگون است
 بوصف او نمودم اوستادی
 چو هاون ، هست در وی آب ظاهر
 سوار آب را سنگین حصار است
 نگاه ژرف کن ، در وی بادراک
 غلط گفتم ، یکی دیگ است سنگین
 عجب دیگی ، چو چشمه در تلاطم
 بود سرکاریش بر بست مردم
 بود از وی مذاق خسلق شاداب
 بوصفش ، نکته های سخنة گفتم
 ازان ، آن دیگ هر ساعت ، خروشد
 پسان دیگ ، از جوشست بی صبر
 بوصف او ، سخن ها چرب روداد
 ز آتش ، هیچ او را تاب نبود
 ولی نعمت جز او نبود در ایام
 نمیدانم ، چه فیض از وی ، بجوشید
 بود آن آنگیر فیض گستر
 ره اندیشه نتوان روفت دیگر
 درو از صنع حق ، آب مصفا
 ز وقت صبح ، تا یک پاس باید
 عرق بر چهره اش ، آبی بود پاک
 ز سنگ او ، نمایان میشود آب
 دواتی ساخته از سنگ بینسی
 مدامش ، سورة کوثر بود ورد
 بطبعش فیض افتاده ملایم
 دواتی ، در طراوت گشته ، بی صبر
 تو گوئی ، حوضه فیل سحاب است
 ازو فنهاده پادارا ، آب بیرون
 درو ، قوس قزح ، چون عکس خود ریخت

بخم کرده سرودی آب در وی
 که بسی خشم مینجوشد عالم آب
 ز فیض او، جهانی شیریاب است
 ز دست غیرت او، خورده سیل
 شده مهر از خمش بیگانه چرخ
 شده از نشاء اش بیتاب انجم
 که ما را، هید زین خم غدیر است
 بنیر از یک تپسی دیگی، ندارد
 که باشد موجها، سرجوش آن دیگ
 ز دیگ سرد خلقتی فیض یابند
 تنور آسا، ازو جوشنده طوفان
 بروغن اوفتاده، نان مردم
 بجای نان گرمش، آب سرد است
 تنور پخته، در وی نان آبی
 هجب این است کم پخته است مردم

ز ناله گشت دل بیتاب در وی
 ازان گشته ز مستی همدم آب
 قوپنداری که، خم از کار آب است
 بهر ساهت که، خم این چرخ نیل
 چنین خم نیست در خمخانه چرخ
 سیه مست اوفتاده، چرخ زین خم
 ازان، اندیشه او دلپذیر است
 نوید از شوربای آب آرد
 قوان کردن نگه، درجوش آن دیگ
 همه مردم بسویش میشتابند
 نمیدانند قدرش، بیوقوفان
 نموده چرب دستی، در تلاطم
 تنوری، کافتابش، گرم کرد است
 بود دایم ز سردی، فیض یابی
 ز حیرانی درو هر کس بود گم

در خاتمه مثنوی بهار جاوید

شده فسارغ ازین فرخنده نامه
 بهار فیض را جاوید کردم
 چو سروستان، ز مصرع های موزون
 همیتآرد گل شبو سیاهی
 بسنفسه رشته مسطر دهد آب
 تراود گل، برون از نهر جدول
 عدو لاله صفت گو، داغ شو! داغ!
 بهاراست و! بهاراست و! بهاراست
 سخنهای بهار افشان، تراود
 که گشته ریشه او ریشه گل
 بدستم، خامه گردد، شاخ سنبل
 روان میگردد از جوی قلم آب
 قناعت کرده ام با آب باریک
 سفینه گرددت پسر گل ز معنی

بحمدالله! که از فائید خامه
 سخن را گلشن امید کردم
 نه نامه بل ز جوش لفظ و مضمون
 پی تحریر او، از فیض خواهی
 پذیرد تا رقم این شعر شاداب
 اگر شنگرف سائی بهر جدول
 بهار جاودانم هست در باغ
 بگلزار سخن، صد لاله زار است
 ز نخل من، خط ریحان تراود
 چنان گل گشت در اندیشه گل
 ز بس، مضمون پیچیده کند گل
 مرا از فیض معنی های شاداب
 ز کلک خود برغم طبع تاریک
 کنسی گر نظم زنگین من آنی

ز معنی های رنگینش چو خوبان
 بود بسی عیب لفظ دلکش او
 کسند فیض معانی از شامل
 هر آن ناخن، که دروی بند گردد
 بنظم من، که رنگین اوفتاده
 طریق عیب جوئی، گر پذیرد
 عجب نبود، کند از نکته تر
 بدست کاتب او، بسی شامل
 ز معنی های باریکش پدیدار
 دوات از کلک، مسواک دهان کرد
 دوات الفاظ پاک او نجوید
 دوات از لفظ تر تا کامیاب است
 بوصف کوه هایش اوفتادم
 کنون از نکته سنجی کرده انبوه
 مکن اصلاح شعرم بسی شامل
 ز بس کردم رقم برجسته مضمون
 ازو چینند گل تا فیض یابان
 کند کاتب، برغم طبع بلبل
 بهر خطش که بنویسد سخندان
 ز غیرت، چسبون نگرید! زار بلبل
 بهار فیض، از نظمم چو جوشید
 چو الفاظ و معانی، بز نوشتم
 خهد انگشت گر، بر لفظ سیراب
 دواتم لیفه، از سنبل گرفته
 بسیرابی است لفظم بسکه بسی صبر
 ازان این گل ستان سیراب و شاداب
 ز لفظ تر، اگر چشمی دهی آب
 قلم زان سان، گل افشان شد، چو بلبل
 سواد نظم، از معنی رنگین
 سخن سنبل صفت، سرسبز مانده
 فزاید تا سخن را، آب گلزار

نگارین ناخن دخیل حسودان
 چه میگیری بمشک ناب آهو
 سر انگشت حورا غنچه گل
 چو برگ گل، صفا پیوند گردد
 حسود عیب جو، از طبع ساده
 بنیر از نکته رنگین، نگیرد
 چو قارشمع، گر گل تار مسطر
 قلم کرده همین زرگس صفت گل
 قلم را، مو بر، مسواک کردار
 رقم چون نکته هایش، نکته دان کرد
 دهان خود بهفت آب ار نشوید
 دهان خویش شسته با گلاب است
 رگ کان معانی بر کشادم
 معانی گرد و پیشم کوه در کوه
 که گلگونه نخواهد چهره گل
 بنظم سرو شد مصراع مسوزون
 بیاض اندر سلوروش شد خیابان
 ز نسای خصامه، تار دسته گل
 برآید عاقبت با خط ریحان
 ز نظمم، غنچه لبها است، پر گل
 دوات من، بسان غنچه گردید
 بهم چون، رنگ و بو و گل، سرشتم
 ز انگشتش، چو فواره چکد آب
 سراپای قلم، در گل گرفته
 قلم اندر کلم گشته رگ ابر
 که من از چاه کلکش داده ام آب
 در آید در نظر، معنی سیراب
 که نایش گشت، تار دسته گل
 تو پنداری، سواد گلشن است این
 که در چاه قلم، ریشه دوانده
 قلم را دیو چه شد حرف ته دار

بگردش چرخ زد معنی سیراب
براه فکر، زان سان قطره زن شد
همانا چاه کلکم گشت جو آب
که کلکم، موزه پای سخن شد
سوادش سنبلستان معنائی
از نکته دانی
سخن را، زو شکفته روی امید
بهارش نام کردم لیک جاوید(۱)

۲۳۹- موالی، مرتضی قلی خان

● صبح گلشن: موالی، مرتضی قلی خان از منتسبان دودمان سلاطین تیموریه است؛ که بخدمت میر محمد طاهر علوی کشمیری (۲) نسبت تلمذ داشت. این چند اشعارش از غزلی است که باو استاد خودش از ملک دکن نگاشت:

که ز لختی، که ز خون، مینای دل در قفل است
بی تو مزگان نرم، از بسکه لخت دل فشاند
زین سپر در ساغر، گاهی گل و گاهی مل است
سینه چاکم ز هجرانت، خیابان گل است
شیون زنجیر در گوشم نوای بلبل است
آنکه دست بیکسان گیرد سوار دلدل است
نغمه اش رشک نوای عندلیب آمل است
تا (موالی) شد مرید (علوی) صاحب سخن
(ص ۲۶۳)

۲۴۰- موسی، محمد موسی کشمیری

● صبح گلشن: موسی، محمد موسی کشمیری شاگرد میرزا محمد مجرم، که فخل وجود هردو از سر زمین کشمیر برخاسته. هر یکی تیغ زبان را بجوهر خوش بیانی آراسته: تا زمان تالیف - آفتاب عالمتاب - زنده، و باعجاز عصای خامه و ید بیضای خوش مقالی، خلقی بوی گرونده بود:

این چشم! دل آزار، بیائید و ببینید
این غمزه خونخوار، بیائید و ببینید
(موسی) اگر از هوش برآید، عجیبی نیست
این بظنهر انوار، بیائید و ببینید
(ص ۲۷۱)

۱- این مثنوی جناب آقای احمد حسین قلمداری به نگارنده ارسال فرمودند از لطف ایشان بسیار متشکرم.

۲- رک: کتاب حاضر ص ۲۹.

۲۳۱- مهدی، میرزا

● صوفی : میرزا مهدی در ادبیات فارسی کمال داشت ، و از لحاظ علم و فضل مورد احترام دربار و مردم بود . در سال (۱۸۹۵ع) اتفاقاً در رودخانهٔ جهلم افتاد و غرق شد :

— غریق آب —

۸۱۳۱۳

تاریخ وفاتش میباشد :

قصیده و هجو زیاد گفته ولی از آثارش چیزی بچاپ نرسیده است :

این دو بیت از اوست :

از جای چو برجستی و خستی جگزم ما بستی کمر خویش ، شکستی کمر ما (۱)
 ز طمطراق بهار و ، ز برگ ریزی گل شد است فرش زمین ، آسمان اختر دار
 (۲ : ۲۸۳)

۲۳۲- میرزا، ابوالحسن قابل خان

● سفینه خوشگو : ابوالحسن ، میرزا تخلص ، قابل خان (۲) خطاب یافته :

اصلش از شیراز است ، لیکن از دو سه پشت هندوستان زا ، اوائل در لاهور
 توطن داشته ، و به ملا آفرین هم طرح بوده . یک چند همراه دلیر خان
 — که صوبه دار تته و بعد ازان ناظم کشمیر بود — بوده : بعد فوت خان مذکور
 در رفاقت هبت دلیر خان پسرش بدارالخلافة گذراند . چندی همراه وی در اتاوا
 بوده . اکثر دیدنش در مشاعرۀ میرزا جانانان مظهر صاحب اتفاق میافتاده

۱- میگویند: که این بیت برای دیوان لجهمن داس صوبیدار کشمیر — وقتی که بر طرف شد —
 گفته است . و استقبال این بیت کرده است :

تو هزم سفر کردی رفتی ز بر ما بستی کمر خویش شکستی کمر ما

۴- رک : کتاب حاضر شماره ۱۹۳ - قابل هج پناه کشمیری ص ۱۲۲۲ .

موافق تخلص خود مرزائیش به نظر میآید: طبیعی بلند و اکثر اشعار دل پسند
داود: لیکن به علت بسیار گوئی رطب و یابس در شعرش یافته میشود.
صاحب دیوان ضخیم است و از مغنمات وقت: بعض اشعارش این است:

من و شوخی که دارد قامتش دیوانه طوبی را در گریه فغان کردنم از بسکه هوس بود یاد ایامی که، از هستی نشانی داشتیم یک حلب آنه گردیده ام از شوق ریخت مراهم باغبان محتساج سیر باغ میداند در نمازم، جنبش مژگان یار، آمد پیاد به محفل که توئی بسکه رفته ام از خویش من آن پیمان الفت بسته با درد و غم عشقم	خرامش بید مجنون کرد سرو قد لیلی را هر قطره که از چشم قرم ریخت، جرس بود در هوا چون صبح گرد استخوانی داشتیم از تو هر چند که چشم نگهی نیست مرا نمیداند که سامان چمن در آستین دارم از طپیدن صد جماعت را بیکدیگر زدم گمان برند حریفان که جای من خالیست که باشد با نمک توام بزرگ لاله داغ من
--	---

(ص ۲۷۴)

● مردم دیده: قابل خان، میرزا تخلص. نامش ابوالحسن: اصلش از
ایران و خود زاده هندوستان: از منصبداران پادشاهی است: در عهد بهادر
شاه به لاهور بود و هم مشق شاه آفرین است و بشاه آفرین بسیار آشنا بود،
و اخلاص درست داشت.

فقیر در عهد مجد شاه در صحبت شاه آفرین او را دیده بودم. اکابر
وضع و صاحب تمکین بود. درانوقت بخشی دل دلیرخان ناظم صوبه تته بود.

دیوان و قصائد و مثنوی دارد، پخته گو است و مشقش رسیده. بار
دیگر در مجلس نواب دلیرچنگ مرحوم دیدم: نواب معفور گوشه چشم
عنایت بحالش داشتند و توقیرش هم مینمودند. در عهد مجد شاه فوت شد.
ازوست:

ز برگ برگ چمن، فوج فوج رنگ شکست شوختند، همچو شعله و شنگ اند، چون شرر	بگلشنی که درخت آستین بچنگ شکست آتش عنان، بتان فرنگ اند چون شرر
---	---

این غزل در تتبع غزل شاه آفرین گفته و مصرع این مطلع ایشان تضمین نموده :

عشاق گرچه پای بسنگ اند، چون شرر گلباز شوق با دل تنگ اند چون شرر
(مرزا) بماشقان بلا کش صد آفرین گلباز شوق با دل تنگ اند چون شرر
(ص ۱۸۴)

● گل رهنا : ابوالحسن قابل خان اصلش از شیراز است ، و خودش از حوسه پشت هندوستان را : محمد علی خان متبحر در — حیات الشعرا — اصلش از مشهد مقدس نوشته غلط است : مولد و منشاء او شاهجهان آباد : در عهد بهادر شاه بمنصبی و خطاب — قابل خان — سرافرازی یافت : و در رکاب بادشاهی بلاهور رفت : و با آفرین لاهوری بسیار آشنا و همطرح شد : و در عصر جهاندار شاه بن بهادر شاه تقریبی بهم رساند و بخدمات امتیاز یافت . و در زمان فردوس آرامگاه محمد شاه رفاقت نواب دل دلیر خان پانی پتی برگزید . و در وقت مامور شدن نواب موصوف بصوبداری تته (۱) و کشمیر ملتزم رکاب

۱- در مقالات الشعرا هست : میر ابوالحسن بخشی بلده (تته) این رقبه که هم در نظم و هم در نثر توان خواند ، از زادهای طبعش بنظر رسیده . اشعار دیگر بسیار دارد اما بدست نیفتاد . لہذا بر اینقدر اکتفا است . و این رقبه در طلب کتاب — حصن حصین — است و نامش بالا نوشته چنانکه :

رقعه

حصن حصین

را بفرستند که تصبیح با
قی کتاب خود ازان کرده فا
رغ شود و باز فرستاده آ
ید که درین کار ثواب شما
نفر نخوانند م این رقبه را
نظم بخوانند ز بهر خدا

(ص ۲۳)

بود ، و ببخشی گری سرکار قیام داشت : بعد فوت او با پسرش مهمت دلبرخان بسر میبرد و همراه او در جهان آباد و اتاوا بود . و با میرزا جانجانان مظهر هم ارتباط بسیار داشت . و در عشره سادس بعد مانه و الف (۱۱۶۰هـ) در گذشت . صاحب دیوان ضخیم است اما بعلت بسیار گوئی کلامش رطب و یابسی دارد . از اوست :

چنان ضعیف شدم از فشار عشق که موری	ز گریه سبز توفند نمود دانه ما را
حرف عاشق، بر نمیتابد ، دماغش نازک است	میبرم خود، همچو بوی گل، پیام خویش را
ای از کرمت زبان سائل شده لال	نگذاشته جود تو بلب جای سوال
در شکر تو نیست جای حرفی بدهن	از بسکه ز نعمت تو شد مالا مال

(۱۰۰۰-۹۹۹)

۲۳۳- میمنت ، میمنت خان کشمیری

● همیشه بهار : در اوائل که بهندوستان آمده به تجارت اوقات بسر میبرد : الحال داخل سلک بندهای پادشاهی است (۱) . پست و بلند شعر را میشناسد : پدرش از اسباب صورت و معنی آن قدر نصیبه نداشت ، در آن معنی گفته :

هر کسی راست نساخلف پیری	من بیچاره نا خلف پدرم
بیاده لعل ترا، همیچگونه نسبت نیست	که لعل تو، نمکین و شراب بی نمک است

(خطی)

● سفینه خوشگو : میمنت خان میمنت تخلص کشمیری بود . برادرزاده رکن الدوله اعتقاد خان (۲) فرخ سیر شاهی . اوائل به هندوستان از حرفه تجارت

- ۱- خواجه محمد یوسف کشمیری ، مخاطب به میمنت خان ، از امرای محمد شاهی ، و آخر فی القعه (۱۱۳۷هـ) در شاهجهان آباد فوت شد . عمرش < ۵۰ سال . چهار هزاری . (تاریخ مهدی ص ۵)
- ۲- محمد مراد کشمیری مخاطب بوکالت خسان بهادر ، ثم بمحمد مراد خان بهادر ، ثم برکن الدوله اعتقاد خان بهادر فرخ شاهی . از اعظام امرای فرخشاهی . شب ۱۳ رمضان (۱۱۳۹هـ) در شاهجهان آباد فوت شد . عمرش < ۲۰ سال . (تاریخ مهدی ص ۶۲ سال)

پسر میبرد بعد ازان به منصب پادشاهی سرفرازی شد. روزی در عرس مرزا بیدل همراه اعتقاد خان آمده بود، با شاه گلشن صحبت داشت و شعرها بخواند، چون فارغ شد شاه از اعتقاد خان پرسید که: شما هم گاهی فکر سخن کرده اید؟ گفت: این بیت از ما است. و وقت خواندن مصرع ثانی، اشاره دست بسوی جمیع صاحب کمالان عصر — مجمع رنگین گرم داشتند — نمود:

بنادان آن چنان روزی رساند که دانا اندران حیران بهاند

شاعری مست تخلص حاضر بود، این بیت شنیده تاب نیاورده هم از گلستان پرویش خواند:

کیمیاگر به غصه مرده و رنج ابله اندر خزانه یافته کنج

بالجمله میمنت از رطب و یابس شعر واقف بود، اکثر اشعار خوب دارد. در مذمت پدر، که باو بد بود، گفته و بیجا گفته:

هر کسی راست نا خلف پسر من بیچاره نا خلف پدرم

بعد هزار و صد و چهل (۵۱۱۴۰) در گذشته: یک بیتش اندکی نمکدار بود
بیاد مانده:

بیاده لعل ترا هیچ گونه نسبت نیست که لعل تو نمکین و شراب بی نمک است

(۲۰۰)

● گل رعنا: میمنت خان کشمیری برادر زاده اعتقاد خان فرخ شاهی ۱۰ اوائل حال در جهان آباد بشیوه تجارت معاش میکرد، بعد ازان بمنصب پادشاهی و خطاب خانی امتیاز یافت. و بعد هزار و صد و چهل (۵۱۱۴۰) رخت ازین عالم بر بست. در حق پدر خود که کمالی نداشت میگوید:

هر کسی راست نا خلف پسر من بیچاره نا خلف پدرم

در تاریخ گوئی مهارت خوبی داشت، تاریخ رحلت سلطان اورنگزیب

این مصراع یافت :

— آء شد آفتاب زیر زمین —

۸۱۱۱۸

و تاریخ طوی فردوس آرمگاه مجد شاه با دختر مجد فرخ سیر این مصراع یافت :

— ماه آمد از برای کسب نور آفتاب —

۸۱۱۳۲

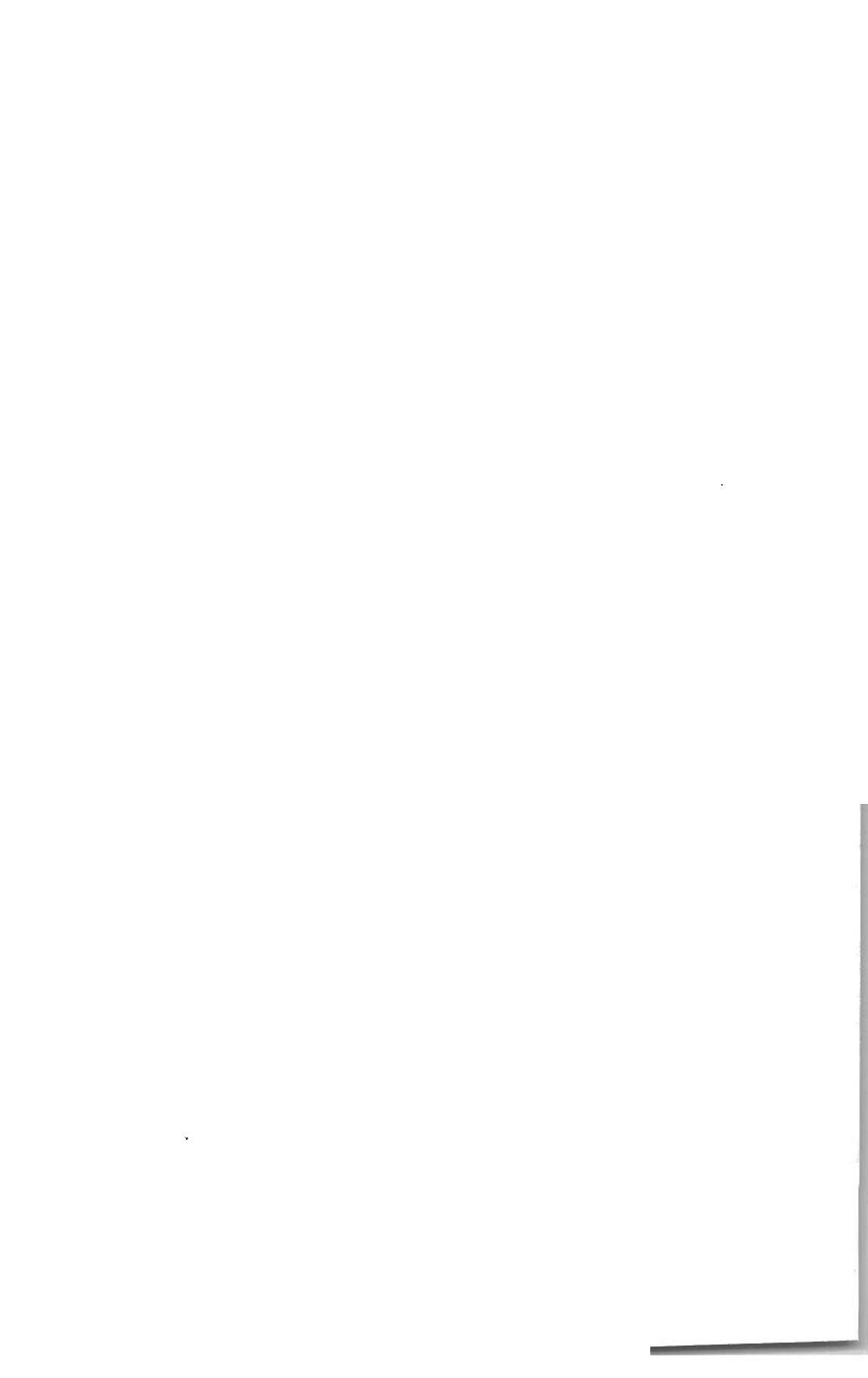
(خطی ص ۹۹۹)

● صحف ابراهیم : میمنت کشمیری مخاطب به میمنت خان عم اورکن الدوله اعتماد خان : در عهد فرخ سیر بادشاه بدرجه امارت رسیده بود .
(۲۳۶ الف)

● سفینه هندی : میمنت خان میمنت تخلص از کشمیر است ، و سرکار قمرالدین خان بداروغگی عمارت مامور بود . ازوست :
(یک شعر دارد ص ۲۰۰)

● صبح گلشن : میمنت خان که اصل وی از خطه دلبذیر کشمیر است . برادرزاده اعتقاد خان از امراء عهد فرخ سیر پادشاه ابن عظیم الشان ابن بهادر شاه ابن شاه اورنگ زیب عالمگیر : اولاً در شاهجهان آباد بتجارت اشتغال داشت ، آخر بذریعه عم خود بمنصب و خطاب گردن افراشت : مدتی بمیمنت طالع و سعادت بخت بکامرانی بسر برد ، و در سنه اربعین و مآته و الف (۸۱۱۲۰) نقد زندگانی بقابض ارواح سپرد : (یک شعر دارد ص ۲۸۶)

تعلیقات



۱۲۰ - شیدا، فتحپوری

● وفات ملا شیدا فتح پوری : در هیچ ماخذ تاریخ فوت شیدا از نظر نگارنده این سطور نگذشته است ، الا تذکره عبدالغنی (۱) که تاریخ فوت شیدا سال (۱۰۴۲هـ) نوشته است و مصرع تاریخ :
- بود - شیدا طوطی شکر مقال -
ثبت کرده است که ازان (۱۰۴۰هـ) استخراج میشود .

آقائی دکتور سید امیر حسن عابدی در مجله اندو ایرانیکا (مارچ ۱۹۶۷) مقاله راجع به شیدا چاپ کرده است که بدون حواله ماخذ ، تاریخ فوت ملا شیدا در سال (۱۰۸۰هـ) (۱۶۶۹- میلادی) ثبت کرده است .

۱۹۲ - فیضی ، ابوالفیض ملک الشعراء

● ابوالفضل : در پاورقی (ص ۱۲۰۰) تالیفات ابوالفضل ثبت گردیده ، اینجا مطالبی راجع به ابوالفضل داده میشود که ، ازان احوال خانواده روشن تر میشود . و نسب نامه که درین اوراق شامل است ، آنرا نیز روشن میسازد .

شرح حال ابوالفضل از - ذخیره الخوانین - داده میشود ، زیرا که کتاب مذکور معروف نیست و بدست دانشمندان نرسیده است :

● ذخیره الخوانین : شیخ ابوالفضل علامی خلف صدق شیخ مبارک است . و در جمیع علوم بهره عظیم داشت ، و مظهر جلال اخلاص و شرافت اوصاف

۱- تذکره شعراء عبدالغنی ص ۸۷ . رک : نیز کتاب حاضر ص ۱۳۸۱ .

و کمالات کسبی و وهبی او از حد بیرون است. روزگار را به وجود او افتخار بود. قدوه حضرت شاهنشاهی و اعتماد دولت و رکن سلطنت و صاحب نفس قدسی و ملکات ملکی بود. — خلیفه الخلفا — خطاب یافته. و تصانیف شریفه از نظم و نثر و عربی بسیار دارد. — کتاب اکبر نامه — که وقایع و فتوحات حضرت خلیفه الهی به عبارت نثر فارسی، که کارنامه معانی تواند گفت، باتمام رسانیده. و تصانیف دیگر مثل — عیار دانش — و — رساله اخلاق — و — ترجمه مهابهارت — از هندی بفارسی نموده، و — منشآت (۱) —

۱- منشآت ابوالفضل مشتمل بر سه دفتر است و دفتر سوم دارای تقاریر و دیباچها است که ابوالفضل بر کتابها نوشته است. فهرست آن به این قرار است :

(۱) خطبه تفسیر بعضی از آیات سوره فتح بزبان عربی که اسم تاریخی او — بینات الفتح —

۸۹۸۲

است. و در آخر قطعه بزبان فارسی دارد که بیت آخر آن تاریخ است :

تفسیر دلکش است موشح بنام شاه تاریخ نام او شده — تفسیر اکبری —

۹۸۲ = ۱ - ۸۹۸۲

(۲) اختتام شرح — آداب المریدین — شیخ شرف الدین منیری :

سلخ ربیع الاول سنه (۸۹۹۶) در لاهور.

(۳) در آخر ملتقط — طبقات صوفیه (۱) — : ۲۶ رمضان سنه (۸۹۹۰) در فتحپور.

(۴) دیباچه — کجکول — خرد :

(۵) شروع انتخاب شرح — آداب المریدین — : ۱۷ ربیع الاول سنه (۸۹۹۹) لاهور.

(۶) مسئله دشمنی نفس و شیطان باخود : ۲۶ ربیع الاول سنه (۸۹۹۹) در لاهور

(۷) انواع صالحان : مهر ماه سنه (۸۳۶)

(۸) دریافت ذات و صفات ایزدی : ۱۹ صفر سنه (۸۱۰۰۰)

(۹) فیذی در باب دید و دریافت اخوان

از منة سابقه :

سنه (۸۹۹۶) در لاهور

۱- طبقات صوفیه عربی از سلمی و ترجمه در لهجه هزوی از خواجه عبدالله انصاری هرویست. عربی در لیدن (هالیند) و قاهره و فارسی در کابل چاپ شده است.

ایشان در هند شائع و منتشر است .

کسب علوم از پیش پدر نموده ، و در بدایت حال تنگی معیشت بسیار داشتند . چنانچه روزی شیخ مبارک باهر پنج پسر نزد مخدوم الملک و شیخ عبدالنبی صدرالصدرور رفته اظهار عسرت معیشت خود نمودند : التماس کردند

- آغاز سال چهل الهی
- ۱۰ ملتقطات — آداب المریدین —
- ۱۱) انتخاب منتخب — مکتوبات — شیخ شرف الدین منیری :
- ۱۲) مسائل متفرقه بمنوان — الله اکبر — :
- ۱۳) سر آغاز بیاضی و خطبه بیاض :
- ۱۴) افتتاح بیاض :
- ۱۵) دیباچه بیاض و عنوان بیاض :
- ۱۶) مسئله در باب طریق تصفیه دل که تجلی الهی را قابل است :
- ۱۷) دیباچه بیاض معاملات :
- ۱۸) بر ظهر کتاب کیمیا :
- ۱۹) انتخاب اختتام — تحفة المراقبین — : خاقانی :
- ۲۰) خطبه مجموعه مشتمل بر نظم و نثر شیخ فیضی :
- ۲۱) تبصره در باب اهل شهود و اهل وجود :
- ۲۲) اختتام — منتخب دیوان خاقانی — :
- ۲۳) اختتام — منتخب دیوان انوری — :
- ۲۴) خاتمه — منتخب دیوان ظهیر فارابی — :
- ۲۵) اختتام — منتخب حدیقه حکیم سنای — :
- ۲۶) اختتام — منتخب دیوان کمال اسمعیل — :
- مرداد ماه الهی سنه (۸۳۳) در لاهور
- روز پنجشنبه ۱۸ شعبان سنه (۱۰۰۱)
- ۲ رجب سنه (۸۹۹۸) در لاهور
- ۲۸ مهر ماه الهی سنه (۸۳۷) سه شنبه
- ۱۴ محرم (۸۱۰۰۱) در هرصه دلکشای کشمیر سنه (۸۹۹۲)
- سنه (۸۹۹۸) در لاهور
- ۲۰ رمضان سنه (۸۹۹۸)
- سنه (۸۹۹۰) در لاهور
- قاریخ ندارد
- بعد از ۱۰ صفر (۸۱۰۰۲)
- ۱۰ ربیع الاول سنه (۸۹۹۸) در نواحی پشاور در وقت مراجعت از کابل .
- ۲۳ صفر سنه (۸۱۰۰۰) در لاهور .
- ۵ ربیع الاول سنه (۸۱۰۰۰) در لاهور .
- شهریور ماه (سنه ۳۶) در لاهور .
- بعد از ۱۳ شوال سنه (۸۹۹۹) در لاهور .
- ۶ صفر (?) در لاهور .

که : اگر یک صد بیگه در مبد معاش مرحمت شود ، از طرف یومیه خاطر جمع نموده ، به افاده علوم دینی پردازد . چون شهرت یافته بود که شیخ مبارک مذهب امامیه دارد و پسرانش هم بدان مرتکب اند ، و بعضی می‌گفتند که : باعتقاد گروهی مهملویه هستند . مخدوم‌الملک و شیخ عبدالنبی - که کمال تعصب در مذهب اهل سنت جماعت داشتند - شیخ مبارک را با پسرانش به اقبیح وجهی از مجلس بدر کردند ، و گفتند که : اگر ترا تقویت در معیشت میشود ، رواج مذهب امامیه را خواهی داد ! شیخ فیضی را عرق حمیت در جوش آمده : گفت که اگر شیخ زاده اصیل ، در مذهب صادق

۲۷) بر پشت کتاب - اوصاف الاشراف -

خواجۀ نصیر :

۲۲ ربیع الاول سنه (۸۹۹۶) .

۱۸ ذی‌الحجه (۸۹۹۸) در لاهور

غالباً ۱۸ ذی‌الحجه (۸۹۹۸) در لاهور

۲۸) بر پشت - مجموعه - نوشته :

۲۹) خاتمه - مجموعه حکما - :

۳۰) خاتمه - مرکز ادوار - شیخ ابوالفیض

فیضی فیاضی :

بعد سال ۲۲ الهی

۳۱) خطبه - مرقع پادشاهی - : (۱)

۳۲) خطبه - کجکول - بزرگ :

۳۳) در ذیل - منتخب مثنوی مولوی معنوی - :

یکشنبه ۱۱ شعبان (۸۹۹۶)

۷ اردی بهشت سال (۸۲۱) الهی

مطابق جمعه ۲۷ شعبان سنه (۸۱۰۰۴)

۳۴) دفتر اول - اکبر نامه - :

(۲۱۷-۳۲۸ دفتر سوم ابوالفضل)

۳۵) خاتمه دفتر دوم - اکبر نامه - :

۱- در خطبه این مرغمه مطالبی جالب راجع به کیفیت خط و احوال خطاطان نوشته است که خالی از فائده نیست و اینجا عیناً ثبت کرده میشود .

خط و خطاطان

در هر زمانه هر طائفه روشی خاص در نقوش حروف پرداخته اند ، چون خط هندی ،

هستیم، نوعی انتقام از شما بر آریم که در تمام هندوستان شایع شود :
 اتفاقاً بتقریبی بعد از امتداد ایام در مکتب شاهزاده سلیم در آمد
 و جوهر خود را در خدمت حضرت عرش آشیانی ظاهر ساخت ، و وقت
 یافته بتقریب جواب نوشتن نامه عبدالله خان اوزبک والی توران تعریف برادر

و سریانی (۱) و یونانی ، و هیزی (۲) ، و قبلی (۳) ، و معقل (۴) و کوفی ، و کشمیری ،
 و حبشی ، و ریحانی و غیر آن . و بمقتضای مصطلحات هر قوم حسنی درین نگارخانه بدیع
 پدید میآید . و در بعضی قرطاس نامهای باستانی ، عبری به آدم هفت هزاری نسبت کنند
 و طائفه به ادویس . و جمعی گویند که : ادریس خط معقل را ترتیب داد .

و بیشتری تفاوت در خطوط باعتبار سطح و دور است . چنانچه خط کوفی یک دانگ
 دور است و باقی سطح . و معقل مجموع سطح است . و کتابهای عبارات کهنه بیشتری باین
 خط است

و بهترین خط معقل آنست که مراتب سواد و بیاضی (۵) هر دو بهیشتی خاص متمیز
 باشد ، که سواد خوانان آن نقوش را از سواد و بیاض آن اشتباهی نیفتد .

و آنچه امروز در ایران و توران و روم و هندوستان بزرگان دانش شهرت دارد ، هشت
 خطست . ازان جمله شش خط را به این مقاله نسبت میدهند ، که در تاریخ سه صد و ده هلالی
 (۸۴۱۰) از فروغ دیده وری خویش ، از خط معقل و کوفی و غیر آن اختراع نموده . و برای
 هر حرفی ، بزم خویش ، طریزی خاص قرار داده که دانایان آن طرز نوشته را چون موافق
 یابند خط خویش گویند . و اسامی آن بدین تفصیل است :

ثلث و تویق و محقق و نسخ و ریحان و رقاع و تعلق و نستعلیق .

و بعضی از داستان طرازان باستان ، خط نسخ را مخترع یا قوت مستعصمی شمارند . و ثلث

و نسخ را دور دو دانگ است و سطح چهار . جلی را ثلث گویند و خفی را نسخ خوانند .

۱- لغت قرسایان .

۲- لغت جهودان .

۳- لغت مصریان .

۴- منسوب به معقل که نام موضعی است ،

۵- یعنی سفیدی که در میان حروف ماند .

خورد خود شیخ ابوالفضل علامی نموده : باحضار او امر شد : و نوعی جواب نامه ترتیب داد که ، مورد تحسین و آفرین گردیده در سلک بنده های درگاه منسلک گشت ، و رفته رفته قرب و حالت در خدمت حضرت عرش آشیانی بهم رسانیده .

درین اثنا سال گره حضرت خلیفه بود ، بر لباس خاصه ایشان زعفران پاشیده بودند . شیخ عبدالنبی در غضب آمده در روی دیوان عصا بحضرت

و توقیع و رقاع را چهار و نیم دانگ دور است ، و یک و نیم دانگ سطح . جل را توقیع خوانند و خفی را رقاع .

و محقق و زیحان چهار و نیم دانگ سطح است و دور یک و نیم . جل را محقق خوانند و خفی را ریحان نامند .

و علی بن هلال که به ابن ہواب مشهور است ، این شش خط را خوب نوشت و یاقوت بکمال رسانید . و بعد از او شش شاگرد او ، در خوشخطی عالمگیر شدند :

اول : شیخ احمد که به شیخ زاده سهرودی مشهور است .

دوم : ارغون کابلی .

سوم : مولانا یوسف شاه مشهدی .

چهارم : مولانا مبارک شاه (زرین قلم) .

پنجم : سید هیدر .

ششم : میر یحیی .

خط هفتم تملیق است ، که از رقاع و توقیع استنباط نموده اند . سطحش بقایت کم است .

و خواجه تاج سلیمان — که در شش خط سابق مهارت داشت — این خط را خواب نوشت . و از متاخرین مولانا عبدالحی — که منشی سلطان ابوسعید مرزا بود — درین خط ید طولی داشت . و مولانا درویش درین خط از او گذرانیده . و از منشیان حضرت شاهنشاهی ، برابر شرف خان کسی نه نوشت .

و خواجه عبدالله صیرفی ، و ملا محی الدین شیرازی ، و ملا عبدالله آتش پز هروی و حافظ حفیظ ، و مولانا ابابکر ، و مولانا شیخ محمود ، و خواجه عبدالله مروارید ،

خليفة الهی انداخت : و بدامن دولت ایشان رسیده پاره شد که : چرا لباس اهل بدعت و نا مشروع پوشیده : و در آن وقت حضرت عرش آشیانی لباس مستون میپوشیدند، و در جریان امر معروف و نهی منکر نهایت جدوجهد داشتند ، حتی اذان خود فرموده امامت میکنانیدند ، بلکه چاروب مسجد

این هفت ، قلم را پایه اعلی رسانیدند . چنانچه صیت خوشنویسی آن نگارندگان بدایع آفاق را گرفت .

و چنین گویند که : در زمان صاحبقرانی ، خواجه میر علی تبریزی از نسخ و تملیق ، خط هشتم ابداع نمود ، که آن را نستعلیق گویند ، و آن تمام دور است . و از شاگردان او دو کس این کار را پیش بردند ، یکی مولانا جعفر تبریزی ، و دیگر مولانا اظہر . لیکن درین وضع خاطر می ایستد که بسا خطوط نستعلیق که پیش از زمان حضرت صاحبقرانی نوشته بودند بنظر در آمده است . و از خوشنویسان این خط مولانا محمد اوبهی است . و سر آمد همه مولانا سلطان علی مشہدی است . خط را درین طرز بدیع پایه والا نهاد . و اگرچه از مولانا اظہر تعلیم نگرفته ، اما خطوط او را معلم خود دانسته ، فیض وافر برداشت . و شش کس از شاگردان مولانا درین طرز خط نام بر آورند :

سلطان محمد خندان ، سلطان محمد نور ، مولانا علاءالدین ، محمد هروی ، مولانا زین الدین ہمیدی نیشاپوری ، محمد قاسم شادی شاه . و هر یکی بطرزی خاص بدربای گروهی مخصوص گشت .

دیگر مولانا سلطان علی قاپنی ، دیگر مولانا سلطان علی شیر مشہدی ، و مولانا ہجرانی ، که درین خط رتبه دارند .

بعد ازین سر دفتر خوشنویسان مولانا میر علی هروی است . اگرچه بظاهر شاگردی مولانا زین الدین کرد ، اما از خطوط مولانا سلطان علی استفاضه تمام نمود . لیکن از فروغ فہم تغیر روش پیش نموده تصرفات نمایان یسار گذاشت . یکی از ایشان پرسید کہ : میان خط شما و خط مولانا سلطان چه فرق است ؟ گفت کہ : من م خط پایه کمال رسانیده ام ! لیکن آن نمک کہ خط مولانا سلطان علی دارد در خط من نیست !

دیگر مولانا محمد حسین تبریزی ، و میر احمد مشہدی ، و مولانا حسن علی مشہدی ، و مولانا شاه محمد نیشاپوری ، و میر معز کاشی ، و میرزا ابراہیم اصفہانی است ، و طائفه دیگر کہ درین خط خاص عمر گرامی صرف کرده اند . و امروز جادو

را میدادند : و این شخص آن حضرت را بسیار تنگ گرفته بودند . پادشاه چون پیش والده خود حضرت مریم مکانی — که از اولاد حضرت زنده فیل احمد جام بود — رفته شکایت کردند که : در روی دیوان عصا بمن زده ! اگر مدعا امر معروف بود ، بایستی در خلوت نصیحت میکردند ! بیگم گفتند که : پونم ! از وقوع این امر در خاطرت گران نیاید ، که مقصود شیخ اظهار عرض تجمل خود نبود ، بلکه اجرای احکام شرعی میکرد . حق تعالی شمارا از عقوبت اخروی — که خلائق اولین و آخرین در روز جزا جمع میآیند — نگاه داشته : این حکایت تا روز قیامت باقی میماند که ملای مفلوک امر معروف با پادشاه عصر چنین نمود :

حضرت خلیفه الهی که کوه وقار بودند به شیخ عبدالغیبی چیزی نگفته نزد شیخ فیضی و شیخ ابوالفضل اظهار این ماجرا کردند . اینها بعض رسانیدند که : این همه برداشت اینها از چه ممر است ؟ اگر از روی علم

رقمی که در ظل سریر خلافت عظمی ، صاحب این نقش دلپذیر توان گفت ، مولانا محمد حسین کشمیری (۱) است ، که بر کاتبان روزگار چیره دستی میکند .

(دفتر سوم ابوالفضل ۲۶۳-۲۶۵)

۱- در آئین اکبری (۶:۱) دارد که : وبخطاب زرین قلمی روشناس آفاق ، شاگرد مولانا عبدالعزیز استاد گذرانیده . مرات و دوائر او متناسب هم اند . و کار آگهان او را بیایه میر حل بر گیرند . رک : عکس نمونه خط در کتاب حاضر . متوفی (۱۰۲۰هـ) رک : تذکره خوش نویسان (۸) و نمونه خطاطی در موزه دهلی ظفرحسین (۱۹۲۶ع) Les Calligraphes et les Miniaturistes De L'orient Musulman Par Cl. Huart Paris 1908 P. 248 و بلا خمین (۱۰۹) مرقع گلشن در کتاب خانه سلطنتی کاخ گلستان تهران — و فهرست نمونه خطوط خوش کتابخانه شاهنشاهی ایران دکتر مهدی بیانی مرحوم (۱۲۲-۱۲۳-۱۵۱) و آئین اکبری (۱:۲۴-۲۶)

است ، پس آنچه مایان علم داریم آنها ندارند . اگر حضرت تربیت و حمایت مایان کنند ، در مباحثه علم آنها نمیتوانند سبقت کرد : اولاً در باب لباس زعفران که چنین بی ادبی کرده اند ، امروز طعام زعفرانی بآنها بخوراند بعده دلائل مایان واضح خواهد شد .

بعد از خوردن طعام زعفرانی شیخ ابوالفضل به شیخین گفت که : اگر زعفران حلال میبود ، چرا حضرت خلیفه الهی را منع پوشیدن لباس زعفرانی نمودید ؟ و اگر حرام است ، شما چرا در طعام خوردید ؟ که تا سه روز اثر او باقی است ! شیخ عبدالنبی عصا بر سر شیخ ابوالفضل زد و باعث ترقی اینها گردید .

هر روز شیخ ابوالفضل مسائل شرعی مشتملبر رد قول آنها به سمع شریف آنحضرت میرسانید ، و معامله بجای رسید که از شیخین پرسیدند که : هر چهار مذهب بر حق اند ، در مذهب شافعی سوس و سوسمار و در مالکی موش و موشک پران میخورند ، شما که مذهب حنفی دارید و هر چهار مذهب را قبول دارید ، بخورید ! جواب دادند که : طبیعت قبول نمیکند ! شیخ ابوالفضل جواب داد که : درین صورت دین و مذهب از میان برخاست ، مدار بر طبیعت است ! چنانچه حدیث نبوی است که — خذ ما صفا ودع ما کدر — را عمل باید نمود . یعنی هر چه خوب است و طبیعت اقبال کند ، باید کرد . و هر چه مکروه طبیعت باشد ، ازان مجتنب باید بود !

و در روز شرف آفتاب — که اجتماع تمامی خوانین بود — خر را جل و جهاز پوشانیده با حجامی در خاص و عام حاضر آوردند که اگر سواری مرکب و مخلوق سر مسنون باشد ، شما بعمل آورید تا دیگران متابعت شما بکنند شیخ عبدالنبی جواب داد که : فی الواقع مسنون است ، اما در هند رواج

نيافته و مردم عيب و عار ميکنند ! شيخ بر همين معامله آيه و حديث چند استشهد آورد که : کسی ترک سنت نبوي کرد او چنين و چنان است !
 الغرض هر روز ليقه ها ميستند و در مجلس عالي آنها را الزام ميدادند .
 آخر منحصر بران شد که هر دو عزيز را از هند اخراج کردند . مخدوم الملک در راه مکه مبارکه در گجرات رسیده وفات يافت . و شيخ عبدالنبي طواف خانه کعبه مبارکه نموده بر گشته در هند آمده جان بجان آفرين سپرد .
 چون حضرت عرش آشياني با اهل هند سلوک از روی مهرباني ميکرد و پاس خاطر قوم راجپوت را از همه ارجح و ارفع مينمود ، شيخ نتوانست عنان اختيار حضرت را گرفت ؛ و معامله بجای رسيد که مشهور عالميان است .

آورده اند که : شهزاده سلطان سليم بحال شيخ توجه نداشتند . روزی درون خانه شيخ در آمده چهل نفر کاتب را اجزای قرآن و تفاسير گرفته بنظر حضرت گذرانيدند ؛ حضرت فرمودند که : مارا بر دين هنود ترغيب کرده خود بجهت اهل اسلام ثابت قدم ماند .

در قسرب و جالات شيخ فتوری روی داد ، ايشان را بدکن فرستادند ؛ درين سفر آنقدر توره و ضابطه بکار برده ، که مزیدی بر آن متصور نباشد .
 اولاً در چهل راوتی مسند بجهت شيخ ميانداختند ، و هر روز هزار لنگری طعام خاصگی ميکشيد ، که تمامی امرا را طعام ميخورانيد . و بيرونی نه گزی را برپا ميکردند که وضع و شريف و اکابر و اصاغر ، هر کس اشتها داشته باشد ، کهچری — که تمام روز ميپختند — ميخورده باشد .
 و خود سوای آب و هيمه ، بست و دو آثار وزنی راتبه طعام داشت ، که میان عبدالرحمن پسر ايشان پيش پدر سفره چي ميشد و مشرف باورچيخانه — که

مسلمان باشد — نگاه میکرد. در طعامی که یک مرتبه لقمه برداشته خورد و باز دست نکرد، آن را روز دیگر نمیپختند. و در طعامی که دوبار دست انداخت. روز دیگر میپختند. و اگر احیانا طعام بی مزه پخته باشند، خود چیزی ظاهر نمیکردند. شیخ عبدالرحمن پسر خود را میخورانیدند. او باورچیان را تنبیه میکرد.

و روز تحویل حمل نوروز، جمیع کارخانجات به نظر او میگذشتند، و موجودات نوشته نزد خود نگاه میداشت و دفاتر را میسوخت. و پارچه مستعمل خود را که تمام سال پوشیده بود، سوای پانجامه و چرتنه و لنگوته — که آن را بحضور ایشان میسوختند — باقی همه ملبوسات به نوکران خود قسمت میکرد. رزق نوروزی نوا و عامل را، که به پرگنات میفرستاد، بدانست خود تغیر نمیکرد، خواه نیک باشد و خواه بد. او را نصائح و موعظه و راه نمونی میکردند، و میگفت که: مردم حمل بر خفت عقل ما خواهند کرد که نا دانسته چرا او را تربیت کرد.

و دشنام و ناسزا بر زبان نمیراند، و مد کوره و غیر حاضری و باز یافت فروعی در دفتر ایشان نمیشد؛ و این لفظ بارگیر داشت. آه سرد میآورد و دست بر زانو میزد که: آه چه باید کرد!

در دکن نوعی سلوک نموده که همه راضی و شاکر بودند. و شب ها خضیه در خانه هر درویشی رفته، نذر و نیاز از اشرفی ها میگردانید، و التماس میکرد که: برای سلامتی ایمان ابوالفضل دعا بکنند!

در همان اثنا حضرت خلیفه الهی شیخ را طلب حضور نمودند که جریده بیاورد. شاهزاده سلطان سلیم لاله بیر سنگدیو بندبیله را بر تخریب شیخ گذاشته

بودند ، که قابو دیده او را بکشد . اتفاقاً لاله پیر سنگدیو (۱) جماعت کثیر از سوار و پیاده بندبیله را بدکن فرستاد ، آنها بهامیانۀ محقر در سرکار شیخ نوکر شدند ، و نوکران شیخ پیادها قدیمی خود را ، که پیش قرار بودند ، برطرف کرده قوم بندبیله سهل البیع را نوکر کردند ، حتی جمیع کارخانه جات و نوکران شیخ ، حواله آن مردم بوده اند :

روزی که به قصبۀ انتری شیخ میرسد لاله پیر سنگدیو با جمعیت کثیر بر سر شیخ آمده محاربه نمود . تمامی کارخانجات شیخ و اسباب نوکرانش با اهل بازار قوم بندبیله — که نوکر بودند — پاک صاف نزد لاله پیر سنگدیو بندبیله بردند . و شیخ داد مردی و مردانگی داده بدرجۀ شهادت رسید . سر او را بریده به اله آباد بردند و بدن او را در اکبرآباد برده دفن کردند .

چون ضابطه و بر بست سلسلۀ علیه عالیہ چغتیه چنین است که ، اگر شاهزاده از عالم بقا خرامد صریح بعرض پادشاه نمیرسانند ، وکیل او رومال نیلی در دست کرده سلام بکند و به پادشاه بنماید . چنانچه در فوت شاهزاده شاه مراد و شاهزاده دانیال این معنی بعمل آمد . حضرت شاهنشاهی اصلاً از فوت شاهزادها غمگین نگردیده بودند ، چون واقعه شهادت شیخ رو داد ، مقربان جضور نتوانستند صریح معروض بار یافتگان نمود . وکیل شیخ همچنان رومال نیلی در دست کرده نموده سلام کرد ، بعده حقیقت واقعی را بعرض رسانید . حضرت ظل الهی فرمود که : اگر شاهزاده سلطان سلیم را دغدغه بادشاهی میبود مرا میکشت و شیخ را زنده نگاه میداشت ! و بدایه فرمودند :

شیخ ما از شوق بیحد چون سوی ما آمده ز اشتیاق پای بوسی بی سرو پا آمده

۱- در ترک و کتابهای دیگر نرسنگ دیو هست .

الحال از نسل شيخ با هر شش برادر کسی نيست . و منازل دلکشا که در اکبر آباد کرده بودند ، در تحت حويلی های سلسله عليه عاليه اعتمادالدوله در آمد :

بقا بقای خدايست و ملک ملک بقا

خان اعظم مجد عزيز کوکلتاش تاريخ فوت شيخ يافته که :

تيف اصجاز رسول الله سر باغی برید

۱۰۱۳ - ۲ = ۱۰۱۱

شيخ در خواب با عزيز کوکلتاش گفت که تاريخ فوت من :

— بنده ابرو الفضل —

۸۱۰۱۱

است . سنه هزار و يازده هجری (۸۱۰۱۱) . چرا در کارخانه الهی حيران مانده . فضل حق وسيع است کسی نا اميد نشود .

نقل است که : روزی عارف خقانی محبوب درگاه سبحانی مقبول بارگاه موالی میان شاه ابروالمعالی قادری مرید و فرزند حضرت شاه داؤد لاهوری (۱) ميفرمودند که : من از کارهای بد شيخ ابرو الفضل انکار داشتم . شبی در خواب ميبينم که در مجلس سرور عالم (عليه الصلوة والسلام) شيخ ابرو الفضل را به اقبیح وجهی حاضر آوردند . آنحضرت ميفرمايند که : اين مرد در حیات چند روز مرتکب افعال کريه شده ، اما فضل حق را پايانی نيست ، اين مناجات سبب نجات اعمال سيئه او گردیده که مطلعش اين است که :

— الهی! نيکان را به وسيله نيکی سرافرازی بخش! و بدان را

بمقتضای کرم خود دلنوازی کنی! —

حضرت سرور عالم جبہ مبارک را بر روی شیخ انداخته در مجلس نشانند .

رویای میان شاه ابوالمعالی را حمل بر کذب نمیتوان نمود . بر فضل الهی هم تعجب نباید کرد ، چنانچه حدیث واضح نبوی است که : شخصی در تمام عمر به فسق و فجور ، مسکرات و منہیات گذرانده چنانچه در میان او و جهنم یک وجب میباشد ، در آخرکار امری حسنه ازو بوقوع آید که مستوجب جنت میشود . و شخصی تمام عمر بروزہ و نماز و حج و زکوٰۃ و بزه و ریاضت گذراند و در دم واپسین ازوی حرکتی که بظاهر میشود که مستوجب نار میگردد . نه کسی بر طاعت خویش نازد و نه کسی از عمل کریمه خود نا امید از الطاف الهی گردد . که خواست خواست اوست ، کسی را با خواست او کاری نه . (یفعل الله ما یشاء و یحکم ما یرید !)

(خطی ۳۸-۴۴)

● دفتر سوم ابوالفضل : ابوالفضل راجع به خوشوقتی و سعادت دنیوی خویش می و دو اسباب شمرده است که ازان نیز احوال وی و خانواده اش روشن میشود . و ایست :

نخست : نعمتی که در خود یافت نژاد بزرگ بود که تردامنی این کسی بپاکی نیاگان چاره گیر شود و گزین تداوی علاج شورش درونی آید . چنانچه درد را بذارو ، و آتش را بآب ، و گرم را به سرد ، و عاشق را به دیدار .

دوم : سعادت روزگار و ایمنی زمان : هرگاه بزرگان باستانی بمعدلات بیگانگان تفاخر نمایند ، من اگر به نیروی بادشاه صورت و معنی نازش کنم چرا شگفت نماید :

سوم : طالع مسعود که ، مرا در چنین خجسته روزگار از مشیمه تقدیر بر آورد و ظلال قدسی سلطنت بر من افتاد .

چهارم : شریف الطرفین ، از پدر لختی گذارش نمود . ازان کد بانوی دودمان عفت چه نویسد ، مکارم رجال را فراهم داشت و همواره وقت گرامی بستودگی اعمال آرایش دادی . آزرم را با نیروی دل یکجا کرده بود و کردار را بگفتار پیوند یکجستی داده .

پنجم : سلامتی اعضا و اعتدال قوی و تناسب آن .

ششم : امتداد ملازمت این دو گرامی ذات قدسی حصارى بود از آفتهای درونی و بیرونی و پناهی از حوادث انفسی و آفاقی .

هفتم : بسیاری صحت و نوشداروی تندرستی .

هشتم : منزل شایسته .

نهم : بیغمی از روزی و خرسندی بحال .

دهم : شوق روز افزون رضا جوی والدین .

یازدهم : عاطفت پدر ، که بیش از جوصله روزگار بعنايتهای گوناگون تواختی و به ابوالآبای دودمان والا اختصاص دادی .

دوازدهم : نیازمندی درگاه ایزدی .

سیزدهم : در یوزه زاویه نشینان حق گزین و خرد پژوهان درست عیار .

چهاردهم : توفیق بر دوام .

پانزدهم : فراهم آمدن کتب در اقسام علوم که بی مذلت خواهش وازدان هر کیش آمد و دل از بسیاری واسوخت .

شانزدهم : پیوسته تحریر نمودن پدر بر شناسای و مرا بر خیالات
پریشان نگذاشتن .

هفدهم : همشینان سعادت فرا .

هیژدهم : عشق صوری که ، شورش خاندانها و زمین لرز بایستما باشد ،
مرا راهبر بمنزل کمال آمد . از نیرنگی بوالعجب لحظه لحظه شگفتگی نو براندوزد
و زمان زمان بتحیر فرو شود .

نوزدهم : ملازمت گیهان خدیو که ولادت دیگر بود و سعادت تازه .

بستم : بر آمدن از رعونت بمیان ملازمت گیتی خداوند .

بست و یکم : رسیدن بصلح کل ببرکات التفات قدسی ، لختی از گفت
بخموشی آمد و برخی به نیکان هر طائفه آشتی نمود ، آخر بدان را عذر پذیرفته
طرح مصالحت انداخت ، الله تعالی از لواح آگهی نقش بدی دور سازد .

بست و دوم : ارادت خدا آگان .

بست و سوم : بر گرفتن و اعتبار بخشودن اورنگ نشین فرهنگ آرای ،
بی سفارش مردم و تگاپوی من .

بست و چهارم : برادران دانش آمود سعادت گزین رضا جوی نیکوکار (۱)

.....

دیگر شیخ ابوالبرکات

ولادت او در شب هشتم مهر ماه جلالی سال چهار صد و هفتاد و پنج
موافق شب هفدهم شوال نهصد و شصت (۸۹۶۰) قمری . اگرچه پایه والای

۱- بعد ازین راجع به فیضی نوشته است که در شرح حال فیضی ثبت گردید .

آگهی نیندوخته لیکن بهره فراوان دارد، و در معامله دانی و شمشیر آرای و کار شناسی از پیش قدمان شمارند، و در نیکذاتی و درویش پرستی و خیرسگالی امتیاز تمام دارد :

دیگر شیخ ابوالعبیر

ولادت او در آبان دهم اسفندارند سال چهارم الهی معاضد دو شنبه بسته و دوم جمادی الاولی سال نهصد و شصت هفتم هلالی (۸۹۶۷). مکارم اخلاق و شرائف اوصاف خوی ستوده اوست . مزاج زمانه را نیک شناسد و زبان را بسن سائر اعضا بفرمان خرد دارد .

دیگر شیخ ابوالمکارم

ولادت او در شب اورمزد غرة اردی بهشت سال چهاردهم ، مطابق شب دو شنبه بست و سوم شوال نهصد و هفتاد و شش (۸۹۷۶). اگر لختی بهشورش در شد نفس گیرائی پدر بزرگوار او را بر جاده درستی و هنجار آورد. بسیاری از معقول و منقول پیش آن دانای رموز انفسی و آفاقی گذرانید و لختی پیش تذکره حکمای پیشین میر فتح الله شیرازی (۱) تلمذ نموده، بدل راه دارد، امید که بساحل مقصود کامیاب گردد .

دیگر شیخ ابو تراب

ولادت او روز رش هیژدهم بهمن ماه سال بست و پنجم الهی ، موافق

۱- در سال (۸۹۹۰) بدربار اکبر رسید و در سال (۸۹۹۷) در کشمیر جهان را پدرود گفت و آنجا دفن گردید . آزاد در سائر الکرام دارد ؛ تصانیف علمای متأخرین ولایت ، مثل محقق دوانی و میر صدرالدین و میر غیاث الدین منصور و میرزا جان ، میر بهندوستان آورد ، و در حلقه درس انداخت . و چیم فقیر از حاشیه محفل میر استفاده کردند ، و ازان عهد معقولات را (در هند) رواج دیگر پیدا شد . (ص ۲۳۸)

جمعه بست و سوم ذی‌الحجه نهصد و هشتاد و هشت قمری (۸۹۸۸) اگرچه والدۀ او دیگر است ، لیکن سعادت دربار دارد و بکسب کمالات مشغول

دیگر شیخ ابو حامد

ولادت او روز خرداد ششم دی ماه سی و هشت الهی ، موافق دو شنبه سوم ربیع الآخر هزار و دوم (۸۱۰۰۲) .

دیگر شیخ ابو راشد

ولادت او در اسفندارند پنجم بهمن الهی سال سی و هشت ، مطابق دو شنبه غره جمادی الاولی سال مذکور (۸۱۰۰۲) .

این دو نوباوۀ خاندان سعادت ، اگرچه از قمار اندر ، لیکن آثار اصالت از جبین ایشان پیدا است : و آن پیر نورانی از مقدم ایشان خبر داده نام مقرر گردانیده بود : پیشتر از ظهور آنها رخت هستی بر بست : امید که از انفاس گرمی او ، دولت همنشین نیک روزی گردد ، تا نکوئیهای گوناگون فراهم آید . اگرچه برادر نخستین رخت هستی بر بست و عالم را در غم انداخت ، امید که دیگر نوزمهالان برومند را ، در نشاط و کامرانی و سعادت دو جهانی دراز عمر گرداناد ، و بخیرات صوری و معنوی و دینی و دنیوی سر بلندی بخشاد .

بست و پنجم : پیوند کدخدای بخاندان آرم شد ، و بدودمان دانش . و خاندان بینش اعتبار پذیرفت ، و کاشانۀ ظاهری را رونقی و نفس کجگرای را مهاری پدید آمد ، و هندی ایرانی و کشمیری نشاط خاطر گشتند .

بست و ششم : گرمی فرزند سعادت افزای روزی گشت : ولادت او در شب رش هیژدهم دی ماه سال شانزدهم الهی موافق شب دو شنبه دوازدهم

شعبان نهمصد و هفتاد و نهم (۸۹۷۹). پدر بزرگوار او را به عبدالرحمن موسوم گردانیدند. اگرچه هندوستانی نژاد است مگر مشرب یونانی دارد و دانش میاندوزد. و از سود و زیان روزگار فراوان آگهی اندوخته، و آثار نیکبختی از ناصیه او پیدا است. خدیو والا قدر او را بکوکهای خود منتسب گردانید.

بست و هفتم: دیدار تیره شب انیران سی ام مرداد ماه الهی سال سی و شش الهی، مطابق جمعه سوم ذیقعد نهمصد و نود و نه هلالی (۸۹۹۹) در ساعت سعادت افزای فرزندی نیک اختر پدید آمد و عنایت ایزدی رو آورد. و گیتی خداوند آن نونهال سراستان سعادت را، بشونن نام نهاد. امید که بجلائل کمالات دینی و دنیوی فائز گردد و بسعادت جاوید نشاط اندوزد.

بست و هشتم: دوستی مطالعه کتب اخلاق.

بست و نهم: آگهی یافتن از نفس ناطقه. سالهای دراز بمقدمات بیانی و عیانی طلبگار بود، و صاحبان این دو روش، آمیزش بسیار شد، و دلائل ذوقی و شهودی و اکتسابی و نظری بنظر در آمد. راه شبهه بستگی نیافت و خاطر آرام نگرفت. بمیامن عقیدت، گره این کشودند و دلنشین آمد که نفس ناطقه لطیفه ایست ربانی سوای بدن، او راست تعلقی خاص باین پیکر هتصری.

سی ام: اینکه از پارسا گوهری شکوه بزرگان صورت مرا از گفتار حق باز داشت، و دانش و بینش اندوزی را راهزن نیامد، و هم گزند مالی و جانی و ناموسی تفرقه درین عزیمت نینداخت، و رفتار آب کردار جوئیاری کرد.

سی و یکم: بی میلی دل باعتبارات دنیا.

سی و دوم: توفیق نگاشتن این گرامی نامه. (ص ۳۲۲ - ۳۲۶)

● آثار چاہی ابوالفضل : آثار ابوالفضل بقرار ذیل چاپ و ترجمہ شدہ
است :

(۱) اکبرنامہ (۱) :

- باہتمام سید محمد صادق علی لکھنوی ۳ مجلد لکھنو (۱۸۶۷ع)
 باہتمام مولوی عبدالرحیم و آغا احمد علی ۳ مجلد کلکتہ (۱۸۸۷-۷۷ع)
 باہتمام سید محمد صادق علی لکھنوی ۳ مجلد کانپور و لکھنو (۱۸۸۳-۸۱ع)
 باہتمام سید محمد صادق علی ۱ مجلد کانپور (۱۸۸۱ع)
 ترجمہ انگلیسی H, Beveridge کلکتہ (۱۸۹۷-۱۹۲۱ع)
 ترجمہ قسمت Major D. Price لندن (۱۸۳۲-۳۱ع)
 ترجمہ یک قسمت H. Blochmann کلکتہ (۱۸۷۲ع)
 ترجمہ Lieut chalmers لندن (۱۸۲۱ع)
 ترجمہ یک قسمت Elliot and Dowson در تاریخ ہند لندن (۲)

(۲) آئین اکبری (۳)

- باہتمام سید احمد خان دو مجلد دہلی (۱۸۵۵ ۱۲۷۲ع)
 باہتمام نولکشور ۳ مجلد لکھنو (۱۸۶۹ع)
 باہتمام نولکشور (چاپ سوم) ۳ مجلد لکھنو (۱۸۹۲ ۱۳۱۰ع)
 باہتمام H. Blochmann دو فصل کلکتہ (۱۸۷۲-۷۷ع)
 باہتمام نولکشور ۳ مجلد لکھنو (۱۸۸۲ع)
 ترجمہ انگلس F. Gladwin یک قسمت لندن (۱۸۷۷ع)

- ۱- بعد از کشته شدن ابوالفضل ، تکملہ مشتمل بر وقایع سال ۲۷ اکبری عنایت اللہ نوشتہ :
 ۲- فہرست کتب چاپی موزہ برطانیہ (۵۴-۵۵) استوری (۵۴)
 ۳- این مجلد سوم از اکبرنامہ شمار میشود

- ترجمہ انگلس ،، ۳ جلد کلکتہ (۱۸۳-۱۸۶ع)
 ترجمہ انگلس مختصر،، جلد ۱-۲ لندن (۱۸۰۰ع)
 ترجمہ ،، ،، جلد ۱-۲ کلکتہ (۱۸۹۸ع)
 ترجمہ انگلسی H, Blochmann مجلد اول کلکتہ (۱۸۷۳-۱۹۳۹ع)
 ترجمہ انگلسی H. S. Jarrett مجلد دوم سوم کلکتہ (۱۸۷۳-۱۹۱۰ و ۱۹۲۹-۱۹۳۹ع)
 ترجمہ انگلس مختصر F. Gladwin برای دانشجوین لندن (۱۹۱۸ع)
 شرح آئین اکبری مختصر از نجف علی خان حجهر خطی (۱۲۶۷ھ) (۱)
- ۳) عیار دانش : نولکشور کانپور (۱۸۷۹ع)
 خرد افروز (ترجمہ اردو)
 حافظ الدین احمد
 خرد افروز نولکشور لکھنؤ (۱۸۶۱ع)
 نگار دانش اختصار ،، لکھنؤ (۱۸۹۲ع)
 نگار دانش ،، لکھنؤ (۱۸۷۳ع)
 نگار دانش ،، لکھنؤ (۱۸۹۸ع)
 نگار دانش ،، لکھنؤ (۱۲۸۲ھ - ۱۸۶۸ع)
 نگار دانش ،، لکھنؤ (۱۳۰۵ھ - ۱۸۸۸ع)
- ۴) مکتوبات ابوالفضل علامی : انشای ابوالفضل کلکتہ (۱۸۱۰ع)
 انشای ابوالفضل مجلد اول ؟ (۱۸۲۸ع)
 ہر سہ دفتر ابوالفضل باہتمام مقبول احمد
 گوپاموی لکھنؤ (۱۲۶۲ھ - ۱۸۲۶ع)

		منتخبات هر سه دفتر ابوالفضل مع اصل فارسی و ترجمه اردو
(۱۸۶۱ع)	لاهور	مکتوبات ابوالفضل (مرتبۀ عبدالصمد) (۱)
(۱۸۶۳ - ۱۲۸۰هـ ع)	لکهنو	باهتمام محمد هادی علی
		شرح ابوالفضل هر سه دفتر محمد غیاث الدین
(۱۸۹۰ع)	لکهنو	رامپوری
(۱۸۷۹ع)	لکهنو	منتخبات ابوالفضل
(۱۸۲۵ع)	لکهنو	انوار المطابع ، ،

۱- در مقدمه نوشته : مفاوضات آن صدر نشین چار بالش فضل و کمال - که کارنامه قضا و قدر و دستور العمل مدارج کمالست - پراگنده بود . منکه عبدالصمد محمد ام و در والا دیدن آن اوسطوی اسکندر منش و رای رابطه همشیره زادگی نسبت فرزندی داشتم ، و منظور نظر تربیت او بودم . این گلدسته فرهنگ را دست آویزی شگرف بجهت ادراک سعادت خود دانسته در فرام آوردن آن کمر سعی بر بستم ، و در انتظام آن نظر همت بر گماشتم لا جرم بهزار تکاپوی و جستجوی ، فقره فقره از هر جا بهم رسانیدم ، و بنوشتن آن دست را نگار بستم و دیده نکته بین را - که خوکرده تماشای عرایس معنویست - جلای وافر بخشیدم . و عنوان هر یک را بقدر دریافت خود نگاشته سه قسم ساختم .

فخستین : مکاتبات و فرامین که از زبان حضرت شاهنشاهی بملوک ایران و توران و امرای عالیشان رقمزده کلک معانی سنج گردانیده اند .

دوم : عرایض و خطوط که خود بحضرت خاقان زمان و خوانین بلند مکان نگارش فرمودند .

سوم : خطب و اختتام و انتخاب کتب و بیاض نثرها و دیگر بعضی مطالب و مقاصد که در حیز هبارت در آورده اند رباعی در تاریخ :

این نسخه کزو علم و ادب نامی شد یک موج ز بهر طبع فهامی شد
در ساعت نیک ، چون سرانجام گرفت تاریخ - مکاتبات سلامی - شد

ابوالکمال شرح و ترجمہ ہر سہ دفتر

- نسیم امرہوی لاہور (ع ۱۹۲۹)
 ابوالفضل دفتر اول و سرم عالمگیر پریس لاہور (ع ۱۹۳۰)
 د دفتر اول کواپریٹو اسٹیم پریس لاہور (ع ۱۹۳۲)
 انشای ابوالفضل ؟ (ع ۱۸۶۹)
 د ؟ (ع ۱۸۶۹)
 د ؟ (ع ۱۸۷۰)
 د ؟ (ع ۱۸۷۲)
 د ؟ (ع ۱۸۷۵)
 د (ہر سہ دفتر) نولکشور لکھنؤ (۵۱۳۲۹ - ۱۹۲۱ ع)

رقعات ابوالفضل شرح از جلال الدین

- جعفری الہ آباد (ع ۱۹۲۹)
 مرآة الضمائر شرح از محمد عالم
 دفتر اول و دویم کلکتہ (ع ۱۸۳۳ - ۵۱۲۲۹)
 رقعات ابوالفضل مختصر کلکتہ (ع ۱۸۲۲ - ۵۱۲۳۸)
 گنجینہ خرد د د
 رقعات ابوالفضل نولکشور کانپور (ع ۱۸۷۶)
 منتخبات ابوالفضل ترجمہ اردو گورنمنٹ پریس الہ آباد (ع ۱۸۶۱)
 انشای ابوالفضل دفتر اول و سوم ملک نذیر احمد لاہور (ع ۱۹ ؟)

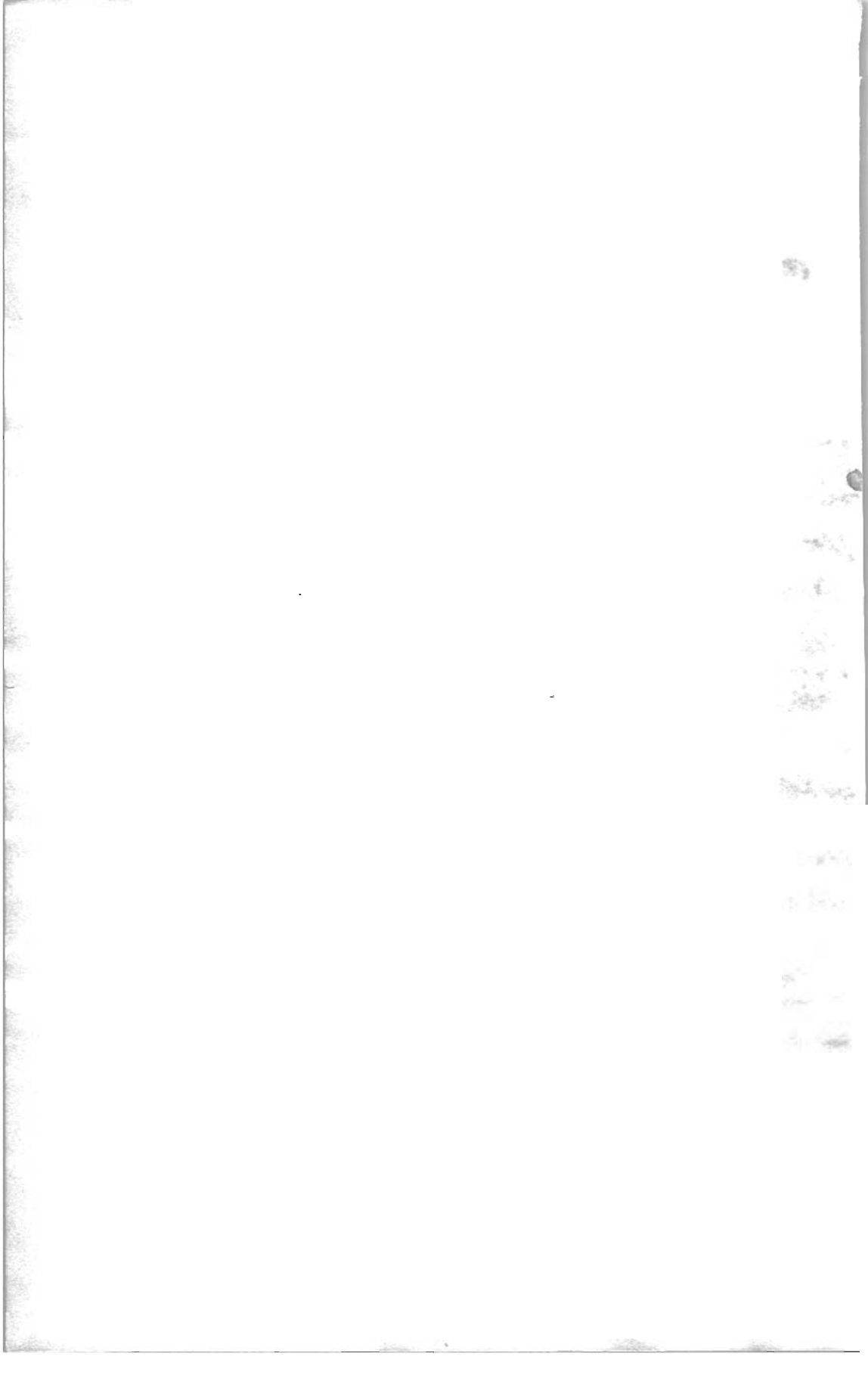
(۵) مہابارت : مقدمہ مہابارت (۱۸۹۷ - ۱۹۰۰ ع) (۱)

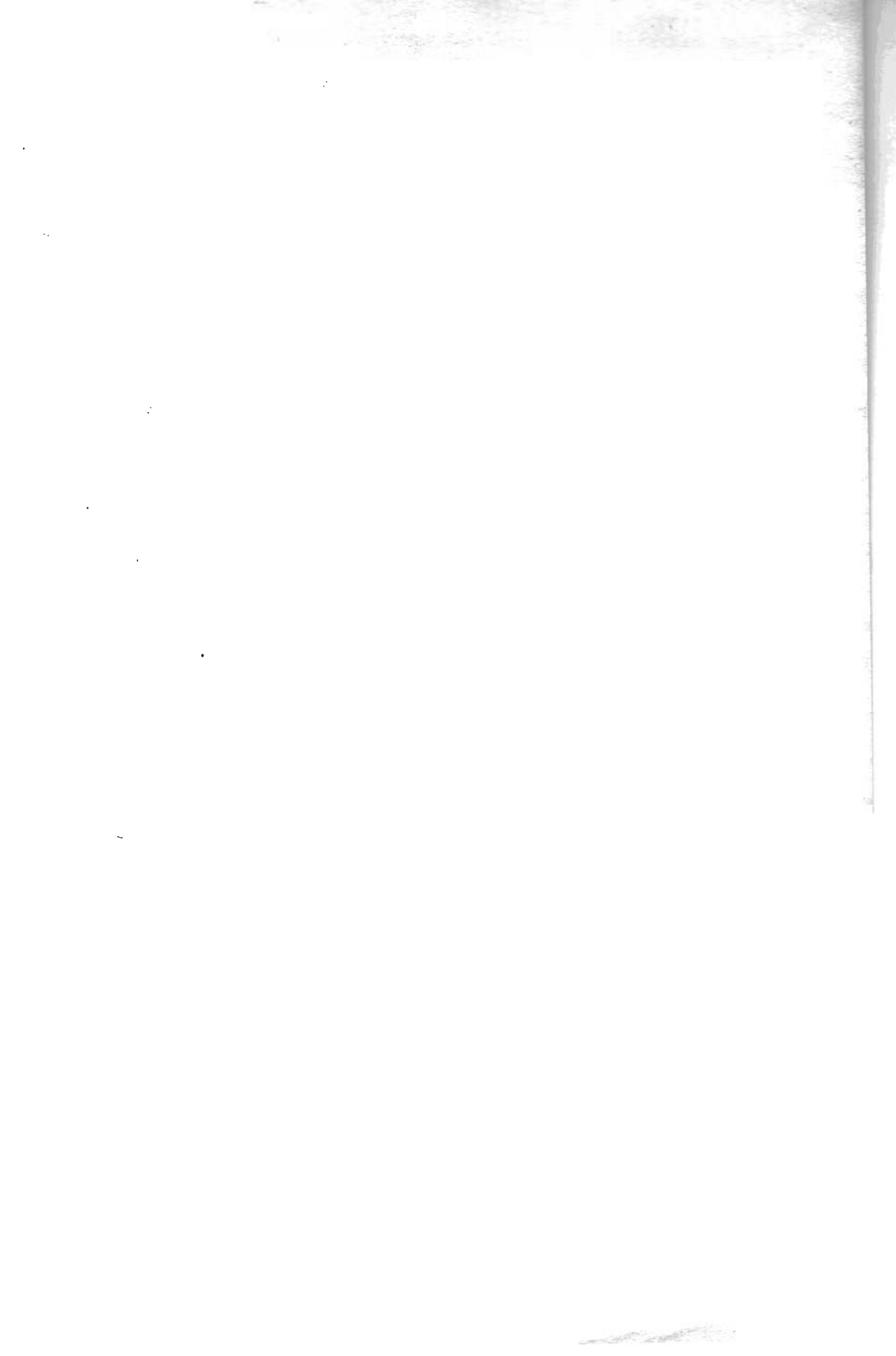
— پایان بخش سوم —

کراچی
۱۵- فبروری ۱۹۶۸ ع
تسا
۳۱- مارچ ۱۹۶۸ ع

1848

1848





۱- شاه میر یا مرزا سلطان شمس الدین اول
(۱۳۳۹-۱۳۴۲ ع)

۲- سلطان جمشید (۱۳۴۲-۱۳۴۲ ع)

۳- علی شیر سلطان علاؤالدین (۱۳۴۲-۱۳۵۴ ع)

۴- شیرا شامک ، سلطان شهاب الدین
(۱۳۵۴-۱۳۶۳ ع)

۵- هندال سلطان قطب الدین
(۱۳۶۳-۱۳۸۹ ع)

حسن خان

علی خان

۶- سلطان سکندر (۱۳۸۹-۱۴۱۳ ع)

هیبت خان مسموم شد

۷- میرخان سلطان علی شاه
(۱۴۱۳-۱۴۲۰ ع)

۸- شاه رخ یا شاهي خان سلطان زين العابدين (بد شاه)
(۱۴۲۰-۱۴۶۰ ع)

محمد خان وزیر اعظم بد شاه

حیدر خان
وزیر اعظم بد شاه

دختر که با سید حسن
بیقهی - نیره ملکه
بد شاه بیقهی بیگم -
ازدواج کرد

دختر با سلطان پکلی
ازدواج کرد

آدم خان
۱۴- سلطان فتح شاه
(i) ۱۴۸۶-۱۴۹۳ ع
(ii) ۱۵۰۵-۱۴۱۴ ع
(iii) ۱۵۱۵-۱۴۱۶ ع

۹- حاجی خان سلطان حیدر شاه
(۱۴۶۰-۱۴۶۲ ع)
۱۰- سلطان حسن شاه
(۱۴۶۲-۱۴۸۴ ع)

جسرت خان
در کم سنی درگذشت

بهرام خان
در قید مرد
یوسف خان
بدست سید علی خان بیقهی
در جنگ کشته شد

سکندر خان
در جنگ کشته شد

حبیب خان
در جنگ کشته شد

۱۳- نادر شاه
معروف به فازک شاه
(i) ۱۵۲۹-۱۵۳۰ ع
(ii) ۱۵۴۰-۱۵۵۱ ع

حیدر خان

سلیم خان

۱۱- سلطان محمد شاه
(i) ۱۴۸۲-۱۴۸۶ ع
(ii) ۱۴۹۳-۱۵۰۵ ع
(iii) ۱۵۱۴-۱۵۱۵ ع
(iv) ۱۵۱۶-۱۵۲۸ ع
(v) ۱۵۳۰-۱۵۳۴ ع

حسین خان

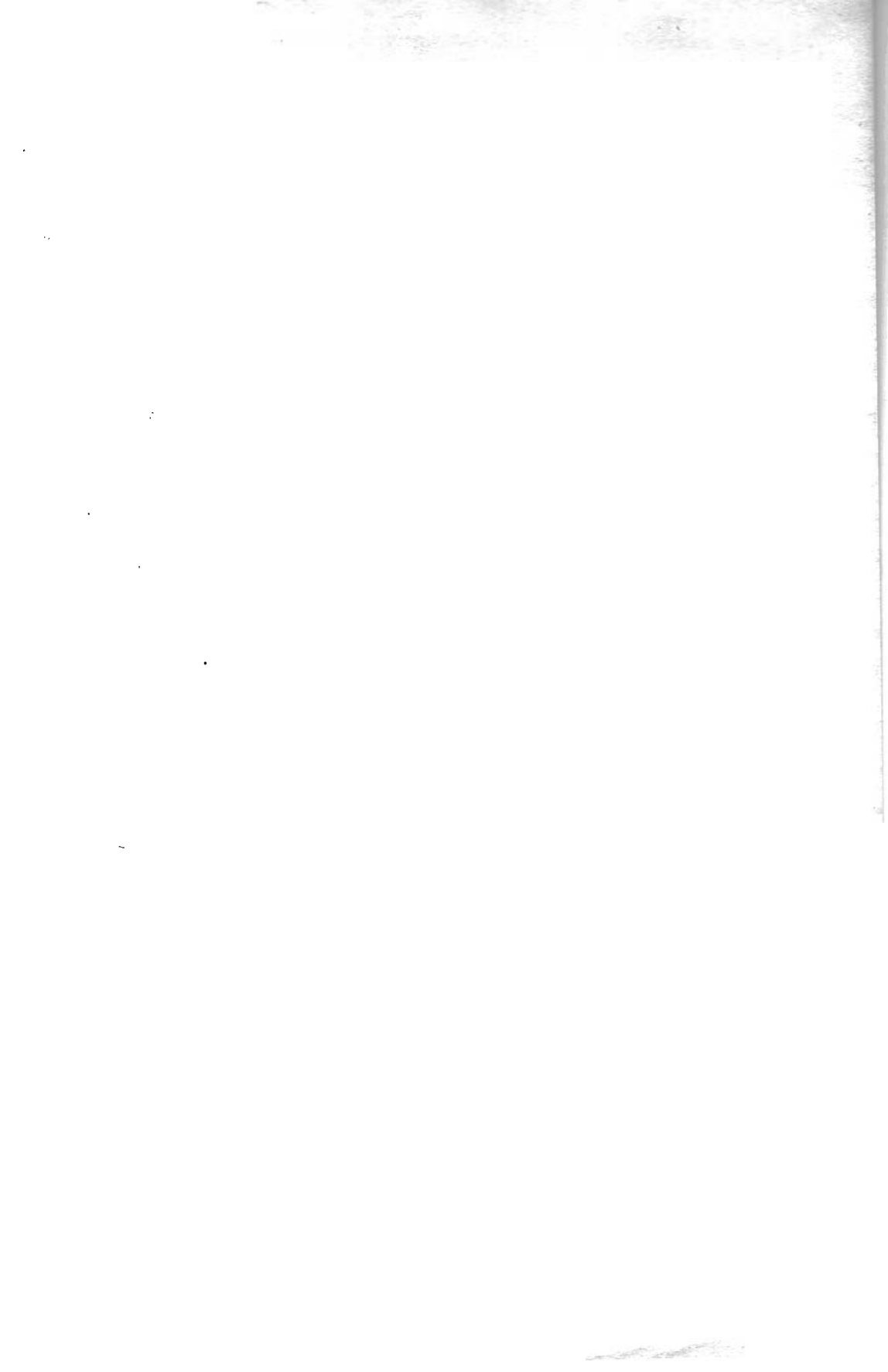
۱۵- شمس شاه یا
سلطان شمس الدین II
(۱۵۳۴-۱۵۳۸ ع)

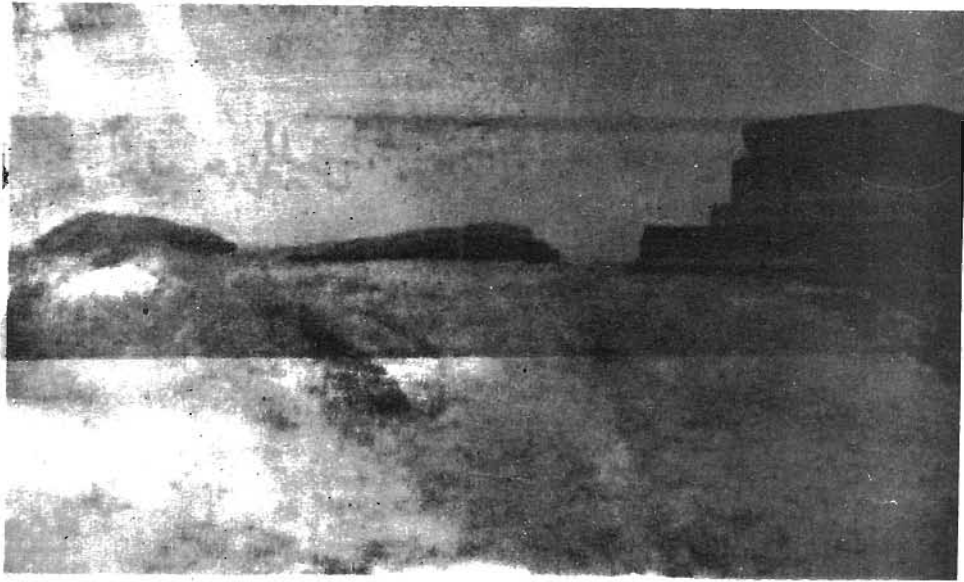
۱۳- سلطان ابراهیم شاه I (۱۵۲۸-۱۵۲۹ ع)

۱۸- سلطان اسمعیل شاه II (۱۵۵۱-۱۵۵۴ ع)

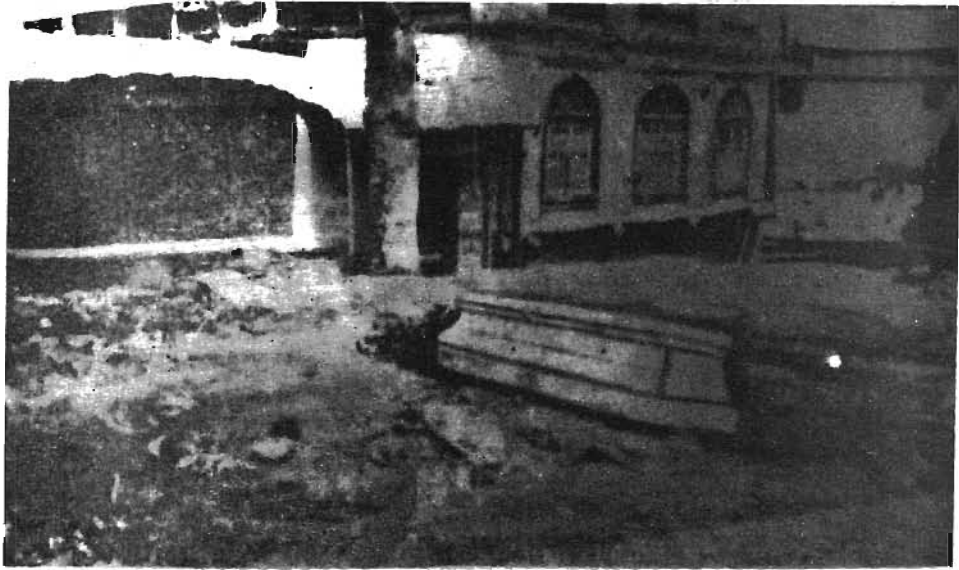
۱۶- سلطان اسمعیل شاه I (۱۵۳۸-۱۵۳۹ ع)

۱۷- سلطان ابراهیم شاه II (۱۵۳۹-۱۵۴۰ ع)





۱ - مزارالشعرا (صوفی ۳۵)



۲ - آرامگاه ملا محسن فانی
نزد مسجد شیخ موسی گورا گری محله متصل خانقاه بنا کرده دارا شکوه زینه کدل (صوفی ۳۶۳)
رک : ۱۰۳۵



۳ - خط و مهر و امضا فیضی

از نمائشگاه کتابخانه خطی و نوادر علیگڑھ ۱۹۵۲
رک : ۱۰۹۸

۳ - خط و مهر و امضا فیضی

از نمائشگاه کتابخانه خطی و نوادر علیگڑھ ۱۹۵۲
رک : ۱۰۹۸

ابو الفاضل فیضی

۵ - امضا فیضی



۴ - مهر فیضی



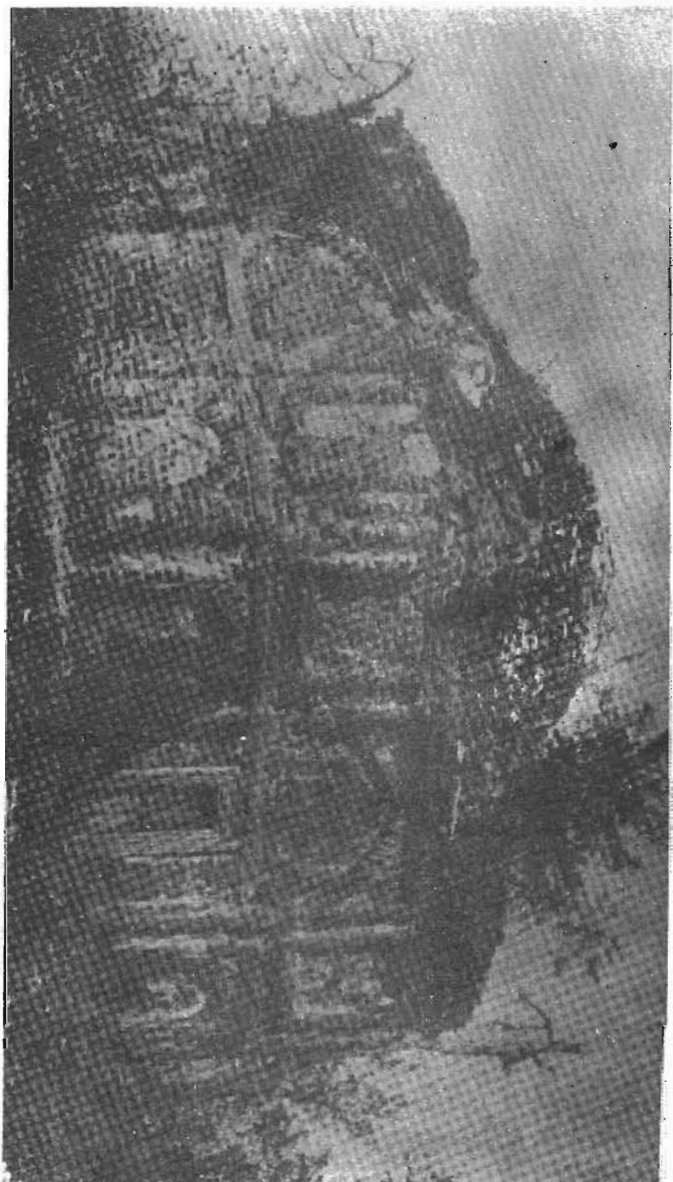
۶- نمونه خط محمد حسین کشمیری (زرین قلم)



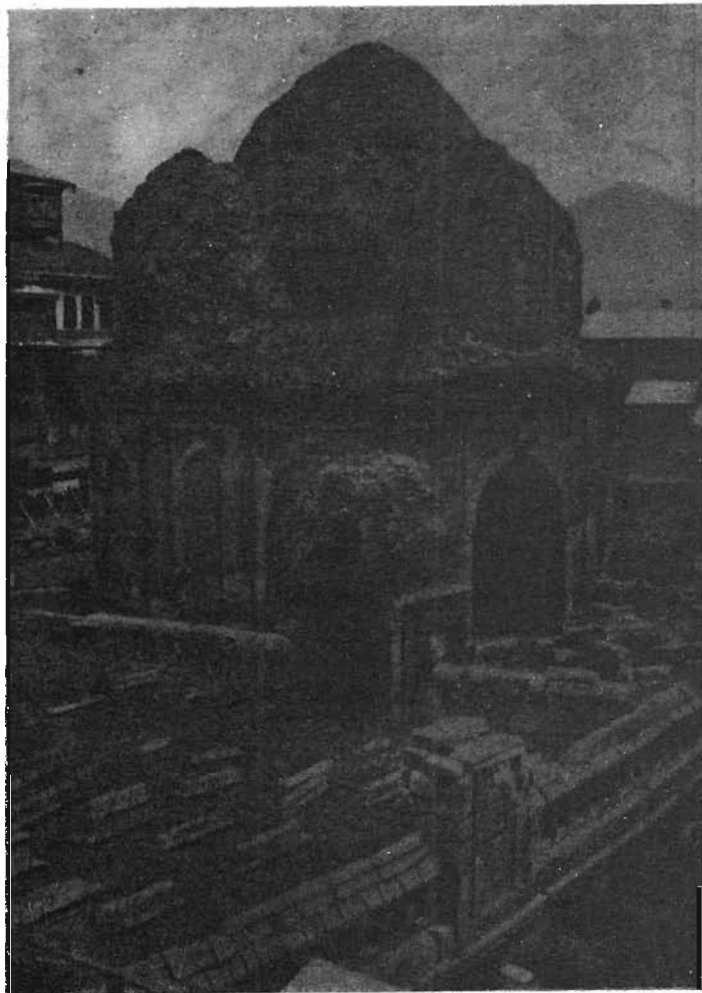
۷ - شبیه قدسی شهیدی
(در آرت گیلری کلکتہ)

From the Art Heritage of India by E. B. Havell, Bombay, Plate 56-B

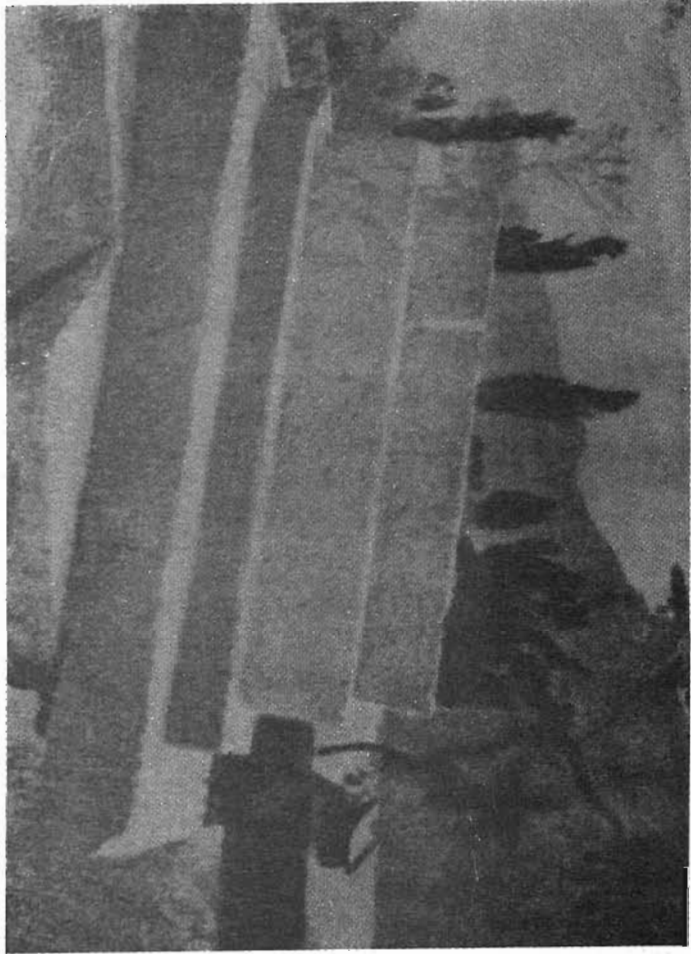
رک : ۱۲۲۷



۸ - آثار عمارت زیننه لنگ
رک : ۱۳۳۵ (۱۳۸۰ هجری)



٩ - آرامگاه سلطان زین العابدین
From Indian Architecture (Islamic Period) by Percy Brown
رک : ١٣٣٢



۱۰ - سزار کلیم کاشانی (بر کنار تالاب دل) (قیاسی)
از حیات کلیم دکتر شریف انسا بیگم، ۶۶
رک : ۳۶۶



۱۱- کتبه مزار جهان آرا بیگم سخاطب به بیگم صاحبہ

۱- هوالحی القیوم

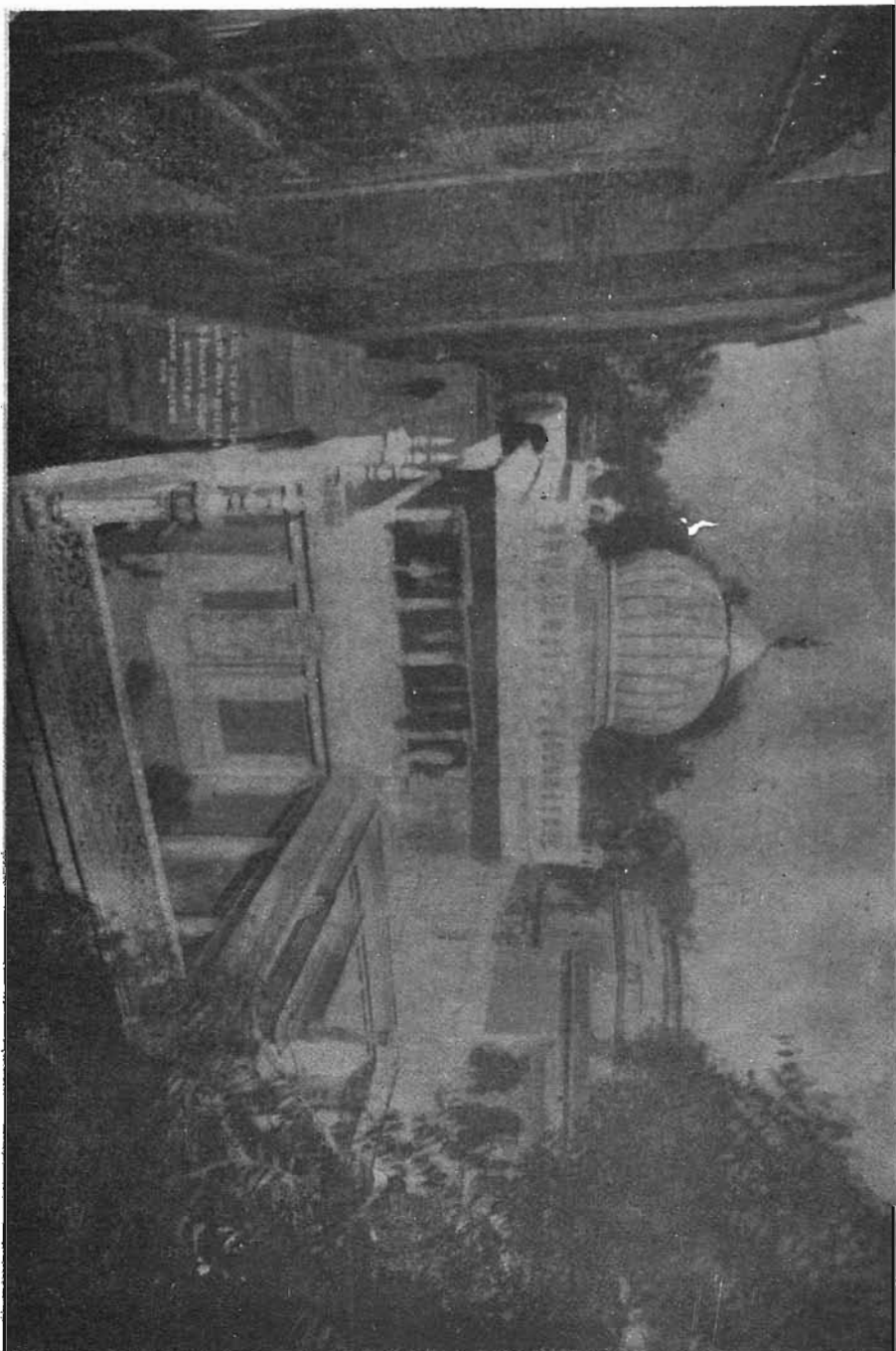
۲- بغیر میزه نبوشد کسی مزار سرا ۳- که قبر پوش غریبان همین گیاه بس است

۴- الفقیر الفانیہ جهان آرا مرید ۵- هخواجگان چشت

بنت شاهجهان ۶- پادشاه غازی نارالله برهانه ۱۰۹۲

Delhi Agra Fatahpur by Martin Hurlimann, London 1964. Plate 28

رک : ۱۴۴ ' ۱۲۸۵ ' ۱۲۹۲ ' ۱۴۴۰ و غیره



۱۲ - منظره آرا سگه جهان آرا بیگم
در احاطه خواجه نظام الدین محبوب الهی - دہلی
(از کلکتیون آقاہی محمود بیگ)
رک : ۱۴۳ - ۱۲۸۵ - ۱۲۹۳ - ۱۲۴۵ -

اللهم صل على
ابن مينا في الفريز
بفرزاد اقبال لالا
بدر الفانكرد
رفقه الحق القدر
جهان آراست
شاه جهان بنده
عاشق

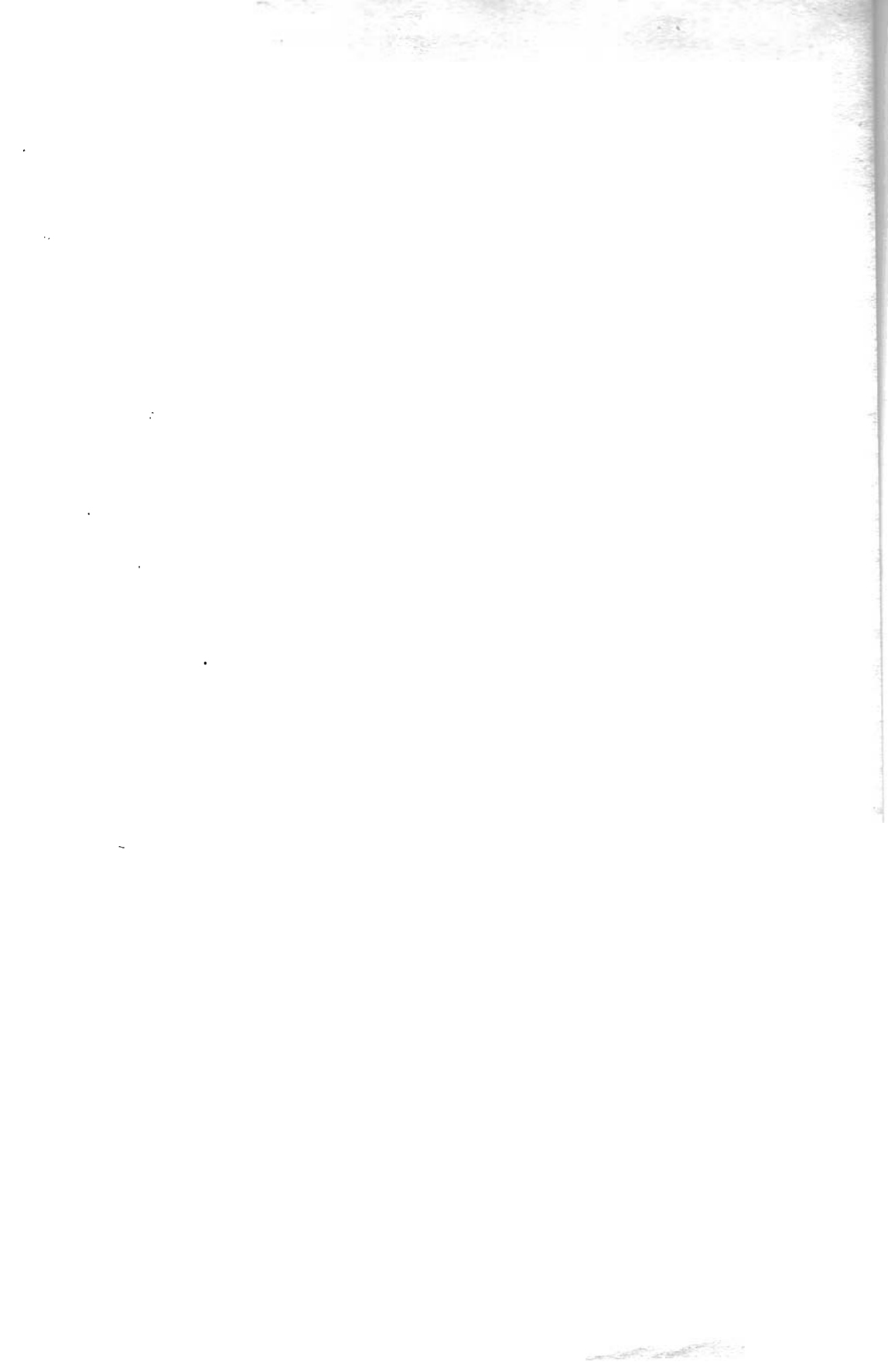


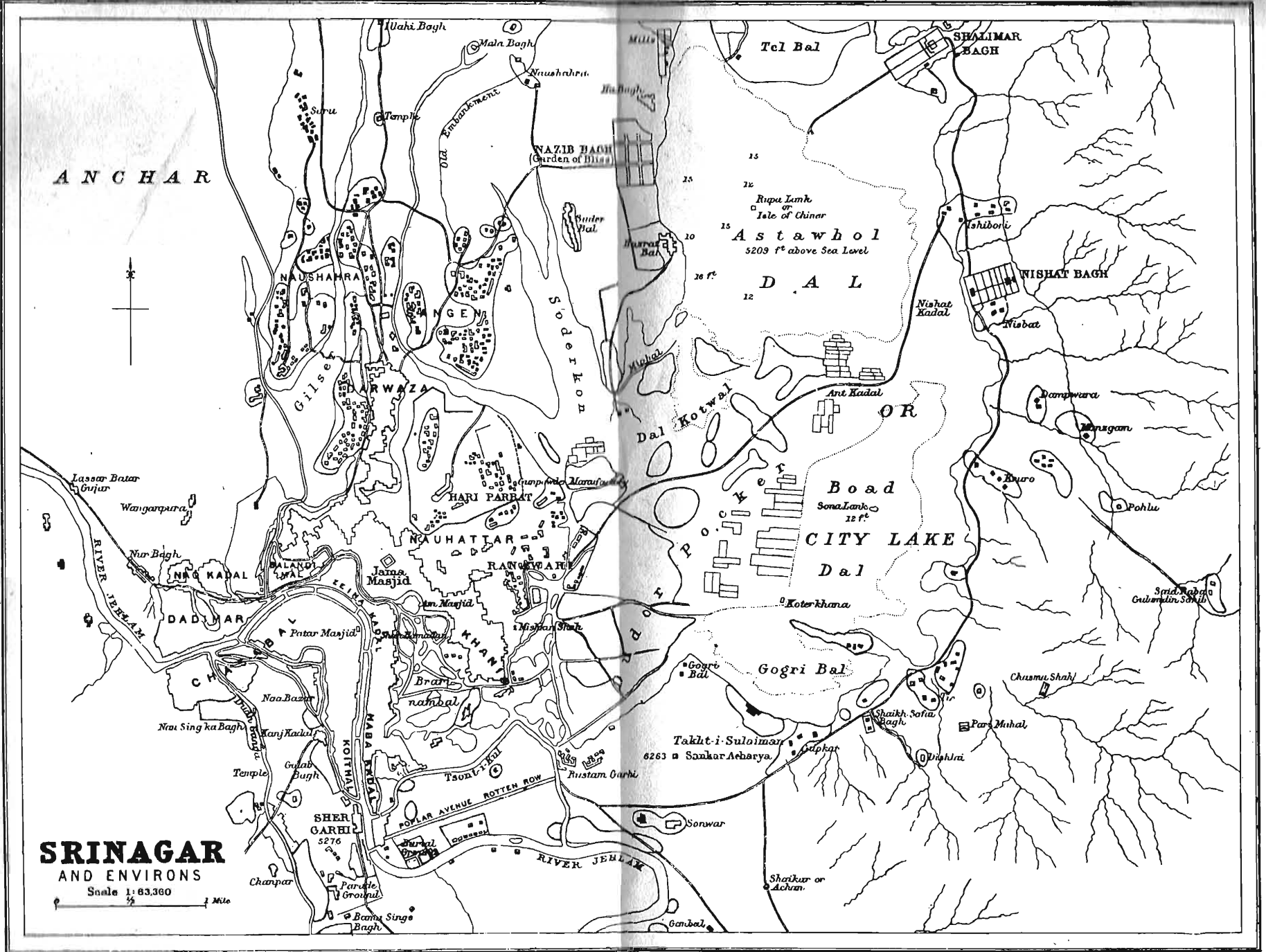
این فرزند است که بولعه عدل انصاری شیخ الاسلام
گفته است که هزار زبان داشتند بستم که تربیت میفرماید
مرد کوش را روان و دل را محرمه که از فوق فریاد
صمیمان آراست حضرت شیخ معنی اللین
حقیقی بنده

۱۵- مهر جهان آرا بیگم

۱۳- تصویر جهان آرا بیگم
(بیاضی خطی دانشگاه هندو بنارس،
شماره ۵۸۴۴)

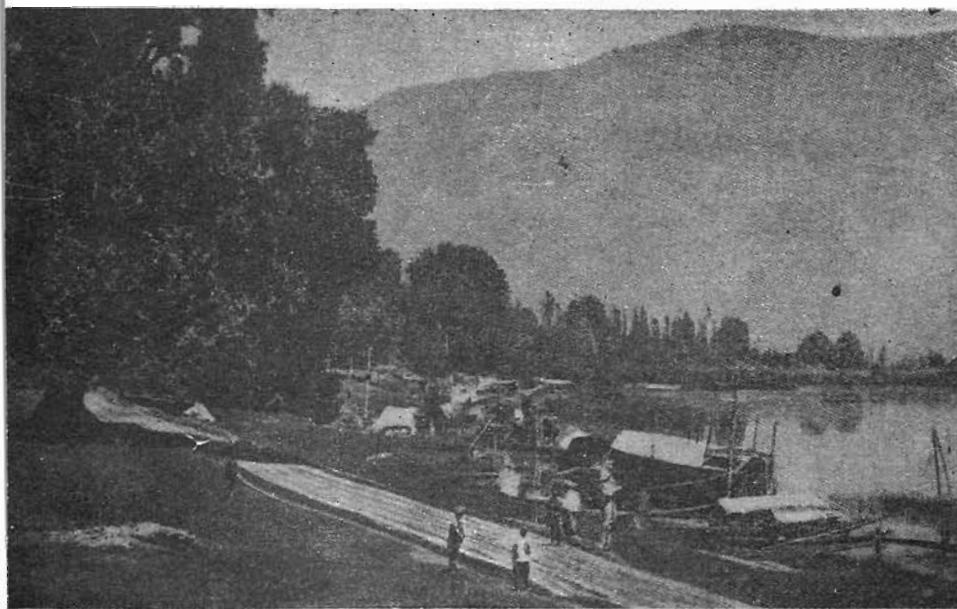
۱۳ تصویر جهان آرا بیگم
رساله خواجه عبدالله انصاری در ذخیره کتابخانه رام پور
از مجله علوم اسلامی، علیگره ۱۹۶۵



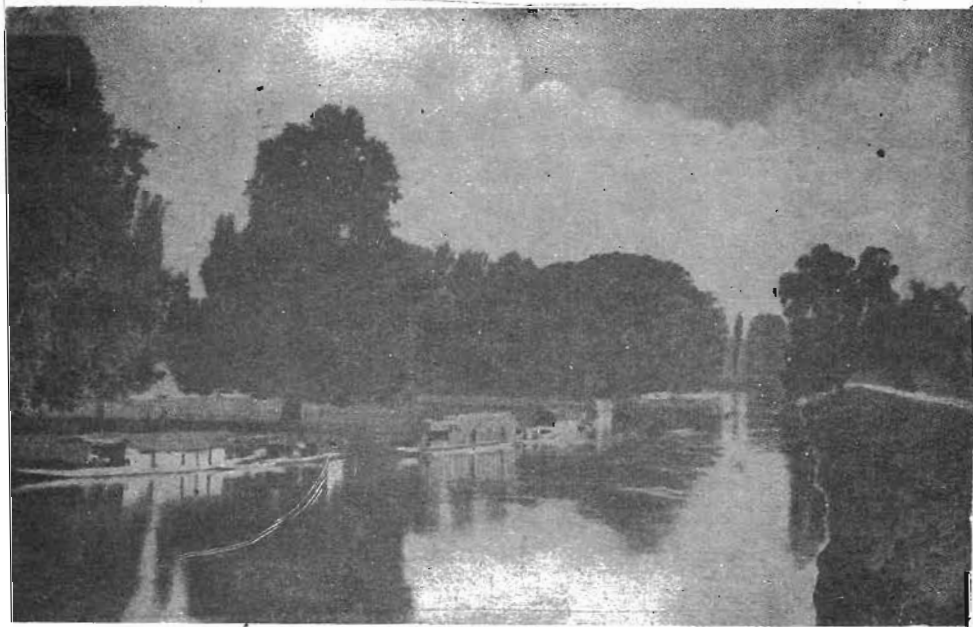


۶۶ - نقشه سرینگر

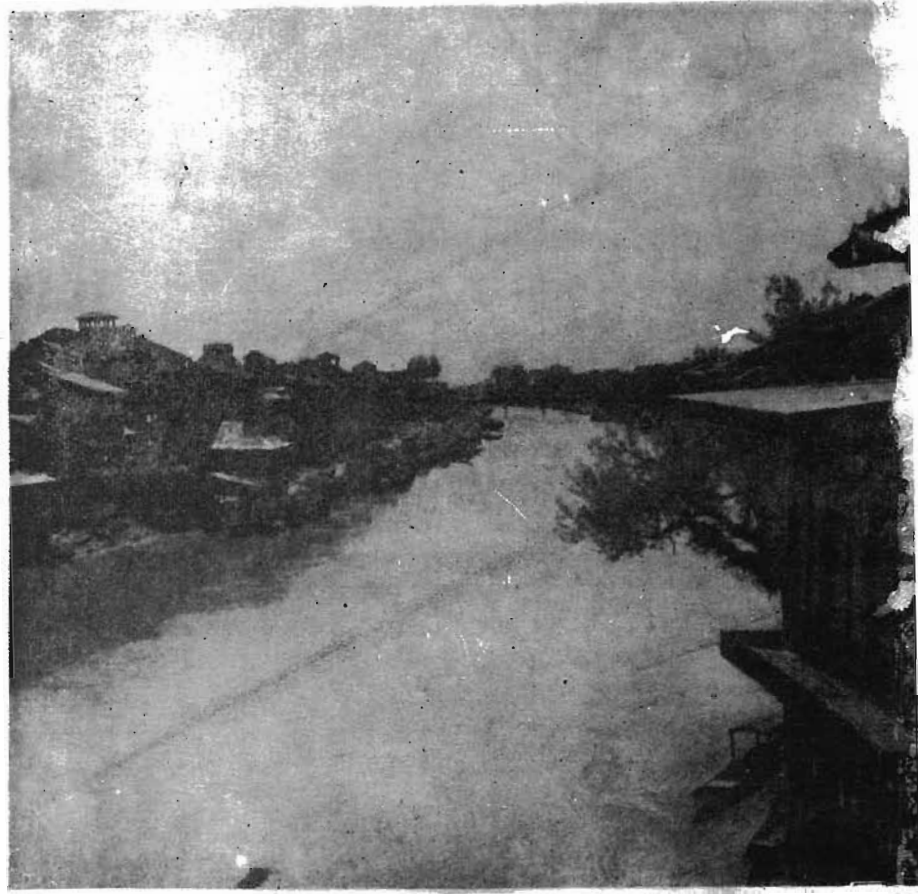
نهر دل، شالیمار، الاهی باغ، نشاط باغ، چشمه شاہی، تخت سلیمان، ہری پربت، جامع مسجد، خانقاہ ہمدان و دیگر آثار تاریخی دیدہ می شود
 Constable's Hand Atlas of India by J. G. Bartholomew, Westminster, 1893, Plate 54



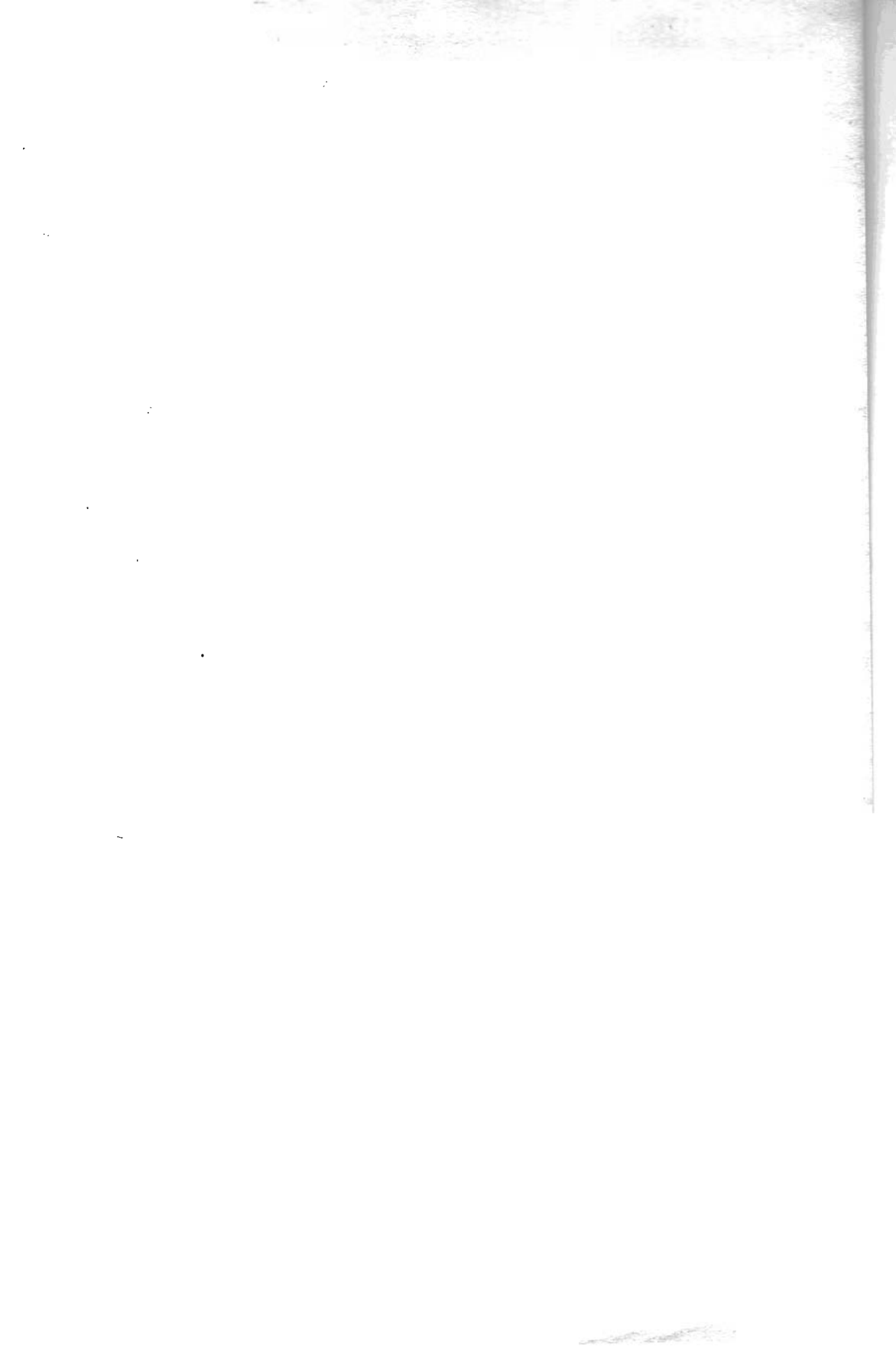
۱۸ - نسیم باغ
 (ذخیره آقانی محمود بیگ)
 رگ : ۱۲۹۹ / ۱۲۸۶



۹ - رگ چنار باغ
 (ذخیره آقانی محمود بیگ)



۱۷ - منظره دل
(Shadows from India by R. Cameran)
رک : ۲۰۰ ' ۱۲۷۲ ' ۱۳۸۵ و غیره



—SRINAGAR SHALIMAR BAGH—

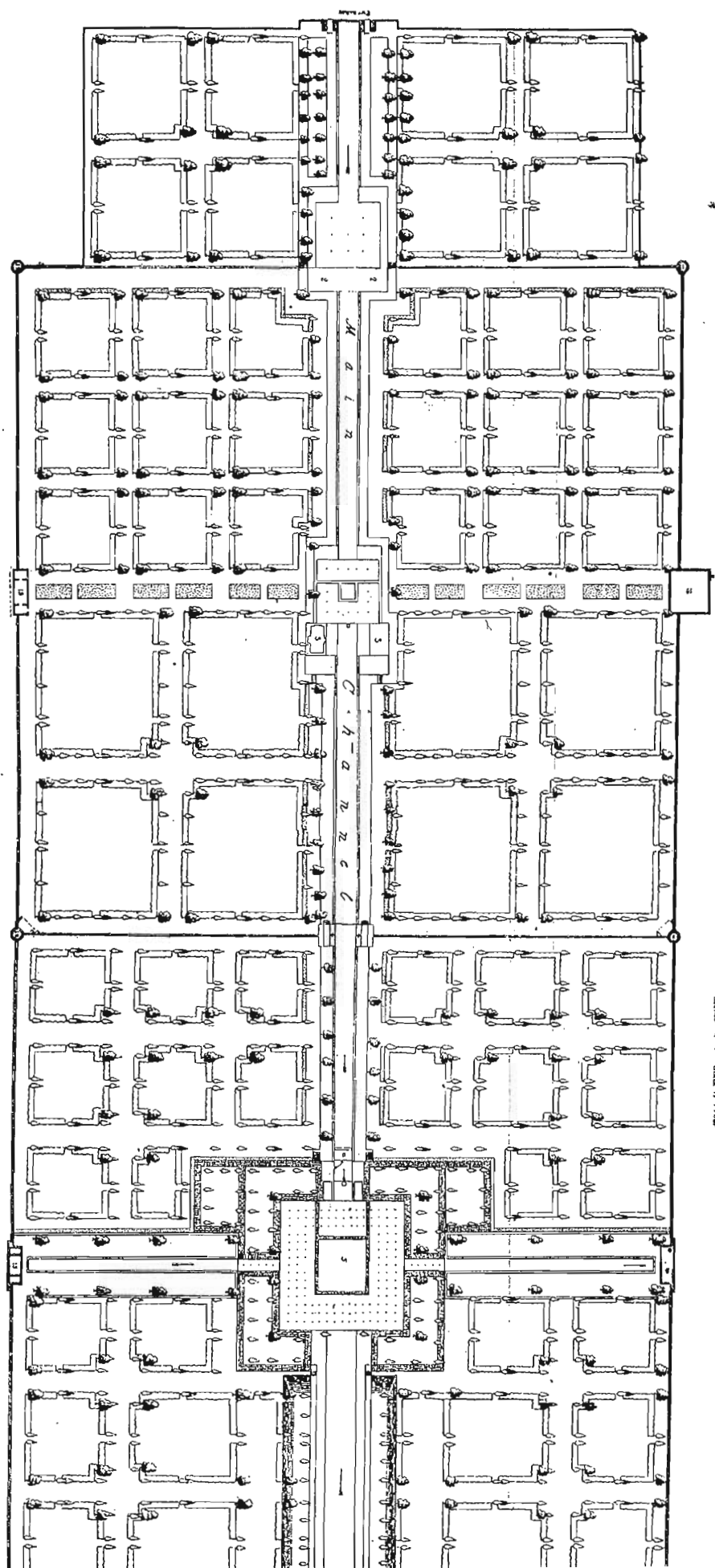
—SCALE—



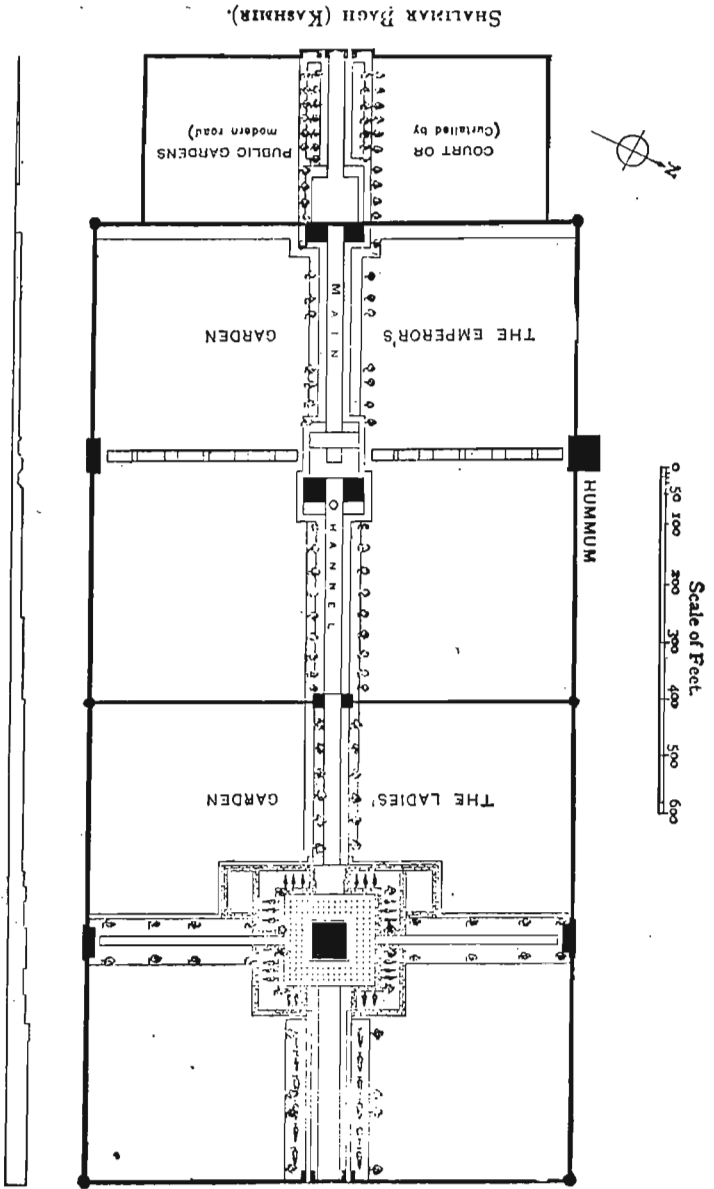
Columns
Flamboyant



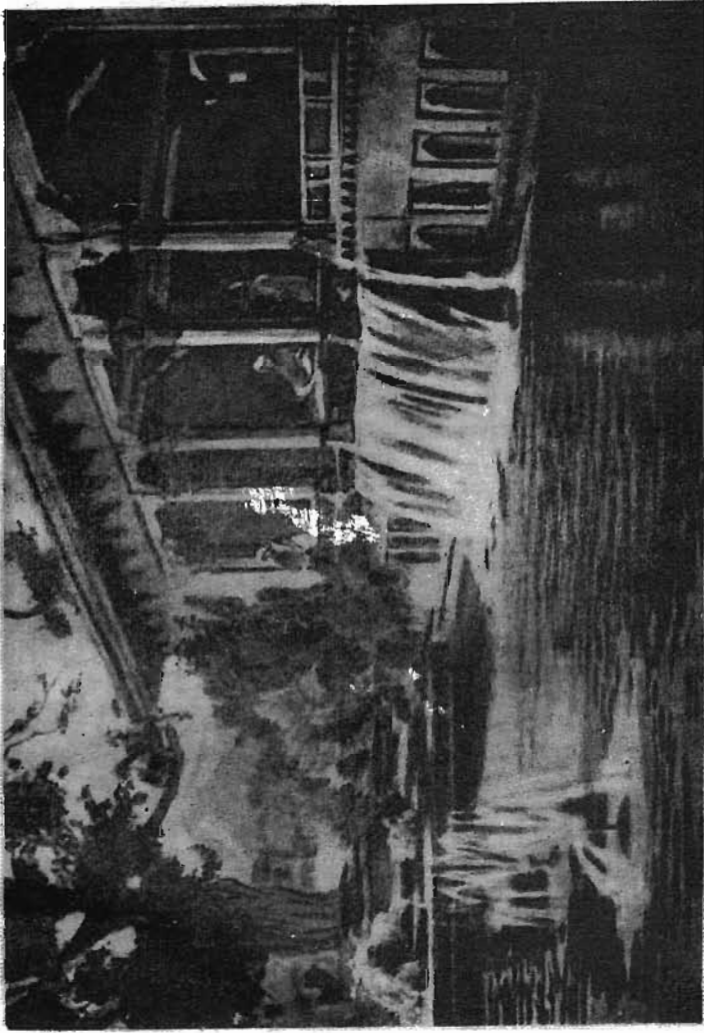
Basin Floor of Channel
SCALE 3/16" = 1' - 0"



۲۰ - نقشہ شالیمار باغ (توحیح پھولیں) ر.ک : ۲۰۰ : ۱۲۸۵، ۱۲۸۵، ۱۲۸۵



بغ - نقشه عالیجار باغ
 (Gardens of the Great Mughals by C. M. V. Stuart)
 مکتب : ۱۲۰۵ ، ۱۲۰۶ ، ۱۲۰۷ و غیره

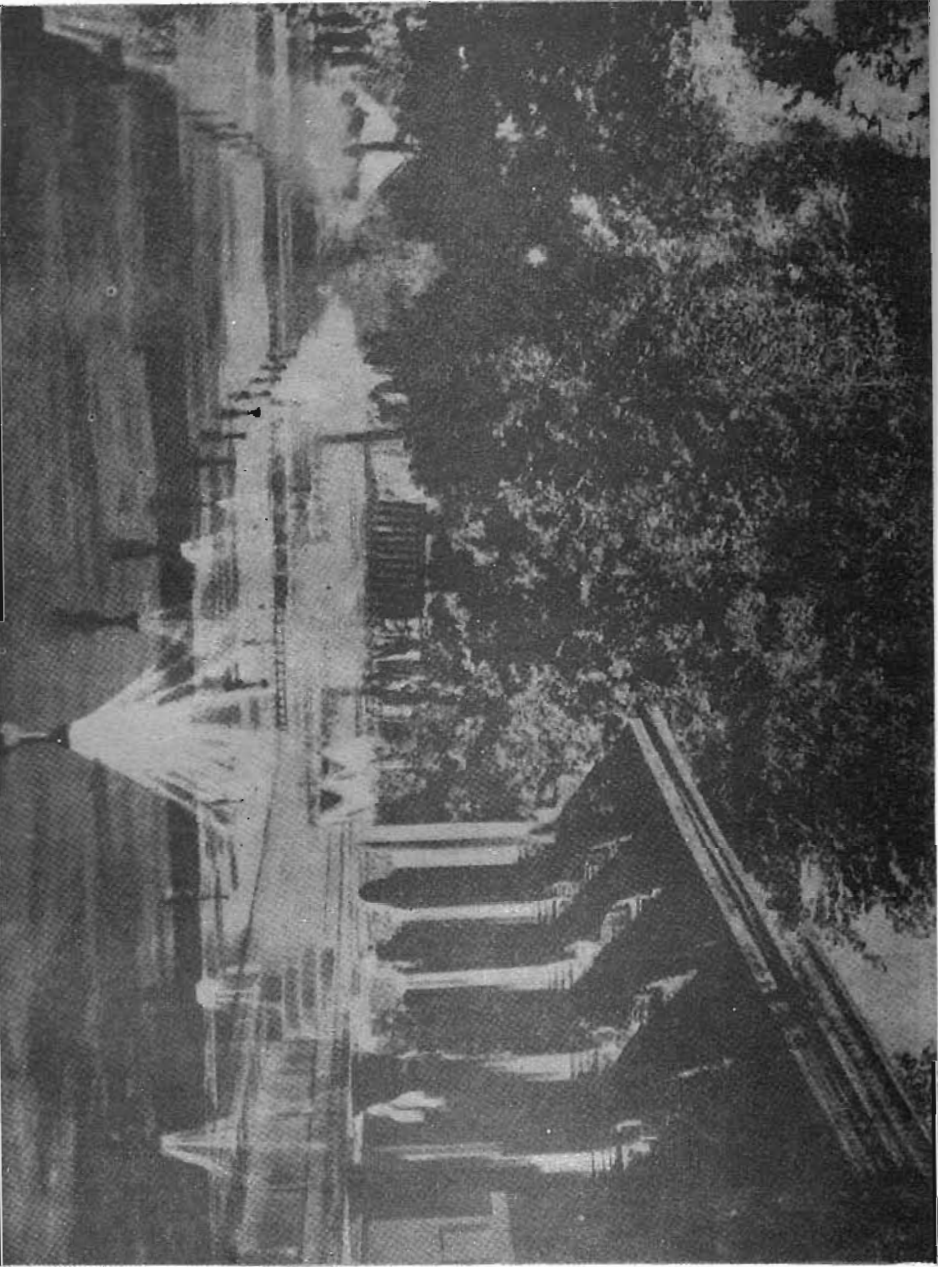


۲۲- دیوان عام شالیمار باغ
 (Gardens of the Great Mughals by C. M. V. Stuart)
 رکی : ۱۰۲ ، ۱۲۵۵ ، ۱۳۰۲ و غیره



۲۳- دیوان عام - شالیمار باغ
(Shadows From India by R. cameran)

رک : ۱۰۲ ، ۱۲۷۵ ، ۱۳۰۲ و غیره



دیوان عالم شالیمار باغ
(Ancient Monuments of Kashmir by Ramchand Kak)
کتاب : ۱۰۲ ، ۱۲۵ ، ۱۳۰۲

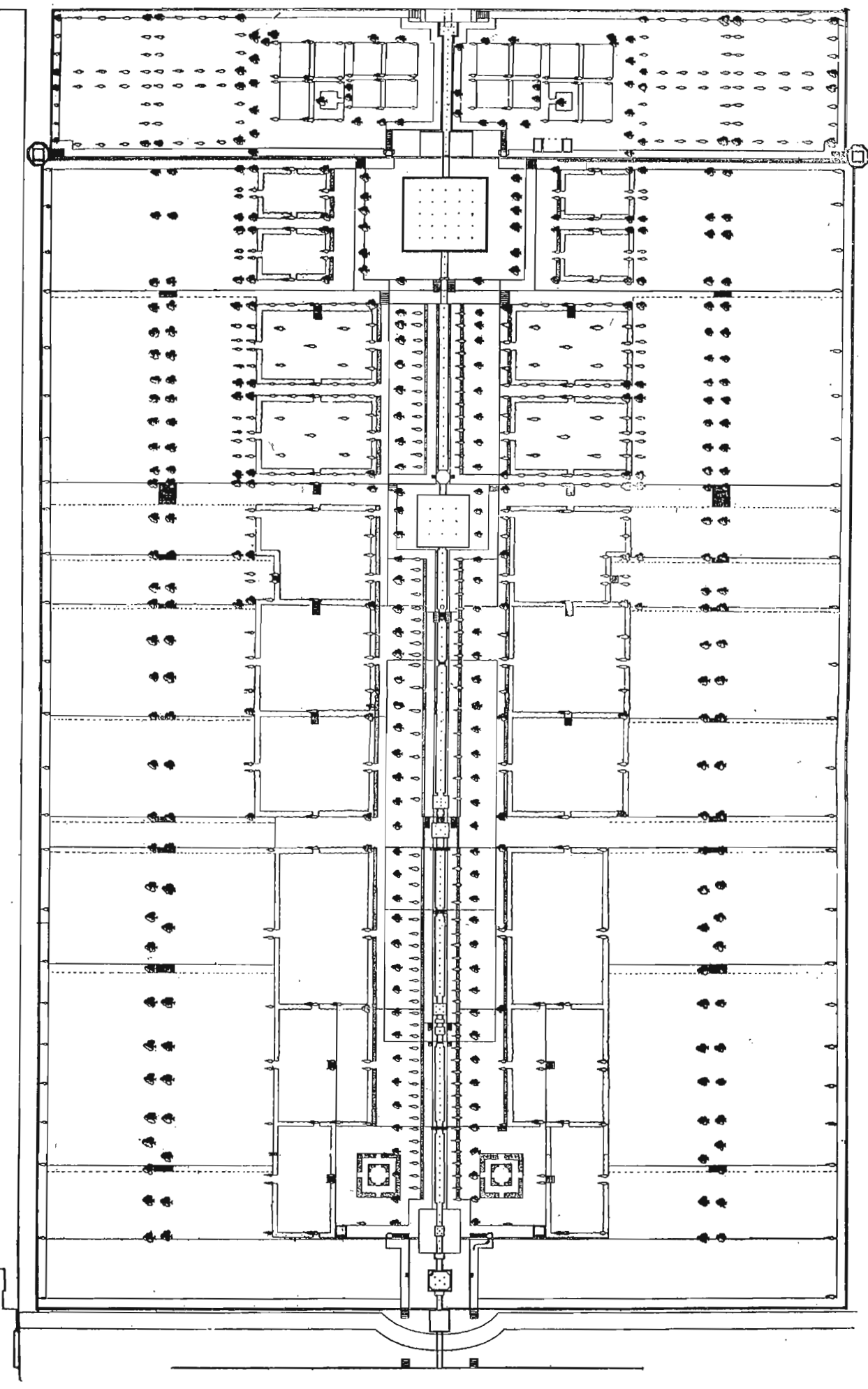


NISHAT BAGH

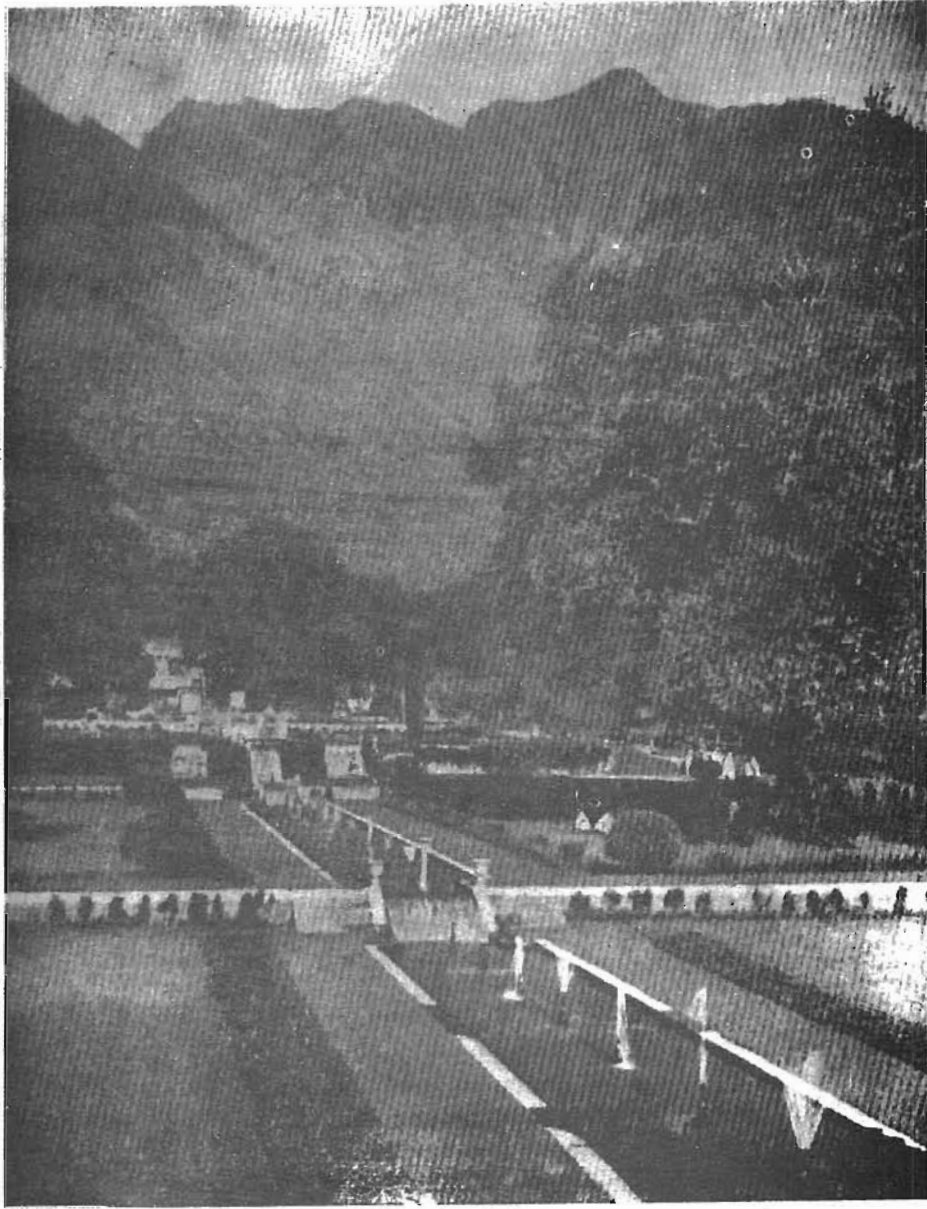


PLAN

SCALE



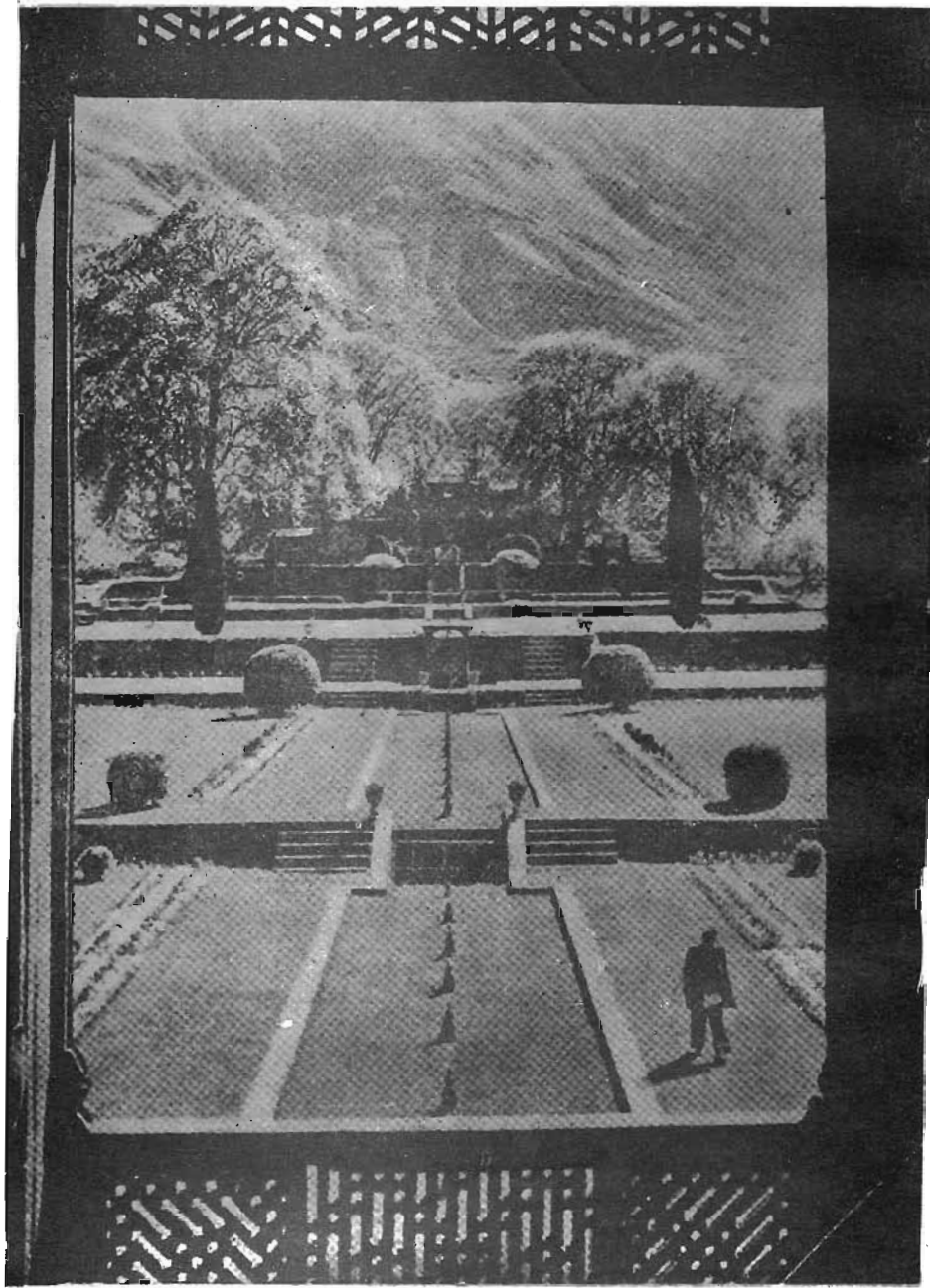
Architectural drawing of Nishat Bagh, showing a symmetrical layout with a central corridor and multiple rooms.



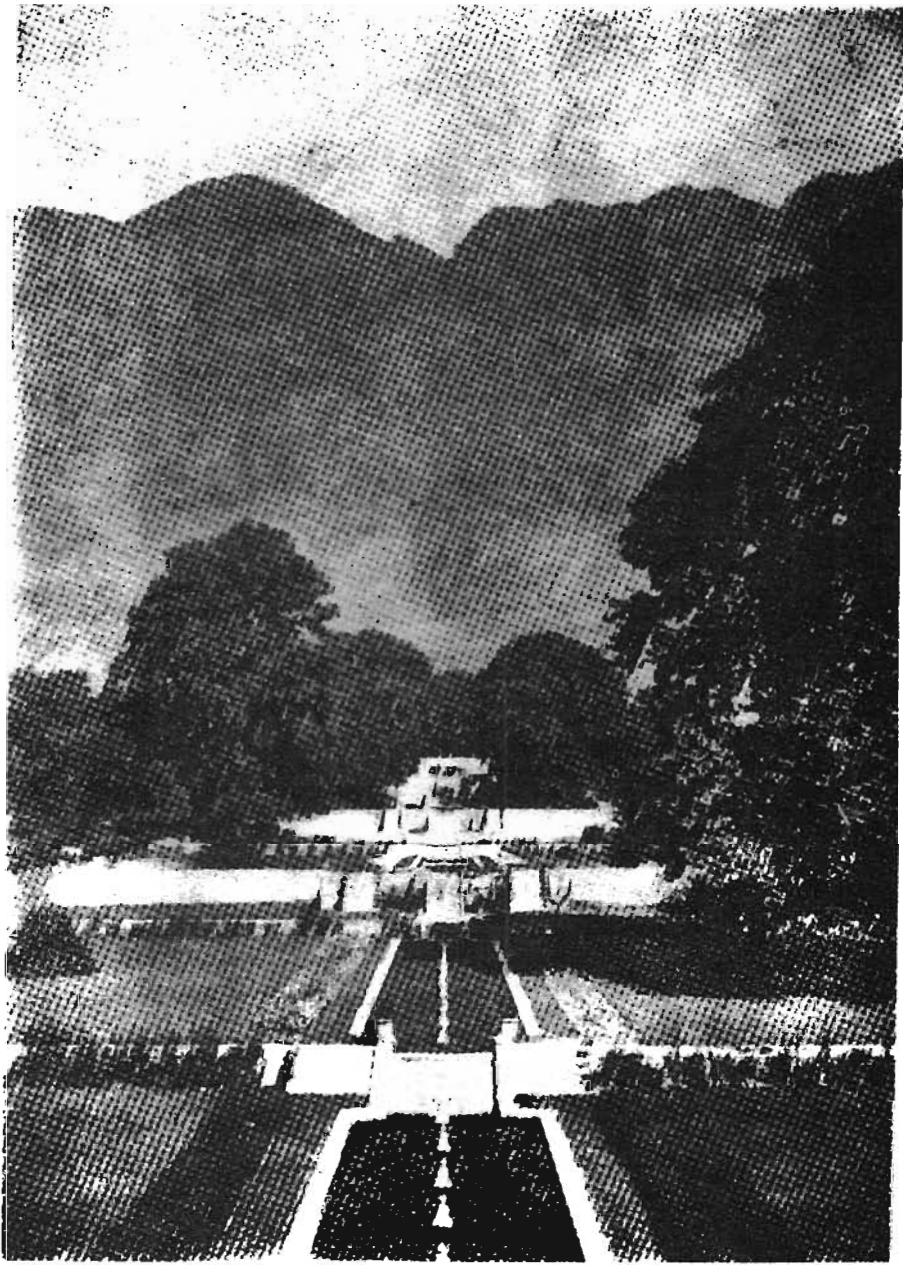
۲۷ - نشاط باغ

Indian Architecture (Islamic Period) By Percy Brown

رک : ۲۰۲ ، ۱۲۷۸ ، ۱۲۸۳ ، ۱۳۰۵ ، ۱۳۹۱



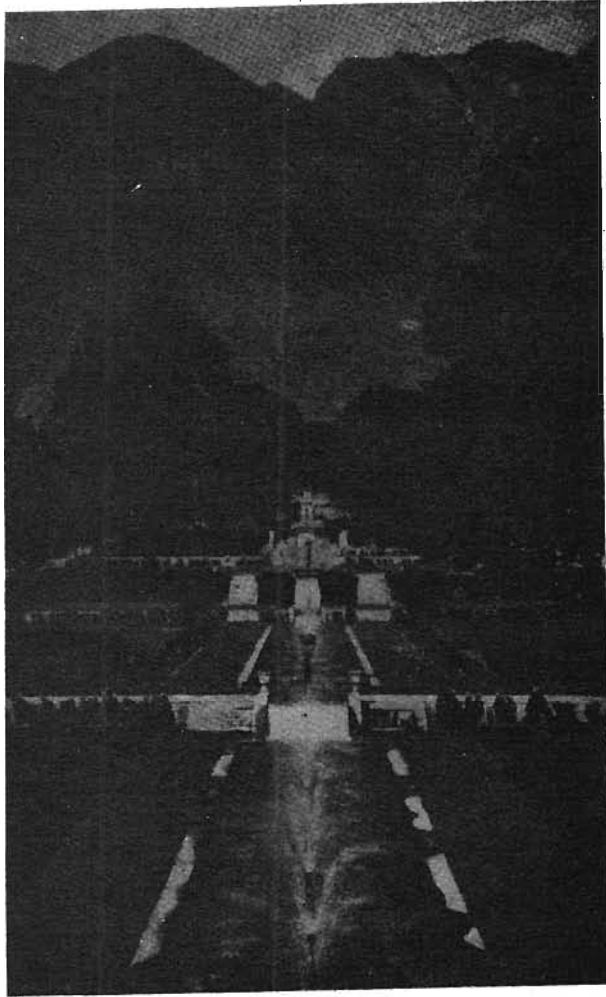
۲۶ - نشاط باغ
(Shadows From India By R. Cameran)
رک: ۲۰۲ / ۱۲۷۸ / ۱۳۰۵ / ۱۳۸۳ / ۱۳۹۱



۲۹ - نشاط باغ

(Ancient Monuments of Kashmir By Ram Chandra Kak)

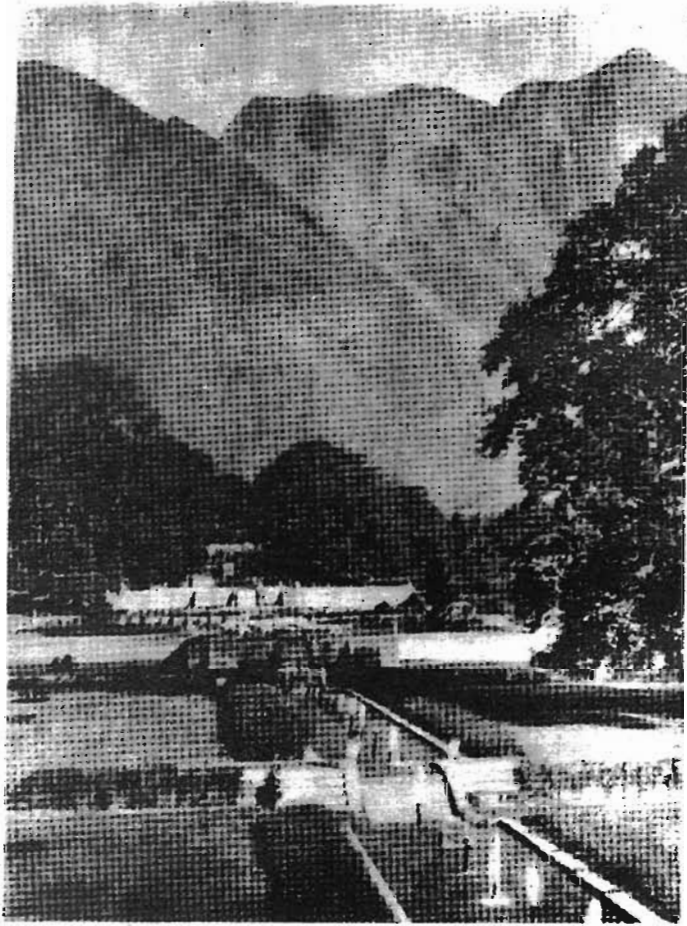
رک : ۲۰۲ ، ۱۲۷۸ ، ۱۳۰۵ ، ۱۳۸۳ ، ۱۳۹۱



۲۸ - نشاط باغ
(از ذخیره آقای محمود بیگ)
رک: ۲۰۲، ۱۲۷۸، ۱۲۸۳، ۱۳۰۵، ۱۳۹۱



۳۱ - نشاط پارک
(دفتره آئی سمود بیگ)
رک: ۲۰۲، ۱۲۸، ۱۲۸۳، ۱۲۰۵، ۱۳۹۱



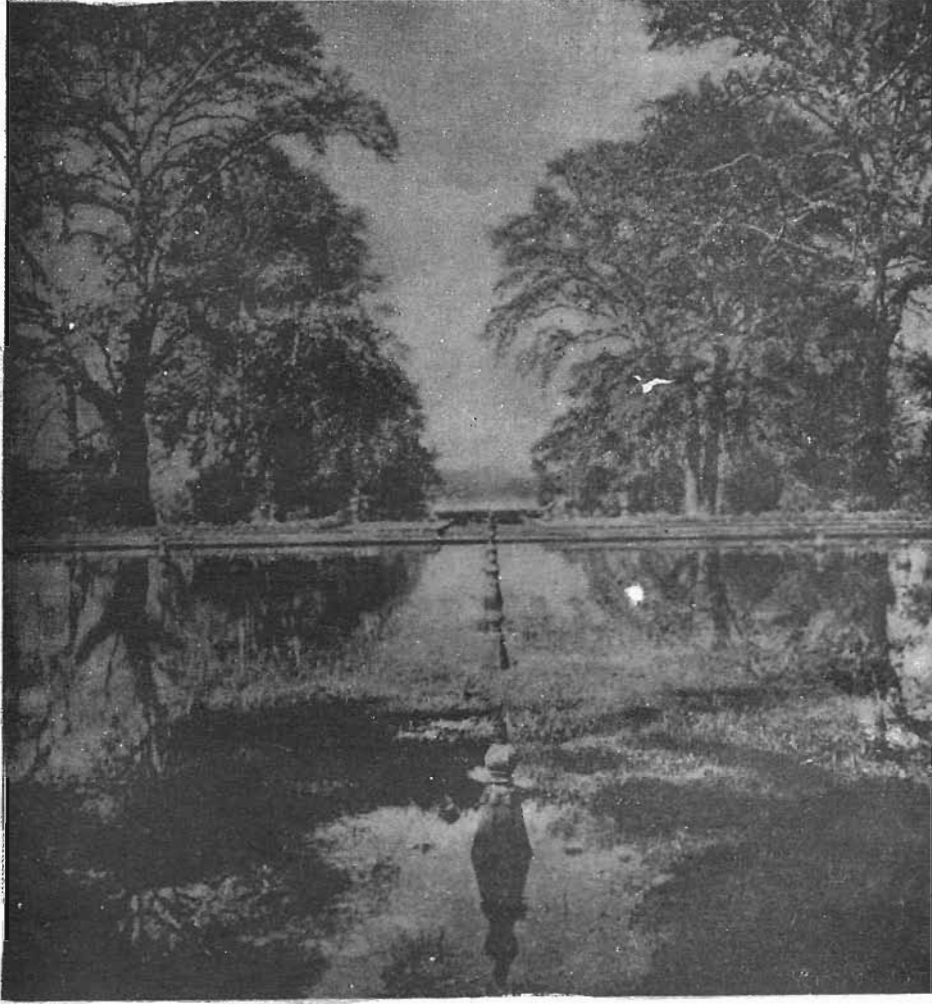
۳ - نشاط باغ

(Gardens of the Great Mughals By C.M. Villiers Stuart)

رک: ۲۰۲، ۱۲۸، ۱۲۸۳، ۱۳۰۵، ۱۳۹۱



۳۳ - نشاط باغ
 (Gardens of the Great Mughals)
 رک : ۲۰۲، ۱۲۷۸، ۱۲۸۲، ۱۳۰۵، ۱۳۹۱

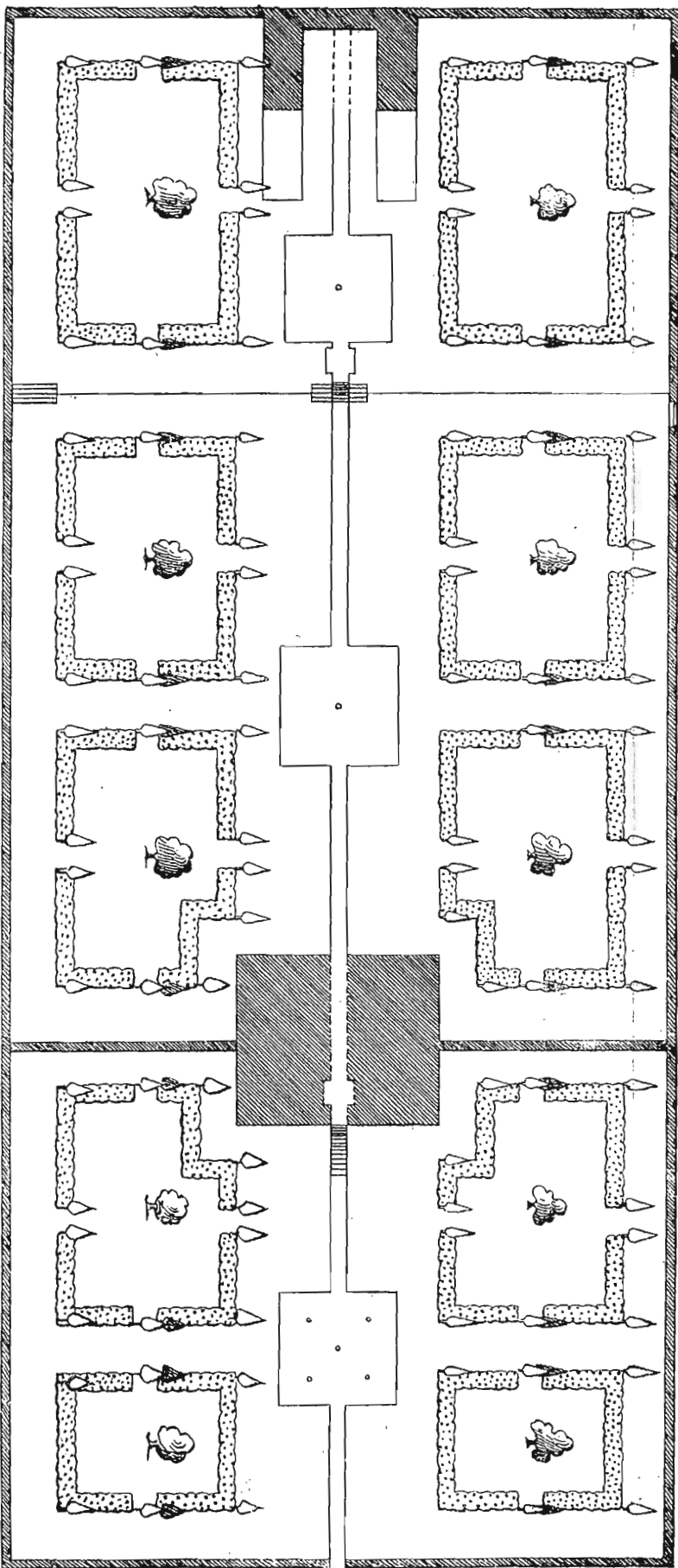


۳۲ - نشاط باغ
 (Shadows From India By R. Cameran)
 رک : ۲۰۲ ، ۱۲۷۸ ، ۱۲۸۳ ، ۱۳۰۵ ، ۱۳۹۱



SRINAGAR CHASHMA SHAHI

arrangement of garden



چاشما شاہی - ۱۳۲۰
 (Report on Mughal Gardens of Srinagar in 1906, By W.H. Nichollas)



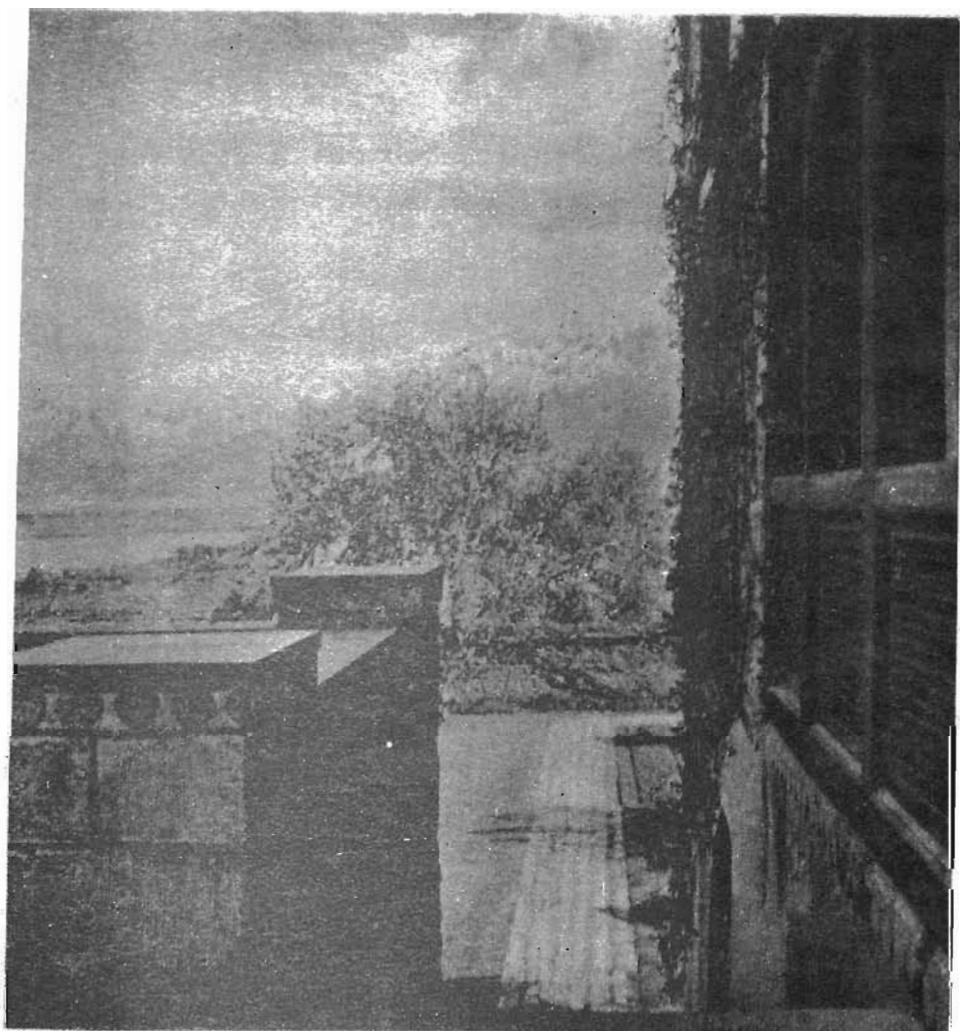
۳۵ - چشمه شاهي
(دخیره آلكى محمود بيگ)
رك : ۲۰۳ ، ۸۵۲ ، ۱۴۰۴



۳۶ - چشمه شاهي

(Shadows from India By R. Cameran)

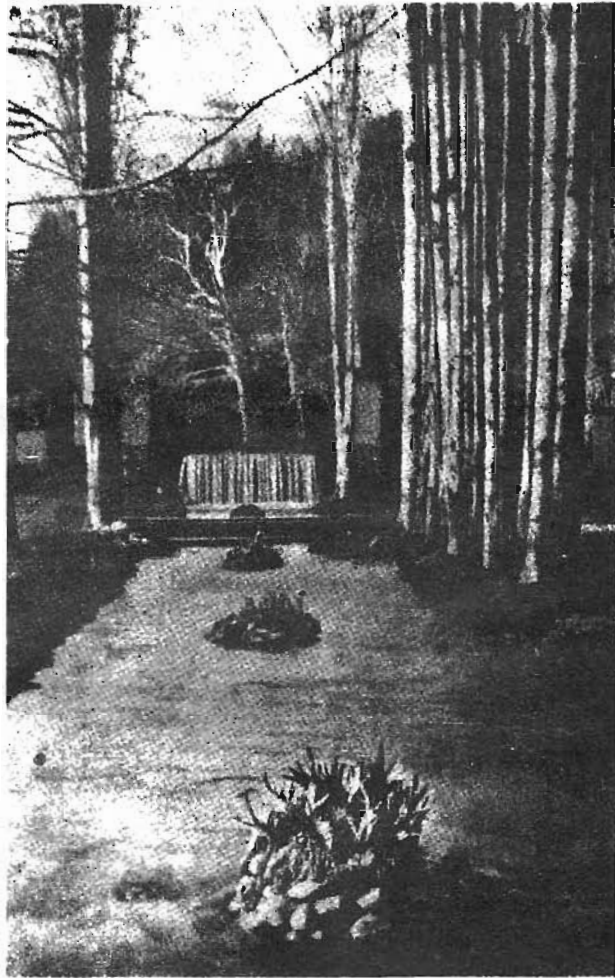
رک ۲۰۳ : ۸۵۳ : ۱۲۰۴



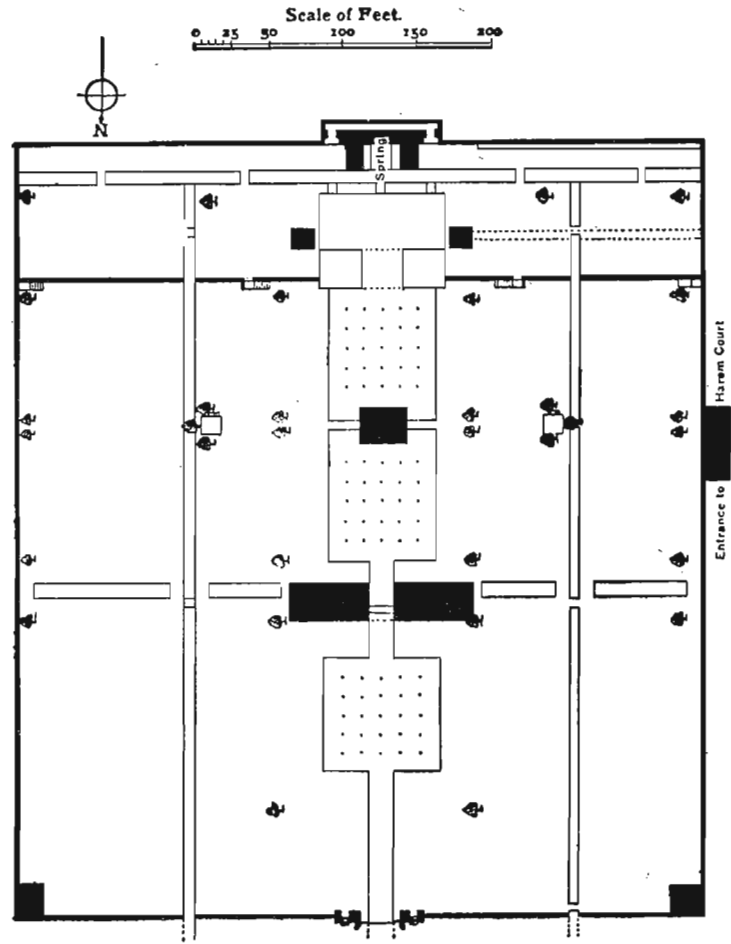
۳۷ - چشمه شامی
(Shadows from India By R. Cameran)
رک : ۲۰۳ ، ۸۵۲ ، ۱۲۰۲ و غیره







۳۰- اچھابل باغ
(ذخیروہ آقای محمود بیگ)
رک : ۱۲۲۰ ، ۱۳۰۷ ، ۱۳۸۹

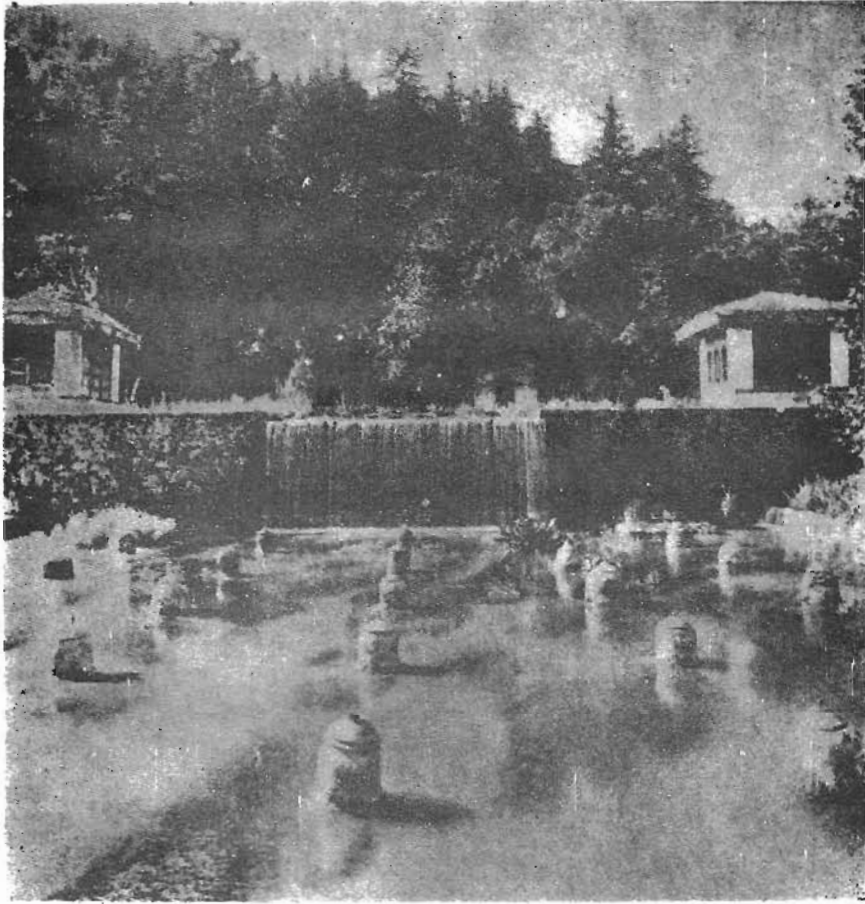


AKBARI BAGH (plan of the two remaining terraces).

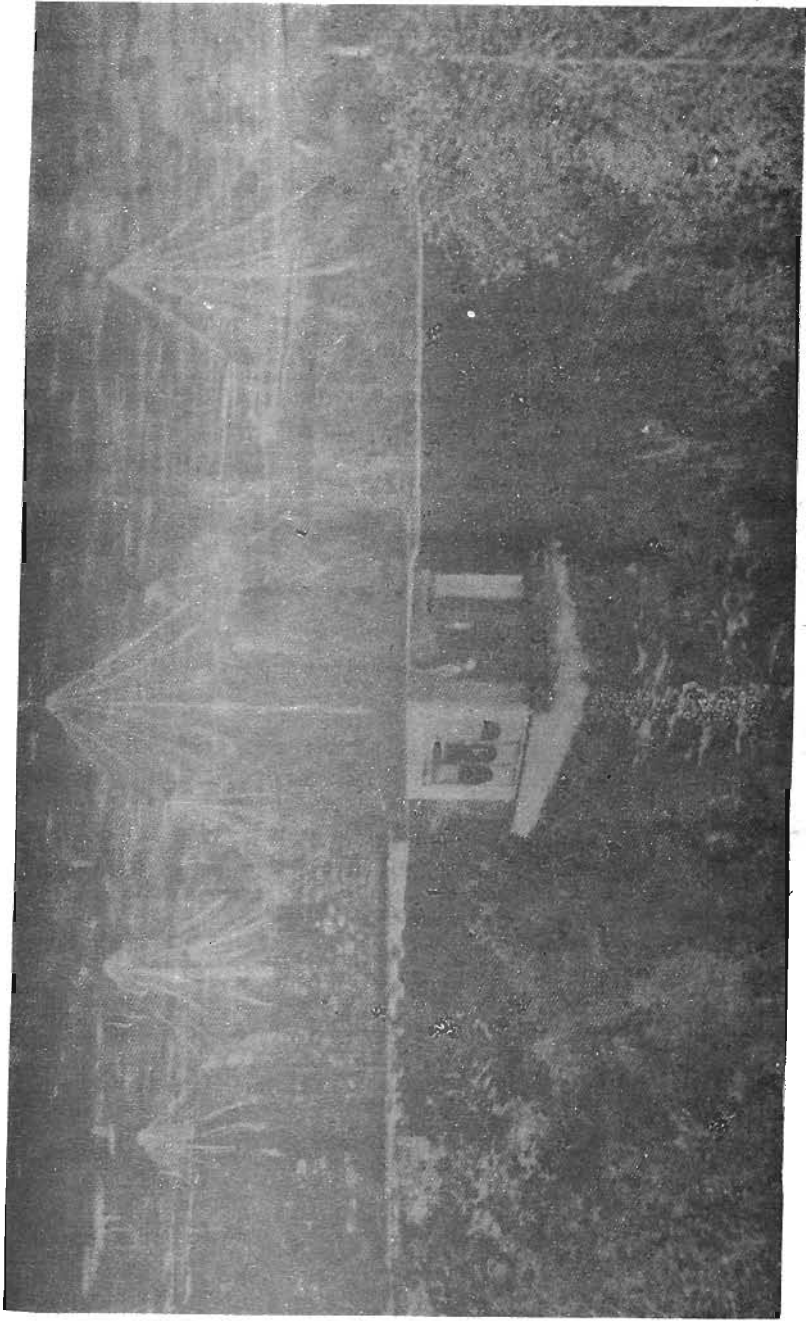
۳۹ - اچھابل باغ

(Gardens of the Great Mughals by E. M. V. Stuart)

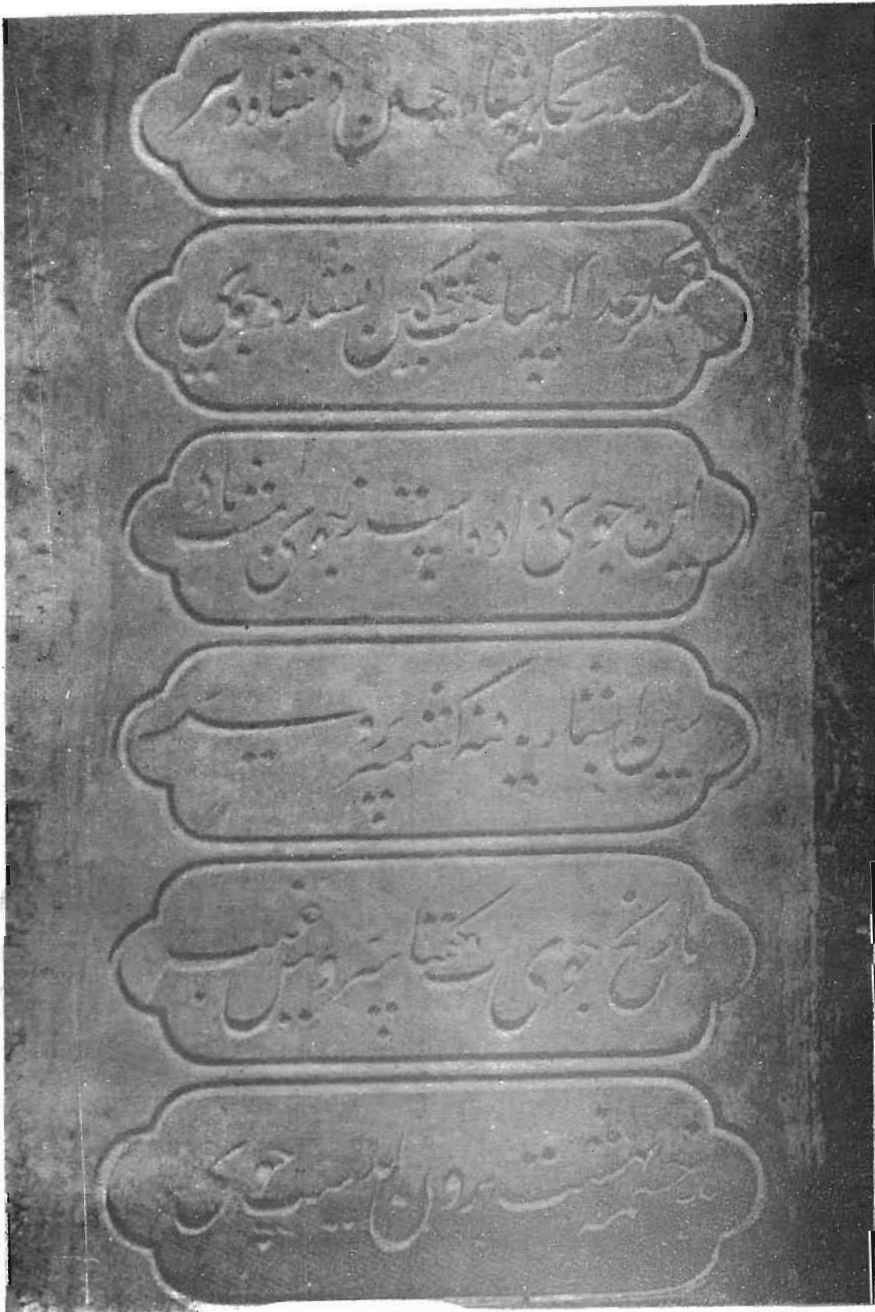
رک : ۱۲۲۰ ، ۱۳۰۷ ، ۱۳۸۹



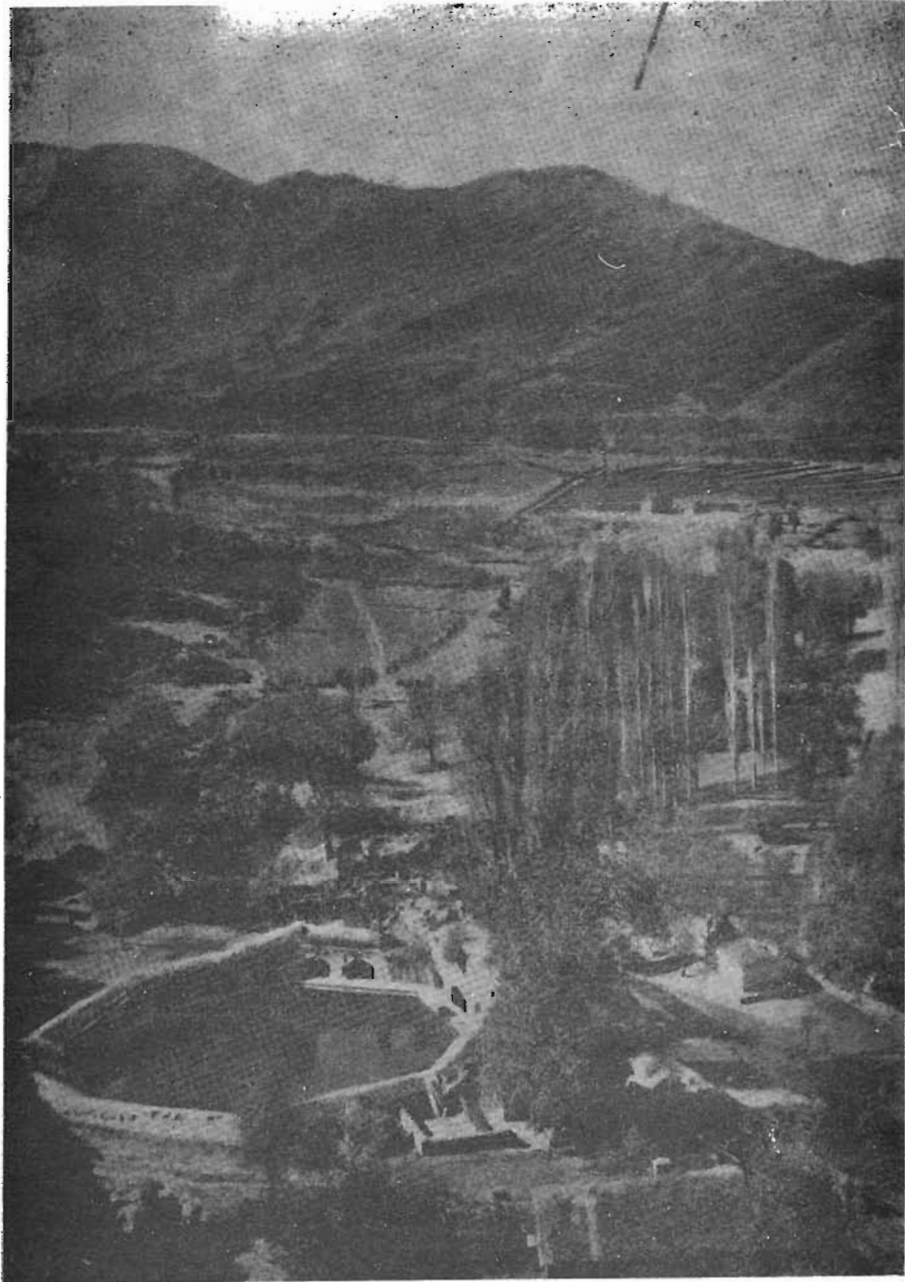
۳۳- اچھابل باغ
(صوفی)
رک : ۱۲۲۰ ، ۱۳۰۰ ، ۱۳۸۹



۳۱- اجهل باغ
(صوفی ۵۳۹)
رک : ۱۲۲۰ ، ۱۳۰۷ ، ۱۳۸۹



۳۳- کتبه جهانگیر پادشاه بر ویر ناگ
 (صوفی ۵۲۷)
 رک: ۱۶۹۸ * ۱۶۹۹

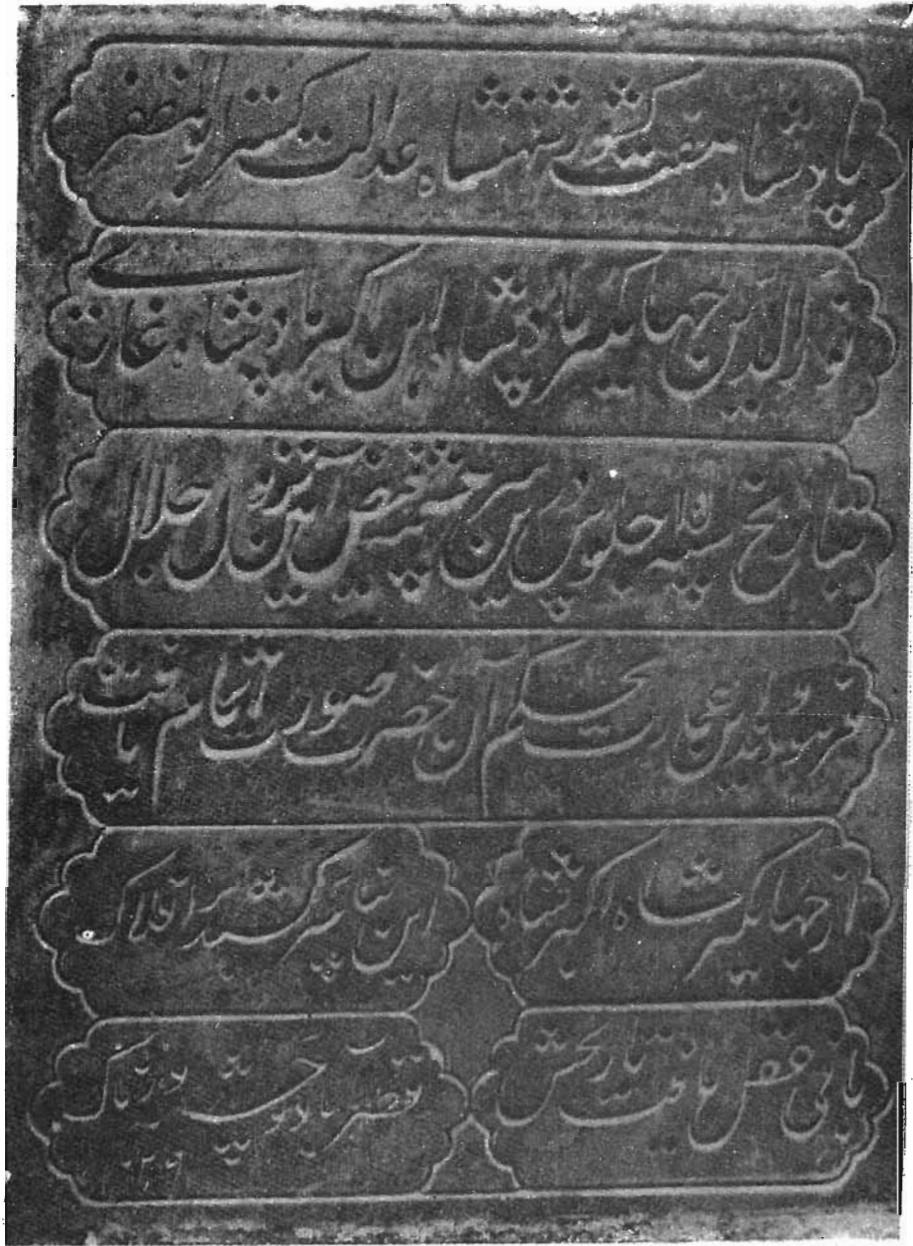


۳۳ - ویر ناگ

(Ancient Monuments of Kashmir by Ram Chandra Kak)

رک : ۱۲۹۸ ، ۱۳۸۹





۳۵- کتبه جهانگیر بر دیر ناسی

(صوفی ۵۳۶)

رک : ۱۲۹۸

Copyright

Copies	1000
First Impression	1968
Second Impression	1982
Price	Rs. 51/-

Published by Dr. M. Moizuddin, Director, Iqbal Academy, 116 McLeod Road,
Lahore and Printed by Mohammad Zarreen Khan, at Zarreen Art Press,
61 Railway Road, Lahore

TADHKIRA SHU'RAI KASHMIR

SAYYID HUSSAMUDDIN RASHDI

Vol. III

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
116 McLEOD ROAD - LAHORE